

3 سلسلہ  
اصلاحِ خاندان

# هدیۃ النساء

خواتین کی اخلاقی تربیت اور احکام و مسائل

[www.KitaboSunnat.com](http://www.KitaboSunnat.com)



تالیف

حافظ ابوبشیر حسین رضی اللہ عنہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
قُلْ أَطِيعُوا اللّٰهَ  
وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی اربعہ  
معدت البریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

## معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

### تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے  
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی  
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے  
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ [KitaboSunnat@gmail.com](mailto:KitaboSunnat@gmail.com)

🌐 [www.KitaboSunnat.com](http://www.KitaboSunnat.com)

وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي  
بِهِ الْيُسْرَى

# ہدیۃ النساء

❖ خواتین کی اخلاقی تربیت اور احکام و مسائل ❖



www.KitaboSunnat.com

تالیف

حفظہ اللہ  
حافظ مبشر حسین

**جملہ حقوق اشاعت بحق ناشر محفوظ ہیں!**

287.34  
۳۰ سب سٹش - ۵۵

نام کتاب ----- ہدیۃ النساء  
مؤلف ----- حافظ مبشر حسین حفظہ اللہ  
اشاعت ----- اکتوبر 2005ء  
قیمت -----

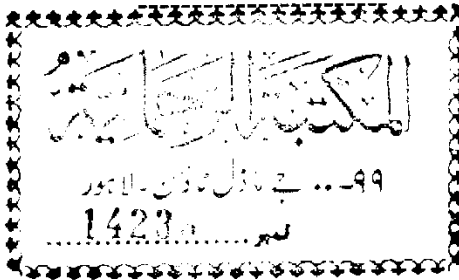
**ہمارے ڈسٹری بیوٹرز:**

- ☆..... مکتبہ قدوسیہ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور، برائے رابطہ: 042-7351124  
☆..... کتاب سرائے، الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور: 042-7320318  
☆..... فضلی بک سپر مارکیٹ، اردو بازار، کراچی۔ برائے رابطہ: 021-2212318

**ناشر:**

**مبشر اکیڈمی لاہور پاکستان**

0300-4602878



## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

### حرفِ آغاز

انسانی تاریخ کا مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ عورت ہمیشہ انفرادی و تقریباً کاشکار رہی ہے۔ کہیں تو اس کے ساتھ حیوانوں سے بھی بدتر سلوک کیا جاتا رہا اور کہیں اسے مردوں سے بھی اوجھا دیا جاتا، مگر اسلام نے عورت کے مقام و مرتبہ اور حقوق و فرائض کے حوالہ سے انتہائی متنوع و نئے راستے قائم کیے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب تک اسلام سر بلند رہا اور مسلم معاشرہ میں اسلامی تعلیمات کے مطابق عمل ہوتا رہا تب تک عورت کی طرف سے کبھی حق تلفی کا شکار نہیں کیا گیا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا کہ عورتوں نے اپنے حقوق کے لیے انجمنیں (Ngo) بنا کر ڈاؤن لایا کیا ہو یا مردوں نے خلاف احتجاج کیا ہو۔ اس سبب کہ عورت کے حقوق و فرائض کے حوالے سے اسلام کی دی گئی تعلیمات پر عمل کرنے سے کبھی ان چیزوں کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوسکتی۔

مغربی دنیا میں عورت ہمیشہ ظلم و ستم کا نشانہ رہی تھی اور پچھلے دو سو سال سے اس کا رد عمل یہ سامنے آیا کہ عورت کو ہر میدان میں مردوں کے ساتھ اب یکساں طور پر شریک کا تسلیم کر لیا گیا ہے۔ اسے مرد کے مقابلہ میں ایک عورت تسلیم کرنے کی بجائے مرد ہی سمجھا جا رہا ہے۔ اسے گھر میں رہ کر بچے پالنے اور گھر سنبھالنے کی بجائے اپنی فطرت کے منافی امور بھی سوچنے جارہے ہیں۔ گویا عورت کو اب ایک دوسری انتہا پر پہنچا دیا گیا ہے اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے نقصانات سے چشم پوشی کی جا رہی ہے بلکہ الثابہ دلائل دیئے جا رہے ہیں کہ عورت کے لیے گھر کی چاردیواری تک محدود رہنے سے اس کی حق تلفی ہوتی ہے اور مردوں کے شانہ بشانہ نہ چلنے سے معاشرتی ترقی میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔ پھر اس پر طرہ یہ کہ اسلام کے خلاف یہ اعتراضات اٹھائے جا رہے ہیں کہ اسلام نے عورتوں کو کمتر درجہ دیا ہے۔ انہیں گھر کی چاردیواری میں قید کر

کے ان کی آزادی چھین لی ہے۔ انہیں مردوں کے تابع بنا کر ان کی حق تلفی کی ہے۔ انہیں مرد کے مقابلہ میں آدھی مخلوق کہا ہے۔ انہیں وراثت، دیت اور شہادت ہر جگہ مردوں کے مقابلہ میں آدھا درجہ دے کر ان پر ظلم کیا ہے..... وغیرہ وغیرہ۔

مغربی تہذیب سے مرعوب ہمارے بعض متجددین مغربی نقطہ نظر کی کمزوری سمجھنے کی بجائے النان کی ہاں میں ہاں ملارہے ہیں اور معذرت خواہانہ انداز اختیار کر کے اسلام کی غلط تعبیر پیش کر رہے ہیں۔ اس پس منظر میں ضرورت تھی کہ ایک ایسی کتاب مرتب کی جائے جس میں عورت کی زندگی کو اسلامی نقطہ نظر سے زیر بحث لایا جائے اور عورت کے حقوق و فرائض سے متعلقہ اسلامی احکام کو عصر حاضر کے تناظر میں پیش کیا جاسکے اور مسلمان خواتین میں بھی جو کمیاں کمزوریاں پیدا ہو چکی ہیں، ان کی بھی اصلاح کی جاسکے۔ زیر نظر کتاب اس ضرورت کی تکمیل کی ایک کوشش ہے۔ اس میں عورت سے متعلقہ تمام اہم اور ضروری احکام و مسائل قرآن و سنت کی روشنی میں نہایت عام فہم انداز میں پیش کیے گئے ہیں۔

عورت نصف انسانیت ہے اور انسانی معاشرہ میں جتنی اہمیت ایک مرد کو حاصل ہے، اتنی ہی ایک عورت کو بھی حاصل ہے بلکہ بعض پہلوؤں سے عورت کی اہمیت بڑھ جاتی ہے۔ اس لیے کہ وہ خاندان کی مرکزی اکائی ہے، اس کے بگڑنے سے ایک پورا خاندان اور پوری نسل بگڑ جاتی ہے اور اس کی اصلاح سے ایک پورے خاندان اور نسل کی اصلاح ممکن ہو جاتی ہے۔ عورت کے اس مرکزی کردار اور اہمیت کے پیش نظر ہم نے اپنی اس کتاب ”هدية النساء“ کو اصلاح خاندان کی سیریز میں شامل کیا ہے، تاکہ اس کے مطالعہ سے ایک عورت پہلے اپنی اصلاح کرے اور پھر اپنے خاندان کے دیگر افراد کی اصلاح کے لیے کمر بستہ ہو جائے۔ اللہ کرے یہ کتاب جس گھر میں جائے وہاں حقیقی طور پر اصلاح خاندان کا ذریعہ ثابت ہو۔

یا اللہ! ہماری ان کوششوں کو شرف قبول عطا فرما۔ آمین!

طالب دعا  
حافظ مبشر حسین  
0300-4602878

\*.....\*.....\*

## فہرست مضامین

### مقدمة

25	عورت کا کردار، دائرہ عمل اور حقوق و فرائض
25	* عورت اور مرد میں تخلیقی فرق
26	* تخلیقی فرق کا نتیجہ... دائرہ عمل میں فرق
27	* مغرب کی فطرت کے خلاف جنگ
30	* مغرب کی فطرت کی طرف واپسی؟
31	* اسلام دین فطرت ہے
31	* اسلام میں عورت کا مقام و مرتبہ
32	* مرد و زن میں مساوات یا انصاف؟
32	* استثنائی صورتوں کو اصول نہیں بنایا جاسکتا
32	* ازدواجی زندگی میں ایک سربراہ کی ضرورت
36	* مرد افضل ہے یا عورت؟
37	* عورت کے حقوق
37	۱) جینے کا حق
37	۲) پرورش اور کفالت کا حق
38	۳) تعلیم و تربیت کا حق
38	۴) انتخاب شوہر کا حق
39	۵) حق علیحدگی (خلع)

39	۶).....حق حسن سلوک
40	۷).....جنسی تمتع کا حق
40	۸).....عورت کے معاشی حقوق
41	۹).....عزت و عصمت کی حفاظت کا حق
42	* عورت کے لیے رعایتیں اور سہولتیں
42	۱).....عبادات میں رعایتیں اور سہولتیں
42	۲).....کفالت کی سہولت
43	۳).....پردے کی سہولت
43	۴).....شادی کے لیے سرپرست (ولی) کی سہولت
44	۵).....شادی کے اخراجات میں سہولت
45	۶).....سفر کے لیے محرم کی سہولت
46	۷).....دراخت میں حصہ داری کی سہولت
47	* عورت کے فرائض
	<b>باب 1</b>
48	<b>عورت ..... پیدائش و پرورش اور تعلیم و تربیت</b>
49	فصل ۱..... عورت کی پیدائش و پرورش
49	* بچہ ہو یا بچی.....مرضی اللہ کی!
49	* بچی کی پیدائش اور معاشرے میں پھیلے ہوئے جاہلانہ تصورات
50	* لڑکا پیدا نہ ہو تو خرابی مرد میں ہے عورت میں نہیں
51	* کوئی ذمہ دہر و داور چھو منتر لڑکی کو لڑکا یا لڑکے کو لڑکی نہیں بنا سکتا
51	*.....جہیز کے خوف سے بچیوں کا قتل



52	* بیچوں کو باعثِ اجر سمجھو
53	* بیچوں کی پرورش اور تربیت سے متعلقہ احادیث
57	فصل ۲..... عورت کی تعلیم و تربیت
58	*..... بنیادی ضرورت کے ذہنی علوم اور خواتین
59	*..... معاشرتی ضرورت سے متعلقہ علوم اور خواتین
60	*..... اضافی نوعیت کے علوم اور خواتین
61	*..... خواتین کے لیے تعلیمی ماحول کیسا ہو؟
61	*..... خواتین کے لیے نصابِ تعلیم کیا ہونا چاہیے؟
65	فصل ۳..... عورت اور اسلامی عقائد
66	(۱)..... اللہ تعالیٰ پر پختہ ایمان
67	*..... حضرت ہاجرہ کا ایمان
68	*..... حضرت خدیجہ کا اللہ پر ایمان
70	*..... عمر بن عبدالعزیز کی والدہ اور خوفِ خدا
71	(۲)..... اللہ کے رسول پر ایمان
71	*..... حضرت ام حبیبہ کا واقعہ
72	*..... ایک صحابیہ کا جذبہ اطاعتِ رسول
72	(۳)..... فرشتوں پر ایمان
73	(۴)..... قرآن مجید پر ایمان
74	(۵)..... آخرت پر ایمان
74	(۶)..... تقدیر کے اچھا یا برا ہونے پر ایمان
75	*..... عورتوں میں عقائد کی خرابیاں

78	* توہم پرستی کی بیماری
78	* بدشگونی
81	* عورتوں میں جادو ٹونا اور تعویذ گنڈا
<b>باب 2</b>	
84	<b>غورت کا لباس، پردہ اور زیب و زینت</b>
85	فصل ۱..... عورت اور احکام لباس
85	* پردہ پوشی
89	* سردی گرمی اور موسمی تغیرات سے بچاؤ
90	* زیب و زینت
91	* لباس سے ستر چھپایا جائے
93	* عورت زینت والا لباس پہن کر باہر نہ نکلے
94	* عورت کا لباس تنگ اور چست نہ ہو
95	* عورت کا لباس پتلا اور باریک نہ ہو
96	* عورت لباس پر خوشبو لگا کر باہر نہ نکلے
97	* عورت مردانہ وضع کا لباس نہ پہنے
99	فصل ۲..... عورت اور ستر و حجاب
99	* حجاب کے بارے میں قرآنی دلائل
100	* حجاب کے بارے میں احادیث
107	* گھر سے باہر نکلنے کے لیے بڑی چادر یا برقع لینا چاہیے
108	* غیر محرم رشتہ داروں سے پردہ
109	* عورت کے ستر و حجاب اور لباس سے متعلقہ چند اہم فتاویٰ

109	*..... شرعی حجاب
110	*..... ڈرائیور اور نوکر سے پردہ
111	*..... ہاتھ پاؤں کا پردہ؟
112	*..... دیوار اور جینٹھ سے چہرے کا پردہ
113	*..... رضاعی باپ سے پردہ
113	*..... داماد سے پردہ؟
114	*..... گے چچا سے پردہ؟
114	*..... عورت کا مردانہ پتلون پہننا
115	*..... چھوٹا اور تنگ لباس پہننا
115	*..... عورتوں کا مردوں سے مصافحہ
116	*..... عورت کا اجنبی مرد کو اپنا جسم چھونے کی اجازت دینا
116	*..... کیا ڈاکٹر عورت کا جسم چھوسکتا ہے؟
117	*..... عورت کا غیر محرم مرد کی طرف دیکھنا
118	فصل ۳..... عورت اور زیب و زینت
118	*..... زیب و زینت اور اسلام
119	*..... زیب و زینت کی حدود
119	*..... صفائی اور پاکیزگی میں فرق
119	*..... مرد و زن میں زیب و زینت کا فرق
120	*..... ہر وقت بناؤ سنگھار
120	*..... تشبیہ بالکفار
121	*..... تکبر اور غرور کے لیے فیشن

121	*..... زیب وزینت اور حرام چیزیں
121	*..... سونے چاندی کے برتن، آلات اور دیگر مصنوعات
122	*..... عورت کے لیے سر کے بال کا ثنا
124	*..... جسم کے دیگر حصوں کے بال
126	*..... چالیس دنوں کی مہلت
126	*..... سر، بغل اور زیر ناف بالوں کے علاوہ بال
126	*..... چہرے اور ابروؤں کے بال
128	*..... روزانہ کٹکھی کرنا
130	*..... بالوں کو رنگنے کے مسائل
131	*..... سیاہ خضاب کے استعمال کی استثنائی صورت
132	*..... رنگوں کا فیشن
132	*..... مہندی سے سر رنگنا
132	*..... ہاتھ پاؤں پر مہندی
133	*..... ناخن، مہندی، سرخی اور نیل پالش
134	*..... سرمہ لگانا
134	*..... خوشبو، عطریات اور کریمیں
135	*..... انگوٹھی اور زیورات سے متعلقہ مسائل
136	*..... انگوٹھی کس ہاتھ میں پہنی جائے؟
136	*..... انگوٹھی کس انگلی میں پہنی جائے؟
137	*..... اعضا کی قطع و برید
138	*..... دانتوں کا علاج

139	* حسن کے لیے پلاسٹک سرجری
140	* جسم گدوانا
141	* عورت کی زیب و زینت سے متعلقہ چند اہم فتاویٰ
141	* عورت کے لیے سر کے بال کاٹنے کا حکم
142	* عورت کے لیے جسم کے مختلف حصوں کے بال اتارنے کا حکم
142	* چہرے کے غیر عادی بال زائل کرنا
143	* ابرو کے زائد بالوں میں کمی کرنے کا حکم
144	* مصنوعی بالوں (وگ) کا استعمال
145	* بالوں کو مختلف رنگوں سے رنگنا
145	* بالوں کو سیاہ رنگ سے رنگنا
146	* بالوں کو گھنگھر یا لانا
146	* مختلف ہمیرا سائل اختیار کرنے کے لیے بیوٹی پارلر جانا
147	* بغل اور زیر ناف بالوں کا ازالہ
147	* ناخن بڑھانے اور نیل پالش لگانے کا حکم
148	* اونچی ایڑھی والی جوتی پہننا
148	* خوبصورتی کے لیے دانتوں کو گڑنا اور ترشوانا
149	* جسم گدوانا (نشان لگوانا یا بھروائی کروانا)
149	* عورت کے لیے زیورات اور پازیب پہننا
150	* ناک میں نتھ پہننا
150	* پراندہ پہننے کی شرعی حیثیت
150	* عورت کے لیے مہندی لگانا

151 \* آرائش و زیبائش میں اسراف و تبذیر

### باب 3

152 عورت اور عبادات اسلام

153 فصل ۱..... عورت اور طہارت و پاکیزگی

153 \*..... نجاستیں اور ان سے طہارت

154 [۱]..... عورت اور مسنون وضو

154 \*..... وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھیں

154 \*..... دونوں ہاتھ تین مرتبہ دھوئیں اور انگلیوں میں خلال کریں

154 \*..... نیند سے بیدار ہو کر پہلے ہاتھ دھوئیں

155 \*..... کلی اور ناک صاف کریں

157 \*..... چہرہ دھوئیں

157 \*..... کہنیوں تک دونوں بازو دھوئیں

157 \*..... سر کا مسح کریں

158 \*..... کانوں کا مسح کریں

158 \*..... گردن اور بازوؤں کا مسح صحیح احادیث سے ثابت نہیں

159 \*..... دونوں پاؤں دھوئیں

159 \*..... پاؤں کی انگلیوں میں خلال کریں

159 \*..... وضو اور تکرار

160 \*..... وضو کے بعد کی دعائیں

161 \*..... وضو کے بعد شرمگاہ پر پانی کا چھینٹا مارنا

161 \*..... دوران وضو بعض ممنوعات

162	[۲].....عورت اور مسنون غسل
162	*.....عورت کے لیے غسل میں سر کے بال کھولنا
163	[۳].....عورت کی طہارت سے متعلقہ چند اہم فتاویٰ
163	*.....اس عورت کے وضو کا حکم جس کے ناخنوں پر پاش لگی ہوئی ہو
164	*.....جس عورت کے ہاتھ میں مہندی لگی ہو، اس کے وضو کا حکم
164	*.....عورت سر کا مسح کیسے کرے؟
165	*.....دوپٹہ پر مسح کا حکم؟
165	*.....مہندی لگے بالوں پر مسح
165	*.....کیا ننگے مرد یا ننگی عورت کی طرف دیکھنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟
165	*.....کیا ہیز کریم اور لپ اسٹک ناقض وضو ہے؟
166	*.....کیا بچوں کی نجاست دھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟
166	*.....حیض و جنابت کا غسل اور عورت کا سر کے بال کھولنا؟
167	*.....عورت کی طہارت کے بعد باقی ماندہ پانی کا حکم
168	*.....کیا غسل جنابت یا غسل حیض کو طلوع فجر تک مؤخر کیا جاسکتا ہے؟
168	*.....کیا غسل جنابت کر لینا، غسل جمعہ اور غسل نفاس کے لیے کافی ہوگا؟
168	*.....کیا جنبی کا بدن غسل سے قبل ناپاک ہوتا ہے؟
169	*.....کیا عمر دراز عورت مشقت سے بچنے کے لیے تیمم کر سکتی ہے؟
169	*.....کپڑے پر بچہ پیشاب کر دے تو اسے کیسے پاک کیا جائے؟
170	[۴].....حائضہ عورت کے شرعی مسائل
170	*.....حیض کی کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ مدت
170	*.....حیض کے خون کی پہچان

171	* پچاس سال کے بعد خون
172	* حیض میں بگاڑ
172	* ماہواری کے ایام اور دیگر ایام میں قبیل مقدار میں آنے والا خون
173	* طہر کے بعد مسلسل زرد سیال مادہ خارج ہونا
173	* حمل کے دوران جاری ہونے والا خون
173	* بچہ جننے والی عورت کے خون کا حکم جبکہ بچہ آپریشن سے پیدا ہوا ہو
174	* کیا نفاس والی عورتوں کا بدن ناپاک ہوتا ہے؟
175	فصل ۲..... عورت اور تلاوت قرآن
175	(۱)..... عدم وضو کی حالت
176	(۲)..... حالت جنابت اور حالت حیض و نفاس میں تلاوت قرآن
178	(۳)..... بے وضو حالتوں میں قرآن کو چھونا
179	* رانچ پہلو
180	فصل ۳..... عورت اور نماز
180	* نماز کا مختصر طریقہ کار
182	* نماز کا تفصیلی طریقہ کار
182	* دعائے استنشاح (ثنا)
182	* پھر تعوذ پڑھیے
183	* پھر تسمیہ اور فاتحہ پڑھیں
183	* رکوع کی تسبیحات
184	* قومہ کی دعائیں
184	* سجدے کا طریقہ



185	*.....دو سجدوں کے درمیان جلسہ
186	*.....دوسرا سجدہ
186	*.....جلسہ استراحت
186	*.....دوسری رکعت
186	*.....درمیانی تشہد
187	*.....آخری تشہد اور سلام
190	[۱].....کیا مرد و زن کی نماز میں فرق ہے؟
190	*.....پہلا فرق: سر ڈھانپنے میں
191	*.....دوسرا فرق: پاؤں ڈھانپنے میں
192	*.....تیسرا فرق: امامت کے طریقے میں
192	*.....چوتھا فرق: امام کو لقبہ دینے میں
192	*.....کچھ اور فرق
194	[۲].....عورت کی امامت
194	(۱).....مرد، عورتوں کی امامت کرا سکتا ہے
194	(۲).....عورت، مرد کی امامت نہیں کرا سکتی
198	(۳).....عورت کی امامت عورتوں کے لیے
200	(۴).....عورت کی اذان و اقامت
201	(۵).....عورت کا نماز کے لیے مسجد میں جانا
203	[۳].....عورت اور نماز جنازہ میں شرکت
203	[۴].....عورت اور زیارت قبور
205	[۵].....عورت کی نماز سے متعلقہ چند اہم فتاویٰ

205	*.....حالت نفاس اور نماز
205	*.....حمل ساقط ہونے کی صورت میں نماز کا مسئلہ
206	*.....اگر عورت بھول کر ناپاک کپڑے میں نماز پڑھے؟
207	*.....ایسے کپڑے میں عورت کی نماز جس میں بچے نے پیشاب کر دیا ہو
208	*.....مردوں کی موجودگی میں عورت کی نماز
208	*.....نماز میں دونوں ہتھیلیوں اور قدموں کے چھپانے کا حکم
209	*.....بغیر دوپٹے کے عورت کی نماز کا حکم
209	*.....جب عورت عصر کے وقت پاک ہو تو کیا نماز ظہر ادا کرے گی؟
209	*.....جب عورت نماز کا وقت ختم ہونے سے پہلے پاک ہو؟
210	*.....قضا نمازوں کی ادائیگی میں ترتیب
210	*.....عورتوں کی نماز باجماعت کا کیا حکم ہے؟
211	*.....نماز کے لیے مسلمان عورت کا مسجد جانا
213	*.....نمازی کے آگے سے عورت کے گزرنے سے نماز ٹوٹ جائے گی؟
213	*.....عورت نماز جمعہ ادا کر لے تو کیا نماز ظہر ساقط ہو جائے گی؟
214	*.....مسلل پیشاب میں مبتلا عورت کی نماز
214	*.....دوران نماز اگر دروازے کی گھنٹی بجے؟
215	*.....شوہر کی امامت
215	*.....کیا عورت ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر نماز پڑھ سکتی ہے؟
215	*.....بغیر سر ڈھانپنے سجدہ تلاوت
216	*.....دوران نماز حرکت اور آئینے یا تصویر وغیرہ کے سامنے نماز

217	فصل ۴..... عورت اور روزہ
218	*..... رمضان کے روزے فرض ہیں
219	*..... صحت روزہ کی شرائط
219	*..... اخلاص نیت
220	[۱]..... مفدمات روزہ (یعنی روزہ توڑے والی چیزیں)
220	(۱)..... قصد اکھانا پینا
221	(۲)..... قصد اتنے کرنا
221	(۳)..... حیض و نفاس
221	(۴)..... جماع
222	[۲]..... حالت روزہ میں مباح (جائز) امور
222	(۱)..... غسل کرنا
222	(۲)..... مسواک (منجن) کرنا
223	(۳)..... ہنڈیا کا ذائقہ (نمک، مرچ) پکھنا
223	(۴)..... قے آنا
224	(۵)..... غیر ارادی طور پر کسی چیز کا حلق میں جانا
224	(۶)..... سرمہ لگانا
224	(۷)..... تیل لگانا اور گنگھی کرنا
224	(۸)..... میاں بیوی کا بوس و کنار بشرطیکہ
225	(۹)..... حالت روزہ میں ادویات کا استعمال
225	[۳]..... روزہ کی رخصتیں
225	(۱)..... حالت سفر میں روزہ رکھنا اور چھوڑنا دونوں طرح جائز ہے

225	..... (۲) بیمار اور بوڑھا روزہ چھوڑ سکتے ہیں
227	..... (۳) حاملہ اور مرضہ عورت بھی روزہ چھوڑ سکتی ہے
227	..... [۴] آداب روزہ
227	..... (۱) جھوٹ اور گناہ سے پرہیز
227	..... (۲) لڑائی جھگڑے اور گالی گلوچ وغیرہ سے پرہیز
228	..... (۳) میاں بیوی کا بغلیں ہونے سے اجتناب
228	..... (۴) کٹی کرتے اور ناک صاف کرتے ہوئے احتیاط
229	..... [۵] آداب افطاری
229	..... (۱) کھجور یا پانی سے روزہ کھولنا
229	..... (۲) افطاری کی دعائیں
230	..... (۳) غروب آفتاب کے بعد افطاری میں جلدی
231	..... [۵] عورت کے روزہ سے متعلقہ چند اہم فتوے
238	فصل ۵..... عورت اور زکاۃ
238	*..... شروط زکاۃ
239	*..... زیورات پر زکاۃ
239	*..... سونے چاندی کا نصاب
240	*..... ہیرے جواہرات وغیرہ پر زکاۃ کا مسئلہ
240	*..... زکاۃ کے سلسلہ میں خواتین کے لیے چند اہم فتوے
240	*..... زیورات میں زکاۃ؟
242	*..... کیا عورت اپنے زیور کی زکاۃ شوہر کو دے سکتی ہے؟
242	*..... کیا بہن کے بیٹے کو زکاۃ دی جاسکتی ہے؟

243	* شادی شدہ محتاج بیٹی کو زکاہ دینا
243	* سنگی بہن کو زکاہ دینا
244	* شوہر کو بتائے بغیر صدقہ کرنا
245	فصل ۶..... عورت اور حج
245	* محرم کی عدم موجودگی میں عورت کے حج کا مسئلہ
246	* کیا نابالغ بچہ محرم بن سکتا ہے؟
247	* داماد کے ساتھ حج کرنا
248	* طواف شروع کرنے سے پہلے حجرِ اُسد کو چومنا؟
248	* مقامِ ابراہیم کے پیچھے عورت کی نماز کا حکم؟
248	* کیا عورت صفا مروہ پر نہ پڑھے؟
249	* اگر عورت حج و عمرہ کے بعد قبرِ رسول کی زیارت نہ کر سکے؟
249	* کیا عورت کے لیے حج و عمرہ کا کوئی مخصوص لباس ہے؟
250	* بھیڑ کی صورت میں عورت کی طرف سے رمی جمار کوئی اور کر سکتا ہے؟
251	* دورانِ حج میاں بیوی کی مباشرت؟
251	* دورانِ حج چہرے کا پردہ
252	* حائضہ عورت کا حج و عمرہ
253	* طواف و راعِ حائضہ سے ساقط ہے
255	* عدت کے دوران حج
255	* والدین کی طرف سے حج
256	* بیوی کی طرف سے حج
256	* دورانِ حج مانعِ حمل گولیوں کا استعمال

257 \* کیا عورت قربانی کا جانور خود ذبح کر سکتی ہے؟

#### باب 4

258 عورت کی ازدواجی و خانگی زندگی

258 (۱)..... صالح اور خوش اخلاق شوہر کا انتخاب

259 (۲)..... شوہر کی اطاعت گزاری

262 (۳)..... اپنے سسرال سے حسن سلوک

262 (۴)..... بچوں کی تربیت

263 (۵)..... اپنی بہو کے ساتھ مشفقانہ برتاؤ [ساس ہونے کی صورت میں]

263 (۶)..... داماد کے ساتھ حسن برتاؤ

#### باب 5

264 عورت کا دائرہ عمل اور دور جدید کے مسائل

264 (۱)..... حاجت و ضرورت کے لیے باہر نکلنا

265 (۲)..... گھر سے باہر نکلنے کی حدود و شرائط

268 (۳)..... تعلیمی اداروں میں خواتین کا رہائش اختیار کرنا

269 (۴)..... ملازمت کے لیے باہر نکلنا

270 (۵)..... عورت کی ملازمت اور اسلام

273 (۶)..... عورت کی ملازمت

274 (۷)..... بیوی کی کمائی پر شوہر کا حق ہے یا نہیں؟

275 (۸)..... دعوت و تبلیغ کے لیے گھر سے باہر نکلنا

276 (۹)..... سیاسی سرگرمیوں کے لیے باہر نکلنا

279 (۱۰)..... عورت کی سربراہی کا مسئلہ

\* شیخ ابن باز کا فتویٰ

280

## باب 6

## عورت کے بارے میں چند شبہات اور ان کا ازالہ

282

286

(۱)..... کیا عورت کی عقل آدھی ہے؟

289

(۲)..... کیا عورت ٹیڑھی ہوتی ہے؟

291

(۳)..... عورت کی وراثت آدھی کیوں؟

293

(۴)..... عورت کی دیت آدھی کیوں؟

294

(۵)..... عورت کی شہادت آدھی کیوں؟

297

(۶)..... عورت کے بغیر ترقی؟

## باب 7

## خاتون اسلام اور اخلاق فاضلہ

299

300

\*..... مسلمان خاتون کا اخلاق

301

\*..... خاتون اسلام اچھے اخلاق کی حامل ہوتی ہے

304

\*..... خاتون اسلام ہمیشہ سچ بولتی ہے

304

\*..... خاتون اسلام کبھی جھوٹ نہیں بولتی

305

\*..... مسلمان خاتون دوسروں کے لیے خیر خواہ ہوتی ہے

307

\*..... خاتون اسلام خیر کی طرف رہنمائی کرتی ہے

307

\*..... مسلمان خاتون دغا بازی اور دھوکا دہریب کا ارتکاب نہیں کرتی

310

\*..... مسلمان خاتون وعدہ خلافی نہیں کرتی

311

\*..... مسلمان خاتون منافقانہ رویہ اختیار نہیں کرتی

314

\*..... خاتون اسلام شرم و حیا سے متصف ہوتی ہے

316	* مسلمان خاتون فضول اور لالی یعنی چیزوں میں نہیں پڑتی
317	* دوسروں کی بے عزتی اور عیب جوئی سے دور رہتی ہے
318	* ریا کاری اور فخر و مہمات سے دور رہتی ہے
323	* فیصلہ کرنے میں انصاف سے کام لیتی ہے
325	* وہ کسی پر ظلم نہیں کرتی
326	* کسی کی مصیبت پر خوشی نہیں مناتی
327	* بدگمانی سے بچتی ہے
330	* غیبت سے دور رہتی ہے
331	* چغلی سے دور رہتی ہے
332	* گالی گلوچ اور بدزبانی سے اجتناب کرتی ہے
335	* کسی کا مذاق نہیں اڑاتی
336	* کسی پر ناحق فسق یا کفر کی تہمت نہیں لگاتی
336	* لوگوں کے ساتھ نرمی سے پیش آتی ہے
340	* رحم و کرم کا برتاؤ کرتی ہے
344	* احسان کا بدلہ دیتی اور اس پر شکر ادا کرتی ہے
345	* دوسروں کو نفع پہنچانے اور نقصان سے بچانے کی کوشش کرتی ہے
350	* سخی اور فیاض ہوتی ہے
352	* جو دو سخا کے اعلیٰ نمونے اپنے پیش نظر رکھتی ہے
354	* جو دو سخا کرنے والی چند مثالی خواتین
357	* تنگ دست قرض دار کو مہلت اور سہولت دیتی ہے
358	* جن لوگوں پر خرچ کرتی ہے ان پر احسان نہیں جتاتی



359	*... دست سوال دراز کرنے سے احتیاط کرتی ہے
360	*... عفو و درگزر سے کام لیتی ہے
364	*... غصہ نہیں کرتی
365	*... نرمی سے پیش آتی اور سختی سے اجتناب کرتی ہے
366	*... مسلمان عورت حسد نہیں کرتی
368	*... مبالغہ آرائی اور تکلف سے گفتگو نہیں کرتی
369	*... وہ لوگوں سے میل جول رکھتی اور لوگ اس سے میل جول رکھتے ہیں
371	*... راز افشاء نہیں کرتی
373	*... فراخ دل ہوتی ہے
373	*... خندہ پیشانی سے ملتی ہے
374	*... خوش طبع ہوتی ہے
377	*... لوگوں کو خوش رکھتی ہے
377	*... غرور اور تکبر نہیں کرتی
379	*... عاجزی و انکساری (تواضع) اختیار کرتی ہے
380	*... بلند مقاصد کو پیش نظر رکھتی ہے
381	*... مہمان نواز ہوتی ہے
385	*... دوسروں کو اپنی ذات پر ترجیح دیتی ہے
386	*... اپنی عادتوں کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرتی ہے
388	*... ملاقات کے وقت 'سلام' کہتی ہے
391	*... کسی کے گھر بغیر اجازت داخل نہیں ہوتی
393	*... مجلس کے آداب کا خیال رکھتی ہے

395	* مجلس میں جمائی لینے سے حتی الامکان احتراز کرتی ہے
396	* چھینکتے وقت اسلامی آداب کا لحاظ رکھتی ہے
398	* تیسرے فرد کے ہوتے ہوئے دوسرے سے سرگوشی نہیں کرتی
399	* بڑوں اور اہل فضل کی تعظیم کرتی ہے
401	* دوسروں کے گھر نہیں جھانکتی
401	* مردوں کی مشابہت اختیار نہیں کرتی
402	* حق کی طرف دعوت دیتی ہے
403	* اچھائی کا حکم دیتی اور برائی سے روکتی ہے
405	* اپنی دعوت میں حکمت اور خوش اسلوبی کو ملحوظ رکھتی ہے
406	* نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرتی ہے
408	* لڑنے والوں کے درمیان صلح کرانے کی کوشش کرتی ہے
410	* لوگوں کے درمیان گھل مل کر رہتی اور ان کی اذیتیں برداشت کرتی ہے
410	* بیمار کی عیادت اور مزاج پرسی کرتی ہے
	<b>باب 8</b>
415	اسوہ صحابیات

## عورت کا کردار، دائرہ عمل اور حقوق و فرائض

[اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ایک اجمالی مطالعہ]

### عورت اور مرد میں تخلیقی فرق:

اس بات سے کون انکار کر سکتا ہے کہ مرد اور عورت میں کئی لحاظ سے فرق پایا جاتا ہے اور یہ فرق روز اول سے ہے اور رہتی دنیا تک قائم رہے گا۔ مرد مرد ہے اور عورت عورت۔ مرد کو عورت قرار نہیں دیا جاسکتا اور عورت کو مرد نہیں کہا جاسکتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کا نظام برقرار رکھنے کے لیے مرد اور عورت دو الگ الگ جنسیں تخلیق کی ہیں۔ دونوں اپنی حیاتیاتی ساخت کے اعتبار سے ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں لیکن اس کے باوجود دونوں ایک دوسرے کی محتاج ہیں کیونکہ دونوں مل کر ایک دوسرے کی تکمیل کرتی ہیں۔ بعض خصوصیات و امتیازات اگر مردوں میں ہیں تو عورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں اور بعض خصائص و امتیازات اگر عورتوں کو دیئے گئے ہیں تو مردوں میں ان کا نام و نشان نہیں ملتا مثلاً مرد کی خصوصیت اگر بار آور کرنا ہے تو عورت کی خصوصیت بار آور ہونا ہے۔ اب نہ مرد اپنی خصوصیت بدل کر عورت کی خصوصیت حاصل کر سکتا ہے اور نہ کوئی عورت مرد کی خصوصیت حاصل کر سکتی ہے۔ مرد و زن کی یہ خصوصیات جمع ہو کر ہی نسل انسانی کا سلسلہ آگے بڑھاتی ہیں۔

یہاں رک کر ذرا یہ بات بھی سوچ لیجئے گا کہ اگر اللہ چاہتے تو مرد و زن کی شکل میں دو الگ الگ صنف کی مخلوق پیدا کرنے کی بجائے ایک ہی ایسی مخلوق پیدا فرمادیتے جو بیک وقت بار آوری، حمل اور رضاعت کے مراحل طے کر لیتی مگر جب اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کا نظام جوڑے کی شکل میں قائم کیا ہے تو ضروری تھا کہ ایک جنس کو بار آوری کی اور دوسری کو حمل و رضاعت کی خصوصیات سے نوازا جاتا۔ اب جو جس ذمہ داری کا اہل تھا اسے وہی ذمہ داری اللہ نے دے دی یا یوں کہیے کہ اللہ نے جس سے جو کام لینا تھا، اسے اسی نوعیت کی خصوصیات عطا کر دیں۔ اس میں نہ مرد کی کوئی بڑائی ہے اور نہ عورت کی کوئی تذلیل۔ اس لیے کہ

اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں تو دونوں برابر ہیں۔ البتہ جسے جس کام کے لیے اللہ تعالیٰ نے تخلیق کیا، اسے انہی خصوصیات سے نوازاجواس کے تخلیقی مقاصد میں معاون تھیں۔

### تخلیقی فرق کا نتیجہ..... دائرہ عمل میں فرق:

مردوزن کے باہمی ملاپ سے نسل انسانی کے سفر کا آغاز ہوتا ہے۔ یہ سفر سبھی کامیابی سے طے پاسکتا ہے جب مردوزن دونوں ایک دوسرے کے لیے وفاداری کا ثبوت دیں۔ اس وفاداری کا معاہدہ قانونی زبان میں نکاح کہلاتا ہے۔ نکاح کے بعد مردوزن کے جس پیار بھرے سفر کا آغاز ہوتا ہے، اس میں عورت کو لازماً حمل کے تکلیف دہ مراحل سے گزرنا پڑتا ہے، پھر ولادت کا مرحلہ تو اس کے لیے زندگی موت کا معرکہ ہوتا ہے۔ یہ معرکہ سر کرنے کے بعد بچے کی پرورش کے پُر مشقت مراحل آتے ہیں۔ بچے کی غذا کے لیے ماں کی چھاتی میں اللہ تعالیٰ دودھ کا انتظام کر دیتے ہیں اور اس کی پرورش کے لیے ماں کے دل میں بچے سے بے انتہا محبت پیدا کر دیتے ہیں۔

ادھر حمل، ولادت اور رضاعت کی تکلیفات سے عورت ابھی سنبھلتی ہی ہے کہ ادھر وہ دوبارہ اگلے بچے کے لیے انہی تکلیفات کا سامنا شروع کر دیتی ہے۔ عورت کی تقریباً ساری زندگی اسی دائرہ میں گھومتی ہے، یہ تو ہو سکتا ہے کہ کسی عورت کو اس دائرہ میں کم تکلیف کا سامنا کرنا پڑے اور کسی کو زیادہ مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی عورت اللہ تعالیٰ کی طرف سے کھینچے ہوئے اس فطری دائرہ سے پھلانگ کر باہر نکل جائے۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ کسی عورت کو بانجھ پن کی وجہ سے اس دائرے سے نہ گزرنا پڑے مگر ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔

یہ تو تھی عورت کی صورت حال جبکہ دوسری طرف مرد کا معاملہ اس کے برعکس یہ ہے کہ وہ زن و شوکا تعلق قائم کر کے آزاد ہوتا ہے۔ اسے نہ حیض و نفاس کا مسئلہ درپیش ہوتا ہے اور نہ حمل، ولادت اور رضاعت کا۔ گویا عورت تو پہلے ہی کمزور صنف ہے اور ان مشکلات میں مزید مشقت اٹھا کر کمزور ہو جاتی ہے مگر مرد جو عورت کی نسبت طاقتور ہوتا ہے، اسے ان مشقتوں کا بالکل سامنا ہی نہیں کرنا پڑتا۔ اب عقل یہ تقاضا کرتی ہے کہ اگر ایک کمزور عورت کو ایک عمل کے بعد اتنی مشقت اٹھانا پڑتی ہے تو اس عمل میں شریک مرد کو بھی اس کے برابر بلکہ طاقتور ہونے کی وجہ سے اس سے زیادہ مشقت اٹھانا پڑے۔ اور اگر مرد کو بالکل آزاد چھوڑ دیا جائے تو عقل و فطرت کی میزان میں یہ صریح نا انصافی ہوگی۔

اسلام نے اس فطرت کا لحاظ رکھتے ہوئے مرد پر بھی کچھ ذمہ داریاں عائد کی ہیں۔ اگر بچوں کی ولادت و پرورش وغیرہ کی ذمہ داری عورت پر ہے تو ان بچوں اور خود بیوی کے اخراجات کی فراہمی مکمل طور پر خاوند کے ذمہ ہے۔ بیوی اگر بچوں کی تربیت و پرورش کے سلسلہ میں گھر میں رہنے پر مجبور ہے تو گھریلو وسائل کے انتظام کے لیے سارا دن گھر سے باہر بھاگنا دوڑنا مرد کے لیے مقدر ہے۔ اب اگر یہ کہا جاتا کہ بچے کی ولادت و رضاعت کی ذمہ داریوں کے ساتھ ان کے وسائل کی فراہمی بھی عورت خود کرے تو یہ عورت کے ساتھ بہت بڑا ظلم ہوتا۔ اور اس ظلم میں عورتوں کی غالب اکثریت یا تو پس کر رہ جاتی یا پھر اس ظلم سے بچنے کے لیے بچے پیدا کرنے اور ان کی پرورش کی ذمہ داری قبول کرنے سے انکار کر دیتی۔ اس سلسلہ میں مغربی تہذیب کی مثال ہمارے سامنے ہے۔

### مغرب کی فطرت کے خلاف جنگ:

ایک وقت تھا کہ مغرب سمیت پوری دنیا کا معمول یہ تھا کہ مرد گھر سے باہر کی ذمہ داریاں پوری کرتا اور عورت گھر میں بیٹھ کر بچوں کی دیکھ بھال اور خانہ داری کے جملہ امور سنبھالتی۔ لیکن جب مغرب میں صنعتی انقلاب آیا اور فیکٹریوں کو چلانے کے لیے مزدوروں کی کمی واقع ہو گئی تو مغرب کے سرمایہ داروں نے اس کا حل یہ نکالا کہ پرکشش معاوضوں کے لالچ میں عورتوں کو بھی گھروں سے نکال کر فیکٹریوں، منڈیوں اور بازاروں میں مردوں کے شانہ بشانہ لاکھڑا کیا۔ مزدوروں کا عملہ بڑھانے سے پیداوار میں یقیناً اضافہ ہوا مگر اس کے ساتھ بہت سے نقصانات بھی ہوئے مثلاً معاشرے میں بدکاری کی شرح حد سے بڑھ گئی، جنسی بے راہ روی سے بیماریوں کے تناسب میں اضافہ ہوا اور نقصان کا ایک بڑا پہلو یہ سامنے آیا کہ عورت کے یوں گھر سے باہر وقت گزارنے سے گھریلو امور سخت متاثر ہونے لگے۔

اس سے پہلے مغرب میں مذہب کے خلاف ایک تحریک چل چکی تھی جس نے اس بات پر کامیابی حاصل کر لی تھی کہ مذہب کا تعلق ایک فرد کی ذاتی، نجی اور انفرادی زندگی تک محدود ہے، اگر کوئی چاہے تو اسے اپنائے اور چاہے تو نہ اپنائے مگر اجتماعی اور معاشرتی مسائل (یعنی معاشرت، معیشت اور سیاست) کے ساتھ مذہب کا کوئی تعلق نہیں۔ ان امور میں وہی فیصلے حتمی سمجھے جائیں گے جو ایک ملک کی اکثریت کی رائے سے طے پائیں گے۔

اس پس منظر میں آپ خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ عورت کے گھر سے باہر نکلنے پر خاندانی زندگی میں جو مسائل پیدا ہوئے ان کا کیا حل نکالا گیا ہوگا اور عورت اور مرد کے آزادانہ میل ملاپ کے بارے میں مغربی عوام کی اکثریت کے کیا رجحانات قائم ہوئے ہوں گے۔ یہی کہ بلوغت کے بعد مرد و زن میں سے ہر فرد مکمل طور پر خود مختار اور آزاد ہے۔ وہ نہ والدین کا مطیع ہے اور نہ کسی اور کا ماتحت۔ اس کی اپنی مرضی اور سوچ ہے۔ وہ جو چاہے فیصلہ کرے، جس طرح چاہے زندگی گزارے اور جس سے چاہے جنسی تعلقات استوار کرے۔ مغربی ممالک کے اباحت زدہ عوام کی اکثریت کی یہی رائے تھی اور یہی سوچ آگے چل کر نظریہ مساوات مرد و زن کے نام سے متعارف ہوئی اور اسی کے لیے حقوق نسواں کی تحریکیں بھی اٹھیں جن کا موقف یہ تھا کہ عورت بھی مرد کے برابر حقوق رکھتی ہے۔ اس لیے جو کام مرد کر سکتے ہیں وہ عورتیں بھی کر سکتی ہیں۔ لہذا ملک کی تمام پالیسیوں میں عورت کو بھی زیادہ سے زیادہ نمائندگی دی جائے۔ سیاست، معیشت، تعلیم ہر جگہ عورت کو بھی برابر شریک کیا جائے۔

جس معاشرے میں مذہب کی بنیاد پر خدا خونی کا کوئی جذبہ موجود نہ ہو وہاں کیسے توقع کی جاسکتی ہے کہ لوگ ایسے گناہوں سے بھی باز رہیں گے جنہیں ان کا قانون گناہ اور جرم تسلیم ہی نہیں کرتا۔ چنانچہ خدا اور آخرت کے خوف سے عاری مرد و زن کے لیے اس سے بڑھ کر خوشی کا موقع اور کوئی نہیں تھا کہ عورتوں کو گھروں سے باہر لاکر انہیں آپس میں میل ملاپ کی کھلی اجازت مل گئی ہے۔ ایسے لوگوں نے معاشرے میں آنے والی اس تبدیلی کے حق میں خوب آواز اٹھائی۔ تقریر و تحریر کے ذریعے اسے فروغ دیا۔ اسی کی روشنی میں اپنے ملکوں میں قانون بنوائے۔ یوں دیکھتے ہی دیکھتے پورے مغرب نے اس تبدیلی کو قبول کر لیا۔

میڈیائی ترقی کے بعد مشرقی ممالک میں بھی اس کے اثرات پہنچنا شروع ہو گئے۔ جب کہ اس تبدیلی سے مغربی معاشرے کو جن نقصانات کا سامنا کرنا پڑا، وہ بھی کچھ کم نہ تھے۔ ان میں سے صرف خاندانی نظام پر پڑنے والے اثرات کا ایک سرسری جائزہ لیں تو ہمارے سامنے یہ پہلو آتے ہیں:

(۱)..... جب مغربی معاشرہ میں فحاشی و بدکاری کو قانونی طور پر جائز تسلیم کر لیا گیا اور مردوں کے لیے یہ ممکن ہو گیا کہ وہ چند لمحوں کے عوض جب اور جہاں چاہیں، من پسند خوبصورت دوشیزاؤں سے لطف حاصل کریں، تو ان میں بڑی تیزی سے یہ رجحان فروغ پانے لگا کہ شادی کر کے بیوی رکھنا ایک بوجھ ہے کیونکہ بیوی کے لیے وسائل کی فراہمی، اس کی بیماری اور بڑھاپے کا بوجھ اور اس سے پیدا ہونے والے

بچوں کے اخراجات وغیرہ کا دروسراٹھانے سے کہیں بہتر ہے کہ شادی کے بغیر زندگی گزارا جائے اور معاشرہ میں شہوت رانی کی جو سہولتیں موجود ہیں ان سے فائدہ اٹھایا جائے۔ چنانچہ شادیوں کے بندھن ٹوٹنے لگے اور آگے بھی باقاعدہ شادی میں اتنی کمی آئی کہ اب مغرب میں پچاس فیصد جوڑے شادی کے بغیر رہتے ہیں اور باقی پچاس فیصد کی گھر بیوز زندگی بھی بری طرح انتشار کا شکار ہے۔

(۲)..... آگے چل کر ایک اور صورت حال نے جنم لیا وہ یہ کہ 'سیکس فری سوسائٹی' کا تصور پیدا ہو گیا یعنی مرد و زن میں سے کوئی ایک اگر دوسرے کو پسند کرتا ہے تو وہ اسے آفر کرتا ہے کہ آؤ ہم کچھ عرصہ مل کر اکٹھے رہ لیں اور وہ شادی کا باقاعدہ معاہدہ (نکاح) کیے بغیر میاں بیوی کی طرح اکٹھے رہنا شروع کر دیتے ہیں۔ مرد نہ عورت کے اخراجات کا ذمہ دار ہوتا ہے اور نہ اس عورت سے پیدا ہونے والے بچوں کا خواہش مند۔ چنانچہ عورت کو گھر کے کام بھی خود کرنا پڑتے ہیں اور اپنے اخراجات کے لیے خود بھی کوئی ملازمت کرنا پڑتی ہے اور اگر اولاد ہو جائے تو اس کی کفالت کا سارا بوجھ بھی خود ہی برداشت کرنا پڑتا ہے۔

(۳)..... خاندانی زندگی کی بنیاد مرد و زن کے باہمی پیار و محبت، خلوص اور وفاداری و اطاعت گزاری پر قائم ہے۔ اگر ان خصوصیات کو نکال دیا جائے تو خاندانی زندگی کی عمارت دھرام سے زمین پر آگرے۔ مغربی معاشرے میں اباحیت پسندی کی وجہ سے ان خصوصیات میں چونکہ بڑی حد تک تبدیلی واقع ہو گئی ہے، اس لیے وہاں آئے دن کوئی نہ کوئی نیا مسئلہ سراٹھائے ہوتا ہے۔ کبھی ہم یہ سنتے ہیں کہ عورت مطالبہ کر رہی ہوتی ہے کہ میرے حق معاش پر خاوند کا کوئی حق نہیں ہونا چاہیے۔ کبھی یہ مطالبہ کر رہی ہوتی ہے کہ عورت کی اجازت کے بغیر شوہر کے جنسی تعلق قائم کرنے کو جرم قرار دیا جائے۔ اسی طرح چھوٹی چھوٹی باتوں پر وہاں طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

یہ بات تو یقینی تھی کہ عورت کو اس کے دائرہ کار سے باہر نکالنے سے معاشرے میں بہت سی خرابیاں رونما ہوں گی اور وہ ہوئیں بھی۔ لیکن مغربی دانشور ان خرابیوں کی جڑ کاٹنے کی بجائے اس سے نشوونما پانے والی شاخوں کو کاٹنے کے لیے مشورے دیتے رہے اور قانونی طور پر حکومتیں بھی اصل خرابی کا سدباب کرنے کی بجائے جزوی خرابیوں کے سدباب کے لیے اقدامات کرتی رہیں۔ چنانچہ ایک طرف کثرت فواحش سے پیدا ہونے والی بیماریوں کے علاج کے لیے ادویات تیار ہوتی رہیں اور دوسری طرف عورت کو شمع محفل

بنے رہنے کا سہارا دیتے ہوئے مانع حمل ہتھکنڈے (ادویات اور ذرائع) ایجاد کیے گئے۔ پھر بھی اگر زنا سے بچنے پیدا ہو جاتے تو انہیں پھینک دیا جاتا مگر حکومتوں کو چارونا چار ایسے بچوں کی دیکھ بھال کے لیے نرسنگ ہومز بنانا پڑے۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ عورت کے دائرہ عمل کے حوالے سے مغرب نے پچھلی ڈیڑھ دو صدیوں میں جو کچھ کیا، وہ فطرت کے خلاف جنگ تھی اور فطرت کے خلاف جنگ کا نتیجہ سوائے ناکامی کے اور کچھ نہیں نکلتا۔ اس پہلو سے مغرب نے جس ناکامی کا سامنا کیا، وہ آج ہمارے سامنے روز روشن کی طرح واضح ہے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ مغرب میں خاندانی نظام بری طرح شکست و ریخت کا شکار ہے، مائیں یا تو بچے پیدا کرنے کے لیے تیار نہیں اور اگر چارونا چار پیدا کرتی ہیں تو ان کی تربیت کے لیے آمادہ نہیں۔ بچے نرسنگ ہومز میں پلتے ہیں اور بوڑھے اولڈ ہومز میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر جان دیتے ہیں۔ مرد و زن کے آزادانہ اختلاط سے معاشرہ کثرت فواحش کا شکار ہے۔ اور کثرت فواحش کے نتیجے میں خطرناک بیماریاں جنم لے رہی ہیں۔ عورت کو خانہ داری کے علاوہ ملازمت کر کے اپنے وسائل اکٹھے کرنا پڑتے ہیں اور یوں صنف نازک و وہری مشقت برداشت کرتی ہے۔ اس کے باوجود اگر کوئی یہ کہے کہ مغرب نے عورت کو اس کا صحیح مقام عطا کیا ہے تو وہ یا تو حقائق سے جاہل ہے یا پھر قصداً ان سے چشم پوشی کر رہا ہے۔

### مغرب کی فطرت کی طرف واپسی؟

مغرب نے فطرت کے خلاف جو جنگ برپا کی، اس کا خمیازہ وہ بھگت رہا ہے اور اس وقت تک یہ بھگتتا پڑے گا جب تک وہ فطرت کی طرف واپس نہ لوٹ آئے۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مغرب نے فطرت کی طرف واپسی کا سفر شروع کر دیا ہے۔ جزوی طور پر تو بعض مثالیں اس سلسلہ میں پیش کی جاسکتی ہیں مگر مجموعی طور پر ایسا نہیں ہے۔ مغربی معاشرے کا مجموعی رجحان اب بھی وہی ہے جو ڈیڑھ صدی پہلے تھا۔ اس دوران کہیں کہیں بعض دانشوروں نے یہ آواز ضرور اٹھائی کہ عورت کو گھریلو امور سنبھالنے چاہئیں اور شمع محفل کی بجائے شمع خانہ بننا چاہیے کیونکہ وہ اسی لیے پیدا ہوئی ہے۔ مگر ایسے دانشوروں کی آواز صدیوں کا صحرانہ اثابت ہوئی۔

ہمارے دانشوروں کو بھی اس سے سبق لینا چاہیے اور عورت کے کردار کے حوالے سے انہیں مغربی نقطہ نظر اپنانے کی بجائے صحیح اسلامی نقطہ نظر اپنانا چاہیے کیونکہ یہی فطرت کے مطابق ہے۔ آئندہ سطور میں ہم



عورت کے کردار اور دائرہ عمل کے حوالے سے اسلامی نقطہ نظر پیش کریں گے۔

### اسلام دینِ فطرت ہے:

سب سے پہلے تو ہمیں اس حقیقت کا علم ہونا چاہیے کہ دینِ اسلام ہی فطرتی تقاضوں کو مکمل طور پر اکتا ہے۔ اس لیے کہ اسلام اللہ تعالیٰ کا آخری دین ہے اور اللہ تعالیٰ اس کائنات کے خالق ہیں۔ کائنات کا خالق ہی سب سے بہتر جانتا ہے کہ انسان کو اس کائنات میں کیا کرنا چاہیے اور کیا نہیں۔ جب ہم کائنات کے خالق کے بنائے ہوئے اصولوں کے مطابق زندگی گزاریں گے تو یقیناً ہماری دنیوی زندگی بھی بہتر ہوگی اور اخروی زندگی بھی۔ اور ان اصولوں سے جتنی ہم روگردانی کریں گے اتنا ہی اس دنیا میں بھی نقصان اٹھائیں گے اور آخرت میں بھی۔ اس لیے ایک مسلمان کا کام صرف یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی سے متعلقہ ہر انفرادی و اجتماعی کام میں یہ معلوم کرے کہ اس میں اسلام کا کیا تقاضا ہے۔ پھر اس تقاضے کو وہ حتی الامکان پورا کرنے کی کوشش کرے۔

یاد رہے کہ اسلام کے تقاضے اور مطالبات قرآن و حدیث سے حاصل ہوں گے۔ قرآن و حدیث کے کسی حکم کا مفہوم اخذ کرنے میں تو غلطی کا امکان ہو سکتا ہے مگر کبھی بھول کر بھی یہ نہ کہیں کہ ہم قرآن یا حدیث کی فلاں بات کو اس لیے نہیں مان سکتے کہ ہماری عقل اسے ماننے کے تیار نہیں، یا وہ چودہ صدیاں پرانی بات ہے، اس ماڈرن دور میں اس کا کیا فائدہ؟

اسلام آخری دین ہے اور رہتی دنیا تک کے لیے ہے۔ اس میں جو اصولی باتیں بیان کر دی گئی ہیں، وہ کبھی غلط، فرسودہ اور ناکارہ ثابت نہیں ہو سکتیں۔ اگر ایسا ہوتا تو اس دین کی حقانیت باقی نہ رہتی۔

### اسلام میں عورت کا مقام و مرتبہ:

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اسلام نے عورت کو وہی مقام دیا ہے جس کی وہ اہل تھی۔ مگر ہمارے بعض اہل علم جب اس پہلو پر بات کرتے ہیں تو وہ مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہوئے یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ..... ”اسلام سے پہلے کبھی عورت کو اس کا وہ مقام نہیں ملا جو اسلام نے اسے دیا ہے۔“ حالانکہ انبیاء و رسل کے ذریعے جو الہامی تعلیمات لوگوں تک آتی رہیں، ان میں ہر دور کے تقاضوں کے مطابق عورت کو اس کا جائز مقام ملتا رہا ہے اور یہ عین وہی مقام و مرتبہ ہوتا تھا جو اللہ تعالیٰ عورت کے حق میں مقرر فرماتے تھے۔ یہ الگ بات ہے کہ انبیاء کی تعلیمات سے جب ان کی قومیں روگردانی کر لیتیں

تو عورتوں سے متعلقہ احکام کو بھی نظر انداز کر دیا جاتا۔

الہامی تعلیمات کو نظر انداز کرنے ہی کا نتیجہ ہے کہ کبھی عورت کے ساتھ حیوانوں سے بھی بدتر سلوک کیا جاتا اور کبھی تمام معاملات کی باگ دوڑ اسی کے ہاتھ میں دے دی جاتی۔ جب اسلام آیا تو اتفاق سے اس وقت بھی یہ انتہائیں مختلف معاشروں میں موجود تھیں۔ اسلام چونکہ آخری دین تھا اور انسانوں سے اللہ تعالیٰ کے جو تقاضے تھے، وہ سب اس میں بتا دیئے گئے تھے اور اس کے مقابلہ میں سابقہ الہامی مذاہب کی حیثیت ختم کر دی گئی تھی، اس لیے ضروری تھا کہ اس آخری دین میں عورت کے مقام، حقوق اور دائرہ عمل کے حوالے سے اصولی تعلیمات کو واضح طور پر بتا دیا جائے۔ چنانچہ اسلام میں عورت سے متعلقہ جملہ احکام و مسائل کو کھول کر بیان کر دیا گیا ہے اور جو کچھ بتایا گیا ہے اس میں فطرتی ضرورتوں اور اجتماعی مصلحتوں کو بھی مدنظر رکھا گیا ہے۔ عورت سے متعلقہ جملہ احکام کی تفصیل تو آپ اس کتاب میں بالترتیب ملاحظہ فرمائیں گے، یہاں ہم اختصار کے ساتھ چند اصولی اور بنیادی باتوں کی طرف اشارہ کرنا چاہیں گے۔

### مرد و زن میں مساوات یا انصاف؟

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ انسان ہونے کے لحاظ سے مرد اور عورت برابر ہیں مگر مغربی نقطہ نظر کے مطابق، اگر مرد و زن میں مساوات کا معنی یہ لیا جائے کہ عورت اور مرد میں فطری و طبعی لحاظ سے کوئی فرق نہیں اور جو کام مرد کریں، وہی کام ان کے شانہ بشانہ عورتیں بھی کریں، تو یاد رکھیں کہ اسلام ایسی مساوات کا ہرگز قائل نہیں کیونکہ اول تو ایسی مساوات کا قیام ممکن ہی نہیں اور اگر اسے ممکن بنانے کی کوشش کی جائے تو فطرت کے خلاف جنگ ہوگی اور اس جنگ کا نتیجہ معاشرتی نظام کی تباہی کے سوا اور کچھ نہیں ہوگا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اس نظریہ مساوات کا اگر گہرائی سے جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ عورت کے حق میں سراسر ظلم پر مبنی ہے۔ عورت صنفِ نازک ہے، وہ مردوں کی طرح پر مشقت کام نہیں کر سکتی اور نہ ہی وہ ان کاموں کے لیے پیدا کی گئی ہے بلکہ وہ بچوں کی پیدائش، ان کی دیکھ بھال، خاوند کے لیے باعثِ سکون اور خانہ داری کے امور انجام دینے کے لیے پیدا کی گئی ہے۔ یہ امور جس حسنِ سلیقہ سے ایک عورت انجام دے سکتی ہے، مرد اس طرح انجام نہیں دے سکتا۔ اب عورت گھر گریہ سستی کے کام بھی انجام دے اور اس کے ساتھ ملازمت بھی کرے تو یہ اس کے لیے ڈبل مشقت ہے۔ اس لیے اسلام مرد و زن کی مساوات کے اس

غلط نظر سے کو تسلیم نہیں کرتا بلکہ اس کی جگہ اسلام عدل و انصاف کا نظریہ پیش کرتا ہے۔ یعنی مرد کے ساتھ بھی انصاف کیا جائے اور عورت کے ساتھ بھی۔ یہ انصاف تبھی ممکن ہے جب مرد کو وہی ذمہ داریاں دی جائیں جن کا پیدائشی طور پر وہ اہل بنا یا گیا ہے اور عورت کو وہ ذمہ داریاں دی جائیں جن کے لیے فطرتی طور پر وہ پیدا کی گئی ہے۔ چنانچہ اسلام نے مرد و زن میں انصاف قائم کرنے کے لیے یہ اصول قائم کیا ہے کہ بیوی اور بچوں کے جملہ اخراجات کی فراہمی مرد کے ذمہ ہے۔ اگر مرد غفلت کرے تو عورت قانونی طور پر اپنے اس حق کے لیے مطالبہ بھی کر سکتی ہے۔ جبکہ عورت کے لیے اس کی فطری و طبعی خصوصیات کے پیش نظر یہ اصول قائم کیا گیا ہے کہ وہ خاوند کے گھر میں رہے۔ اس کی اجازت کے بغیر باہر نہ نکلے۔ گھر سے متعلقہ ذمہ داریاں پوری کرے مثلاً: بچوں کی دیکھ بھال کرنا، شوہر کی خدمت کرنا، بروقت کھانا اور کپڑے وغیرہ مہیا کرنا، شوہر تھکا ماندہ گھر پہنچے تو اسے پرسکون ماحول مہیا کرنا، اس کی راحت کا بندوبست کرنا وغیرہ۔

### استثنائی صورتوں کو اصول نہیں بنایا جاسکتا:

مرد و زن کے بارے میں اسلام کا اصول تو یہی ہے کہ مرد وسائل زندگی کی فراہمی کے لیے گھر سے باہر کی ذمہ داریاں پوری کرے گا اور عورت گھر کی چار دیواری میں اپنی گھریلو ذمہ داریاں انجام دے گی۔ اس اصول میں حالات کی سنگینی اور ضرورت کے ساتھ استثنائی طور پر تبدیلیاں بھی کی جاسکتی ہیں مثلاً اگر مرد و زن یہ سمجھیں کہ ہمارے اخراجات زیادہ اور وسائل تھوڑے ہیں تو وسائل کی فراہمی کے لیے عورت بھی پردے کی حدود کا لحاظ رکھتے ہوئے معاشی جدوجہد میں حصہ لے سکتی ہے۔ اسی طرح اگر عورت یہ سمجھے کہ میں کسی مجبوری کی وجہ سے زیادہ بچوں کی تربیت مناسب طریقے سے نہیں کر سکتی تو وہ شوہر کی رضامندی کے ساتھ بچوں کی پیدائش میں مناسب وقفہ کر سکتی ہے۔ اسی طرح حالات کی نزاکت سے کئی اور استثنائی صورتیں بھی پیدا ہو سکتی ہیں لیکن ان صورتوں کی حیثیت استثنائی ہوگی، انہیں حتمی و قطعی اصولوں کا درجہ نہیں دیا جاسکتا۔

### ازدواجی زندگی میں ایک سربراہ کی ضرورت:

اسلامی تعلیمات کی رو سے میاں بیوی کا باہمی تعلق پیار و محبت پر مبنی ہوتا ہے۔ نہ مرد بیوی کو زرخیز اور نئی اور نوکرانی سمجھتا ہے اور نہ ہی بیوی اپنے شوہر کو جابر و ظالم آقا سمجھتی ہے بلکہ دونوں ایک دوسرے کو اپنا سہارا و غمخوار اور مخلص دوست سمجھتے ہیں اور آپس میں دوستانہ ماحول قائم کرتے ہیں۔ اس دوستانہ ماحول میں کسی

شوہر کو بیوی کی اور کبھی بیوی کو شوہر کی ماننا پڑتی ہے۔ کبھی شوہر کو بیوی کے لیے اپنی کوئی پسند قربان کرنا پڑتی ہے اور کبھی بیوی کو شوہر کے لیے اپنی کوئی خواہش یا ضرورت چھوڑنا پڑتی ہے۔

دین اسلام میاں بیوی کے اس پیار و محبت پر مبنی ماحول کو پسند کرتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود ہر انسان کی ازدواجی زندگی میں بہت سارے مسائل ایسے پیدا ہوتے ہیں، جہاں دو طرفہ اختلاف رائے پیدا ہو جاتا ہے اور ہر ایک اپنی بات منوانا ضروری سمجھتا ہے۔ ایسے مسائل کا ایک حل تو یہ ہے کہ شوہر اور بیوی کسی ثالث کو بلوا کر فیصلہ اس کے سپرد کر دیں لیکن اس میں مشکل یہ ہے کہ ایسا ثالث کون ہوگا جس پر میاں بیوی دونوں کو اعتماد بھی ہو اور وہ ہر وقت ان کے جھگڑے نمٹانے کے لیے حاضر بھی رہے!

پھر اس اختلاف کا دائرہ چھوٹے چھوٹے مسائل سے لے کر بڑے بڑے مسائل تک وسیع ہوتا ہے، اور ایک ہی دن میں کئی کئی مسائل پر اختلاف پیدا ہو جاتا ہے، پھر بعض اختلافات کی نوعیت ایسی ہوتی ہے کہ میاں بیوی اپنے وہ اختلاف کسی دوسرے کو بتانا ضروری نہیں سمجھتے بلکہ بعض اختلافات تو وہ کسی اور کو بتانی نہیں سکتے۔ اب ایسی صورتحال میں اگر ہر اختلاف نمٹانے کے لیے ثالث کو ضروری قرار دے لیا جائے تو پھر اکثر مسائل تو جوں کے توں قائم رہیں گے اور گھریلو زندگی بدمزہ ہو جائے گی۔

میاں بیوی کے باہمی اختلافات کے حل کی ایک صورت یہ ہے کہ عورت چونکہ رحمہل ہے، اس لیے اسے منصف اور حج تسلیم کر لیا جائے اور ہر اختلاف میں آخری اور حتمی رائے کا حق اسی کو دے دیا جائے۔ لیکن اس صورت میں خطرہ یہ ہے کہ عورت رحمہلی کی وجہ سے بے شمار مسائل میں یک طرفہ رائے قائم کرے گی۔ پھر اس کی باہر کی معلومات چونکہ کم ہوتی ہیں، اس لیے کئی ایک مسائل جن کی حقیقت شوہر کے لیے ظاہر مگر بیوی کے لیے مخفی ہوتی ہے، ان میں یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ عورت صحیح فیصلہ کر لے۔ پھر بعض مسائل ایسے بھی ہو سکتے ہیں جن کا دائرہ غیر محرم مردوں تک پھیل جاتا ہے، ایسی صورت میں عورت کے لیے اجنبی اور غیر محرم مردوں سے ملاقاتیں جہاں کئی فتنوں کو جنم دے سکتا ہے، وہاں شوہر بھی اسے گوارا نہیں کر سکتا۔ پھر بعض مسائل مالی نوعیت کے ہوتے ہیں۔ مرد چونکہ اہل خانہ کی گھریلو ضروریات کا ذمہ دار ہے اور وہی اپنا مال خرچ کرتا ہے، اس لیے وہ ان مالی مسائل کا اندازہ کر کے اپنا قدم اٹھاتا ہے اور اس سلسلہ میں بعض اوقات اپنی بیوی کی ہر رائے اور خواہش کو پورا نہیں کرتا، تاکہ گھریلو بجٹ خراب نہ ہو لیکن عورت کو اگر ان مسائل میں حتمی اختیار دے دیا جائے تو گھریلو الجھنوں میں اضافہ ہو جائے گا۔

باہمی اختلافات کے حل کی آخری صورت یہ ہے کہ مرد کو منصف تسلیم کر لیا جائے اور حتمی فیصلہ کی ذمہ داری اسے سونپ دی جائے۔ غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس صورت ہی میں بہتری ہے اور اسی میں عورت بھی بالآخر راضی ہو سکتی ہے کیونکہ:

☆..... میاں بیوی کے بہت سے اختلافی مسائل مالی نوعیت کے ہوتے ہیں۔ مرد چونکہ اہل خانہ کی گھریلو ضروریات کا ذمہ دار ہے اور وہی اپنا مال بھی خرچ کرتا ہے، اس لیے ان مالی مسائل میں اسے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ اس کا بجٹ کتنا ہے، فلاں تاریخ تک اس کے پاس کتنی اضافی رقم ہوگی، کتنے قرض اس نے لینے یا واپس کرنے ہیں، گھر میں کون سے چیز ایسی نہیں جس کی فوری ضرورت ہے..... ان ساری چیزوں کا تجزیہ کر کے وہ جو فیصلہ کرے گا، ظاہر ہے وہ دورانہدیشی، حکمت اور انصاف پر مبنی ہوگا۔ ممکن ہے یہ فیصلہ عورت کی سمجھ سے بالاتر ہو کیونکہ اسے ان ساری چیزوں کا اندازہ نہیں ہوتا۔ بالخصوص اس لیے بھی کہ بعض مالی معاملات کسی ضرورت کی وجہ سے شوہر اپنی بیوی کو نہیں بتاتا۔ اب عورت کے سامنے دو ہی راستے ہوتے ہیں یا تو وہ خاوند پر اعتماد کرتے ہوئے اس کے فیصلہ پر رضامندی کا اظہار کر دیتی ہے یا پھر جلد بازی سے کام لے کر خاوند کو اپنا فیصلہ بدلنے پر مجبور کرتی ہے۔ اگر تو وہ خاوند کا فیصلہ قبول کر لے تو اس میں کئی فائدے ہیں مثلاً:

(۱)..... ایک تو یہ کہ خاوند خوش ہو جائے گا کہ بیوی میرا کہا مانتی ہے۔

(۲)..... دوسرا یہ کہ خاوند کا فیصلہ چونکہ گہرائی اور دورانہدیشی پر مبنی تھا اس لیے اس کے زیادہ مفید نتائج نکلتے ہیں۔

(۳)..... تیسرا یہ کہ خاوند کو آزادی سے کام کرنے کا موقع ملتا ہے کیونکہ خاوند جتنا خوشحال اور سکھی ہوگا بیوی بھی اتنا ہی آرام پائے گی۔

اور اگر بیوی ضد کر کے اپنا فیصلہ منوانے کی کوشش کرے تو اس میں کئی نقصانات ہوں گے مثلاً:

(۱)..... خاوند یہ سمجھے گا کہ میری بیوی ضدی اور ہٹ دھرم ہے۔ ظاہر ہے یہ بیوی کا نقص ثابت ہوگا اور خاوند کے دل میں اس کی محبت میں کمی واقع ہو جائے گی۔

(۲)..... دوسرا یہ کہ خاوند کا مالی نظام (بجٹ) متاثر ہوگا اور اس کے متاثر ہونے سے گھر کے بے

شمار کام از خود متاثر ہوتے چلے جائیں گے۔

(۳)..... تیسرا یہ کہ خاوند کی ناکامی اور مشکل کی وجہ سے خود بیوی کو بھی مشکلات اور پریشانیوں کا

سامنا کرنا پڑے گا کیونکہ گھریلو زندگی دونوں کے ساتھ ساتھ چلتی ہے۔

(۴) چوتھا یہ کہ خاوند کا اگر کوئی نقصان ہو گیا تو وہ اس کا ذمہ دار عورت ہی کو ٹھہرائے گا، خواہ وہ اس کی

اپنی کسی غفلت اور بے تدبیری سے ہوا ہو۔ اب اس نقصان کی وجہ سے بسا اوقات معاملہ علیحدگی تک

بلکہ اس سے بھی دور تک جا پہنچتا ہے!

میاں بیوی کے باہمی مسائل کے سلسلہ میں ہم نے عقلی، فطری اور مشاہداتی باتیں پیش کی ہیں۔ اس سلسلہ

میں اسلامی تعلیمات پر غور کیا جائے تو وہاں بھی ہمیں یہی فیصلہ ملتا ہے کہ خاوند کو گھر کا سربراہ تسلیم کیا جائے

کیونکہ ازدواجی زندگی کا حسن انتظام اسی سے وابستہ ہے۔

### مرد افضل ہے یا عورت؟

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مرد کو بھی انسان بنایا ہے اور عورت کو بھی۔ انسان ہونے کے

لحاظ سے اس طرح کا کوئی سوال نہیں کیا جاسکتا کہ مرد افضل ہے یا عورت؟ بحیثیت انسان اللہ تعالیٰ کی نگاہ

میں دونوں برابر ہیں اور ان دونوں میں سے افضل وہ ہے جو اللہ کا زیادہ متقی بن جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ

ہے:

﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ اتَّقَاكُمْ﴾ [الحجرات: ۱۳]

”اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی (پرہیزگار) ہے۔“

ایک مرد، عورت سے زیادہ طاقتور ہو سکتا ہے مگر طاقتور ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ اللہ کی نگاہ میں

عورت سے افضل ہے۔ اسی طرح ایک عورت، مرد سے زیادہ رحمدل اور نرم مزاج تو ہو سکتی ہے مگر یہ رحمدلی

اور نرم مزاجی اللہ کی نگاہ میں اسے مرد سے افضل نہیں بنادیتی۔ اللہ کی نگاہ میں افضل وہی ہے جس کا ایمان

تقویٰ زیادہ ہے، جس کے اعمال صالحہ کثرت سے ہیں، جس کی نیکیاں دوسروں سے زیادہ اور گناہ دوسروں

سے کم ہیں۔

## عورت کے حقوق

(عورت اور مرد دونوں نسل انسانی کے معمار ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کو اگر نکال دیا جائے تو نسل انسانی کا ارتقاء وہیں رک جائے گا۔ گویا بحیثیت انسان جتنی اہمیت ایک مرد کی ہے، اس سے زیادہ نہیں تو کم از کم اتنی ہی اہمیت ایک عورت کی بھی ہے۔ مرد کو اپنے مقام و مرتبہ کی وجہ سے اگر بہت سے حقوق حاصل ہیں تو عورت کو بھی اپنی وجودی اہمیت کے اعتبار سے مناسب حقوق ملنے چاہئیں۔ ان میں اگر کمی کی جائے یا حد سے زیادہ اضافہ کر دیا جائے تو دونوں صورتوں میں معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے عورت کو وہ تمام حقوق دیئے ہیں جن کی فطری، طبعی، انفرادی اور اجتماعی اعتبار سے وہ اہل تھی۔

آئندہ سطور میں ہم عورت کے ان بنیادی حقوق پر روشنی ڈالیں گے۔ لیکن واضح رہے کہ یہ حقوق قریب قریب وہی ہیں جو مردوں کے ہیں البتہ بعض جگہ کسی حکمت کے پیش نظر عورتوں کو کم حقوق دیئے گئے اور مردوں کو زیادہ اور بعض جگہ اس کے برعکس مردوں کو کم اور عورتوں کو زیادہ حقوق سے نوازا گیا۔ اس لیے کہ معاشرتی نظام میں حسن اعتدال کی فضا قائم رہے۔ آئیے اب ان حقوق کا مطالعہ کریں:

### (۱)..... جننے کا حق:

عورت کے وجود سے اس نسل انسانی کا بقا اور اس کائنات کا حسن قائم ہے۔ حضرت حوا کے بغیر اگر حضرت آدم کی زندگی کی تکمیل نہیں ہو سکتی تھی تو کسی اور انسان کے بارے میں یہ کیسے توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ عورت کے بغیر اپنے آپ کو مکمل بنا سکتا ہے۔ اس لیے عورت کی موجودگی بھی اتنی ہی ضروری ہے جتنی مرد کی۔ اور عورت بھی زندہ رہنے کا اتنا ہی حق رکھتی ہے جتنا ایک مرد کو حاصل ہے۔ اسلام سے پہلے دور جاہلیت میں بعض عرب قبائل میں یہ رسم تھی کہ بچی کو پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کر دیا جاتا۔ اسلام نے اس رسم کی مذمت کی اور اسے مٹانے کے لیے سخت اقدامات کیے۔

### (۲)..... پرورش اور کفالت کا حق:

پیدائش کے بعد اسلام ہر بچے کو یہ حق دیتا ہے کہ اس کی معروف طریقے سے پرورش کی جائے خواہ وہ مذکر ہو یا مؤنث۔ والدین پر فرض ہے کہ وہ اس کی خوب دیکھ بھال اور بھرپور کفالت کریں اور اس کو ہرگز بوجھ نہ

سمجھیں۔ اسلام سے پہلے بچیوں کو منحوس سمجھا جاتا اور پیدا ہوتے ہی زندہ زمین میں دفن کر دیا جاتا تھا۔ اگر بچی کو زندہ رکھا بھی جاتا تو اس کی پرورش پر پوری توجہ نہ دی جاتی۔ اسلام نے اس سوچ کو بدلنے کے لیے عورت کے ساتھ بڑا احسان کیا۔ بچی کی پرورش کی خصوصی فضیلت بیان کی۔ اگر کسی بچی کا باپ فوت ہو جائے تو اس کے قریبی رشتہ دار یعنی دادا، چچا، تایا اور بھائیوں پر اس کی کفالت و پرورش کی ذمہ داری عائد کی۔ شادی کے بعد شوہر پر فرض کر دیا کہ وہ بیوی بچوں کی کفالت کا بوجھ اٹھائے۔

### (۳).....تعلیم و تربیت کا حق:

بچوں کی طرح بچیاں بھی یہ حق رکھتی ہیں کہ انہیں بنیادی ضروری تعلیم و تربیت سے آراستہ کیا جائے۔ یہ ضروری نہیں کہ بچیوں کو بھی اتنی ہی تعلیم دلائی جائے جتنی بچوں کو۔ اور نہ ہی یہ ضروری ہے کہ جس نوعیت کی تعلیم بچوں کو دی جائے، اسی نوعیت کی تعلیم بچیوں کو بھی دی جائے۔ اول تو ایسا کرنا مختلف وجوہات کی بنا پر ممکن ہی نہیں ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ بچوں اور بچیوں کے دائرہ کار میں آگے چل کر چونکہ وہی فرق پیدا ہونا ہے جسے ہم مرد و زن کے دائرہ عمل کے فرق سے بیان کر آئے ہیں۔ اس لیے عورت کے لیے تعلیم و تربیت کا معیار وہ ہونا چاہیے جو اس کی گھریلو و خانگی زندگی میں اس کے کام آسکے، وہ نہیں جو خانگی زندگی میں اسے کوئی فائدہ نہ دے۔ بچوں اور بچیوں کی تعلیم و تربیت میں اگر کوئی چیز یکساں ہو سکتی ہے تو وہ یہی ہے کہ دینی و اخلاقی نقطہ نظر سے انہیں وہ اخلاق و اطوار سکھائے جائیں جو بحیثیت مسلمان ہر شخص کے لیے ضروری ہیں۔ بلکہ یہ تو ہر مسلمان کی تربیتی زندگی کا ایسا پہلو ہے جسے نہ بچوں سے نظر انداز کیا جاسکتا ہے اور نہ بچیوں سے۔

### (۴).....انتخاب شوہر کا حق:

جب بچی بالغ ہو جائے تو وہ یہ حق رکھتی ہے کہ اس کے والد (یا سرپرست) اس کے لیے مناسب رشتہ تلاش کر کے اس کی شادی کریں اور شادی کے جملہ اخراجات بھی برداشت کریں۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق زندگی گزارنے والی لڑکی کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ خود گھر سے باہر نکل کر اپنے شریک حیات کی تلاش کرتی پھرے۔ اس لیے عورت کو یہ سہولت دی گئی ہے کہ اس کے سرپرست و اولیاء اس کے لیے مناسب رشتہ تلاش کریں۔ رشتہ تلاش کرنے کے دوران ضروری ہے کہ لڑکی کی رائے اور پسند کو بھی مد نظر رکھا جائے۔



جب کوئی مناسب رشتہ سامنے آئے تو لڑکی سے مشورہ کیا جائے۔ جب معلوم ہو جائے کہ لڑکی اس رشتہ پر راضی ہے تو اس کی شادی کر دی جائے اور اگر لڑکی اس رشتہ پر راضی نہیں تو والدین کو یہ حق نہیں کہ وہ لڑکی پر زبردستی کریں اور اسے مجبور کر کے کسی ایسے شخص کے پٹے باندھ دیں جسے وہ پہلے ہی ناپسند کر رہی ہے۔

شادی کے سلسلہ میں لڑکی کی پسند اور ناپسند کو مرکزی اہمیت حاصل ہے کیونکہ جس شخص سے اس کی شادی کی جا رہی ہے، شادی کے بعد اس کے ساتھ اسی نے زندگی گزارنی ہے اس کے سرپرستوں اور اولیاء نے نہیں۔ اس لیے اسلام نے ہر لڑکی کو انتخاب شوہر کے سلسلہ میں یہ حق دیا ہے کہ اس کی رضامندی کے ساتھ شادی کا بندھن باندھا جائے۔

### (۵)..... حق علیحدگی (خلع):

(اگر خاوند کسی معقول وجہ سے بیوی کو ناپسند کرتا ہو تو اسلام اسے یہ حق دیتا ہے کہ وہ طلاق کے ذریعے اس عورت کو اپنے سے جدا کر دے۔ اسی طرح اگر بیوی، خاوند کو کسی معقول وجہ سے ناپسند کرتی ہو تو اس مقصد کے لیے اسلام اسے بھی علیحدگی کا حق دیتا ہے، جسے حق خلع کہا جاتا ہے۔ خلع کا یہ معنی نہیں کہ عورت اپنے خاوند کو طلاق دے ڈالے جس طرح مغربی معاشرے میں قانونی طور پر ایسا ہوتا ہے بلکہ خلع کا معنی یہ ہے کہ عورت علیحدگی حاصل کرنے کے لیے خاوند سے طلاق کا مطالبہ کرے۔ اگر خاوند عورت کا مطالبہ تسلیم نہ کرے تو عورت عدالت کی طرف رجوع کرے اور عدالت بھی خاوند کو طلاق دینے کا حکم دے اور اگر خاوند عدالتی حکم بھی نہ مانے تو عدالت نکاح فسخ کر دے اور مہر خاوند کو واپس لوٹا دے۔ اس طرح نکاح ٹوٹ جائے گا اور عورت خلع کی عدت پوری کر کے جہاں چاہے نکاح کروا سکتی ہے۔

### (۶)..... حق حسن سلوک:

عورت چار حیثیتوں سے زندگی گزارتی ہے۔ بحیثیت بیٹی، بحیثیت بہن، بحیثیت بیوی اور بحیثیت ماں۔ ان چاروں حیثیتوں میں اسلام نے عورت کے ساتھ عزت و تکریم اور حسن سلوک سے پیش آنے کی تلقین کی ہے۔ جب وہ بیٹی اور بہن کی حیثیت سے زندگی گزارتی ہے، تو اس وقت اس کے والدین اور بھائیوں کو یہ تاکید کی گئی ہے کہ وہ اس کے ساتھ حسن سلوک کریں۔ جب وہ بیوی کی حیثیت اختیار کرتی ہے تو اس کے شوہر کو دینی و اخلاقی طور پر اس بات کا پابند بنایا گیا ہے کہ وہ اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے اور اس کے حقوق

پورے کرے۔ اسی طرح جب وہ ماں کا درجہ حاصل کرتی ہے تو اس وقت اس کی اولاد کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ ماں کے ساتھ حسن سلوک کا مظاہرہ کرے بلکہ ماں کے ساتھ حسن سلوک کو باپ سے تین گنا زیادہ فضیلت دی گئی ہے حتیٰ کہ بعض احادیث میں تو یہاں تک کہا گیا ہے کہ ”ماں کی خدمت کرو، بے شک جنت اس کے قدموں تلے ہے۔“<sup>(۱)</sup>

### (۷) جنسی تمتع کا حق:

جنسی استمتاع جس طرح خاوند کا حق ہے اسی طرح بیوی کا بھی حق ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ [البقرة: ۲۲۸]

”عورتوں کے بھی معروف کے مطابق ویسے ہی حقوق ہیں جیسے ان مردوں کے ان پر ہیں۔“

اگر مرد کو شادی کے بعد بیوی سے جنسی استمتاع کا حق حاصل ہے تو بیوی کو بھی یہ حق حاصل ہے۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض لوگ بیویوں کے جنسی حقوق کا خیال نہیں رکھتے تھے چنانچہ ان کی سرزنش کرتے ہوئے آنحضرت ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا:

”تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے، تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے، لہذا ہر ایک کا حق ادا کرو۔“<sup>(۲)</sup>

### (۸) ..... عورت کے معاشی حقوق:

اسلام نے مردوں کی طرح عورتوں کے لیے بھی مالی حقوق کو تسلیم کیا ہے۔ یعنی ایک عورت کو والدین، اولاد اور خاوند کی وراثت میں حصہ دار مقرر کیا ہے۔ اسی طرح بہہ و تحفہ یا حق مہر کی صورت میں ملنے والے مال کی بھی عورت ہی مالک ہے۔ اسی طرح اسلامی حدود میں رہتے ہوئے اگر کوئی عورت کاروبار یا ملازمت وغیرہ کر کے مال کماتی ہے تو وہ بھی اسی کی ملکیت ہے۔ عورت اپنے مال میں سے بخوشی کسی کو کچھ دینا چاہے تو یہ اس کی مرضی ہے، ورنہ کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ عورت کے مال پر دست درازی کرے خواہ وہ اس کا شوہر یا والدین وغیرہ ہی کیوں نہ ہوں۔

(۱) سنن نسائی، کتاب الجہاد، باب الرخصة فی التخلف لمن له والدة (ح ۳۱۰۶) الترغیب والترہیب (ج ۳ ص ۲۱۴) حاکم (ج ۴ ص ۱۵۱) امام حاکم، امام ذہبی، علامہ منذری، اوش الہانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) [صحیح بخاری (حدیث ۵۱۹۶) صحیح مسلم (حدیث ۱۱۵۹-۱۱۸۲)]

## (۹)..... عزت و عصمت کی حفاظت کا حق:

عورت کا ایک حق یہ بھی ہے کہ اس کی عزت و آبرو کی حفاظت کی جائے۔ بیٹی ہونے کی حیثیت سے باپ پر، بہن ہونے کی حیثیت سے بھائیوں پر اور بیوی ہونے کی حیثیت سے شوہر پر فرض ہے کہ وہ عورت کی عزت و عصمت کی حفاظت کرے، اور اسے چادر اور چار دیواری کا پورا ماحول فراہم کرے۔ جو شخص اپنی بیوی کی عزت و آبرو کا خیال نہیں کرتا، احادیث میں اسے 'دیوث' (یعنی بے غیرت) کہا گیا ہے اور ایسے شخص کے بارے میں جہنم کی وعید سنائی گئی ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((كَلِمَاتٌ لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ الْعَاقُ لِوَالِدَيْهِ وَالذُّيُوثُ وَرَجُلَةٌ النَّسَاءِ))<sup>(۱)</sup>

”تین شخص جنت میں داخل نہیں ہوں گے:

(۱)..... والدین کا نافرمان

(۲)..... عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والا مرد

(۳)..... دیوث (بے غیرت)۔“

ایک روایت میں ہے کہ

((وَالذُّيُوثُ الَّذِي يَقْرُءُ فِي أَهْلِيهِ الْحُبِّتِ))<sup>(۲)</sup>

”دیوث وہ ہے جو اپنے اہل و عیال میں خباثت اور بے حیائی کو برقرار رکھتا ہے۔“



(۱) [صحیح الجامع الصغیر للابانہ (۳۰۵۸) حاکم (ج ۴ ص ۱۴۶) شعب الایمان (ح ۷۸۳۰ ح ۷۸۷۷)

مسند احمد (ج ۲ ص ۱۲۸، ۶۹) مسند بزار (ح ۱۸۷۶) ابویعلیٰ (ح ۵۵۵۶) المعجم الکبیر (ح ۱۳۱۸۰)

(۲) [مجمع الزوائد (ح ۸ ص ۱۴۷)]

## عورت کے لیے رعایتیں اور سہولتیں

طبعی و جسمانی اعتبار سے عورت چونکہ صنفِ نازک ہے، اس لیے معاشرتی زندگی میں بہت سے امور ایسے ہیں جہاں اسلام اس صنفِ نازک کے ساتھ خصوصی رعایت کا برتاؤ کرتا ہے۔ یہ اسلام کا عورت پر احسان ہے بشرطیکہ احسان شناس نظر سے اس پہلو پر غور کیا جائے۔ آئندہ طور میں ہم اس پہلو پر کچھ روشنی ڈالتے ہیں۔

### (۱)..... عبادات میں رعایتیں اور سہولتیں:

اصولی طور پر عبادات کا تعلق بالغ زندگی کے ساتھ ہے۔ بالغ ہونے کے بعد ایک عورت کو ہر ماہ چند دنوں کے لیے ناپاکی کی حالت سے گزرنا پڑتا ہے۔ اس حالت میں ایک تو عورت جسمانی طور پر تکلیف اور کمزوری محسوس کرتی ہے اور دوسرا یہ کہ اس کے لیے وضو قائم رکھنا بہت مشکل ہو جاتا ہے چنانچہ ان دنوں میں عورت کو عبادات میں سہولت دے دی جاتی ہے۔ اور اگر اس حالت میں بھی عورت پر فرض رہتا کہ وہ پانچوں نمازیں پڑھے اور روزے رکھے تو یقیناً یہ ایک عورت کے ساتھ ظلم ہوتا۔ البتہ یہ کہا جاسکتا تھا کہ ماہواری کے بعد عورت ان چھوڑی ہوئی نمازوں اور روزوں کو پورا کرے۔ اس صورت میں روزے پورے کرنا تو آسان ہوتا کیونکہ یہ پورے سال میں ایک ماہ کے لیے آتے ہیں اور ماہواری کی وجہ سے اس میں سے صرف چند روزے ہی چھوٹتے ہیں جنہیں پورے سال میں کسی بھی وقت پورا کیا جاسکتا ہے مگر ہر ماہواری کی پُھوٹی ہوئی نمازیں پوری کرنے میں عورت کے لیے بہت مشکل تھی۔

اسلام نے عورت پر احسان کرتے ہوئے اسے یہ سہولت دے دی کہ نمازوں کی قضائی تو نہ دی جائے البتہ روزوں کی قضائی دی جائے۔ اسی طرح حمل یا رضاعت کی حالت میں بھی عورت کو روزوں کے سلسلہ میں جزوی طور پر کچھ سہولتیں دی گئی ہیں۔ [ان کی تفصیلات آگے روزوں کے بیان میں ملاحظہ فرمائیں]

### (۲)..... کفالت کی سہولت:

اسلام نے عورت کو معاشی پہلو سے یہ سہولت دی ہے کہ اس کی کفالت مردوں پر ڈال دی ہے۔ چنانچہ جب ایک عورت شادی سے پہلے بچپن کی زندگی اپنے والدین کے ہاں گزارتی ہے تو اس کی کفالت و تربیت کی ذمہ داری والد پر ہوتی ہے۔ اسی طرح شادی کے بعد کفالت کی یہ ذمہ داری باپ سے شوہر کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔ والد یا شوہر کی وفات کی صورت میں یہ ذمہ داری قریبی رشتہ داروں (عصبہ) یعنی

چچا، تایا وغیرہ کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔ گویا اسلام نے عورت پر اتنا بڑا احسان کیا ہے کہ پیدائش سے موت تک اس کے جملہ اخراجات کی ذمہ داری دوسروں پر ڈال دی ہے تاکہ وہ فکرِ معاش سے آزاد ہو کر اپنے خانہ داری وغیرہ سے متعلقہ امور کو حسن و خوبی سے انجام دے۔ اس کے باوجود اگر کوئی یہ سمجھے کہ اسلام نے عورت کے حقوق کا تحفظ نہیں کیا تو یہ اس کی جہالت یا عصبیت کا ثبوت ہوگا۔

### (۳)..... پردے کی سہولت:

مرد اور عورت کے بعض جسمانی اعضاء ایسے ہیں جنہیں دوسروں سے بلکہ خود اپنے آپ سے بھی پردہ میں رکھنا انسانی فطرت کا تقاضا ہے، چنانچہ اسلام نے مرد و عورت کے لیے ستر ڈھانپنے کا حکم دیا۔ عورتوں کی طبع و ساخت کی مناسبت سے انہیں یہ حکم بھی دیا کہ وہ تمام اجنبی (غیر محرم) مردوں سے اپنا چہرہ اور زینت بھی چھپا کر رکھیں اور غیر محرموں کے ساتھ اختلاط اور خلوت اختیار نہ کریں۔ اس لیے کہ عورت جب غیر محرموں کے ساتھ بے پردہ ہو کر اختلاط اور خلوت کرے گی تو یقینی خدشہ ہے کہ یا تو مرد عورت پر جنسی تشدد کرے گا یا پھر دونوں شہوانی جذبات سے مغلوب ہو کر برائی کر بیٹھیں گے۔ اسی جنسی تشدد اور بدکاری سے روکنے کے لیے اسلام نے عورت کو حجاب کرنے اور غیر محرموں سے علیحدہ رہنے کا حکم دیا ہے۔ محرم رشتہ داروں (مثلاً باپ، بھائی، چچا وغیرہ) سے یہ خطرہ نہیں ہوتا اس لیے وہاں حجاب کا مطالبہ نہیں کیا گیا۔

معلوم ہوا کہ حجاب کے سلسلہ میں بھی دراصل اسلام نے عورت پر احسان کیا ہے اور اس کے متوقع نقصانات (فحاشی، بدکاری، جنسی تشدد وغیرہ) کو اتنے یقین کے ساتھ تسلیم کیا ہے کہ عورت کو حکماً یہ کہا گیا کہ وہ غیر محرموں سے اختلاط سے بچے اور اگر کسی ضرورت کے لیے گھر سے باہر جانا پڑے یا غیر محرم کا سامنا کرنا پڑے تو حجاب کا اہتمام کرے۔

### (۴)..... شادی کے لیے سرپرست (ولی) کی سہولت:

اسلام نے شادی کے سلسلہ میں ایک بالغ عورت کی رضا مندی کو بھی اسی طرح ضروری قرار دیا ہے جس طرح ایک مرد کی۔ البتہ عورت چونکہ اپنی فطری حیاء اور گھریلو دائرہ عمل سے متعلق ہونے کی وجہ سے اپنے لیے مناسب شریک حیات کو تلاش نہیں کر سکتی۔ اس لیے زندگی کے اس اہم ترین موڑ پر بھی اسلام نے عورت کے ساتھ احسان کرتے ہوئے اسے یہ سہولت دی ہے کہ اس کے لیے مناسب شریک حیات کی تلاش اس کا ولی (سرپرست) کرے۔ لڑکی کا ولی اول تو اس کا باپ ہوتا ہے باپ نہ ہو تو پھر بھائی ورنہ چچا، تایا وغیرہ۔

اب ایک انصاف پرست شخص خود ہی فیصلہ کر لے کہ ایک عورت کا باپ کیا اپنی لختِ جگر کے لیے جان مار کر مناسب رشتہ تلاش نہیں کرتا؟ اگر کرتا ہے تو آج کی عورت اس سہولت کو تسلیم کرنے کے لیے کیوں آمادہ نہیں؟ کیوں عشق لڑا کر گھر سے بھاگنے، عدالتوں میں شادیاں کرنے اور اپنے ساتھ پورے خاندان کو بدنام کرنے کے لیے احقناہ قدم اٹھاتی ہے۔ تفصیلات تو اپنی جگہ آئیں گی ہم یہاں صرف یہ بات کہنا چاہتے ہیں کہ عورت کے لیے شادی کے سلسلہ میں ولی (سرپرست) کو ذمہ دار بنا کر اسلام نے عورت کے ساتھ احسان کیا ہے۔ اگر کوئی عورت یہ سمجھے کہ اس کا باپ یا بھائی (سرپرست) وغیرہ اپنے کسی ذاتی دنیوی مفاد کی خاطر غلط جگہ اس کی شادی کرنا چاہتے ہیں تو عورت ایسے موقع پر ان کی رائے سے ضرور اختلاف کرے کیونکہ ایسے موقع پر اختلاف کا حق اسے حاصل ہے مگر اس اختلاف کا یہ طریقہ نہیں کہ وہ گھر سے بھاگ جائے۔ اگر عورت اسی طرح خاندان کو رسوا کر کے نکل جائے اور ادھر اس کے ساتھ تاحیات رفاقت کے دعوے کرنے والا عدالتی نکاح کے چند روز بعد اسے چھوڑ کر غائب ہو جائے یا طلاق دے دے تو اب اس کے لیے ان مشکل ترین حالات میں کیا والدین کے گھر کے وہ دروازے کھلے ہوں گے جنہیں یہ خود اپنے لیے بند کر کے نکلی تھی؟..... اور کیا کوئی باغیرت باپ اور باغیرت بھائی اب اسے برداشت کرنے کے لیے تیار ہوگا.....!؟

### (۵)..... شادی کے اخراجات میں سہولت:

اسلام نے ہر معاملے میں سادگی اور سہولت کی راہ اختیار کی ہے۔ شادی کے سلسلہ میں بھی اسلام اسراف و تبذیر کا قائل نہیں ہے۔ اس سادگی کے باوجود شادی کے موقع پر جو تھوڑا بہت خرچہ ہوتا ہے وہ بھی عورت پر نہیں ڈالا گیا بلکہ باپ اور بھائیوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ شادی کے انتظامی معاملات سنبھالیں۔ گویا اس پہلو سے بھی عورت کے ساتھ سہولت برتی گئی ہے بلکہ عورت کو شوہر کی طرف سے ملنے والا مہر بھی عورت ہی کی ملکیت ہے۔ اس میں اس کا باپ، بھائی یا شوہر وغیرہ شریک نہیں ہوتے۔ اور نہ ہی باپ یہ مطالبہ کر سکتا ہے کہ ہم نے چونکہ تمہاری شادی کے اخراجات اٹھائے ہیں اس لیے تم اپنا مہر ہمیں دے دو۔ شادی کے اخراجات تو اسلام کی طرف سے پہلے ہی والد پر ڈالے گئے ہیں۔ البتہ اگر باپ غریب اور مجبور ہو تو پھر مسئلہ کی نوعیت تعاونِ باہمی کی بنیاد پر بدل سکتی ہے مگر پھر بھی لڑکی کی رضا مندی کے بغیر اس کے حق مہر پر دست درازی نہیں کی جاسکتی۔ خود والدین اور بھائیوں کو دیکھنا چاہیے کہ اپنے اخراجات اور وسائل کی

مناسبت سے شادی کا انتظام کریں اور جتنی سادگی سے وہ یہ ذمہ داری انجام دیں گے، اتنا ہی اسلام کی نظر میں اچھا ہوگا۔

جہاں تک شادی کے موقع پر لڑکی کو جہیز دینے کا مسئلہ ہے تو یاد رہے کہ یہ اسلام کا کوئی شرعی مطالبہ نہیں بلکہ یہ ایک علاقائی ہندو اندر رسم ہے جس میں لڑکی کو شادی کے موقع پر جہیز دے کر والدین کی وراثت سے ہمیشہ کے لیے محروم کر دیا جاتا ہے حالانکہ اسلام نے وراثت میں بیٹی کو بھی حصہ دار بنایا ہے۔ لہذا وراثت میں سے اسے کوئی محروم نہیں کر سکتا۔ وراثت سے محروم کرنے کی نیت کیے بغیر اگر باپ یا بھائی شادی کے موقع پر لڑکی کو تحائف کی شکل میں کوئی سامان دیتے ہیں تو یہ ان کی اپنی خوشی پر محیط ہے۔ ایسی صورت میں اسلام کو بھی کوئی اعتراض نہیں بشرطیکہ ریا کاری، ہندو اندر رسم سے مشابہت وغیرہ نہ کی جائے۔ جہیز کی شرعی حیثیت کے حوالے سے خواہش مند حضرات ہماری کتاب ”جہیز کسی تباہ کاریاں“ ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

### (۶)..... سفر کے لیے محرم کی سہولت:

عورت کی عمومی ذمہ داریاں چونکہ گھر کی چار دیواری میں محدود ہیں اس لیے وہ زیادہ تر گھر پر ہی رہتی ہے لیکن کسی ضرورت کی وجہ سے اسے گھر سے باہر بھی نکلنا پڑ سکتا ہے۔ اسلام نے عورت پر یہ احسان کیا ہے کہ اگر ضرورت کی وجہ سے اسے لمبا سفر کرنا پڑ جائے تو اس کے ساتھ اس کا کوئی محرم رشتہ دار یا شوہر موجود ہونا چاہیے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُوْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُسَافِرَ مَسِيرَةَ يَوْمٍ وَكَيْلَةَ لَيْسَ مَعَهَا حُرْمَةٌ))<sup>(۱)</sup>

”جو عورت اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہے، اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ محرم کے بغیر ایک دن اور رات کا سفر اکیلی کرے۔“

گویا ہے تو یہ عورت کے لیے سہولت مگر اس سہولت کو حکم کے انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ ممکن ہے کوئی عورت اسے اپنے حق میں ناروا سختی سمجھ بیٹھے حالانکہ اسلام کے صحیح و صریح احکام لوگوں کی سہولت کے لیے ہیں خواہ ان میں ظاہری طور پر کوئی مشکل اور مشقت ہی کیوں نہ نظر آتی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ایک عورت کے لیے محرم کی موجودگی کا جو حکم دیا ہے، اس میں بھی بہت سی مصلحتیں ہیں جنہیں ہر شخص نہیں سمجھ سکتا۔ ایک مسلمان کا کام اسلامی احکام کی تابعداری ہے خواہ ان کی حکمت و مصلحت اسے سمجھ آئے یا نہیں۔

(۱) [صحیح بخاری: کتاب تفسیر الصلاة: باب فی کم بقصر الصلاة (ح ۱۰۸۸) صحیح مسلم (ح ۱۲۳۹)]

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام کے یہ احکام صدیوں پرانے ہیں جب کہ اب سائنس اور ٹیکنالوجی کی پیش رفت کی وجہ سے سفر کے ذرائع و وسائل بدل چکے ہیں۔ آرام دہ بس، ریل اور جہاز کے ذریعے ہزاروں میلوں کا سفر چند گھنٹوں اور منٹوں میں بغیر کسی تھکاوٹ اور پریشانی کے طے ہو جاتا ہے۔ اس لیے سفر سے متعلقہ احکام میں ازراہ اجتہاد تبدیلی کرنی چاہیے اور عورت کو تہا سفر کی اجازت دے دینی چاہیے۔ یہ نقطہ نظر درست نہیں، اس لیے کہ سائنسی پیش رفت کی وجہ سے سفر کے وسائل و ذرائع میں تبدیلی کے باوجود عورت کے لیے تہا سفر کرنے میں اب بھی بہت سے خدشات موجود ہیں مثلاً جہاز کے سفر کو عورت کے لیے تہا سفر کرنے کے حوالے سے سب سے زیادہ غیر ضرر سمجھا جاتا ہے۔ آپ اسی کو لیجیے:

فرض کیا ایک عورت ویننگ روم میں اپنے محرم کو ساتھ لے جاتی ہے (اگرچہ بالعموم ایسا ہوتا نہیں بلکہ صرف مسافر ہی ویننگ روم میں بیٹھ سکتا ہے) پھر یہ بھی فرض کر لیں کہ جہاز پر بٹھانے تک وہ محرم اس کے ساتھ رہتا ہے۔ پروان کے بعد محرم واپس آ جاتا ہے۔ چند گھنٹوں کے بعد جہاز نے سعودیہ (ریاض) پہنچا تھا مگر راستے میں موسم کی خرابی کی وجہ سے اسے کسی اور شہر میں اتارنا پڑا اور موسم کی مسلسل خرابی کی وجہ سے عورت کو اس ملک میں بغیر محرم کے رہنا پڑا۔ اب یہاں عورت کی کیا حالت ہوگی اور پیچھے عزیز واقارب کی اس وقت کیا کیفیت ہوگی؟ اور اگر جہاز کو دہشت گردانہ غما کر لیں تو پھر عورت پر کیا گزرے گی!؟

اسی طرح تیز رفتار ترین راستے میں کسی صحرا یا جنگل میں حادثہ کا شکار ہو جائے تو محرم مردوں کے بغیر سفر کرنے والی خواتین کا وہاں کیا حال ہوگا.....!؟

### (۷)..... وراثت میں حصہ داری کی سہولت:

اسلام نے عورت کے ساتھ معاشی اعتبار سے سہولت اور رعایت کرتے ہوئے اسے مال وراثت میں حصہ دار مقرر کیا ہے جبکہ عورت پر اپنے بچوں، بہن بھائیوں اور شوہر وغیرہ کی کفالت کی ذمہ داری بھی عائد نہیں کی گئی مگر اس کے باوجود اسے عام طور پر نصف حصہ، بعض صورتوں میں چھٹا حصہ اور بعض میں مردوں کے برابر اور بعض میں مردوں سے زیادہ حصہ دیا جاتا ہے۔ مرد کے مقابلہ میں عورت کے نصف حصہ کو ہمارے بعض دانشور عورت کے ساتھ نا انصافی قرار دیتے ہیں حالانکہ یہ نا انصافی تو تب تھی جب عورت پر معاشی کفالت کی ذمہ داری ڈالنے کے بعد اسے نصف حصہ دیا جاتا۔ جب اس پر یہ ذمہ داری ڈالی ہی نہیں گئی مگر اس کے باوجود اسے نصف حصہ مل رہا ہے تو پھر یہ تو عورت پر اسلام کی طرف سے ایک احسان ہے.....!!



## عورت کے فرائض

عورت کو اتنے حقوق اور رعایتیں دینے کے بعد ظاہر ہے کہ اس کا بھی کوئی مقصد وجود ہے۔ اسلام اس مقصد وجود کو اس کے فرائض کی شکل میں متعین کرتا ہے اور اس پر بوجھ اسی قسم کا ڈالتا ہے جس کے لیے تخلیقی طور پر اسے اہل بنایا گیا ہے۔ چنانچہ جب تک عورت کی کفالت و تربیت کی ذمہ داری اس کے والدین پر ہوتی ہے، اسے یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے والدین کی اطاعت و فرمانبرداری کرے۔ ان کی خدمت کو ضروری سمجھے۔ ان سے حسن سلوک کرے۔ ان کے مشورے کے بغیر کوئی کام نہ کرے۔

جب اس کی معاشی کفالت کی ذمہ داری اس کے شوہر پر ڈال دی جاتی ہے، تو تب عورت سے یہ تقاضا کیا گیا ہے کہ وہ شوہر کی وفادار اور خدمت گزار بن جائے۔ شوہر کی راحت کے لیے اپنے آپ کو پیش کر دے۔ گھر گھر ہستی کے تمام کام خوش دلی اور خوش اسلوبی سے انجام دے۔ شادی کے بعد پیدا ہونے والے بچوں کی پرورش کے لیے اپنی تمام تر صلاحیتیں صرف کر دے۔

ہماری کتاب کا بنیادی موضوع چونکہ عورت کے فرائض سے متعلق ہے، اس لیے اسی مناسبت سے اس کتاب میں عورتوں کے جملہ احکام و مسائل، ان کی دینی و اخلاقی تعلیم و تربیت، ان کے اجتماعی و معاشرتی کردار وغیرہ کے حوالے سے مختلف پہلوؤں پر تفصیلات قلم بند کی گئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے حضور ہم دعا گو ہیں کہ وہ حق بات سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

طالب دعا

حافظ مبشر حسین

0300-4602878



عورت..... پیدائش و پرورش اور تعلیم و تربیت

\*.....\*.....\*

## عورت کی پیدائش و پرورش

### بچہ ہو یا بچی..... مرضی اللہ کی!

اللہ تعالیٰ نے انسان کو مرد اور عورت میں تقسیم فرمایا ہے۔ یہ دونوں طبع و ساخت کے اعتبار سے ایک دوسرے کی ضد ہیں مگر اس کے باوجود یہ ایک دوسرے کے محتاج ہیں۔ اگر اس کائنات میں صرف مرد یا صرف عورتیں ہی پیدا ہوتیں تو کائنات کا توازن بگڑ جاتا۔ اس توازن کو قائم رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ کسی کو لڑکے کے عطا کر دیتا ہے کسی کو لڑکیاں اور کسی کو لڑکے اور لڑکیاں دونوں۔ ایک مسلمان کا عقیدہ یہ ہونا چاہیے کہ لڑکا ہو یا لڑکی سب کچھ اللہ کی مرضی سے ہوتا ہے اور اس کے حکم و اذن کے بغیر کچھ نہیں ہوتا۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ ہوتا ہے، اس میں اس کی کوئی نہ کوئی حکمت ضرور کار فرما ہوتی ہے۔

### بچی کی پیدائش اور معاشرے میں پھیلے ہوئے جاہلانہ تصورات:

بیٹا اگر اللہ کی نعمت ہے تو بیٹی بھی اس کی رحمت ہے۔ نہ بیٹے کی پیدائش پر مارے خوشی کے آپے سے باہر ہونا چاہیے اور نہ بیٹی کی پیدائش پر افسردگی اور مایوسی میں ڈوبنا چاہیے۔ ہمارے معاشرے میں بچیوں کی پیدائش کے سلسلہ میں بعض جاہلانہ تصورات پائے جاتے ہیں مثلاً شادی کے بعد اگر پہلے نمبر پر بچی پیدا ہو تو اسے نحوست کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ خاتم النبیین ﷺ کے ہاں بھی پہلے نمبر پر بیٹی ہی پیدا ہوئی تھی۔ اگر یہ نحوست کی علامت ہوتی تو کم از کم نبیوں کے سردار کے ساتھ یہ معاملہ پیش نہ آتا۔ اس واقعہ کا پیش آنا گویا اس بات کی دلیل ہے کہ بچی کی پیدائش علامتِ نحوست نہیں ہے۔

اسی طرح ہمارے ہاں ایک جاہلانہ تصور یہ پایا جاتا ہے کہ جس شخص کے ہاں بیٹا پیدا نہ ہو اور بیٹیاں ہی بیٹیاں ہوں وہ شخص منحوس ہوتا ہے۔ یہ تصور بھی غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بعض برگزیدہ نبیوں [مثلاً حضرت لوط علیہ السلام] کے ہاں صرف بیٹیاں ہی پیدا ہوئیں بیٹا کوئی پیدا نہ ہوا۔ بلکہ حضور ﷺ کے ہاں تو بیٹے بھی پیدا ہوئے مگر فوت ہو گئے اور صرف بیٹیاں ہی زندگی پاسکیں۔

### لڑکا پیدا نہ ہو تو خرابی مرد میں ہے عورت میں نہیں:

اسی طرح ہمارے ہاں ایک جاہلانہ تصور یہ ہے کہ جس عورت کے ہاں صرف بچیاں ہی پیدا ہوں، اسے قصور وار ٹھہرایا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ خاوند سے لے کر سسرال کے ایک چھوٹے فرد تک سبھی ظالمانہ رویہ اختیار کرتے ہیں۔ حالانکہ بچیاں ہونے کا یہ معنی نہیں کہ عورت کا کوئی قصور ہے بلکہ یہ اللہ کی طرف سے طے کی ہوئی قسمت کا فیصلہ ہے جسے کوئی انسان اپنی مرضی سے بدل نہیں سکتا۔ علاوہ ازیں جدید سائنسی تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ اگر کسی عورت کے ہاں صرف بچیاں ہی پیدا ہوں تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ عورت کا نظامِ ولادت ٹھیک ہے مگر مرد میں کمزوری ہے۔ عورت کے زنانہ جراثیم (انڈے) تو اپنا کام کر رہے ہیں مگر مرد کے مردانہ جراثیم (سپرمز) میں کوئی خرابی یا کمزوری ہے۔

دراصل مرد کے مادہ تولید میں ایکس (XY) دو قسم کے جرثومے ہوتے ہیں جبکہ عورت کے مادہ تولید میں صرف ایکس ایکس (XX) جراثیم ہوتے ہیں۔ اگر مرد کا ایکس (X) عورت کے ایکس (X) کے ساتھ ملاپ کرے تو لڑکی کا جنین بنتا ہے بصورت دیگر اگر مرد کا وائی (Y) عورت کے ایکس (X) کے ساتھ ملاپ کرے تو نتیجہ لڑکے کا جنین بنتا ہے۔ اور اگر کسی مرد کے مادہ تولید میں صرف ایکس (X) جرثومے ہوں اور وائی (Y) موجود نہ ہوں یا وائی (Y) جرثومے کمزور ہوں یا مرد کے وائی (Y) جرثومے عورت کے ایکس (X) جرثوموں سے ملاپ نہ کر سکیں تو ایسا مرد عورت سے ملاپ کے باوجود لڑکا پیدا نہیں کر سکے گا۔

معلوم ہوا کہ لڑکا پیدا نہ ہونے میں عورت بے چاری کا کوئی قصور نہیں، بلکہ خرابی مرد میں ہے کہ اس کے وہ جراثیم ہی مردہ یا کمزور ہیں جو لڑکے کی پیدائش کا ذریعہ بنتے ہیں۔ یا تو یہ کسی بیماری کی وجہ سے ہوتا ہے یا پھر فطری طور پر اللہ کے حکم سے۔ جب تک یہ خرابی دور نہ ہو تب تک ایسا مرد جتنی چاہے شادیاں کر لے، اس کے ہاں کبھی لڑکا پیدا نہیں ہوگا۔ میں خود ایک صاحب کو جانتا ہوں۔ انہوں نے شادی کے بعد بیوی کو اس وجہ سے طلاق دے دی کہ اس نے بیٹا پیدا نہیں کیا۔ دوسری شادی کی مگر پھر بھی لڑکی ہی پیدا ہوئی۔ جب ڈاکٹروں سے معائنہ کروایا تو خود قصور ان صاحب کا اپنا ہی سامنے آیا۔ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ کے حکم پر راضی نہ ہونے کی وجہ سے اسے یہ سزا ملی ہو مگر اتنی بات تو واضح ہے کہ لڑکے یا لڑکی کی پیدائش مرد و زن کے ذاتی اختیار کی بات نہیں۔

## کوئی دم درود اور چھو منتر لڑکی کو لڑکا یا لڑکے کو لڑکی نہیں بنا سکتا:

یاد رہے کہ کوئی دم درود اور چھو منتر لڑکی کو لڑکا یا لڑکے کو لڑکی نہیں بنا سکتا۔ اگر ایسا ہوتا تو اولیاء اور انبیاء کا کوئی گھرانہ بھی لڑکوں سے محروم نہ رہتا۔ مگر قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کی صرف لڑکیاں تھیں، لڑکا کوئی نہ تھا۔ اسی طرح حضرت مریم کی والدہ نہایت مومنہ اور ولیہ خاتون تھیں۔ انہوں نے نذرمانی کہ بیٹا پیدا ہوا تو اسے اللہ کی راہ میں وقف کروں گی مگر اس پاکباز مومنہ ولیہ کے ہاں ان کی اپنی مرضی کے خلاف یعنی بیٹے کی بجائے بیٹی پیدا ہوئی۔ اور یہی اللہ کا حکم تھا جس کے سامنے اس ولیہ خاتون کی خواہش بھی پوری نہ ہو سکی.....!

## جہیز کے خوف سے بچیوں کا قتل:

ہمارے ہاں بچیوں کی پیدائش کے سلسلہ میں ایک جاہلانہ تصور یہ بھی ہے کہ بچی کی پیدائش کو روکنے کی کوشش کی جاتی ہے، یا پیدائش کے ساتھ ہی اس کا گلا گھونٹ دیا جاتا ہے۔ یہ انتہائی سنگین جرم ہے۔ اس کی وجوہات و محرکات میں معاشرے کی خود ساختہ رسومات بھی شامل ہیں۔ جب ایک غریب شخص یہ دیکھتا ہے کہ میرے ہاں لڑکیاں پیدا ہو رہی ہیں اور ان کی شادی کے لیے میں جہیز کا سامان جمع نہیں کر پاؤں گا تو وہ اس ہندوؤانہ رسم جہیز کے خوف سے چاروناچار اس سنگین جرم کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے۔ اسی طرح غربت اور مہنگائی کا خوف بھی اس بات پر آمادہ کر سکتا ہے لیکن افسوسناک بات یہ ہے کہ ایک مسلمان جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور یہ بات جانتا ہے کہ رزق کی کنجیاں صرف اسی ذات کے کنٹرول میں ہیں پھر جب وہ اس طرح کے جرم کا ارتکاب کرتا ہے تو شاید عرش الہی بھی کانپ اٹھتا ہوگا۔ ایسے بد بخت باپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ قرآن مجید اس کی اس حرکت کو نہایت سنگین جرم قرار دیتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْئًا كَبِيرًا﴾

”مفلسی کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔ انہیں اور تمہیں ہم ہی روزی دیتے ہیں۔ یقیناً ان کو قتل کرنا

کبیرہ گناہ ہے۔“ [الاسراء- ۳۱]

اسی طرح روایات میں آتا ہے کہ ایک صحابی نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

”یہ کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بناؤ حالانکہ اس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔“ اس نے کہا کہ اس کے بعد کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”یہ کہ تم [خوف رزق سے] اپنی اولاد قتل کرو۔“<sup>(۱)</sup>

ایک مسلمان کا اس بات پر پختہ ایمان ہونا چاہیے کہ جس فرد کو اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں بھیجا ہے، اس کا رزق دنیا میں آنے سے پہلے ہی ماں کے پیٹ میں اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے۔ اس لیے غربت کے باوجود لڑکے یا لڑکی کی پیدائش کو اللہ کی نعمت و رحمت سمجھنا چاہیے۔ ایک صاحب کا واقعہ میں نے پڑھا، وہ کہا کرتے تھے کہ جب بھی میرے گھر میں بیٹی پیدا ہوتی میں خوشی کے مارے نفل ادا کرتا، اور اللہ کو شاید میری یہ ادا پسند آ جاتی اور اس کے بدلہ میں میری ملازمت میں ترقی ہو جاتی۔ وہ بتاتے ہیں ایسا ایک مرتبہ نہیں بلکہ چھ مرتبہ ہوا۔ سبحان تیری قدرت.....!

### بچیوں کو باعثِ اجر سمجھو:

مسلمان والدین کو معلوم ہونا چاہیے کہ ایک بچی کی پیدائش سے معاشرے میں محض ایک فرد کا اضافہ نہیں ہوتا بلکہ ایک پورے خاندان کا اضافہ ہوتا ہے۔ ایک عورت ایک پوری نسل کی معمار ہوتی ہے۔ اس بچی کی اگر اچھے طریقے سے تربیت کی جائے تو وہ قوم کو ایک اچھی نسل تیار کر کے دے سکتی ہے۔ اس کی کوکھ سے جتنے دیندار لوگ پیدا ہوں گے، ان سب کے نیک اعمال کا ثواب اس بچی کے والدین کو بھی ہوگا۔ اس لیے بیٹیوں کو بھی اسی طرح پیار محبت اور توجہ دیں جس طرح بیٹوں کو دی جاتی ہے۔ بیٹیوں کے بارے میں تو اللہ کے رسول ﷺ نے حسن سلوک کی خصوصی تلقین فرمائی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ ابْتُلِيَ مِنْ هَذِهِ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ وَكُنَّ لَهُ سِتْرًا مِنَ النَّارِ))<sup>(۲)</sup>

”جس شخص کی بیٹیوں کے ساتھ آزمائش کی جائے (اور وہ صبر کرے) تو یہ بیٹیاں اس کے لیے جہنم کی آگ کے مقابلے میں ڈھال بن جائیں گی۔“

میں ایک ایسے شخص کو جانتا ہوں جسے بچیاں پسند نہ تھیں مگر اللہ کی حکمت کہ اس کے ہاں جتنی اولاد پیدا ہوئی وہ سب مومن تھی۔ ظاہر ہے وہ شخص لڑکے پیدا کرنے والی مشین تو بنا نہیں سکتا اس لیے اللہ کے حکم پر صبر ہی

(۱) [صحیح بخاری (ح ۶۸۶۱) صحیح مسلم (ح ۸۶)]

(۲) [بخاری: کتاب الزکاة: باب اتقوا النار ولو بشق تمرۃ (ح ۱۴۱۸)]

کرنا پڑا مگر وہ صبر جو ناشکری اور مایوسی کے ساتھ کیا جائے اس کا ثواب نہیں بلکہ الٹا گناہ ہوگا۔ گویا ایسے شخص کی دنیا میں بھی خواہش پوری نہ ہوئی اور آخرت میں بھی گناہ سر تھوپ دیا گیا۔ اس کے مقابلے میں اپنے ایک ایسے دوست کو میں جانتا ہوں جن کے پانچ بچے ہیں اور سبھی لڑکیاں مگر جب ان سے کوئی پوچھتا کہ آپ کے کتنے بچے ہیں؟ تو وہ بڑی خوشی سے جواب دیتے کہ میرے دس لڑکے ہیں۔ بعد میں وضاحت کرتے کہ مجھے اپنی ان پانچ بچیوں پر اتنی خوشی ہے جتنی دس بچوں کے باپ کو ہو سکتی ہے۔ گویا اللہ کی مرضی پر وہ اطاعت گزاری و فرمانبرداری کا مظاہرہ کرتے، اور ازراہ خوشی یہ جواب دیتے۔ ان کی اس فرمانبرداری اور رب کے فیصلوں پر صبر و شکر گزاری کا نتیجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں معاشی خوشحالی بھی عطا کر رکھی ہے اور ذہنی سکون بھی۔

میری ایک عزیزہ ہیں جن کے ہاں یکے بعد دیگرے کئی بچیاں پیدا ہوئیں مگر انہوں نے صبر سے کام لیا حتیٰ کہ کافی عرصہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں بیٹا بھی عطا کر دیا۔ اسی طرح میں دو ایسے بھائیوں کو جانتا ہوں، جن میں سے ایک کے ہاں دس بیٹیاں پیدا ہوئیں اور ایک بیٹا۔ مگر وہ بیٹا بھی عین جوانی کی عمر میں حادثے کا شکار ہو گیا۔ اللہ کی تقدیر پر سوائے صبر کے وہ اور کیا کر سکتے تھے جبکہ دوسرے بھائی کے ہاں سات بیٹیاں اور چار بیٹے پیدا ہوئے مگر بیٹوں میں سے کوئی ایک بھی دنیا میں آ کر آنکھیں نہ کھول سکا۔ مگر انہوں نے بیٹیوں پر بھی اللہ کا شکر ادا کیا کہ یا اللہ! شکر ہے تو نے بانجھ تو نہیں رکھا۔ باقی ہماری قسمت۔

حقیقت یہ ہے کہ جو بچہ فوت ہو جاتا ہے اس کا فوت ہو جانا ہی اللہ کے علم کے مطابق انسان کے لیے بہتر ہوتا ہے۔ اس لیے اللہ کی تقدیر اور فیصلے پر ہمیشہ صبر و برداشت کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔

### بچیوں کی پرورش اور تربیت سے متعلقہ احادیث:

آنحضرت ﷺ کے دور میں عورتوں کے ساتھ نہایت غیر منصفانہ سلوک کیا جاتا تھا۔ عورت کا نہ کوئی مقام و مرتبہ تھا اور نہ قدر و منزلت۔ آنحضرت ﷺ نے عورتوں کو ان کے مناسب حقوق عطا کیے اور ان پر ہونے والا بے جا ظلم کا خاتمہ کیا۔ آپ نے بچیوں کی پرورش اور تعلیم و تربیت کے حوالے سے خصوصی ہدایات فرمائیں۔ اس سلسلہ میں مردی آپ ﷺ کی چند احادیث یہاں پیش کی جاتی ہیں:

(۱)..... صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

(( مَنِ ابْتَلَىٰ مِنْ هَذِهِ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ شَكَّنَّ لَهُ سِتْرًا مِنَ النَّارِ ))

”جس شخص کی بیٹیوں کے ساتھ آزمائش کی جائے (اور وہ صبر کرے) تو یہ بیٹیاں اس کے لیے جہنم کی آگ کے مقابلے میں ڈھال بن جائیں گی۔“ (۱)

(۲)..... صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ ابْتُلِيَ مِنَ النِّبَاتِ بِشَيْءٍ فَأَحْسَنَ الْبَيْهِنَ كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِنَ النَّارِ))

”جس شخص کی بیٹیوں کے ساتھ آزمائش کی جائے اور وہ ان کو اچھی تربیت کرے تو یہ بیٹیاں اس کے لیے جہنم کی آگ کے مقابلے میں ڈھال بن جائیں گی۔“ (۲)

(۳)..... اسی سے ملتی جلتی ایک روایت صحیح بخاری میں اس طرح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ يَلِي مِنْ هَذِهِ النِّبَاتِ شَيْئًا فَأَحْسَنَ الْبَيْهِنَ كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِنَ النَّارِ))

”جو شخص بھی اچھی طرح بچپوں کی پرورش کرے گا اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا تو یہ بچیاں اس کے لیے جہنم کے آگے پردہ بن جائیں گی۔“ (۳)

(۴)..... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

”میرے پاس ایک مسکین عورت آئی اس نے اپنی دو بچیاں گود میں اٹھا رکھی تھیں۔ (میرے پاس اس وقت صرف تین ہی کھجوریں تھیں) میں نے وہ اس محتاج عورت کو دے دیں۔ اس نے ایک ایک کھجور دونوں بچپوں کو دے دی اور باقی ایک اپنے پاس رکھ لی۔ مگر جب اس نے اپنے حصہ کی کھجور کھانے کے لیے منہ کی طرف ہاتھ بڑھایا تو دونوں بچپوں نے ماں سے وہ بھی مانگنا شروع کر دی۔ ماں خود بھی بھوکی تھی مگر اس کے باوجود اس نے اپنے حصہ کی کھجور کے بھی دو ٹکڑے کیے اور وہ دونوں بچپوں میں تقسیم کر دیے۔ [حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ] مجھے اس عورت کا اولاد کے لیے ایثار کا یہ جذبہ بڑا پسند آیا۔ اس کے جانے کے بعد جب اللہ کے رسول ﷺ گھر تشریف لائے تو میں نے آپ کو یہ سارا واقعہ سنایا۔ آپ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا:

((إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَوْجَبَ لَهَا بِهَا الْجَنَّةَ أَوْ أَعْتَقَهَا بِهَا مِنَ النَّارِ)) (۴)

”بے شک اللہ تعالیٰ نے اس کے اس عمل کی وجہ سے اس کے لیے جنت واجب فرمادی۔“ (راوی کے

(۱) [بخاری: کتاب الزکاة، باب انموالہا، ولو یسئو تمرہ (ح ۱۸۱۸)]

(۲) [مسلم: کتاب البر والصلۃ، باب فضل الاحسان الی البنات (ح ۲۶۲۹)]

(۳) [بخاری: کتاب الادب، باب رحمة الولد وتقبيله ومعانقته (ح ۵۹۹۵)] (۴) [مسلم: ایضا (ح ۲۶۳۰)]



بقول یا آپ ﷺ نے یہ فرمایا ”اس عورت کو اس عمل کے بدلے اللہ تعالیٰ نے جہنم سے آزادی دے دی ہے۔“

(۵)..... ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ”کیا تم اس عورت کے رویہ پر تعجب کر رہی ہو؟ یہ عورت (اپنی بیٹیوں سے حسن سلوک کی) وجہ سے جنت میں جائے گی۔“ (۱)

(۶)..... حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کا یہ ارشاد و گرامی سنا: ((مَنْ سَكَانَ لَهُ ثَلَاثُ بَنَاتٍ فَصَبَّرَ عَلَيْهِنَّ وَأَطَعَمَهُنَّ وَسَقَاهُنَّ وَكَسَاهُنَّ مِنْ جِدَّتِهِ كُنَّ لَهُ حِجَابًا مِنَ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ))

”جس شخص کی تین بیٹیاں ہوں اور وہ صبر و شکر کے ساتھ انہیں کھلائے پلائے اور اپنی حیثیت کے مطابق انہیں لباس مہیا کرے تو وہ روز قیامت اس کے لئے آگ سے ڈھال بن جائیں گی۔“ (۲)

(۷)..... حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ عَالَ ثَلَاثَ بَنَاتٍ فَأَذَبَهُنَّ وَزَوَّجَهُنَّ وَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ فَلَهُ الْجَنَّةُ))

”جس شخص نے تین بیٹیوں کی پرورش کی، انہیں اچھی تعلیم و تربیت دی، ان کی شادی کی اور ان کے ساتھ حسن سلوک کیا، تو اس شخص کے لیے جنت کا انعام ہے۔“ (۳)

(۸)..... حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص نے تین بہنوں یا تین بیٹیوں یا دو بہنوں یا دو بیٹیوں کی اچھی پرورش کی، اور انہیں تعلیم و تربیت دی، اس کے لیے جنت ہے۔“ (۴)

(۹)..... حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ((مَا مِنْ رَجُلٍ تَدْرِكُ لَهُ ابْنَتَانِ فَيُحْسِنُ إِلَيْهِمَا مَا صَحِبَتَاهُ أَوْ صَحِبَهُمَا إِلَّا أَدْخَلْتَاهُ الْجَنَّةَ))

”جس شخص کی دو بیٹیاں ہوں اور وہ جب تک اس کے پاس رہیں، یہ ان کی اچھی تربیت کرے تو وہ بچپان سے جنت میں لے جانے کا ذریعہ بن جائیں گی۔“ (۵)

(۱) [ابن ماجہ: کتاب الآداب: باب بر الوالدین والاحسان الی البنات (ح-۳۶۶۸)] (۲) [ایضاً (ح-۳۶۶۹)]

(۳) [ابوداؤد: کتاب الادب: باب فی فضل من عال بنات (ح-۵۱۳۸)] (۴) [ایضاً (ح-۵۱۳۹)]

(۵) [ابن ماجہ: کتاب الآداب: باب بر الوالدین والاحسان الی البنات (ح-۳۶۷۰)]

- (۱۰)..... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:  
 ((مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتَّى تَبْلُغَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنَا وَهُوَ وَصَمَّ أَصَابِعَهُ))  
 ”جس نے دو بچیوں کو پال پوس کر جو ان کیا، وہ اور میں روز قیامت اس طرح اکٹھے ہوں گے۔ (آپ  
 ﷺ نے اپنی دو انگلیاں ملا کر فرمایا) جس طرح یہ دو انگلیاں ہیں۔“<sup>(۱)</sup>
- (۱۱)..... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:  
 ((مَنْ سَكَانَتْ لَهُ أَنْثَى فَلَمْ يَدِّهَا وَلَمْ يُهَيِّئْهَا وَلَمْ يُؤْتِرْ وَلَدَهُ عَلَيْهَا، قَالَ يَعْصِي أَلَدُ كُؤُورٍ، أَدْخَلَهُ اللَّهُ  
 الْجَنَّةَ))  
 ”جس شخص کی لڑکی پیدا ہو اور وہ اسے زندہ دفن نہ کرے، نہ اسے مکتر اور حقیر سمجھے اور نہ ہی اپنی زینہ اولاد  
 کو اس پر ترجیح دے تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو جنت میں داخل فرمائیں گے۔“<sup>(۲)</sup>
- (۱۲)..... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، ہی سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:  
 ((سَوُّوْا أَوْلَادَكُمْ فِي الْعَطِيَّةِ فَلَوْ كُنْتُمْ مُفَضَّلًا أَحَدًا فَفَضَّلْتُ النِّسَاءَ))  
 ”اپنی اولاد کو تحائف دینے میں برابر ہی کرو۔ اگر میں کسی کو فضیلت دینا چاہتا تو عورتوں کو (مردوں پر)  
 فضیلت دیتا۔“<sup>(۳)</sup>
- (۱۳)..... حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ، اپنے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:  
 ((أَيَّمَا رَجُلٍ كَانَتْ عِنْدَهُ وَلِيدَةٌ فَعَلَّمَهَا فَأَحْسَنَ تَعْلِيمَهَا وَأَكْبَهَا فَأَحْسَنَ تَأْدِيبَهَا تَمَّتْ أَعْتَقَهَا  
 وَتَزَوَّجَهَا فَلَهُ أُجْرَانِ))  
 ”جس شخص کے پاس لونڈی ہو، اس نے اسے تعلیم دی اور خوب اچھی طرح تعلیم دی اور اسے ادب  
 و شائستگی سکھائی اور خوب عمدہ طریقے سے ادب و شائستگی سکھائی اور اس کے بعد اسے آزاد کر کے اس سے  
 شادی کر لی تو اس شخص کو دو اجر ملیں گے۔“ (یعنی ایک تو اسے آزاد کرنے کا اور ایک اسے تعلیم و تربیت  
 اور ادب و اخلاق سکھانے کا)<sup>(۴)</sup>

(۱) | مسلم: کتاب النبر والصلوة: باب فضل الاحسان الى البنات (ح ۲۶۳۱)۔

(۲) | ابو داؤد: (ح ۵۱۳۷) اس روایت کی سند کمزور ہے۔

(۳) | فتح الباری شرح صحیح بخاری (ج ۱/ص ۲۱۴)۔

(۴) | بخاری: کتاب النکاح: باب اتخاذ السراری ومن اعتق جاريتہ ثم تزوجها (ح ۵۰۸۳)۔

## عورت کی تعلیم و تربیت

علم کی اہمیت اور قدر و قیمت سے وہی شخص انکار کر سکتا ہے جو خود جاہل ہو۔ قرآن مجید نے علم کی قدر و قیمت اور ضرورت و اہمیت پر بڑا زور دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾ [الزمر: ۹]

”کیا وہ لوگ جو علم رکھتے ہیں اور وہ جو علم نہیں رکھتے (آپس میں) برابر ہو سکتے ہیں؟“

گویا اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں علم رکھنے والوں کا مقام و مرتبہ دوسروں سے بلند تر ہے۔ علاوہ ازیں علم کی اہمیت کا اندازہ آپ اس بات سے بھی لگا سکتے ہیں کہ سب سے پہلی وحی جو حضور ﷺ پر نازل ہوئی، وہ علم ہی کے بارے میں تھی۔ اور خود حضور ﷺ کو بھی علم میں اضافہ کے لیے یہ دعا سکھائی گئی:

﴿رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا﴾

”اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما۔“

علم کا معنی ہے: جاننا، سیکھنا، واقفیت حاصل کرنا، معلومات لینا۔ جاننے اور سیکھنے کا یہ عمل اللہ کے بارے میں بھی ہو سکتا ہے اور دنیا کے بارے میں بھی۔ اللہ کے بارے میں بھی۔ اللہ کے بارے میں معلومات حاصل کرنا تو اس لیے ضروری ہے کہ اسی میں ہماری آخری نجات ہے، جبکہ دنیا کے بارے میں معلومات حاصل کرنا اس لیے ضروری ہے کہ اس دنیا میں بھی انسان کو ایک وقت گزارنا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے بارے میں معلومات کا واحد بنیادی ذریعہ انبیاء اور رسول ہیں۔ نبیوں اور رسولوں کو اللہ تعالیٰ اپنے بارے میں معلومات دیتے ہیں۔ یہ معلومات عام طور پر کسی فرشتے کے ذریعے دی جاتی ہیں۔ ورنہ کبھی کبھار الہام و القا اور خواب کے ذریعے اور کبھی براہ راست گفتگو کے ذریعے بھی اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں کو اپنے بارے میں علم عطا کرتے ہیں۔ اس علم کو دین یا شریعت (یعنی الہامی علم) کہا جاتا ہے اور جس ذریعے سے یہ علم انبیاء کو عطا کیا جاتا ہے اسے وحی کہا جاتا ہے۔ وحی کے ذریعے حاصل ہونے والے اس علم میں یہ سمجھایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں سے کیا تقاضا ہے۔ اللہ تعالیٰ کن کاموں کا اپنے بندوں کو حکم دیتے

ہیں اور کن کاموں سے منع کرتے ہیں؟ کن اعمال سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتے ہیں اور کن سے ناراض ہوتے ہیں؟ اللہ کی عبادت و پرستش کیا ہے اور اسے کیسے بجایا جاسکتا ہے؟ مرنے کے بعد والی زندگی کیسی ہو گی؟ اللہ کا دیدار اور اس کی جنت کیسے حاصل ہو سکتی ہے؟ جہنم میں کن لوگوں کو ڈالا جائے گا؟ اور جہنم سے بچاؤ کا کیا طریقہ ہے؟

یہ ساری باتیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں کو بتائیں اور ان نبیوں نے آگے اپنی امتوں کو یہ معلومات مہیا کر دیں۔ جن لوگوں نے انبیاء کی بتلائی ہوئی ان باتوں پر انبیاء کے طریقوں کے مطابق عمل کیا، وہ کامیاب اور جہنہوں نے ان باتوں سے روگردانی کی، وہ ناکام ٹھہرے۔ حضرت محمد ﷺ چونکہ اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ہیں اور آپ پر وحی کے ذریعے نازل ہونے والا الہامی علم (جو قرآن وحدیث کی شکل میں موجود ہے) اب آخری مستند علم ہے کہ جس پر عمل پیرا ہو کر اللہ کی رضا مندی و خوشنودی حاصل کی جاسکتی ہے۔ اس لیے اس آخری دینی والہامی علم میں سے اتنا علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و زن پر ضروری ہے کہ جس پر عمل کر کے انسان قیامت کے روز اپنی نجات کی امید کر سکتا ہے۔

### بنیادی ضرورت کے دنیوی علوم اور خواتین:

دنیوی زندگی میں انفرادی طور پر ہمیں بہت سے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے جن میں خطہ و کتابت، اخبار و رسائل اور دینی، تاریخی و معلوماتی کتابوں کا مطالعہ، گھریلو اخراجات کا حساب کتاب، دوسروں سے لین دین وغیرہ سرفہرست ہیں۔ ظاہر ہے اگر آپ لکھنا پڑھنا اور حساب کتاب کرنا اچھی طرح جانتے ہیں، تو آپ ان تمام معاملات کو جو شعوری عمر کے بعد مرنے تک آپ کو پیش آنا ہیں، اچھی طرح نبھا سکتے ہیں۔ اور اگر آپ علم کی ان بنیادی چیزوں سے واقف نہیں تو آپ نہ صرف یہ کہ اپنے معاملات میں غلطیاں کریں گے بلکہ ہمیشہ دوسروں کے محتاج رہیں گے۔ اس لیے ہر شخص کو لکھنے، پڑھنے اور درست حساب کتاب کے لیے بنیادی علم حاصل کرنا ہوگا۔ خواہ گھر میں رہ کر اسے حاصل کیا جائے یا سکول اور مدرسہ میں جا کر اسے سیکھا جائے۔

اسلام ان بنیادی چیزوں کا علم حاصل کرنے سے ہرگز منع نہیں کرتا، بلکہ دیکھا جائے تو اسلام اس سلسلہ میں حوصلہ افزائی کرتا ہے مثلاً جنگ بدر میں قید ہونے والے کافروں میں سے جو فیدی لکھنا پڑھنا جانتے تھے

اور اپنے تاوان میں نقد رقم نہیں دے سکتے تھے، تو ان کا تاوان یہ مقرر کیا گیا کہ وہ انصار کے بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھائیں۔<sup>(۱)</sup>

اسی طرح احادیث میں آتا ہے کہ شفاء بنت عبد اللہ نامی ایک صحابیہ لکھنا پڑھنا جانتی تھیں اور انہوں نے آنحضرت ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو لکھنا سکھایا تھا جبکہ آنحضرت ﷺ نے اس چیز کو مستحسن سمجھا، چنانچہ حضرت شفاء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

((دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ وَأَنَا عِنْدَ حَفْصَةَ فَقَالَ لِي: أَلَا تَعْلَمِينَ هَذِهِ رُقِيَّةُ النَّمْلَةِ كَمَا عَلَّمْتِيهَا الْكِتَابَةَ))

”میں حضرت حفصہ کے پاس تھی کہ اللہ کے رسول ﷺ وہاں تشریف لائے اور آپ ﷺ نے مجھے فرمایا کہ جس طرح تم نے حفصہ کو لکھنا سکھایا ہے، اسی طرح اسے چھوٹی والاد بھی سکھا دو۔“<sup>(۲)</sup>

### معاشرتی ضرورت سے متعلقہ علوم اور خواتین:

اس میں وہ دنیوی علوم شامل ہیں جن کی ہر معاشرے کو اجتماعی حیثیت سے ضرورت پڑتی ہے مثلاً ہر معاشرے میں بے شمار افراد آئے روز مختلف امراض یا حادثات کا شکار ہوتے رہتے ہیں، ان کے علاج معالجہ کے لیے نہ صرف یہ کہ طبی علوم میں مہارت کی ضرورت ہوتی ہے بلکہ ہسپتالوں اور طبی اداروں کا قیام بھی لازمی ہوتا ہے۔ اسی طرح ایک ملک کو اپنے دشمنوں سے تحفظ کے لیے حربی علوم کی مہارت مہیوب ہوتی ہے تاکہ بوقت ضرورت دشمن کا پورا مقابلہ کیا جاسکے۔ اس طرح کے علوم کے بارے میں سب سے پہلے تو یہ بات یاد رہنی چاہیے کہ ان کی حیثیت فرض کفایہ کی ہے یعنی معاشرے کے کم از کم اتنے افراد کے لیے ان علوم میں مہارت حاصل کرنا ضروری ہے جن سے پورے معاشرے کی یہ ضروریات پوری ہو سکیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس طرح کے علوم کی تمام صورتیں ایسی نہیں کہ جن میں خواتین کی شمولیت و موجودگی ضروری ہو البتہ بعض صورتیں ایسی ضرور ہیں جن میں خواتین کی نمائندگی ضروری ہے مثلاً شعبہ طب کے حوالے سے یہ بات بے خوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ اس میں خواتین کی شمولیت از حد ضروری ہے کیونکہ بیماریوں کا تعلق صرف مردوں کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ عورتیں بھی بیمار ہوتی ہیں۔ بلکہ یہ کہا جائے کہ

(۱) [مسند احمد (ج ۴ ص ۴۷ - حدیث ۲۲۱۶) علامہ احمد شاکر نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے]

(۲) [ابوداؤد: کتاب الطب: باب ماجاء فی الرقی (ج ۳۸۸۳) السلسلۃ الصحیحۃ (ج ۱۷۸) حاکم (ج ۴ ص ۵۶)]

عورتوں میں امراض کی شرح مردوں سے زیادہ ہے تو اس میں کچھ مبالغہ نہیں۔ پھر عورتوں کے مخصوص امراض کے حوالے سے بھی بڑی ضرورت ہے کہ خواتین ڈاکٹر ہی ان کے مسائل حل کریں۔ مگر ہمارے ہاں ان چیزوں پر بہت زیادہ توجہ نہیں دی جاتی۔ عورتیں بھی مردوں کے ساتھ طبی تعلیم تو حاصل کر لیتی ہیں مگر بعد میں مخلوط ہسپتالوں میں کام کرنا یا تو خود ہی پسند نہیں کرتیں یا شادی کے بعد ان کے لیے یہ ممکن نہیں رہتا یا شہر سے باہر دور کہیں نوکری ملنے کی وجہ سے وہاں جانا مناسب نہیں سمجھا جاتا۔ بہت کم خواتین ایسی ہیں جو تا عمر اس شعبہ سے منسلک رہتی ہیں۔ گویا طب کی تعلیم حاصل کرنے کے باوجود اجتماعی طور پر کچھ زیادہ فائدہ نہیں ہو رہا۔

خلاصہ یہ ہے کہ ایسے معاشرتی علوم میں خواتین کی نمائندگی ضروری ہے اور اس سے کوئی صاحب بصیرت انکار نہیں کر سکتا۔ لیکن اصل سوال یہ ہے کہ خواتین کی شمولیت کا طریق کار کیا ہو؟ کیا مردوں کے شانہ بشانہ خواتین بھی یہ علم حاصل کریں؟ کیا وہ بھی مرد ڈاکٹروں کے ساتھ مل کر آپریشن رومز میں کام کریں؟ اور مردوں کی بیمار پرسی، تیمارداری کے لیے بھی نرسوں کا کردار ادا کریں؟ دینی و اخلاقی نقطہ نظر سے اس صورت حال کو قبول نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ اس میں ایسی تبدیلی کی ضرورت ہے جس سے اختلاط مردوزن کا سدباب ہو۔

### اضافی نوعیت کے علوم اور خواتین:

اس سے مراد وہ مخصوص علوم ہیں جن کا حاصل کرنا ایک مرد کے لیے تو مفید ہے مگر عورت کے لیے اس میں کچھ فائدہ نہیں۔ اس میں جدید سائنس اور ٹیکنالوجی وغیرہ سے متعلقہ وہ علوم شامل ہیں جن میں عام طور پر عورتوں کا ذہن زیادہ کام ہی نہیں کرتا، اس لیے کہ عورت کی ذہنی صلاحیت اللہ تعالیٰ نے مردوں سے کم رکھی ہے۔ علاوہ ازیں اگر کوئی ذہین عورت ان علوم میں مہارت حاصل کر بھی لے تو شادی کے بعد ازدواجی و خانگی ذمہ داریوں کی وجہ سے اس کے لیے یہ ممکن نہیں رہتا کہ اپنی اس مہارت سے وہ قوم کے لیے یا خود اپنے لیے کوئی فائدہ اٹھا سکے۔ ظاہر ہے اس طرح کے علوم میں وقت اور پیسہ ضائع کرنے کی بجائے خواتین کو اپنی نسوانی ذمہ داریوں سے متعلقہ نوعیت کے علوم کی طرف توجہ دینی چاہیے۔ اور اگر کوئی ایسا علم یا ہنر سیکھ لیا جائے جس سے شادی کے بعد شوہر کا ہاتھ بٹانا ممکن ہو تو یہ زیادہ کارآمد ثابت ہوگا۔

## خواتین کے لیے تعلیمی ماحول کیسا ہو؟

یہ بات بڑی اہم ہے کہ خواتین کا تعلیمی ماحول کیسا ہو؟ کیا لڑکے اور لڑکیاں اکٹھے (مخلوط) تعلیم حاصل کریں یا الگ الگ؟ مغربی تہذیب تو مردوزن کو ہر میدان میں شانہ بشانہ کھڑے دیکھنا چاہتی ہے، اس لیے وہاں ہر میدان عمل مخلوط ہے۔ تعلیمی نظام بھی مخلوط بنیادوں پر قائم ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اکثر لڑکیاں دورانِ تعلیم ہی زنا کاری کی وجہ سے حاملہ ہو جاتی ہیں۔ ظاہر ہے دو پرکشش صنفوں کو عین جوانی میں آزادانہ اختلاط کا موقع دے دیا جائے تو اس کا نتیجہ بدکاری کے سوا اور کیا نکلے گا؟!

بد قسمتی کی بات ہے کہ مغربی تہذیب سے متاثر و مرعوب ہمارے حکمران طبقہ نے بھی مسلم ممالک میں اختلاط مردوزن کو فروغ دینے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔ نظامِ تعلیم کو بھی اسی صورتحال کا سامنا ہے۔ نوجوان لڑکے لڑکیاں ایک ہی چھت تلے تعلیم پاتے ہیں۔ اکٹھے مل کر ٹوٹس بناتے اور مقالے لکھتے ہیں اور بالآخر انہی نتائج تک پہنچتے ہیں جو اختلاط مردوزن کا لازمہ ہیں۔

اسلامی نقطہ نظر سے اس بات کی ہرگز اجازت نہیں دی جاسکتی کہ لڑکے اور لڑکیاں اکٹھے بیٹھ کر تعلیم حاصل کریں۔ اس لیے ضروری ہے کہ لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیم کا جداگانہ بندوبست کیا جائے۔ علیحدہ علیحدہ ادارے بنائے جائیں یا متعلقہ شعبے الگ الگ کر دیئے جائیں اور اختلاط کو اتنا کم کیا جائے کہ وہ نہ ہونے کے برابر رہ جائے اور جہاں کہیں مرد اساتذہ سے لڑکیوں کو تعلیم دلوانا بالفرض ضروری بھی ہو تو کوشش کی جائے کہ ستر و حجاب کے خصوصی اہتمام کے ساتھ اس ضرورت کو پورا کیا جائے۔

اس سلسلہ میں دینی مدارس کی مثال بھی سامنے رکھی جاسکتی ہے۔ دینی مدارس کے منتظمین و مسائل کے کم ہونے کے باوجود لڑکوں کے لیے الگ اور لڑکیوں کے لیے الگ اورے بناتے ہیں۔ لڑکیوں کے مدارس میں پڑھانے والیاں بھی خواتین اساتذہ ہوتی ہیں جو انتہائی دقیق مباحث پر بھی مہارت رکھتی ہیں۔ بہت کم مدارس ایسے ہیں جہاں کوئی خاص مضمون مرد پڑھاتا ہے اور یہ بھی پردے کے اہتمام اور دیگر تحفظات کے ساتھ ہوتا ہے۔

## خواتین کے لیے نصابِ تعلیم کیا ہونا چاہیے؟

یہ بھی نہایت اہم مسئلہ ہے اس لیے کہ تعلیم برائے ملازمت کی بجائے تعلیم برائے ضرورت کا مقصد پیش نظر ہونا چاہیے۔ ایک لڑکی مہنگے اخراجات پر انجینئرنگ، کمپوٹر یا کوئی اور فنی نوعیت کی تعلیم

تو حاصل کر لے مگر شادی کے بعد وہ ان شعبوں سے ساری زندگی عملاً لاتعلق ہی رہے تو ایسی تعلیم کا کیا فائدہ؟ اس لیے خواتین کا نصابِ تعلیم ایسا ہونا چاہیے جس سے انہیں شادی کے بعد بھی ساری زندگی فائدہ ہوتا رہے اور وہ ان کے گھر گریہستی سے خاص تعلق بھی رکھتا ہو۔ اس کے لیے کون سا نصاب تجویز کیا جاسکتا ہے؟ اس کا جواب ایک عالمہ خاتون پروفیسر ثریا بتول علوی صاحبہ سے سنیے، وہ فرماتی ہیں:

”عورت کی تعلیم ایسی ہونی چاہیے جو اس کو صالح بیٹی، وفا شعار بہن فرمانبردار بیوی اور باکردار و ہمدرد ماں بنا سکے۔ ابتدائی تعلیم بہت ہی اہمیت کی حامل ہے۔ ابتدائی پانچ سالوں میں ایک لڑکے اور ایک لڑکی کی ابتدائی تعلیم اسلامی نقطہ نظر سے یکساں ہونی چاہیے، یعنی ہر مسلم بچے کو یہ سبق دینا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کائنات کا خالق و مالک ہے، اس نے اپنی تمام مخلوق کے رزق کا ذمہ لے رکھا ہے اور ہم سب اس کے بندے ہیں، ہمیں اسی کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا لازم ہے۔ پھر ہر مسلمان بچے کے دل میں عقیدہ توحید، عقیدہ رسالت، عقیدہ آخرت اور قرآن و سنت کی اہمیت راسخ کی جائے۔ کفر و شرک اور دہریت یا سیکولرزم کے باطل ہونے کا نقش ان کے دل میں بٹھایا جائے۔ پھر ان کو نیکی اور بھلائی کے کاموں کی پہچان کروائی جائے۔ سچائی، صفائی، وقت کی پابندی، محبت، ہمدردی اور ایثار کا سبق دیا جائے۔ افرادِ خانہ کے ساتھ مروت سے پیش آنے کا عملی درس والدین اپنے روزمرہ معمولات سے ان کو مہیا کریں پھر طہارت و پاکیزگی کے احکام، وضو کا طریقہ، نماز اور روزے کی ادائیگی، حلال و حرام کے ابتدائی حدود، والدین، رشتہ دار اور ہمسایوں کے حقوق، شائستگی لباس کے انداز اور معاشرتی زندگی کی پسندیدہ عادات و اطوار ان کو اس طرح ذہن نشین کروائے جائیں کہ وہ اس ابتدائی تعلیم و تدریس کی بنا پر ستھری اور پاکیزہ اسلامی زندگی بسر کر سکیں۔

اس ابتدائی تعلیم کی بیشتر بنیاد گھر میں ہی رکھی جاتی ہے کہ ماں کی گودِ معصوم بچے کا اولین مدرسہ ہے، وہی بچے گھر کی عملی مثالوں سے بچے کو کفر و شرک، گمراہ کن عقائد اور فضول رسوم و رواج سے بچانے میں سبیدی کردار ادا کرتی ہے۔

بعد ازاں طالبات کے لیے ثانوی تعلیم اس طرح کی ہونی چاہیے جس میں عربی زبان کی تدریس لازمی ہوتا کہ قرآن پاک کا ترجمہ و تفسیر سمجھنا ان کے لیے ممکن ہو سکے۔ وہ اپنے پیارے نبی کی احادیث کو پڑھ سکیں تاکہ اس سے ان کے عقائد اور اخلاق میں نکھار پیدا ہو۔ انہیں صالحین کے کردار سے آشنائی ہو۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور رسولوں کی عدم اطاعت کے نقصانات سے وہ واقف ہو سکیں۔ حیا کے زیور



سے آراستہ ہو سکیں۔ عفت و پاکدامنی اور ستر و حجاب کے حدود سے ان کو آگاہ کیا جائے۔ کم از کم وہ دین کے بنیادی مسائل اس حد تک سیکھ لیں کہ صحیح اسلامی زندگی گزار سکیں، پھر ان کو انبیاء کرام کی تاریخ پڑھائی جائے، اپنے اسلاف کی تاریخ سے آگاہی دی جائے۔ عہد نبویؐ اور خلفائے راشدینؓ کی تاریخ سے واقفیت ہوتا کہ بچے کے دل پر یہ نقش گہرا، پختہ اور مضبوط ہو جائے کہ صرف نیک اور صالح لوگ ہی دنیا میں تعمیر اور ترقی کا کام انجام دے سکتے ہیں اور بنی نوع انسان کی خدمت کر سکتے ہیں جبکہ ظالم اور جابر لوگ تو ہمیشہ دنیا میں فساد اور تباہی کا باعث ہی بنتے رہتے ہیں۔ یہ بات بھی ان کے ذہنوں میں راسخ کر دی جائے کہ صرف اسلام ہی ان کی فلاح کا ضامن ہے۔

نصاب تعلیم: خواتین کے لیے ایسی تعلیم لازمی ہے جو بچوں کی پرورش، تربیت اور سیرت سازی میں معاون ثابت ہو سکے۔ لہذا اس کو وہ امور ضرور سیکھنے چاہئیں جو ساری عمر گھر میں انجام دینے میں مثلاً:

۱۔ خانہ داری: میسر و مسائل میں غذا ایت سے بھر پور کھانا تیار کرنا۔

۲۔ گھر کی ضرورت کے مطابق سلائی کٹنائی اور بیکاری چیزوں کو کارآمد بنانا، پھٹے کپڑوں کو پیوند لگا کر دوبارہ قابل استعمال بنانا۔

۳۔ موسم کے مطابق ستر کی حدود کو ملحوظ رکھتے ہوئے لباس تیار کرنا، پھر لباس پہننے کا سلیقہ بھی ہوتا کہ صفائی ستھرائی سے کم قیمت لباس کو بھی دیدہ زیب بنا سکے۔

۴۔ گھر کی صفائی ستھرائی اور آرائش میں سلیقہ اور ترتیب کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ کم قیمت مگر سلیقہ سے رکھا ہو اسامان بیش قیمت، مگر بے ترتیبی سے رکھے گئے سامان کے مقابلے میں زیادہ دیدہ زیب اور خوبصورت معلوم ہوتا ہے جبکہ عورت کا بے سلیقہ اور پھوہڑ ہونا پورے گھر کو منتشر اور خراب کر دیتا ہے۔

۵۔ گھر کا بجٹ تیار کرنا: اپنی چادر کے مطابق پاؤں پھیلا نا تا کہ کسی سے ادھار مانگنے کی نوبت پیش نہ آئے۔ ضروری اور اہم چیزوں کو ترجیح دینا، تعیش اور سجاوٹ کی اشیاء کو نظر انداز کرنا ضروری ہے۔

۶۔ گھر کا اس طرح بندوبست کرنا کہ ہر ایک کے لیے گھر میں سکون و اطمینان میسر ہو، ہر ایک کی ضرورت و ترجیحات کو سامنے رکھ کر ان کو آرام مہیا کیا جائے۔ بیماری کی تیمارداری ہو، بچوں کو پڑھانے کا بندوبست ہو، افراد خانہ باہم پیار و محبت اور حسن سلوک سے پیش آئیں کہ قرآن پاک نے گھر کی اہم صفت اس کا سکون و اطمینان ہونا ہی بتائی ہے لہذا عزیز رشتہ داروں اور ہمسایوں سے خوشگوار تعلقات قائم رکھنے کا سلیقہ بھی عورت کو سکھایا جانا چاہیے۔

۱۔ ابتدائی طبی امداد یا فرسٹ ایڈ اور مریضوں کی تیمارداری وغیرہ

۸۔ بجلی کی گھریلو استعمال کی اشیا کو ٹھیک کرنے کے لیے ابتدائی واقفیت بھی ضروری ہے۔

۹۔ عورتوں کو فوجی ٹریننگ بھی اتنی ضروری جانی چاہیے کہ وہ اپنا دفاع اور تحفظ کر سکیں۔

اعلیٰ تعلیم: مندرجہ بالا تعلیم کے علاوہ جو خواتین مزید تعلیم حاصل کرنا چاہیں ان کے لیے تدریس اور طب

کے شعبے موجود ہیں، وہ علم و ادب کے میدان میں آگے بڑھ سکتی ہیں، نرسنگ اور ہوم اکنامکس کے کورس

کر سکتی ہیں۔ ایسے کام جو گھریلو حدود کے اندر انجام دیے جاسکتے ہوں، ان کا عورت کو علم ہونا چاہیے۔

ان نصابات میں عورت کی نفسیات، شخصیت اور فطری فرائض کو پیش نظر رکھنا بڑا ضروری ہے مثلاً یہ کہ:

۱۔ خواتین کا منصب اور ان کے حقوق و فرائض

۲۔ دائرہ زوجیت اور فریضہ مادریت کے بارے میں اسلامی حکمت عملی

۳۔ ترقی نسواں اور مساوات مرد و زن کے نظریہ کا تنقیدی جائزہ

۴۔ عہد نبویؐ سے لے کر دورِ حاضر تک خواتین کی دینی، علمی، ادبی، ملی، رفاہی اور تعلیمی سرگرمیاں۔

۵۔ پردے کے موضوع پر عقلی تجربات اور مشاہدے کی روشنی میں دینی احکام کی حکمت اور مصلحت۔

۶۔ مذاہب عالم اور اسلامی علوم کا تقابلی مطالعہ اور اسلام کی فوقیت و برتری۔

غرض قرآن و سنت کا گہرا شعور دینا اور نبی پاکؐ کی سیرت طیبہ کو زندگی کا محور و مرکز بنا دینا لازمی ہے۔

ایسے ہی خواتین کے مسائل اور موضوعات پر ان کو مہارت ہونی چاہیے۔

ملازمت: پھر جو خواتین اپنے دائرہ کار کے اندر مناسب ملازمت کرنا چاہیں، لازمی ہے کہ وہ پردہ اور

حجاب کی شرط کو ملحوظ رکھیں۔ سادگی اور وقار سے اپنے بیرون خانہ فرائض انجام دیں مگر یہ بات یاد رکھنے

کی ہے کہ عورت کا بہر حال دائرہ کار اس کا گھر، اس کا شوہر، بچے اور دیگر افراد خانہ ہیں۔ گھر کے

نقصانات کی قیمت پر بیرون خانہ ملازمت اسلام کے طے شدہ پروگرام کے خلاف ہے۔ علاوہ ازیں

اس کی عفت و عصمت محفوظ و مامون رہے۔ اگر کبھی حیا و عفت پر کوئی گندی چھینٹ پڑ گئی تو یہ بہت

بڑا نقصان ہوگا۔<sup>(۱)</sup>



(۱) "خواتین کی تعلیم و تربیت" بحوالہ: ماہنامہ محدث (ج ۳۶ شماره ۱۱ ص ۱۳۹ تا ۱۴۳) لاہور۔ مضمون

نگار: محترمہ ثریا بیٹول علوی |

## عورت..... اور اسلامی عقائد

اسلامی تعلیمات کا ایک حصہ ایسا ہے جس پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص جنت میں نہیں جاسکتا۔ اسے عقائد یا ایمانیات کہا جاتا ہے۔ اسلام اپنے ماننے والوں سے سب سے پہلے انہی عقائد کی درستگی کا تقاضا کرتا ہے۔ اس تقاضے میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی شامل ہیں۔ اسلام کے ابتدائی دور کی خواتین کے عقائد بہت اچھے تھے لیکن ان کے برعکس آج کی خواتین کے عقائد کی اصلاح کی بہت اشد ضرورت ہے۔ مرد حضرات کو تو اہل علم کے پاس بیٹھنے، مساجد میں نماز جمعہ وغیرہ کے لیے شریک ہونے اور مختلف دینی پروگراموں میں دین کی باتیں سننے کا موقع ملتا رہتا ہے، اس لیے انہیں اپنی اصلاح کا زیادہ وقت ملتا ہے بشرطیکہ کوئی اپنی اصلاح کرنا چاہتا ہو لیکن مردوں کے برعکس عورتوں کو دینی باتیں سننے کا اتنا موقع نہیں ملتا۔ شرح تعلیم کم ہونے کی وجہ سے ان میں دینی لٹریچر کا براہ راست مطالعہ کرنے کی صلاحیت بھی کم ہوتی ہے۔ پھر ہمارے خطے میں پھیلتی ہوئی جہالت اور کفر و شرک پر مبنی ماحول بھی عورتوں کے عقائد میں بگاڑ کا بڑا ذریعہ ہے۔ علاوہ ازیں خود عورتوں کی غفلت و لاپرواہی نے شیطان کو یہ موقع فراہم کر رکھا ہے کہ وہ انسانیت کے ایک بڑے حصہ کو گمراہ کرتا رہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے عورتوں کے بارے میں کہا تھا کہ مجھے جہنم کا مشاہدہ کروایا گیا تو میں نے دیکھا کہ جہنم میں زیادہ تعداد عورتوں کی ہے۔<sup>(۱)</sup>

اس پس منظر میں اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ عورتوں کے لیے دینی تعلیمات کو فروغ دینے کا خاص اہتمام کیا جائے۔ گھر کا سربراہ خود اپنے اہل خانہ کو دین کی بنیادی باتوں کی تعلیم دے۔ قرآن مجید کا ترجمہ اور احادیث پر مشتمل دینی کتابیں پڑھائے۔ محلے کی سطح پر خواتین کی دینی تعمیر کے لیے مدارس کا اہتمام کیا جائے۔ پھر خود خواتین کو چاہیے کہ وہ دینی لٹریچر کا مطالعہ کریں۔ اب تو کمپیوٹر کے ذریعے یہ سہولت بھی موجود ہے کہ آپ گھر بیٹھے دنیا بھر کے جدید علمائے کرام سے دینی مسائل پوچھ سکتی ہیں۔ ایسی ویب سائٹس موجود ہیں جن کے ذریعے آپ ناظرہ قرآن، ترجمہ قرآن اور دیگر دینی تعلیمات و معلومات حاصل کر سکتی ہیں۔

(۱) [بخاری، کتاب الحيض، باب ترك الحائض الصوم (۴۰۴) مسلم، کتاب الايمان، باب بيان نقصان الايمان (۱۳۲)]

یہ تمہید اس لیے قائم کی گئی ہے کہ خود خواتین میں دینی تعلیم کے حصول کا جذبہ بیدار کیا جائے۔ ظاہر ہے اس ایک کتاب میں تو سارا دین سمویا نہیں جاسکتا، اس لیے کتب تفاسیر اور کتب احادیث وغیرہ کی ضرورت پھر بھی باقی رہے گی۔ البتہ اس سلسلہ میں ہم کوشش کریں گے کہ دین کی اہم معلومات کو مستند حوالہ جات کے ساتھ بالاختصار یہاں پیش کر دیں۔ ساتھ یہ دعا بھی کریں گے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

(۱)..... اللہ تعالیٰ پر پختہ ایمان:

ایک مسلمان خاتون کا یہ عقیدہ ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہی اس ساری کائنات کے خالق، مالک اور رازق ہیں۔ اللہ ہی نے ہمیں پیدا کیا ہے، اسی کے ہاتھ میں ہماری زندگی اور موت ہے، اسی کے حکم سے ہمیں رزق ملتا ہے، اسی کے فیصلے سے ہم بیمار ہوتے اور اسی کی مرضی سے ہمیں شفا ملتی ہے۔ اس کائنات کا سارا نظام اس کے کنٹرول میں ہے۔ وہ جسے چاہے اولاد سے نواز دے اور جسے چاہے بانجھ بنا دے۔ جسے چاہے خوشحال بنا دے اور جسے چاہے تنگدستی میں مبتلا کر دے۔ وہ ہمارا خالق و مالک ہے۔ ہم اس کے بندے اور غلام ہیں۔ اس کا حکم ماننا، اس کی عبادت کرنا اور اس کے دربار میں سجدہ ریز ہونا ہم پر لازم ہے۔ اس کو پکارنا، اس سے دعا مانگنا، اور اسی سے مدد چاہنا بھی ہم پر فرض ہے۔ ہم اس کا حکم مانیں گے تو وہ ہم سے خوش ہوگا، ہم اس سے مدد مانگیں گے تو وہ غیب سے ہماری مدد فرمائے گا۔ ہم اسے چھوڑ کر کسی اور کے آگے جھکیں گے تو وہ ہم سے ناراض ہوگا۔ ہم اس کے احکام سے روگردانی کریں گے تو وہ ہم پر غضبناک ہوگا۔ ہم اس کی نافرمانی کریں گے تو وہ ہمیں عذاب سے دوچار کرے گا۔ اسے ناراض کرنے میں ہماری دنیا و آخرت کا نقصان ہے اور اسے راضی کر لینے میں ہماری دنیا اور آخرت سنور جائے گی۔

زبانی کلامی حد تک شاید ہم سب ان باتوں کا اقرار کرتے ہوں لیکن پتہ تو تب چلتا ہے جب عملی زندگی میں بھی ہم ان باتوں پر کاربند ہو کر دکھائیں۔ اس سلسلہ میں انبیاء و رسل وہ واحد جماعت ہے جن کی قولی و عملی زندگی ہمارے لیے ایمان باللہ کی کامل مثال ہے۔ اس کے بعد وہ خواتین جنت ہیں جنہیں انبیاء کی بیویاں ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ اس کے بعد وہ خواتین ہیں جنہیں صحابیات، تابعات اور مومنات صادقات کا درجہ ملا۔ آئندہ سطور میں ہم خواتین کے ایمان باللہ کے چند نمونے پیش کرتے ہیں تاکہ ہمیں معلوم ہو سکے کہ ایمان باللہ کی حقیقت کیا ہے؟

## حضرت ہاجرہ کا ایمان:

حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر سے کون ہے جو ناواقف ہو؟ آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم ملا کہ اپنی بیوی حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور اپنے دودھ پیتے بیٹے حضرت اسماعیل علیہما السلام کو لے کر وادی مکہ میں چھوڑ آؤ۔ یہ اس دور کی بات ہے جب مکہ مکرمہ ایک صحرا یا جنگل کا نام تھا، جہاں کوئی انسان نہیں بستھا تھا، رہنے کو کوئی مکان موجود نہیں تھا۔ جنگلی درندوں، آسمانی آفتوں اور زمینی مصیبتوں سے تحفظ کا کوئی ظاہری ذریعہ موجود نہیں تھا۔ ان حالات میں جب اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو یہ حکم دیا کہ اپنی اہلیہ اور بچے کو اس صحرا میں چھوڑ آؤ تو انہوں نے فوراً حکم کی تعمیل کی۔ کچھ کھجوریں اور پانی کا ایک مشکیزہ ساتھ لیا اور بیوی بچے کو اس صحرا میں لے آئے۔ بچہ تو چھوٹا تھا بول کر پوچھ نہیں سکتا تھا کہ بابا جان! اتنی گرمی میں اپنے گھر کو چھوڑ کر آپ ہمیں کہاں لے جا رہے ہیں؟ جبکہ بیوی نیک اور وفادار تھی اور اپنے شوہر پر پورا اعتماد رکھتی تھی، اس لیے وہ بھی نہ بولی بلکہ شوہر کا حکم سنتے ہی سر تسلیم خم کر دیا۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی اور بچے کو لے کر اس جگہ پہنچ گئے جہاں اللہ نے اپنا گھر آباد کروانا تھا تو انہوں نے کھجوریں اور پانی کا مشکیزہ وہاں رکھا اور بیوی بچے کو سلام کہہ کر واپس بیت المقدس کی طرف چل دیئے۔ اس بے آب و گیان جنگل میں ایک اکیلی خاتون اور جس کے پاس ایک چھوٹا سا بچہ بھی ہو، ظاہر ہے وہ پریشان تو ضرور ہوگی۔ چنانچہ حضرت ہاجرہ نے اپنی اس فطری پریشانی کے سبب شوہر کو پیچھے سے آواز دی:

”اے میرے سرتاج ابراہیم! آپ ہمیں تنہا چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں؟“

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کوئی جواب نہ دیا۔ حضرت ہاجرہ بھی بچہ اٹھائے پیچھے پیچھے چلنا شروع ہو گئیں اور پھر پوچھنے لگیں کہ آپ ہمیں بے سہارا چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں؟ یہاں نہ کوئی انسان ہے، نہ مکان، نہ کھانے کو کچھ ہے، نہ پینے کو..... لیکن جب کوئی جواب نہ ملا تو نبی کی بیوی ہونے کا شرف رکھنے والی یہ ایماندار خاتون سمجھ گئی کہ یہ ابراہیم کا فیصلہ نہیں بلکہ اس کے رب کا فیصلہ ہے، چنانچہ اب کی بار انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا:

((اللَّهُ أَمَرَكَ بِهَذَا؟ قَالَ نَعَمْ أَفَأَلْتِ إِذْنُ لَا يُضَيِّعُنَا ثُمَّ رَجَعَتْ))

”کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا کرنے کا حکم دیا ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا ہاں! تو حضرت ہاجرہ نے فرمایا کہ پھر اللہ تعالیٰ ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔ یہ کہہ کر حضرت ہاجرہ پیچھے واپس آگئیں۔“ (۱)

یہ ہے ایک خاتونِ مسلم کا اللہ پر ایمان!

آپ سوچیے اگر حضرت ہاجرہ کو اللہ پر کامل ایمان نہ ہوتا، اللہ کی مدد پر بھروسہ نہ ہوتا، اللہ پر توکل کرنے کا جذبہ نہ ہوتا تو کیا وہ اپنے شوہر کو اس طرح واپس جانے دیتیں؟ آپ یہ بھی سوچیے کہ اگر آپ میں سے کوئی اس جگہ ہوتی، ساتھ دودھ پیتا بچہ بھی ہوتا اور آپ کا خاوند جنگل، بیابان یا بے آب و گیاہ صحرا میں آپ کو چھوڑنا چاہتا تو آپ کا کیا رویہ ہوتا؟ اس سوال کا جواب صرف اپنے دل سے پوچھ لیجیے اور اس کے ساتھ اپنے ایمان کا حضرت ہاجرہ کے ایمان سے مقابلہ بھی کر لیجیے.....!

حضرت ہاجرہ کے ایمان کی برکت ہے کہ جس جنگل میں وہ آباد ہوئیں آج وہاں بیت اللہ موجود ہے اور لوگ اس جگہ کی زیارت کو ترستے ہیں.....!

### حضرت خدیجہ کا اللہ پر ایمان:

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا مکہ کے ایک معزز تاجر خویلد بن اسد کی بیٹی تھی۔ آپ کا خاندان عفت و عصمت اور شریفانہ اخلاق و اطوار میں معروف تھا۔ یہی وجہ ہے کہ خود حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو طاہرہ اور سیدہ کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ آپ کی شادی عتیق بن عائد مخزومی سے ہوئی۔ ان سے ایک بچی بھی ہوئی مگر خاوند جلد وفات پا گئے۔ پھر آپ کی دوسری شادی ہالۃ بن زرارہ تمیمی سے ہوئی اور ان سے ایک لڑکا پیدا ہوا مگر وہ شوہر بھی وفات پا گئے۔ پھر بعد میں آپ کی شادی آنحضرت ﷺ سے ہوئی۔ آپ کو اللہ کے رسول ﷺ کی پہلی زوجہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اور اتفاق کی بات ہے کہ جب تک آپ زندہ رہیں، حضور نے کوئی دوسری شادی نہیں کی۔ حضور سے شادی کے بعد آپ سے دو صاحبزادے قاسم رضی اللہ عنہ اور عبداللہ رضی اللہ عنہ، اور چار صاحبزادیاں یعنی حضرت زینب رضی اللہ عنہا، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا، حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔

آنحضرت ﷺ نبوت سے کچھ عرصہ پہلے غار حرا میں جا کر خلوت میں اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے۔ اسی

(۱) [صحیح بخاری: کتاب احادیث الانبیاء: باب یزوفون..... (ح ۳۳۶۴)]

غار حرا میں وہ مبارک دن طلوع ہوا جب جبریل علیہ السلام وحی لے کر آپ کے پاس پہنچے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ آپ نے ایک نورانی مخلوق کو اپنے پاس آتے اور آ کر گفتگو کرتے دیکھا۔ آپ کے لیے یہ بڑا نوکھا واقعہ تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس واقعہ کی روایت میں فرماتی ہیں کہ

((فرجع بہا رسول اللہ ﷺ یرجف فوادہ فدخل علیٰ خدیجۃ بنت خویلد فقال: زملونی زملونی فذملوہ حتی ذهب عنہ الروع فقال لخدیجۃ واخبرہا الخبر لقد خشیت علیٰ نفسی فقالت خدیجۃ کلا واللہ ما یحزیک اللہ ابدانک لتصل الرحم وتحمل کلک وتکسب المعدوم وتقری الضیف وتعین علیٰ نوائب الحق))

”آنحضرت ﷺ (پہلی وحی کی) آیتیں حضرت جبریل علیہ السلام سے سن کر اس حال میں غار حرا سے واپس تشریف لائے کہ آپ ﷺ کا دل اس انوکھے واقعہ سے کانپ رہا تھا۔ آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور فرمایا کہ مجھے کبیل اوڑھا دو، مجھے کبیل اوڑھا دو۔ اہل خانہ نے کبیل اوڑھا دیا۔ جب آپ کی گھبراہٹ دور ہوئی تو آپ نے اپنی بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو تفصیل کے ساتھ اپنا یہ (فرشتے کے آنے کا) واقعہ سنایا اور فرمانے لگے کہ مجھے اب اپنی جان کا خوف لاحق ہو گیا ہے۔ آپ کی بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو حوصلہ دیا اور کہا کہ آپ کا یہ خیال صحیح نہیں۔ اللہ کی قسم! اللہ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا۔ آپ تو کنبہ پرور ہیں، بے کسوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں، مشکل وقت میں حق بات پر ڈٹ جاتے ہیں۔“<sup>(۱)</sup>

اس سے بڑھ کر ایمان باللہ اور توکل علی اللہ کی مثال اور کیا ہوگی کہ سید الاولیاء والاخرین کو ان کی بیوی اللہ پر توکل کرنے اور اللہ سے بہتری کی امید رکھنے کی تلقین کر رہی ہے۔ اللہ پر پختہ ایمان رکھنے والی خاتون کا یہی رویہ ہوتا ہے کہ مشکل وقت میں وہ اللہ پر خود بھی بھروسہ کرتی ہے اور دوسروں کو بھی اللہ ہی سے خیر کی آس لگانے کی نصیحت کرتی ہے۔ خیر القرون میں ہمیں ایسی عورتیں بھی دکھائی دیتی ہیں جنہوں نے اللہ پر ایمان لانے کی وجہ سے بے شمار مصائب کا سامنا کیا۔ گھربار، خاوند، اولاد وغیرہ کو چھوڑنا پڑا تو چھوڑ دیا مگر اپنے ایمان کو نہ چھوڑا۔ ایمان کی خاطر سب سے پہلے جان دے کر شہادت کا درجہ پانے والی بھی ایک خاتون (حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا) تھیں۔ انہیں مکہ مکرمہ میں ابو جہل نے نیزہ مار کر شہید کر دیا تھا۔

(۱) [صحیح بخاری: کتاب بدء الوحی: باب ۲ حدیث (۳)]

## عمر بن عبدالعزیزؓ کی والدہ اور خوفِ خدا:

حضرت عبداللہ بن زید بن اسلمؓ اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے دادا اسلمؓ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔ آپ بھیس بدل کر مدینہ کی گلیوں میں گشت کر رہے تھے۔ جب آپ تھک گئے تو ایک مکان کی دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ آدھی رات کا وقت ہو چکا تھا۔ جس دیوار کے ساتھ آپ ٹیک لگائے بیٹھے تھے، اس گھر سے باتوں کی آواز آرہی تھی۔ گھر میں ایک عورت اپنی بیٹی سے کہہ رہی تھی:

بیٹی! اٹھو اور دودھ میں جا کر پانی ملا دو۔ دودھ زیادہ ہو جائے گا اور اس طرح ہم زیادہ پیسے کمائیں گے۔  
بیٹی نے کہا: اماں جان! آپ کو علم نہیں کہ خلیفہ نے کتنی سختی کر رکھی ہے؟  
ماں نے کہا: کیا سختی کر رکھی ہے؟

بیٹی نے کہا: خلیفہ نے یہ اعلان کر رکھا ہے کہ دودھ میں پانی ملا کر فروخت نہ کیا جائے ورنہ سخت سزا دی جائے گی۔

ماں نے کہا: بیٹی! اس وقت عمر خلیفہ تمہیں نہیں دیکھ رہا۔ لہذا تم دودھ میں پانی ملا دو خلیفہ کو کچھ خبر نہیں ہوگی۔  
بیٹی نے کہا: اماں جان! اگر عمر خلیفہ مجھے نہیں دیکھ رہا تو کیا ہوا، آسمان والا تو مجھے دیکھ رہا ہے۔ میں آپ کی بات مان کر آسمان والے کی مخالفت نہیں کر سکتی.....!

حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ ساری گفتگو سن رہے تھے۔ دوسرے دن انہوں نے حضرت اسلمؓ سے فرمایا کہ اسی گھر جاؤ اور معلوم کرو یہ کون لوگ ہیں؟ ان کا کوئی سربراہ ہے یا نہیں؟ اور وہ بچی شادی شدہ ہے یا نہیں؟ حضرت اسلمؓ فرماتے ہیں کہ میں اس گھر جا پہنچا۔ پتہ چلا کہ یہ لڑکی غیر شادی شدہ ہے اور دودھ میں پانی ملانے کا کہنے والی اس کی ماں تھی۔ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو واپس آ کر یہ صورت حال بتادی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس نیک لڑکی کے کردار سے بہت متاثر ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنے بیٹوں کو جمع کیا اور کہا:

ایک بہت اچھا رشتہ ہے لیکن مجھے تو اب شادی کی خواہش نہیں، تم بتاؤ تم میں سے کون شادی کا خواہش مند ہے؟ ان کے بیٹے عبداللہ اور عبدالرحمن نے کہا کہ ہم بھی شادی شدہ ہیں۔ البتہ ان کے ایک بیٹے عاصم شادی شدہ نہیں تھے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس لڑکی کا رشتہ اپنے بیٹے عاصم کے لیے لے لیا۔ عاصم سے شادی کے بعد اس لڑکی سے ایک بیٹا پیدا ہوا جسے تاریخ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے نام سے جانتی ہے۔<sup>(۱)</sup>

(۱) احکام النساء از ابن جوزی (ص ۴۴۱، ۴۴۲)



یہ ہے اللہ کی اطاعت کی عمدہ مثال کہ اگر خلیفہ نہیں دیکھ رہا تو کیا ہوا، اللہ تو دیکھ رہا ہے! گویا حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کی والدہ نے مسلمان خواتین کو بتا دیا کہ دنیوی مفادات کی خاطر اللہ کو ناراض نہ کیا جائے۔ اور ہمیشہ یہ یاد رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ہر قول و فعل کو دیکھ رہا ہے اور وہ روزِ آخرت ہم سے ہر چیز کا حساب لے گا۔

## (۲)..... اللہ کے رسولؐ پر ایمان:

ایک مسلمان خاتون کا یہ عقیدہ ہونا چاہیے کہ قرآن مجید اور صحیح احادیث میں جن نبیوں اور رسولوں کا تذکرہ ہے، وہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی بنائے گئے تھے۔ سب سے آخری نبی حضرت محمد ﷺ ہیں اور آپ پر نازل ہونے والی کتاب یعنی قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری آسمانی کتاب ہے۔ اب قیامت تک کے لیے کوئی نیا نبی یا نیا دین نہیں آئے گا بلکہ جو کچھ حضرت محمد ﷺ نے ہمیں بتا دیا ہے اس پر ایمان لانا اور اسی پر عمل کرنا اب باعثِ نجات ہے اور اس سے منہ موڑنا باعثِ ہلاکت ہے۔

ایک مسلمان خاتون کو چاہیے کہ وہ دنیا جہاں کی ہر چیز سے بڑھ کر حضرت محمد ﷺ سے محبت رکھے۔ آپ کے فرامین پر صدقِ دل سے عمل کرے۔ جہاں آپ ﷺ کی حدیث آجائے وہاں دنیوی محبتیں بالائے طاق رکھتے ہوئے آپ کی حدیث پر اماناً و صدقاً کہے۔

حضور ﷺ سے محبت اور آپ پر ایمان لانے کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کی سنت و سیرت کا بغور مطالعہ کیا جائے تاکہ آپ ﷺ کے طرزِ زندگی سے ہم اپنی زندگی کے لیے راہِ عمل تلاش کر سکیں۔ لہذا سیرت اور احادیث کی مستند کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہیے تاکہ حضور کی سنت اپنانے کا موقع ملے۔ آئندہ سطور میں ہم حضور کی سنت پر عمل کرنے کے چند نمونے پیش کر رہے ہیں۔

## حضرت ام حبیبہ کا واقعہ:

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا آنحضرت کی بیوی تھیں۔ مدینہ ہجرت کرنے کے بعد کا واقعہ ہے کہ ان کے والد ابوسفیان اپنے ایک کام کے لیے مدینہ آئے۔ ابوسفیان ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ وہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے ملنے ان کے گھر گئے۔ گھر میں آنحضرت ﷺ کا بستر بچھا ہوا تھا۔ ابوسفیان نے اس پر بیٹھنا چاہا مگر ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے فوراً اس کو لپیٹ کر اٹھا لیا۔ ابوسفیان کے لیے اپنی بیٹی کی یہ حرکت تعجب خیز تھی۔ اس

نے بیٹی سے پوچھا: ام حبیبہ! کیا یہ بستر میرے لائق نہیں یا میں اس بستر کے لائق نہیں۔ بیٹی نے جواب دیا کہ یہ اللہ کے رسول کا بستر ہے اور آپ مشرک و نجس ہیں۔ میں نہیں چاہتی کہ آپ حالتِ شرک میں حضور کے اس مقدس بستر پر بیٹھیں۔<sup>(۱)</sup>

دیکھیے ایک بیٹی نے اللہ کے رسول ﷺ کی محبت میں اپنے باپ کی بھی کچھ پروا نہ کی۔

### ایک صحابیہ کا جذبہ اطاعتِ رسول:

ایک مرتبہ ایک عورت اور اس کی ماں آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوئیں۔ اس عورت نے سونے کے دو موٹے ٹنگن اپنے ہاتھوں میں ڈالے ہوئے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے اس سے پوچھا کیا تم اس کی زکاۃ بھی ادا کرتی ہو؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا: کیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ روز قیامت اللہ تعالیٰ ان دو سونے کے ٹنگنوں کے بدلے تمہارے ہاتھوں میں آگ کے دو ٹنگن ڈال دے؟ (گویا آپ ﷺ نے اس کے زکاۃ نہ دینے پر اسے ڈانٹا، آپ ﷺ کا ارشاد سنتے ہی) اس نے فوراً اپنے وہ دونوں ٹنگن اتار کر اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے رکھ دیئے اور کہا: میں انہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے پیش کرتی ہوں۔<sup>(۲)</sup> [یعنی آپ ﷺ اسے اللہ کی راہ میں جہاں چاہیں، صرف فرما دیں]

اس عورت کو سونے کی زکاۃ کا علم نہیں تھا، اس لیے اس نے زکاۃ ادا نہ کی تھی اور زکاۃ ادا نہ کرنے کی اخروی سزا کے بارے میں جب اللہ کے رسول ﷺ نے اسے بتایا تو اس نے آپ ﷺ کا ارشاد سنتے ہی اپنا زور صدقہ کر دیا۔ لیکن افسوس ہے ایسی عورتوں پر جنہیں پہلے سے علم ہوتا ہے کہ جب سونا ساڑھے سات تولے ہو تو اس پر زکاۃ ادا کرنا فرض ہو جاتا ہے مگر اس کے باوجود وہ زکاۃ ادا نہیں کرتیں۔ اللہ انہیں ہدایت دے۔

### (۳)..... فرشتوں پر ایمان:

ایک مسلمان عورت کا یہ عقیدہ ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان، جنات اور حیوانات کے علاوہ ایک اور مخلوق بھی پیدا فرمائی ہے جسے فرشتے کہا جاتا ہے۔ یہ نورانی مخلوق ہے اور عام طور پر آسمانوں پر رہتی ہے مگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے مختلف اوقات میں زمین پر بھی آتی ہے۔ ان میں سے چار فرشتے باقی تمام

(۱) [طبقات ابن سعد (ج ۸ ص ۷۰)]

(۲) [ابوداؤد: کتاب الزکاۃ: باب الكنز ماہو (ح ۱۵۹۳) نسائی (ح ۲۴۷۹) احمد (ج ۲ ص ۱۷۸، ۲۰۴) بیہقی

(ج ۴ ص ۱۴۰)]

فرشتوں پر سردار ہیں۔ ایک جبریل علیہ السلام ہیں جو وحی لے کر انبیاء کے پاس آیا کرتے تھے۔ ایک میکائیل علیہ السلام ہیں جو بارش برسانے پر مامور ہیں۔ ایک اسرافیل علیہ السلام ہیں جو قیامت کے قریب اللہ کے حکم سے 'صور' (آواز اور چیخ پیدا کرنے والے آلہ میں) پھونکیں گے اور قیامت قائم ہو جائے گی۔ ایک ملک الموت علیہ السلام ہیں جنہیں عرف عام میں عزرائیل بھی کہا جاتا ہے۔ یہ اللہ کے حکم سے لوگوں کی روح نکالتے ہیں۔

پیدائش سے لے کر وفات تک اور وفات کے بعد اخروی زندگی میں بھی ان فرشتوں کا ہم انسانوں سے کئی لحاظ سے تعلق ہے۔ ہم اچھا کام کریں تو یہ فرشتے ہمارے لیے مغفرت اور رحمت کی دعا کرتے ہیں اور اگر ہم اللہ کی نافرمانی کریں تو یہ لعنت کرتے ہیں۔ جس گھر میں جاندار اشیاء کی تصویریں ہوں یا کتا ہو وہاں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ بعض فرشتے انسانوں کے اعمال بھی لکھتے ہیں کیونکہ احادیث میں آتا ہے کہ ہر شخص کے ساتھ دو فرشتے ہوتے ہیں: ایک نیکیاں لکھنے والا اور دوسرا گناہ لکھنے والا۔ گویا ان فرشتوں کا مختلف حیثیتوں سے ہم انسانوں کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔ اس تعلق کی مزید تفصیلات کے لیے ہماری کتاب: انسان اور فرشتے کا مطالعہ مفید ثابت ہوگا۔ ان شاء اللہ!

### (۴).....قرآن مجید پر ایمان:

ایک مسلمان خاتون کا یہ عقیدہ ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے مختلف زمانوں میں اپنے رسولوں کو آسمانی کتابیں دے کر اس دنیا میں بھیجا تھا۔ ان میں سے چار آسمانی کتابیں معروف ہیں:

(۱).....تورات۔ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

(۲).....انجیل۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عطا ہوئی۔

(۳).....زبور۔ یہ حضرت داؤد علیہ السلام کو دی گئی۔

(۴).....قرآن مجید۔ یہ اللہ کے آخری رسول حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوئی۔

پہلی آسمانی کتابیں تو اپنی اصلی حالت میں محفوظ نہیں رہیں مگر قرآن مجید محفوظ ہے اور تاقیامت محفوظ رہے گا کیونکہ اس کی خاص حفاظت اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ذمہ لے رکھی ہے۔ اب صرف اور صرف یہی قرآن مجید انسانیت کی رہنمائی کرنے والی آخری آسمانی کتاب ہے۔ اس کتاب سے محبت، اس کی تکریم و تقدیس اور اس کے احکام پر عمل ہر مسلمان پر فرض ہے۔ لہذا ایک مسلمان خاتون کو چاہیے کہ وہ قرآن مجید سے دلی محبت رکھے۔ روزانہ اس کی کچھ نہ کچھ تلاوت ضرور کرے۔ ترجمہ والا قرآن اپنے پاس رکھے اور اس کے

ترجمہ ومعانی پر غور کرے۔ اس کی تفسیر کا مطالعہ کرے۔ اس کے احکام کو سمجھنے کی کوشش کرے اور پھر اس کے احکام پر عمل پیرا ہو جائے۔

### (۵)..... آخرت پر ایمان:

ایک مسلمان خاتون کا یہ عقیدہ ہونا چاہیے کہ یہ زندگی فانی ہے۔ ایک روز آئے گا جب یہ ساری کائنات تباہ ہو جائے گی۔ پھر تمام لوگوں کو اللہ تعالیٰ دوبارہ زندہ کریں گے اور ان سے ان کے اعمال کا حساب لیں گے۔ جس کی نیکیاں اس کے گناہوں سے زیادہ ہوں گی، اسے اللہ تعالیٰ اپنی جنت میں داخل فرمائیں گے۔ اس جنت میں محل ہوں گے، نہریں بہتی ہوں گی، ہر طرح کے میوہ جات ہوں گے، ہر طرح کی نعمت اور لذت ہوگی۔ اور جس کے گناہ زیادہ ہوئے اسے اللہ تعالیٰ سزا کے لیے اپنی بنائی ہوئی جیل یعنی جہنم میں ڈالیں گے۔ جہاں آگ ہی آگ ہوگی۔ کھانے کو کانٹے اور پینے کو کھولتا ہوا پانی، ریشہ اور خون ہوگا اور اس میں گنہگاروں کو سخت عذاب دیا جائے گا۔

آخرت پر ایمان کے سلسلہ میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ جب زندہ کیا جائے گا توہ زندگی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہوگی۔ گویا اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے۔ اس کے مقابلہ میں دنیا کی اس زندگی کی کوئی حیثیت نہیں۔ یہ تو ایک امتحان گاہ ہے۔ یہاں جو بونیں گے آخرت میں وہی کاٹیں گے۔ یہاں جو عمل کریں گے آخرت میں اس کے مطابق پالیں گے۔ لہذا ایک مسلمان خاتون کو چاہیے کہ وہ اس دنیا کی زندگی کو آخرت کی زندگی بہتر بنانے کے لیے اللہ کے حکموں کے تابع کر دے۔ اس میں دنیوی سکون بھی ہوگا اور آخری فلاح بھی۔ ان شاء اللہ!

### (۶)..... تقدیر کے اچھا یا برا ہونے پر ایمان:

ایک مسلمان خاتون کا یہ عقیدہ ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کے بارے میں پہلے ہی یہ لکھ دیا ہے کہ اسے زندگی میں کن کن چیزوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اسے رزق کتنا ملے گا اور کیسے اور کہاں سے ملے گا۔ کتنی اولاد حاصل ہوگی۔ خوشی اور غم کتنا پہنچے گا۔ مصیبت کتنی آئے گی۔ یہ ساری چیزیں اللہ نے شروع ہی سے لکھ دی ہیں، انہیں 'تقدیر' (اور 'قسمت') کہا جاتا ہے۔ اس تقدیر پر ایمان لانے کا مقصد یہ ہے کہ انسان میں صبر اور قناعت پیدا ہو، اللہ پر اس کا ایمان مضبوط ہو، اور وہ دنیوی خواہشات کی تکمیل کے لیے جائز ذرائع اختیار کرے۔ تقدیر پر ایمان کا یہ مطلب نہیں کہ انسان یہ کہتے ہوئے اپنا نیک عمل چھوڑ کر بیٹھ جائے کہ جنت

میں جانا ہوا تو چلے جائیں گے ورنہ کیا ضرورت ہے نیک عمل کرنے کی نہیں، یہ سوچ انسان کو کافر و مشرک بھی بنا دیتی ہے اور جب یہ سوچ انسان میں پیدا ہو جائے تو وہ کامیاب نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن وحدیث میں ہمیں تقدیر پر ایمان لانے کے ساتھ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ کے بتائے ہوئے حکموں پر حتی المقدور عمل کرتے رہو اور اللہ سے ہمیشہ اچھائی کی امید رکھو۔ اس لیے ہمیں اپنی قسمت پر صابر و شاکر رہنا چاہیے۔ اسی میں ذہنی سکون بھی ہے اور رضائے الہی بھی۔

## عورتوں میں عقائد کی خرابیاں

افسوس کا مقام ہے کہ ہمارے معاشرے میں عورتوں کی اکثریت گمراہانہ عقائد میں مبتلا ہے۔ اور جہالت کا یہ عالم ہے کہ اگر انہیں سمجھایا جائے تو یہ الٹا سمجھانے والے لوگ گمراہ سمجھتی ہیں مثلاً بے شمار عورتیں آپ کو قبروں اور درباروں پر جاتی دکھائی دیں گی، حالانکہ عورتوں کا بکثرت قبرستان جانا احادیث میں ناپسندیدہ (مکروہ) قرار دیا گیا ہے۔ پھر ان میں سے بہت سی عورتیں وہاں جا کر قبروں پر سجدے بھی کرتی ہیں حالانکہ اللہ کے علاوہ کسی اور کو سجدہ کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ آتَاهُ الْإِلَهُ النَّهَارُ وَاللَّيْلُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ﴾ [حَم السجدة: ۳۷]

”دن اور رات اور سورج اور چاند بھی اس (اللہ) کی نشانیوں میں سے ہیں۔ تم سورج کو سجدہ نہ کرو اور نہ چاند کو، بلکہ سجدہ اس اللہ کے لیے کرو جس نے ان سب کو پیدا کیا ہے، اگر تمہیں اسی کی عبادت کرنی ہے تو۔“

اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حیرہ (یمین کے شہر) آیا تو میں نے دیکھا کہ وہاں کے لوگ اپنے بادشاہ مَرْزَبَان کے لیے سجدہ کرتے ہیں، میں نے سوچا کہ اللہ کے رسول ﷺ (ان حاکموں اور بادشاہوں کے مقابلہ میں) سجدہ کے زیادہ حقدار ہیں چنانچہ جب میں اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں حیرہ شہر میں گیا تو وہاں دیکھا کہ لوگ اپنے بادشاہ مَرْزَبَان کو سجدہ کرتے ہیں جبکہ آپ ﷺ اس بات کا زیادہ حق رکھتے ہیں کہ ہم آپ کو سجدہ کریں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اچھا یہ بتاؤ اگر تمہارا گزرمیری قبر پر ہو تو کیا میری قبر پر تم سجدہ کرو گے؟ میں نے کہا نہیں، تو اللہ

کے رسول ﷺ نے فرمایا:

(( فَلَا تَفْعَلُوا لَوْ كُنْتُمْ أُمَّرَاءَ أَحَدًا أَنْ يَسْجُدَ لِأَحَدٍ لَمْ تَرَكَ النَّسَاءُ أَنْ يَسْجُدَنَّ لِأَزْوَاجِهِنَّ لِمَا جَعَلَ اللَّهُ لَهُمْ عَلَيْهِنَّ مِنَ الْحَقِّ ))

”پھر مجھے بھی سجدہ نہ کرو اور اگر میں کسی کو یہ حکم دینا چاہتا کہ وہ (اللہ کے سوا) کسی اور کے لیے سجدہ کرے تو پھر میں عورتوں کو یہ حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کریں، اس حق کے بدلہ میں جو اللہ تعالیٰ نے خاوندوں کے لیے مقرر کیا ہے۔“ (۱)

حضرت جناب رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی وفات سے پانچ روز قبل یہ ارشاد فرمایا:

”لوگو! کان کھول کر سن لو کہ تم سے پہلی امتوں نے اپنے نبیوں اور ولیوں کی قبروں کو مسجدیں (سجدہ گاہ) بنا لیا تھا۔ خبردار! تم قبروں پر مسجدیں مت بنانا، میں تمہیں اس بات سے منع کرتا ہوں۔“ (۲)

مذکورہ بالا آیات اور احادیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کے علاوہ کسی اور کے لیے سجدہ ریز ہونا حرام ہے۔ قبروں اور درباروں پر جانے والی بعض عورتیں فوت شدہ لوگوں کے لیے نذریں اور منتیں بھی مانتی ہیں حالانکہ نذر اور منت صرف اور صرف اللہ کے لیے ہوتی ہے غیر اللہ کے لیے نہیں۔ غیر اللہ کے نام پر نذر و نیاز کتنا بڑا گناہ ہے اس کا اندازہ اس حدیث سے بخوبی کیا جاسکتا ہے:

حضرت سلمان رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

”ایک آدمی مکھی کی وجہ سے جنت میں گیا اور ایک آدمی مکھی کی وجہ سے جہنم میں گیا۔ لوگوں نے اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھا وہ کیسے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم سے پہلے لوگوں میں دو آدمی تھے جو ایک جگہ سے گزرے اور وہاں لوگوں نے ایک بت رکھا ہوا تھا۔ جب تک اس کا چڑھاوا نہ چڑھایا جاتا تب تک کوئی شخص وہاں سے گزر نہیں سکتا تھا۔ ان لوگوں نے ان دو میں سے ایک سے کہا کہ اس بت کے لیے کچھ نذر و نیاز پیش کرو۔ اس نے کہا میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے، ان لوگوں نے کہا کہ کچھ نہ کچھ نذر و نیاز تو دینا پڑے گی خواہ ایک مکھی ہی کیوں نہ ہو۔ اس نے مکھی کا چڑھاوا چڑھایا اور وہاں سے گزر

(۱) [ابو داؤد: کتاب النکاح: باب فی حق الزوج علی المرأة (ح ۲۱۴۰)]

(۲) [مسلم: کتاب المساجد: باب النهی عن بناء المسجد علی القبور۔۔۔ (ح ۵۳۲)]

گیا یہ تو (اپنے اس فعل کی وجہ سے) جہنم میں گیا۔ ان لوگوں نے دوسرے آدمی سے بھی کہا کہ نذرو نیاز پیش کرو۔ اس نے کہا میں اللہ کے سوا کسی کے لیے کوئی نذرو نیاز نہیں دے سکتا۔ تو لوگوں نے اسے قتل کر دیا اور وہ جنت میں جا پہنچا۔<sup>(۱)</sup>

قبرستان اور درباروں پر جانے والی بعض عورتیں ان قبروں میں دفن فوت شدگان بزرگوں سے اپنی پریشانیاں اور مصیبتیں دور کر دینے کی دعائیں بھی مانگتیں ہیں، حالانکہ پریشانیاں اور مصیبتیں دور کرنا تو اللہ کا کام ہے۔ جب کہ وہ شخص جو فوت ہو کر اس دنیا سے چلا گیا، وہ اس مادی دنیا میں واپس نہیں آتا اور نہ ہی اس دنیا سے اس کا کوئی رابطہ باقی رہتا ہے۔ اس لیے اسے تو معلوم ہی نہیں ہوتا کہ اس کے پیچھے کیا ہو رہا ہے اور خود اس کے مال، اولاد اور رشتہ داروں کا کیا حال ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنِ دَعْوَاهُمْ غٰفِلُونَ وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِينَ﴾ [الاحقاف- ۶ تا ۴]

”آخر اس آدمی سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اللہ کے علاوہ ایسی ہستیوں کو پکارے جو قیامت تک اسے جواب نہ دے سکتی ہوں بلکہ وہ ان کی دعاؤں سے بے خبر ہیں اور جب تمام انسان جمع کیے جائیں گے اس وقت وہ ہستیاں پکارنے والوں کی دشمن بن جائیں گی اور ان کی عبادت کا انکار کر دیں گی۔“

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ﴾ [النحل- ۲۰، ۲۱]

”اور وہ ہستیاں جنہیں لوگ اللہ کے علاوہ پکارتے ہیں وہ کسی چیز کی بھی خالق نہیں بلکہ خود مخلوق ہیں، وہ مردہ ہیں نہ کہ زندہ۔ اور ان کو کچھ معلوم نہیں کہ انہیں کب (دوبارہ زندہ کر کے) اٹھایا جائے گا۔“

علاوہ ازیں یہ عورتیں فوت شدگان سے اولاد بھی مانگتی ہیں حالانکہ اولاد دینا زندہ لوگوں کے بس میں نہیں تو پھر فوت شدہ کیسے اولاد دے سکتا ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ یہ فوت شدہ بہت بڑا ولی تھا تو پھر بھی اس کا یہ معنی نہیں کہ اسے مرنے کے بعد اولاد دینے کی کوئی طاقت عطا کر دی گئی ہے۔ یہ تو ولی ہے اور ہے بھی فوت شدہ

(۱) [حلیۃ الاولیاء“ لابی نعیم الاصفہانی (ج ۱ ص ۲۰۳) ”کتاب الزہد“ لاحمد بن حنبل (ص ۱۵)]

جبکہ ولیوں سے آگے نبیوں کا درجہ ہے اور نبیوں کے پاس اپنی زندگی میں بھی یہ اختیار نہیں تھا کہ وہ کسی کو اولاد سے نوازیں۔ کسی کو تو دور کی بات خود انبیاء اپنے لیے بھی یہ طاقت نہیں رکھتے تھے کہ جب، جنتی اور جہنمی چاہیں اولاد پیدا کر لیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کی اولاد صرف بیٹیاں تھیں اور وہ اپنے لیے اللہ کی مرضی کے بغیر بیٹے پیدا نہیں کر سکے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے پیدا ہوئے مگر اللہ کے حکم سے سبھی آپ کی زندگی میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔ ان کی وفات پر آپ کی آنکھوں سے آنسو بھی جاری ہوئے، آپ کی بیویوں کو بھی دکھ ہوا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی مرضی سے انہیں بچانہ سکے اور نہ ہی فوت ہو جانے کے بعد انہیں زندہ کر سکے۔ کیونکہ اصل حکم تو اللہ کا چلتا ہے۔ جو اللہ کی مرضی ہو، وہی ہوتا ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا قرآن مجید میں موجود ہے۔ ان کے ہاں اولاد پیدا نہ ہوئی تھی کہ وہ اور ان کی بیوی بانجھ ہو گئے۔ اس کے باوجود وہ اللہ ہی سے دعا کرتے رہے اور اللہ کی جب مرضی ہوئی تب انہیں اولاد ملی، حالانکہ اس وقت وہ بانجھ ہو چکے تھے!

### توہم پرستی کی بیماری:

عورتوں میں توہم پرستی بھی بہت زیادہ ہوتی ہے۔ ذرا ذرا سی بات پر یہ وہم زدہ ہو جاتی ہیں۔ کسی نے کہہ دیا کہ فلاں دن یہ کام نہ کرنا ورنہ یہ مصیبت آ جائے گی، یہ عورتیں فوراً مان لیتی ہیں۔ کسی سے سنا کہ فلاں بہت پہنچا ہوا بزرگ ہے، فوراً اس کے پاس برکت اور تبرک لینے پہنچ جاتی ہیں۔ یہ بھی نہیں سوچتیں کہ ایک شخص بے نماز ہے یا شریعت کی مخالفت کرتے ہوئے عورتوں کو اپنے پاس خلوت میں بے حجاب بٹھاتا ہے، تو ایسے بے دین شخص سے کون سی برکت اور خیر مل سکتی ہے جبکہ یہ تو خود ہی بے برکت اور بد عمل ہے۔ اسی طرح عورتوں میں توہم پرستی کی وجہ سے کچھ دن مخصوص ہوتے ہیں کہ ان میں کوئی اہم کام نہیں کرنا۔ پوچھا جائے کیوں نہیں کرنا تو بتائیں گی کہ یہ منحوس دن ہیں حالانکہ دنوں، اور مہینوں کو اللہ تعالیٰ نے منحوس نہیں بنایا۔

### بدشگونی:

اسی طرح عورتوں میں بدشگونی کی گمراہی بڑی عام ہے۔ کوئی مکروہ چیز دیکھی تو فوراً برا شگون لے لیتی ہیں حالانکہ بدشگونی کو اللہ کے رسول نے کفریہ و شرکیہ عمل قرار دیا ہے جیسا کہ درج ذیل روایات سے معلوم



ہوتا ہے:

☆..... ((عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: الطَّيْرَةُ شِرْكُ الطَّيْرَةِ شِرْكُ ثَلَاثًا وَمَا مِنَّا إِلَّا وَلَكِنَّ اللَّهَ يَذْهَبُهُ بِالتَّوَكُّلِ))

”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے تین بار فرمایا: بدشگوننی شرک ہے، بدشگوننی شرک ہے، بدشگوننی شرک ہے۔ اور ہم میں سے ہر شخص کے دل میں براشگون پیدا ہو سکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ پر توکل کیا جائے تو اللہ تعالیٰ اسے دور فرمادیتے ہیں۔“ (۱)

☆..... ((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: لَا عَدْوَى وَلَا طَيْرَةٌ وَلَا هَامَةٌ وَلَا صَفَرٌ))

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چھوت لگنا، بدشگوننی لینا، الو اور ماہ صفر (دوسرے اسلامی مہینے) کو منحوس سمجھنا، یہ سب لغو خیالات ہیں۔“ (۲)

☆..... ((عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَطَيَّرَ أَوْ تَطَيَّرَ لَهُ أَوْ تَكْهَنَ أَوْ تَكْهَنَ لَهُ أَوْ سَحَرَ أَوْ سَحِرَ لَهُ وَمَنْ أَتَى كَاهِنًا فَصَدَقَهُ بِمَا يَقُولُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أَنْزَلَ عَلَى مُحَمَّدٍ))

”حضرت عمران رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے فال نکالی یا فال نکلائی یا کہانت کا کام کیا یا اپنے لئے کروایا یا جادو کیا کسی سے جادو کروایا، اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں اور جو شخص کسی عامل کے پاس گیا اور اس کی باتوں پر اس نے یقین کیا تو اس نے اس چیز کے ساتھ کفر کیا جو میں محمد (ﷺ) پر نازل کی گئی ہے۔“ (۳)

صحابہ کرامؓ اور سلف صالحین بدشگوننی کے سخت مخالف تھے اور جہاں بدشگوننی کا شائبہ پیدا ہوتا وہاں سختی سے اس کے خلاف عمل کر کے دکھاتے، تاکہ لوگوں کے عقائد خراب نہ ہوں۔ اس سلسلہ میں چند ایک واقعات

(۱) [سنن ابو داؤد، کتاب الطب، باب فی الطیرة (ح ۳۹۱۰) جامع الترمذی (ح ۱۶۱۴) سنن ابن ماجہ (ح ۳۵۳۸) صحیح ابن حبان (ح ۶۱۲۲) مسند احمد (ح ۱ ص ۴۳۸) حافظ ابن حجر نے امام بخاری کے استاد سلیمان بن حرب کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ اس روایت میں ’وإمنا.....‘ سے آخر تک کا کلام حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ہے جو اس روایت میں ’درج‘ کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ دیکھیے: فتح الباری (ج ۱۰ ص ۲۱۳)]

(۲) [صحیح بخاری، کتاب الطب، باب الحدام (ح ۵۷۰۷) صحیح مسلم (ح ۲۲۲۰)]

(۳) [مسند بزار (ح ۳۵۴۳) المعجم الکبیر (ج ۱۷ ص ۳۵۵)]

ملاحظہ فرمائیے:

☆..... حضرت عکرمہؓ (تابعی) فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا تھا کہ اچانک ایک پرندہ چیختا ہوا گزرا تو لوگوں میں سے ایک شخص کہنے لگا خیر خیر (یعنی اس پرندے سے اچھائی کا شگون لیا) تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

((مَا عِنْدَ هَذَا لَا خَيْرَ وَلَا شَرٍّ))

”یعنی اس پرندے کا خیر و شر سے کوئی واسطہ نہیں۔“ (۱)

☆..... علامہ ابن تیمیہؒ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ایک واقعہ ذکر کیا ہے کہ جب انہوں نے خوارج کے خلاف لڑائی کا پروگرام بنایا تو ایک نجومی آ کر کہنے لگا:

”اے امیر المؤمنین! چاند عقرب میں ہے لہذا آپ کے لئے اس وقت اپنے ساتھیوں کو لے کر لڑائی کے لئے نکلتا مناسب نہیں۔“ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ ”میں تو اللہ پر بھروسہ اور توکل کرتے ہوئے ضرور سفر کروں گا تاکہ تیری تکذیب ہو۔“ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لڑائی کے لئے کوچ فرمایا اور اس لڑائی میں اکثر و بیشتر خارجی مارے گئے اور آپ کو فتح نصیب ہوئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کامیابی پر بڑی خوشی ہوئی کیونکہ اس لڑائی کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشگوئی بھی موجود تھی، جو پوری ہوئی۔ (۲)

☆..... ابن عبدالحکم فرماتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیزؒ مدینہ سے سفر کے لئے نکلے جبکہ چاند عقرب میں تھا تو میں نے اس سے برا شگون لیتے ہوئے ان کے اس وقت سفر کے لیے روانگی کو ناپسند کرتے ہوئے کہا کہ آج رات چاند کیسی خوب سو رتی سے چمک رہا ہے۔ عمر بن عبدالعزیزؒ نے چاند کی طرف دیکھا اور (میرا مقصد بھانپ کر) فرمانے لگے کہ اس سے تمہاری مراد ہے کہ چاند عقرب میں ہے اور مجھے اس وقت سفر کے لئے نہیں نکلتا چاہیے۔ لیکن سنو:

(( اِنَّا لَا نَخْرُجُ بِشَمْسٍ وَلَا بِقَمَرٍ وَلَكِنَّا نَخْرُجُ بِاللَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ))

”ہم شمس و قمر پر بھروسہ کر کے سفر نہیں کرتے بلکہ ہم اللہ وحدۃ الشریک پر توکل کر کے نکلتے ہیں۔“ (۳)

(۲) [محمد عۃ الفتاویٰ (ج ۱۸ ص ۱۰۹)]

(۱) [تفسیر قرطبی (ج ۷ ص ۲۳۵)]

(۳) [ابجد العلوم (ج ۲ ص ۳۶۸)]

میرے ایک دوست بتاتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ آج تیار رہنا کام سے واپسی پر فلاں جگہ دعوت پر جانا ہے۔ میری بیوی نے خوشی سے ہاں میں ہاں ملائی، مگر جب شام کو میں گھر پہنچا تو یہ دیکھ کر حیران ہوا کہ وہ دعوت پر جانے کے لیے تیار نہیں۔ میں نے پوچھا کیا وجہ بیوی؟ اس نے کہا کہ آج میں نے دو کالی بلیاں دیکھی ہیں اور میری امی کہا کرتی تھی کہ جس دن دو کالی بلیاں دیکھو اس دن بھون کر بھی گھر سے قدم باہر نہ نکالو کیونکہ اس دن نحوست اترتی ہے۔

میں نے کہا ٹھیک ہے تماری امی نے یہ کہا ہوگا لیکن ضروری نہیں کہ ان کا ہر کہا ہو ٹھیک ہو۔ اگر ان کی بات قرآن و حدیث سے ثابت ہے تو ٹھیک ہے ورنہ ان کی بات کی کوئی حقیقت نہیں مگر میری بیوی آخر تک اپنی ضد پر اڑی رہی اور مجھے اکیلے ہی جانا پڑا۔ میں اس روز جس طرح گیا تھا، الحمد للہ اسی طرح صحیح سلامت واپس آ گیا۔ شاید میں بھی دعوت کے لیے باہر نہ جاتا کیونکہ اس دعوت میں جانا کوئی اتنا ضروری بھی نہیں تھا مگر میں اکیلا صرف اس لیے گیا کہ اپنی بیوی کو قائل کر سکوں کہ یہ تو ہم پرستانہ باتیں ہیں اور اسلامی عقائد کے منافی ہیں۔ لیکن اس کے بعد بھی کافی محنت اور دلائل سے میری توہم پرست بیوی کا عقیدہ ٹھیک ہوا۔

### عورتوں میں جادو ٹونا اور تعویذ گنڈا:

عورتوں میں جادو ٹونا اور تعویذ گنڈا کی مصیبت بھی بڑی عام ہے۔ اس طرح کی چیزوں پر تو عورتوں کا یقین اتنا مضبوط ہو گیا ہے کہ شاید قرآن مجید پر بھی اتنا مضبوط یقین نہ رہا ہو!

عورتیں عام طور پر حسد کی بیماری میں مبتلا ہوتی ہیں اور اس حسد کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ گھروں میں آئے دن لڑائی جھگڑے پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ دوسروں کا گھر برباد کرنے میں بعض عورتوں کو بڑا مزہ آتا ہے۔ اس مقصد کے لیے یہ عورتیں نجومیوں، کاہنوں اور پیروں فقیروں کے پاس جاتی ہیں۔ ان سے جادوئی تعویذ لاکر دوسروں کے گھروں میں رکھواتی ہیں اور بالخصوص جس سے نفرت ہو اس پر جادو کر داتی ہیں۔

اس مقصد کے لیے انہیں پیسہ خرچ کرنا پڑے، محنت و مشقت کرنا پڑے وہ سب کچھ کر گزرتی ہیں اور یہ بھی نہیں سوچتیں کہ جو کام وہ کر رہی ہیں اس کا خود اپنے آپ کو کیا نقصان ہوگا۔ اپنے دین و ایمان کا کیا بنے گا۔ آخرت میں اللہ کے سامنے کس منہ سے پیش ہوں گی۔ پھر سب سے بڑی بات یہ کہ ان جادوگروں اور نجومیوں کے پاس جانے والے کی چالیس دن تک نماز ہی قبول نہیں ہوتی۔ ایسی عورتوں کو اللہ سے

ڈرنا چاہیے اور اپنے ایمان کی خیر منائی چاہیے، اور درج ذیل احادیث کا لغور مطالعہ کرنا چاہیے:

☆..... ((عَنْ صَفِيَّةَ عَنِ بَعْضِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ أَتَى عَرَّافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةُ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً))

”حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ کی کسی اور زوجہ مطہرہ سے روایت کرتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی عراف (کاہن رعائل) کے پاس آیا اور اس سے کسی (غیبی) چیز کے متعلق سوال کیا، تو اس کی چالیس روز کی نماز قبول نہیں ہوگی۔“<sup>(۱)</sup>

☆..... ((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ أَتَى كَاهِنًا أَوْ عَرَّافًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُولُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أَنْزَلَ عَلَى مُحَمَّدٍ))

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی کاہن یا عراف کے پاس آیا اور اس کی بات کی تصدیق کی تو گویا اس نے اس چیز (دین) کا کفر کیا جو محمد ﷺ پر نازل کی گئی۔“<sup>(۲)</sup>

☆..... ((عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَأَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ نَاسٌ عَنِ الْكُهَّانِ فَقَالَ: لَيْسَ بِشَيْءٍ فَصَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ: إِنَّهُمْ يُحَدِّثُونَ نَا حَيَاتَنَا بِشَيْءٍ فَيَكُونُ حَقًّا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: تِلْكَ الْكَلِمَةُ مِنَ الْحَقِّ يُخْطِفُهَا الْجِنُّ فَيَبْرِئُهَا فِي أُذُنِ وَلِيِّهِ فَيَخْلِطُونَ مَعَهَا مِائَةَ كَذِبَةٍ))

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ کچھ لوگوں نے اللہ کے رسول ﷺ سے کاہنوں کے بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تو کچھ بھی نہیں۔ لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! یہ لوگ ہمیں جو باتیں بتاتے ہیں وہ کبھی کبھار بالکل سچ ثابت ہوتی ہیں، تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ ان کی جو بات سچ ثابت ہوتی ہے وہ صرف وہی بات ہے جو جن آسمان سے چرا کر اپنے کاہن دوست کے کان میں ڈال دیتا ہے اور کاہن (عائل) اس میں سینکڑوں جھوٹوں کی آمیزش کر ڈالتے ہیں۔“<sup>(۳)</sup>

(۱) [صحیح مسلم، کتاب السلام، باب تحریم الکھانۃ واتیان الکھان... (ح. ۲۲۳۰) مسند احمد

(ح. ۴ ص ۶۸) حلیۃ الاولیاء (ج ۱ ص ۱۰۶) سنن بیہقی (ج ۸ ص ۱۳۸) المعجم الاوسط (ح ۱۴۲۴)

مجمع الزوائد (۱۱۸/۵) مسند بزار (ح ۳۰۴۵)

(۲) [مسند احمد (ج ۲ ص ۴۲۹) مستدرک حاکم (ج ۱ ص ۸) امام حاکم، ذہبی اور شیخ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔]

(۳) [بخاری، کتاب الطب، باب الکھانۃ... (ح ۵۷۶۲) مسلم، کتاب السلام (ح ۲۲۲۸) احمد (ج ۶ ص ۸۷)]

بعض روایات میں ہے کہ کاہن اس میں سو جھوٹ ملا کر لوگوں کو بتاتا ہے (جب اس کاہن کی ایک بات صحیح ثابت ہوتی ہے تو اس کے ماننے والوں کی طرف سے اس کی تصدیق کرتے ہوئے) کہا جاتا ہے کہ فلاں دن فلاں کاہن نے بالکل اسی طرح ہم سے نہیں کہا تھا؟! اسی ایک بات کے سچ نکلنے کی وجہ سے کہ جسے آسمانوں سے شیاطین نے سنا تھا (پھر کاہنوں اور جادوگروں کو بتائی تھی) لوگ ان کاہنوں وغیرہ کو سچا سمجھنے لگتے ہیں اور ان کی جھوٹی باتوں کی پروا نہیں کرتے۔<sup>(۱)</sup>

دوسری طرف یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ نوے فیصد جادوگر، نجومی وغیرہ جھوٹے ہوتے ہیں اور ہاتھ کی صفائی سے لوگوں کو بے وقوف بنا کر پیسے بٹرتے ہیں۔ علاوہ ازیں بعض اوقات جادو والٹا بھی اثر کر دیتا ہے۔ ممکن ہے اپنا ہی کوئی عزیز اس جادو کا شکار ہو جائے۔ پھر ان جادوگروں کے پاس اگرچہ عام طور پر جاہل عورتیں ہی زیادہ جاتی ہیں مگر ان جاہل عورتوں کی بات تو دور ہے، میں بے شمار ایسی عورتوں کو بھی جانتا ہوں جو پڑھی لکھی سمجھی جاتی ہیں حتیٰ کہ بظاہر نماز روزے کی بھی پابند ہیں مگر اس کے باوجود ان کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ وہ ٹونے ٹونے کرتی ہیں۔ گھروں میں لڑائیاں پھیلاتی ہیں۔ لوگوں میں نفرت پیدا کرتی ہیں۔ ایسی عورتوں کو اللہ سے ڈرنا چاہیے اور اپنی اصلاح کر لینی چاہیے۔ ورنہ انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ ان کی نمازوں اور روزوں کا کوئی فائدہ نہیں.....!☆



(۱) {صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله: حتی اذا فرغ عن قلوبہم..... (ح ۴۸۰۰)}

☆..... عقیدہ توحید کو سمجھنے کے لیے ہماری کتاب ”اللہ اور انسان“ اور جادو، جنات، وغیرہ کے علاج معالجہ کے لیے ہماری

کتاب ”عاملوں، جادو گروں اور جنات کا پوسٹ مارٹم“ کا مطالعہ مفید رہے گا۔۔۔ مؤلف |

## عورت کا لباس، پردہ اور زیب و زینت

- \*..... عورت اور احکام لباس
- \*..... عورت اور احکام ستر و حجاب
- \*..... عورت اور احکام زینت



## عورت اور احکام لباس

لباس انسان کی فطرتی ضرورت ہے اس لیے کہ لباس انسان کی جن بنیادی ضروریات کی تکمیل کرتا ہے، وہ ضروریات انسان کی فطرت کا حصہ ہیں مثلاً انسان فطرتی طور پر حیا دار واقع ہوا ہے اور اپنی حیا کے مقام چھپانے کے لیے اسے لباس کی ضرورت ہے۔ اسی طرح پاکیزگی، طہارت، نفاست، اور زیب و زینت وغیرہ انسان کی فطرت کا حصہ ہے، چنانچہ زیب و زینت اور بناؤ سنگھار کے لیے انسان لباس سے خاطر خواہ فائدہ اٹھاتا ہے۔ اسی طرح انسان، جسی اثرات مثلاً گرمی، سردی وغیرہ سے بچاؤ کے لیے بھی لباس کو بطور ہتھیار استعمال کرتا ہے۔

گویا سردی یا گرمی کی شدت سے بچاؤ، مقامات شرم و حیا کا پردہ اور زیب و زینت یہ تینوں چیزیں لباس کے ذریعے انسان حاصل کرتا ہے۔ دین اسلام میں بھی لباس کے یہی تین بنیادی مقاصد بیان کیے گئے ہیں اور یہ تینوں چیزیں انسان کی فطرت میں داخل ہیں بشرطیکہ انسان کی فطرت سلیمہ گردش ایام سے مسخ نہ ہوئی ہو۔ آئیے قرآن و سنت کے دلائل کی روشنی میں ان تینوں پہلوؤں کا مطالعہ کریں۔

### (۱)..... پردہ پوشی:

حضرت آدمؑ کو پہلے انسان ہونے کا اعزاز حاصل ہے اسی لیے آپ کو ابو البشر (یعنی تمام انسانوں کا باپ) بھی کہا جاتا ہے۔ جب ایک اغزش کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ اور آپ کی بیوی حضرت حوا کو جنت سے نکال دیا اور آپ کو ختنی ملبوسات سے بھی محروم کر دیا تو آپ، دونوں کی فطرت نے گوارا نہ کیا کہ آپ کے شرم و حیا کے مقامات ننگے رہیں، چنانچہ آپ دونوں نے چٹوں کے ذریعے اپنا ستر ڈھانپنے کی کوشش کی۔ قرآن مجید نے اس واقعہ کو یوں بیان کیا ہے:

﴿ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وُورِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْآتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهَاكُمَا رَبُّكُمَا  
عَنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ إِلَّا أَنْ تَكُونَا مَلَكَتَيْنِ أَوْ تَكُونَا مِنَ الْخَالِدِينَ وَقَاسَمَهُمَا إِنِّي لَكُمَا لَمِيعٌ

النَّاصِحِينَ فَدَلَّهُمَا بِغُرُورٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوَاتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفْنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ وَنَادَاهُمَا رَبُّهُمَا أَلَمْ أَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكَ الشَّجَرَةِ وَأَقُلُّ لَكُمَا إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُبِينٌ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿﴾

”پھر شیطان نے ان دونوں کے دل میں وسوسہ ڈالا تاکہ ان کی شرمگاہیں جو ایک دوسرے سے چھپائی گئی تھیں، انہی کے سامنے کھول دے اور کہنے لگا: ”تمہیں تمہارے پروردگار نے اس درخت سے صرف اس لئے روکا ہے کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ یا تم ہمیشہ یہاں رہنے والے نہ بن جاؤ۔“ پھر ان دونوں کے سامنے قسم کھائی کہ میں فی الواقع تمہارا خیر خواہ ہوں، چنانچہ ان دونوں کو دھوکہ دے کر آہستہ آہستہ اپنی بات پر مائل کر ہی لیا پھر جب انہوں نے اس درخت کو چمک لیا تو ان کی شرمگاہیں ایک دوسرے پر ظاہر ہو گئیں اور وہ جنت کے پتے اپنی شرمگاہوں پر چپکانے لگے، اس وقت ان کے پروردگار نے انہیں کہا کہ: ”کیا میں نے تمہیں اس درخت سے روکا نہ تھا اور یہ نہ کہا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے؟“ وہ دونوں کہنے لگے: ”ہمارے پروردگار! ہم نے اپنے آپ پر ظلم کیا اور اگر تو نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ کیا تو ہم بہت نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے!“ [الاعراف: ۲۳-۲۰]

معلوم ہوا کہ ستر ڈھانپنا انسان کی اصل فطرت ہے اور اسے برہنہ کرنا شیطان کا کام ہے۔ لوگوں کو برہنہ یا نیم برہنہ کر کے شیطان بے حیائی کا ایک دروازہ کھول دیتا ہے پھر اس ایک دروازے سے برائی کی طرف بیسیوں اور دروازے خود بخود دکھلتے چلے جاتے ہیں۔ مغربی معاشرہ اس کی واضح تر مثال کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔ اس معاشرہ میں انسان کی شرم و حیاء والی فطرت شیطان نے مسخ کر دی ہے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ پورا مغربی معاشرہ انسانوں کی بجائے حیوانی معاشرہ بن کر رہ گیا۔ فواحش کی کثرت، کھلے عام بدکاری، ماں بہن کا تقدس ختم، خاندانی نظام تباہ، بچے برباد، بوڑھے والدین اولڈ ہومز میں وغیرہ وغیرہ۔

اسلام سے پہلے عرب میں بھی برہنگی کی یہی صورتحال پیدا ہو گئی تھی۔ عرب کی عورتیں نیم برہنہ حالت میں گھروں سے باہر گھومتی پھرتیں اور اسے کوئی عیب نہ سمجھا جاتا لیکن اسلام نے مسلمان عورتوں کو اس بے پروگی اور برہنگی سے روک دیا۔ اہل عرب کی برہنگی اور عریانی کی یہ حالت تھی کہ وہ بیت اللہ کا طواف بھی ننگے ہو کر کیا کرتے۔ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ



”ان کا یہ دستور تھا کہ قریش کے سوا تمام اہل عرب بیت اللہ کا طواف اپنے پہنے ہوئے کپڑوں میں نہیں کرتے تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ یہ کپڑے جنہیں پہن کر ہم اللہ کی نافرمانیاں کرتے رہے ہیں، اس قابل نہیں رہے کہ انہیں پہن کر طواف کیا جاسکے۔ ہاں قریش کے لوگ جو اپنے آپ کو حمس (یعنی بہادر) کہتے تھے، اپنے پہنے ہوئے کپڑوں میں طواف کرتے تھے اور (باہر سے آنے والے لوگوں میں سے) جن لوگوں کو قریش بطور ادھار کپڑے دے دیتے، وہ بھی ان کے دیئے ہوئے کپڑے پہن کر طواف کر لیتے۔ یادہ شخص کپڑے پہنے طواف کر سکتا تھا جس کے پاس نئے کپڑے ہوں، پھر طواف کے فوراً بعد انہیں اس نیت سے اتار دیتا کہ اب یہ کسی کی ملکیت نہیں بن سکتے۔ چنانچہ جس کسی کے پاس نئے کپڑے نہ ہوتے یا قریش کے لوگ اسے کپڑے نہ دیتے تو وہ لازمی طور پر رنگا ہو کر طواف کرتا خواہ مرد ہوتا یا عورت البتہ عورت اپنی شرمگاہ کے آگے چھوٹا سا کپڑا رکھ لیتی۔“ (۱)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ عورت برہنہ ہو کر بیت اللہ کا طواف کرتی اور کہتی: کون ہے جو مجھے کپڑے کا ٹکڑا ادھار دے تاکہ میں اپنی شرمگاہ چھپا سکوں اور یہ شعر پڑھتی:

”اليوم يبدو بعضه او كله  
فما بدمانه فلا احله“

”آج شرمگاہ کا تھوڑا سا حصہ یا ساری شرمگاہ ہی ظاہر ہو جائے گی۔“

”اور جتنی بھی ظاہر ہو، میں اسے کسی (دیکھنے والے کے لیے) جائز نہیں کرتی۔“ (۲)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اسی (جاہلانہ رسم کے خاتمہ کے لیے) یہ آیت نازل ہوئی:

﴿حُلُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ [الاعراف: ۳۱]

”(اے آدم کی اولاد!) تم مسجد کی ہر حاضری کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو۔“

مذکورہ بالا واقعات سے معلوم ہوا کہ اسلام میں پردہ پوشی کی اہمیت پر خصوصی زور دیا گیا ہے اور بے پردگی، برہنگی اور عریانیت کی مذمت کی گئی ہے۔ حتیٰ کہ اگر کوئی شخص رنگا ہو تو اسلام دیکھنے والوں کو اس کا ستر دیکھنے سے منع کرتا ہے جیسا کہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

(( لَا يَنْظُرُ الرَّجُلُ إِلَى عَوْرَةِ الرَّجُلِ وَلَا الْمَرْأَةُ إِلَى عَوْرَةِ الْمَرْأَةِ ))

(۱) [تفسیر ابن کثیر: تبدیل سورة الاعراف، آیت: ۳۱]

(۲) [مسلم: کتاب التفسیر: باب فی قوله تعالیٰ: حُلُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (ح-۲۸، ۳۰)]

”کوئی شخص کسی دوسرے کی شرمگاہ نہ دیکھے اور نہ ہی کوئی عورت کسی دوسری عورت کی شرمگاہ دیکھے۔“<sup>(۱)</sup>

پردہ پوشی کے حوالے سے ایک مرتبہ ایک صحابی نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! (گھر میں) ہم اپنا ستر کن سے چھپائیں اور کن سے نہ چھپائیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

((احْفَظْ عَوْرَتَكَ الْأَمِنْ رُوْحِكَ أَوْ مَمْلَكَتِكَ يَمِينُكَ))

”اپنے ستر کو اپنی بیوی اور لونڈی کے علاوہ باقی سب سے چھپاؤ۔“

صحابی فرماتے ہیں کہ میں نے پھر پوچھا: اے اللہ کے رسول! دوسرے لوگوں کی موجودگی میں آپؐ کیا حکم فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنْ اسْتَطَعْتَ أَنْ لَا يَرَيْنَهَا أَحَدٌ فَلَا يَرَيْنَهَا))

”تم حسب استطاعت کوشش کرو کہ تمہارا ستر کوئی دیکھ نہ سکے۔“

صحابی فرماتے ہیں کہ میں نے پھر عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اگر ہم میں سے کوئی شخص بالکل اکیلا ہو تو پھر؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

((اللَّهُ أَحَقُّ أَنْ يُسْتَعْمَلَ مِنْهُ مِنَ النَّاسِ))

”لوگوں کی نسبت اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ حق رکھتے ہیں کہ آپ سے حیا کی جائے۔“<sup>(۲)</sup>

یعنی خلوت میں بھی بلا ضرورت ننگے نہیں ہونا چاہیے۔

اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے دیکھا کہ ایک آدمی کھلے میدان میں (سرعام) عریاں ہو کر نہا رہا ہے۔ آپ ﷺ (اس واقعہ کے بعد) منبر پر چڑھے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

((إِنَّ اللَّهَ حَسْبِي سِتِيرٌ يُحِبُّ الْحَيَاءَ وَالسُّتْرَ فَإِذَا اغْتَسَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْتِرْ))

”یقیناً اللہ تعالیٰ بہت زیادہ حیا دار اور پردہ دار ہیں، شرم و حیا اور پردے کو پسند کرتے ہیں لہذا جب تم میں سے کوئی شخص غسل کرے تو اسے چاہیے کہ لوگوں سے اوٹ (پردہ) کر لیا کرے۔“<sup>(۳)</sup>

ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس کچھ عورتیں آئیں۔ آپؐ نے پوچھا کہ تم کس علاقے سے تعلق

(۱) [مسلم: کتاب النجس: باب تحريم النظر الى العورات (ح ۳۳۸)]

(۲) [ابو داؤد: کتاب الحمام: باب ما جاء في التعمري (ح ۴۰۱۷) ترمذی (ح ۲۷۶۹) ابن ماجہ (ح ۱۹۲۰)]

(۳) [ابو داؤد: کتاب الحمام: باب التعمري عن التعمري (ح ۴۰۱۲)]

رکھتی ہو؟ انہوں نے کہا شام سے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ تم شام کے اس ضلع (حصہ) سے تعلق تو نہیں رکھتیں، جہاں عورتیں بھی (باہر) حمام میں جاتی ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں، ہم اسی علاقے سے تعلق رکھتی ہیں تو حضرت عائشہ نے ان سے کہا کہ میں نے اللہ کے رسول سے یہ حدیث سنی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

(( مَا مِنْ امْرَأَةٍ تَخْلَعُ ثِيَابَهَا فِي غَيْرِ بَيْتِهَا إِلَّا اهْتَكَّتْ مَا بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللَّهِ ))

”جو عورت اپنے گھر (کی خلوت) کے علاوہ (باہر لوگوں کے سامنے) اپنے کپڑے اتارتی ہے، وہ اس پردے کو اتارتا کر دیتی ہے جو اس کے اور اس کے رب کے درمیان ہے۔“<sup>(۱)</sup>

## (۲)..... سردی گرمی اور موسمی تغیرات سے بچاؤ:

پردہ پوشی کے بعد انسان یہ بھی چاہتا ہے کہ وہ اپنے جسم کو موسم کی شدت سے بچائے اور صحت مند رہے۔ چنانچہ سردی کی شدت سے بچاؤ کے لیے انسان موٹے اور گرم کپڑے استعمال کرتا ہے۔ اس کے ساتھ گرم جرابیں، موزے، سویٹر، جیکٹ، کمبل، قالین، رضائی وغیرہ بھی اپنے استعمال میں لاتا ہے۔ اگر انسان سردی کی شدت میں گرم ملبوسات کا اہتمام نہ کرے تو وہ فوراً سردی کا شکار ہو جائے۔ اسی طرح گرمی کی شدت اور دیگر موسمی تغیرات سے بچاؤ کے لیے بھی انسان مناسب کپڑے استعمال کرتا ہے اور یہ انسان کی ضرورت ہے۔ اس ضرورت کو قرآن مجید نے نہ صرف یہ کہ لباس کے ایک مقصد کی حیثیت سے تسلیم کیا ہے بلکہ یہ بھی کہا کہ موسمی تغیرات سے بچاؤ کے لیے استعمال کیے جانے والے لباس اللہ تعالیٰ ہی نے تمہیں عنایت کیے ہیں، اسی کی پیدا کردہ چیزوں اور اسی کی عطا کردہ ذہانت سے تمہارے لیے ان تک رسائی ممکن ہو سکی ہے، لہذا اس پر اللہ کا شکر کرو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَجَعَلَ لَكُمْ سَرَائِیلَ تَقْبِلُكُمْ الْحَرَّ وَسَرَائِیلَ تَقْبِلُكُمْ بِأَسْکُمُ كَذَلِكَ یُسِّمُ نِعْمَتَهُ عَلَیْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسَلِّمُونَ ﴾ [النحل: ۸۱]

”اور اسی نے تمہارے لیے ایسی قمیصیں بنائی ہیں جو تمہیں گرمی سے بچاتی ہیں اور ایسی قمیصیں بھی جو جنگ میں تمہارے کام آئیں۔ وہ اسی طرح اپنی پوری پوری نعمتیں تمہیں دے رہا ہے تاکہ تم فرماں بردار بن جاؤ۔“

(۱) [ابوداؤد: ایضاً (ح) ۴۰۱۰]

## (۳)..... زیب وزینت:

انسان فطرتی طور پر حسن و جمال کو پسند بھی کرتا ہے اور اپنے حسن کو مزید نکھارنے اور اپنے عیوب چھپانے کے لیے مختلف طور طریقے بھی اختیار کرتا ہے۔ لباس بھی انسان کی شخصیت میں نکھار پیدا کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ لباس کے ذریعے زیب وزینت اختیار کرنے کی قرآن مجید نے اس طرح سے حوصلہ افزائی کی ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا اٰدَمُ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْكُمْ لِبَاسًا يُوَارِیْ سَوْآتِكُمْ وَرِیْشًا وَّلِبَاسًا الثَّقَوٰی ذٰلِكَ خَیْرٌ﴾

[الاعراف: ۲۶]

”اے آدم کی اولاد! ہم نے تمہارے لیے لباس پیدا کیا جو تمہاری شرم گاہوں کو بھی چھپاتا ہے اور باعثِ زینت بھی ہے، اور تقویٰ کا لباس تو اس سے بھی بڑھ کر ہے۔“

یہاں خود اللہ تعالیٰ نے یہ بات بیان فرمائی ہے کہ میں نے لباس کو تمہارے لیے زیب وزینت کا ذریعہ بنایا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ تقویٰ کا لباس ہی بہترین ہے۔ یہاں گویا ایک اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ لباس کے ذریعے زیب وزینت اختیار کرتے ہوئے کہیں دل میں تکبر، شہرت اور نمود و نمائش کی بیماری پیدا نہ ہو جائے بلکہ اللہ کا خوف ہر وقت موجود رہنا چاہیے۔ اس طرح خواہ کتنا ہی مہنگا لباس کیوں نہ ہو اسے پہننے سے اسلام منع نہیں کرتا لیکن اس کے ساتھ یہ شرائط بھی طے کی گئی ہیں:

تکبر کی نیت نہ ہو۔ نمود و نمائش مقصود نہ ہو۔ ممنوعہ کپڑے (جیسے مرد کے لیے ریشم وغیرہ) کا لباس نہ ہو۔ چوری کا لباس نہ ہو۔ اتنا باریک لباس نہ ہو کہ ستر دکھائی دے۔ اتنا تنگ اور چست لباس نہ ہو کہ ستر والے اعضاء نمایاں ہو رہے ہوں۔

یہاں یہ بات بھی یاد رہے کہ اگر کوئی شخص صاحبِ حیثیت ہونے کے باوجود اچھا لباس نہ پہنے تو اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں کیونکہ اچھا لباس بھی اللہ کی ایک نعمت ہے۔ مال و دولت رکھنے کے باوجود ایک شخص ردى اور بد ہیئت لباس ہی پہنے رکھے تو یہ گویا اللہ کے انعامات کی ناشکری ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ ابو احوص کے والد فرماتے ہیں کہ میں انتہائی ردى کپڑے پہنے اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے مجھ سے پوچھا:

((أَلَيْكَ مَالٌ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: مِنْ أَىِّ الْمَالِ؟ قَالَ: قَدْ آتَانِي اللَّهُ مِنَ الْإِبِلِ وَالْغَنَمِ وَالْخَيْلِ وَالرَّقِيقِ، قَالَ: فَإِذَا آتَاكَ اللَّهُ مَالًا فَلْيُرِيْ أَثْرُ نِعْمَةِ اللَّهِ عَلَيْكَ وَكَرَامَتِهِ))

”کیا تمہارے پاس کوئی مال ہے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ آپ نے پوچھا کس طرح کا مال ہے؟ فرماتے ہیں، میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اونٹ، بھیڑ بکریاں، گھوڑے اور غلام ہر طرح کا مال دے رکھا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تجھے اللہ تعالیٰ نے (اتنا) مال عطا کر رکھا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے انعامات کا اثر بھی تمہاری (ظاہری) حالت سے نمایاں ہونا چاہیے۔“<sup>(۱)</sup>

یعنی اتنا مال ہونے کے باوجود انسان کو اس طرح کی وضع اختیار نہیں کرنی چاہیے کہ دیکھنے والا یہ سمجھے کہ شاید یہ فقیر اور بھیک مانگنے والا ہے۔

اسی طرح یہاں یہ بات بھی یاد رہے کہ مذکورہ بالا حدیث کا یہ معنی نہیں کہ انسان کبھی ہلکے، ستے یا پیوند لگے کپڑے پہنے ہی نہیں بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ انسان کے پاس اگر وسائل ہوں تو اسے تکبر اور شہرت سے بچتے ہوئے اچھے کپڑے بھی پہننے چاہئیں اور ان پر بھی اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ خود آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات و واقعات سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب ان کے پاس وسائل ہوتے تو وہ عمدہ اور نفیس کپڑے بھی پہنتے۔ اور پیوند لگے کپڑے بھی وہ پہن لیا کرتے تھے۔

ملبوسات کے استعمال میں حالات کو بھی بڑا دخل ہے یعنی بعض حالات اور مواقع ایسے ہوتے ہیں جہاں اچھے سے اچھا کپڑا پہننا چاہیے مثلاً عید یا خوشی یا کسی سے ملاقات کے موقع پر۔ خود آنحضرت ﷺ ایسے مواقع پر عمدہ لباس زیب تن فرمایا کرتے تھے، جبکہ عام حالات میں آپ ﷺ سادہ لباس اختیار کرتے۔

یہ تو تھے لباس کے بنیادی مقاصد، اب ہم لباس کے حوالے سے وہ احکام و قوانین بیان کریں گے جو براہ راست خواتین سے متعلقہ ہیں۔

14233

(۱).....لباس سے ستر چھپایا جائے:

لباس کے سلسلہ میں سب سے پہلا اسلامی اصول یہ ہے کہ ایسا لباس پہنا جائے جو ستر کو چھپانے والا ہو۔ عورت کے ستر سے مراد جسم کا وہ حصہ ہے جسے خاوند کے علاوہ ہر دوسرے شخص سے چھپانا ضروری ہے خواہ وہ والدین ہوں یا دوسرے بہن بھائی وغیرہ۔ عورت کے چہرے اور ہاتھ پاؤں کے علاوہ باقی سارا جسم مقام

(۱) [ابوداؤد: کتاب اللباس: باب فی غسل الثواب (ح-۶۳/۴۰)]

ستر کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لیے گھر کی چار دیواری میں عورت اپنے چہرے اور ہاتھ پاؤں کے علاوہ سارا جسم چھپا کر رکھے۔ شرمگاہ چھپانے کی احادیث ہم پیچھے بیان کر آئے ہیں، اب یہاں سینہ چھپانے کی دلیل بھی ملاحظہ فرمائیں۔ قرآن مجید میں ستر کے احکام میں مذکور ہے:

﴿ وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ بَعْضُنَّ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلَا يَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ بَنَاتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنَاتِ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولَى الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطُّفُلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَيَّ عَوْرَاتِ النِّسَاءِ ﴾ [النور: ۳۱]

” (اے نبی!) مومن عورتوں سے کہیے کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو ظاہر ہے اور اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رکھیں اور اپنی آرائش کو (کسی کے سامنے) ظاہر نہ کریں سوائے اپنے خاوندوں کے یا اپنے والد کے یا اپنے خسر کے یا اپنے بیٹوں کے یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھتیجوں کے یا اپنے بھانجوں کے یا اپنے میل جول کی عورتوں کے یا غلاموں کے یا ایسے نوکر چاکر مردوں کے جو شہوت والے نہ ہوں یا ایسے بچوں کے جو عورتوں کے پردے کی باتوں سے مطلع نہیں۔“

اس آیت میں ایک تو سینہ چھپانے کا واضح حکم دیا گیا ہے اور ایک عمومی حکم یہ دیا گیا کہ عورت اپنی زینت ظاہر نہ کرے۔ پھر اس عمومی حکم سے دو چیزوں کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ایک تو یہ چیز کہ جو زینت خود بخود ظاہر ہو جائے، وہ مستثنیٰ ہے اور دوسرا یہ کہ محرم رشتہ داروں کو اس حکم سے مستثنیٰ قرار دے دیا گیا یعنی ان کے سامنے زینت ظاہر ہو جائے تو کوئی حرج نہیں اور ظاہر ہے اس زینت سے شرمگاہ اور سینہ کی بجائے عورت کا بناؤ سنگھار، زیورات اور اس نوعیت کی دوسری چیزیں مراد نہ لینی ہیں کہ جنہیں محرموں سے چھپانا ضروری نہیں۔

مذکورہ بالا آیت کے یہ الفاظ: ((الْمَا ظَهَرَ)) یعنی جو زینت خود بخود ظاہر ہو جائے (وہ بھی مستثنیٰ ہے) اس کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ سے یہ منقول ہے کہ ((الْمَا ظَهَرَ)) سے چہرہ اور ہاتھ مراد ہیں۔<sup>(۱)</sup>

(۱) [مصنف ابن ابی شیبہ (ج ۴ ص ۹۷۳)]

لیکن واضح رہے کہ یہ حکم گھر کی چار دیواری میں ہے جہاں صرف محرم رشتہ دار اور خاندان موجود ہو۔ اگر گھر میں دیگر غیر محرم رشتہ دار مثلاً دیور، جیٹھ وغیرہ رہتے ہوں تو پھر ہاتھوں اور چہرے کا پردہ بھی کیا جائے گا۔ اسی طرح گھر سے باہر کسی ضرورت کے لیے نکلنا پڑے تو پھر بھی چہرہ سمیت سارے جسم کا پردہ کرنا پڑے گا۔ یعنی ستر کی حدود میں چہرہ اور ہاتھ پاؤں شامل نہیں مگر حجاب میں یہ چیزیں بھی شامل ہیں۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ ستر محرم رشتہ داروں سے چھپایا جاتا ہے اور غیر محرموں سے ستر سے بڑھ کر حجاب بھی کیا جاتا ہے۔

(۲)..... عورت زینت والا لباس پہن کر باہر نہ نکلے:

عورت کے لیے زینت والا لباس پہننا ممنوع تو نہیں لیکن ایسا لباس پہن کر غیر محرموں کے سامنے نکلنا ضرور ممنوع ہے حتیٰ کہ حجاب کے لیے اوڑھی جانے والی بڑی چادر یا برقع بھی بذات خود زینت والا نہیں ہونا چاہیے۔ ورنہ حجاب کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ بعض عورتیں پردے کے لیے برقعہ کا اہتمام تو ضرور کرتی ہیں مگر ان کا برقعہ ایسا نقش و نگار والا ہوتا ہے کہ ہر شخص کی نگاہ خود بخود اس طرف اٹھتی چلی جاتی ہے۔ اسی طرح بعض عورتیں برقعے سے نقاب اس انداز سے کرتی ہیں کہ آنکھوں کے ساتھ چہرے کا بڑا حصہ بھی صاف نظر آ رہا ہوتا ہے حالانکہ یہ دونوں چیزیں غلط ہیں اور اس آیت کے منافی ہیں:

﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى﴾ [الاحزاب: ۳۳]

”اپنے گھروں میں ٹکی رہو اور (بوقت ضرورت گھر سے نکلتے ہوئے) دورِ جاہلیت کی طرح کا بناؤ سنگھار نہ کرو۔“

دورِ جاہلیت میں عورتیں اپنے حسن کی نمائش کے لیے قصداً اس طرح کا لباس پہنتیں جس سے چہرہ، گلا، سینے کا بالائی حصہ، بازو وغیرہ صاف نمایاں ہوتے پھر ان پر مزید زیب و زینت، زیورات اور بناؤ سنگھار کا اضافہ کیا جاتا اور اسی حالت میں وہ مردوں میں آتی جاتی تھیں۔ اس سے مردوں کے جذبات براؤ بیچتے ہوتے اور معاشرے میں فحاشی و بے حیائی پھیلتی۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمان عورتوں کو ایسا کرنے سے سخت منع فرما دیا۔ ایک حدیث میں ہے:

((ثَلَاثَةٌ لَا تَسْأَلُ عَنْهُمْ: رَجُلٌ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ وَعَصَى أَمَامَهُ وَمَاتَ عَاصِبًا وَأَمَةٌ أَوْ عِنْدَ أَبٍ فَمَاتَ وَأَمْرَأَةٌ غَابَ عَنْهَا زَوْجُهَا فَلَدَّ كَفَاهَا مَوْلَانَةً الدُّنْيَا فَتَبَرَّجَتْ بَعْدَهُ فَلَا تَسْأَلُ عَنْهُمْ)) (۱)

(۱) [احمد (ج ۶ ص ۱۹) حاکم (ج ۱ ص ۱۱۹) امام حاکم اور ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ حجاب المرأة البانی (ص ۵۴) |

”تین طرح کے لوگوں (کی ہلاکت) کے بارے میں نہ پوچھو! (۱) ایک وہ شخص جس نے ملی اجتماعیت سے خروج کیا اور خلیفہ وقت کی نافرمانی کی اور نافرمانی ہی میں فوت ہوا۔ (۲) دوسرا وہ غلام یا لونڈی جس نے مالک کی نافرمانی کی اور اسی حال میں مرا۔ (۳) تیسری وہ عورت جسے اس کا خاوند ضروریات زندگی فراہم کر کے کہیں کام (جہاد، یا کاروبار وغیرہ) کے لیے چلا گیا اور وہ اس کے پیچھے بن سنور کر گھر سے باہر نکلتی ہے۔ ان کی ہلاکت (یعنی ہے لہذا ان) کے بارے میں کچھ نہ پوچھو۔“

اللہ کے رسول ﷺ دور جاہلیت کے رسم و رواج کی تیج کنی فرمانے کے لیے عورتوں سے بے پردگی سے اجتناب کی بیعت (وعدہ) لیا کرتے تھے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت امیمہ رضی اللہ عنہا اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آئی تاکہ اسلام پر آپ ﷺ کی بیعت کر لے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((أَبَايَعُكَ عَلَى أَنْ لَا تُشْرِكِي بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا تُسْرِقِي وَلَا تَنْزِينِي وَلَا تَقْتُلِي وَلَدَكَ وَلَا تَأْتِي بِبُهْتَانٍ تَفْتَرِي بَيْنَ يَدَيْكَ وَرِجْلَيْكَ وَلَا تَنْوَجِي وَلَا تَبْرَجِي تَبْرَجُ الْجَاهِلِيَّةِ))

”میں تجھ سے اس بات پر بیعت لیتا ہوں کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ گی، زنا نہیں کرو گی، اولاد کو قتل نہیں کرو گی، خود ہی بہتان گھڑ کر کسی پر الزام نہیں لگاؤ گی، نوحہ نہیں کرو گی اور دور جاہلیت کی طرح بے پردگی کا مظاہرہ نہیں کرو گی۔“ (۱)

### (۳)..... عورت کا لباس تنگ اور چست نہ ہو:

خاوند کے علاوہ باقی محرم لوگوں کے سامنے عورت کو اتنا باریک لباس پہن کر نہیں آنا چاہیے جس سے اس کے جسم کے ابھار نمایاں اور مقامات ستر بے پردہ ہو رہے ہوں۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے ایک موٹی قبلی چادر دی جو دھیرے کلبی نے آپ کو بطور تحفہ بھیجی تھی۔ میں نے وہ چادر اپنی بیوی کو پہنا دی۔ بعد میں آنحضرت ﷺ نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے وہ چادر استعمال کیوں نہ کی؟ میں نے کہا کہ وہ میں نے اپنی بیوی کو دے دی ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((مُرُّهَا فَلْتَجْعَلْ تَحْتَهَا غِلَاةً فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ تُصِيفَ حُجَمَ عِظَامِهَا)) (۲)

(۱) [احمد (ج ۲ ص ۱۹۶) مجمع الزوائد (ج ۶ ص ۳۶) حافظ دمشقی اور شیخ البانی نے اسے حسن قرار دیا ہے۔ حجاب

المرأة المسلمة، از البانی (ص ۵۵)]

(۲) [الاحادیث المختارة (ج ۱ ص ۱۴۴) احمد، بیہقی، ابو داؤد، بحوالہ حجاب المرأة المسلمة (ص ۶۰)]



”اسے کہنا کہ اس چادر کو اوڑھنے سے پہلے جسم پر غلالہ ضرور پہننے ورنہ مجھے خدشہ ہے کہ وہ چادر اس کے جسم کی ہڈیاں (یعنی ابھار وغیرہ) نمایاں کرے گی۔“

’غلالہ‘ دراصل اس کپڑے کو کہا جاتا ہے جو عورتیں لباس کے نیچے اس لیے پہنتی ہیں کہ اس سے جسم کے اوصاف اور ابھار نمایاں نہ ہوں۔

ہشام بن عروہ فرماتے ہیں کہ منذر بن زبیر جب عراق سے واپس آئے تو انہوں نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کی طرف ایک عراقی لباس بھیجا جو بڑا ملائم تھا۔ حضرت اسماء کی اس وقت بیٹائی جا چکی تھی چنانچہ انہوں نے اپنے ہاتھ سے اس لباس کو چھوا تو کہنے لگیں اُف! یہ لباس انہیں واپس بھیج دو۔ جب وہ لباس کا تحفہ واپس منذر کے پاس پہنچا تو وہ پریشان ہوئے اور (آ کر) حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے پوچھنے لگے: اماں جان! اسے پہننے سے جسم نظر نہیں آتا۔ حضرت اسماء فرمانے لگیں: اگر اسے پہن کر جسم نظر نہیں آتا تو اس سے جسم کے اعضا تو لازماً نمایاں ہوتے ہوں گے۔<sup>(۱)</sup>

عبداللہ بن ابی سلمہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو قبلی (مصری) لباس پہننے کے لیے دیئے اور پھر فرمایا اسے اپنی عورتوں کو نہ پہنانا۔ ایک آدمی کہنے لگا امیر المؤمنین! میں نے تو اپنی بیوی کو وہ پہنایا ہے اور اس کے بعد میرا گھر میں آنا جانا بھی ہوا ہے مگر میں نے تو نہیں دیکھا کہ اس سے جسم نظر آتا ہو۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: اگر اس سے جسم نظر نہ آئے تو جسم کے ابھار تو ظاہر ہوں گے۔<sup>(۲)</sup>

### (۴)..... عورت کا لباس پتلا اور باریک نہ ہو:

عورت کا لباس اتنا باریک اور پتلا بھی نہیں ہونا چاہیے کہ اس سے جسم کا اندرونی حصہ دکھائی دے رہا ہو۔ عام طور پر بدکارہ و فاحشہ قسم کی عورتیں اس طرح کا لباس پہنتی ہیں تاکہ لوگوں کو دعوتِ نظارہ دیں اور اپنے حسن کی نمائش کریں۔ ایسی عورتوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے اور انہیں جہنم کی وعید بھی سنائی ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((صِنْفَانِ مِنَ أَهْلِ النَّارِ لَمْ أَرَهُمَا بَعْدَ ، نِسَاءَ كَأْسِيَاتٍ عَارِيَاتٍ مَا إِلَاتَ مُمِيلَاتٍ عَلَى رُؤُوسِهِنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ لَا يَرَيْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدْنَ رِيحَهَا وَرِجَالٌ مَعَهُمْ أَسْوَأُ

(۱) [طبقات ابن سعد (ج ۱۸/ص ۱۸۴) حجاب المرأة (ص ۵۷) شیخ البانی نے اسے صحیح کہا ہے]

(۲) [بیہقی (ج ۲ ص ۲۳۴، ۲۳۵) حجاب المرأة (ص ۵۸)]

كَأَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُونَ بِهَا النَّاسَ))

’دو قسم کے لوگ آگ میں جانے والے ہیں جو ابھی تک مجھے نہیں دکھائے گئے۔ (ایک تو) ایسی عورتیں ہیں جو کپڑے پہننے کے باوجود گنتی رہتی ہیں، یہ مائل ہونے والی اور (لوگوں کو) مائل کرنے والی ہیں، ان کے سروں پر (جوڑے) سختی اونٹوں کے کوبانوں کی طرح حرکت کرتے ہوں گے۔ یہ جنت کو دیکھیں گی نہ اس کی خوشبو پا سکیں گی اور (دوسرے) کچھ آدمی ہیں جن کے پاس بیلوں کی دموں کی طرح کوڑے (لاٹھیاں) ہیں جن کے ساتھ وہ لوگوں کی پٹائی کرتے ہیں۔‘<sup>(۱)</sup>

حضرت ام علقمہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت ابو بکر بن عبدالرحمن کی بیٹی حفصہ کو دیکھا کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی اور اس نے اتنی باریک اور حسنی لے رکھی تھی جس میں سے اس کی پیشانی صاف دکھائی دیتی تھی چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے وہ اور حسنی لے کر پھاڑ دی اور کہا: کیا تمہیں معلوم نہیں جو سورہ نور میں اللہ تعالیٰ نے (پردے کے بارے میں) نازل کیا ہے؟ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک (مولیٰ) اور حسنی منگوا کر انہیں اوڑھادی۔<sup>(۲)</sup>

### (۵)..... عورت لباس پر خوشبو لگا کر باہر نہ نکلے:

اگر عورت کا گزر غیر محرموں کے پاس سے ہو یا گھر میں غیر محرم رشتہ دار بھی رہتے ہوں تو ایسی صورت میں عورت کو پھیلنے والی خوشبو لگانے سے آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ اس کا یہ معنی نہیں کہ ایسی خوشبو عورت لیے ہر حال میں ممنوع ہے بلکہ اگر غیر محرموں کی موجودگی نہ ہو تو گھر کی چار دیواری میں عورت بھی ایسی خوشبو استعمال کر سکتی ہے لیکن چار دیواری سے باہر خوشبو لگا کر نکلنے والی عورت کے بارے میں بڑے سخت الفاظ میں آنحضرت ﷺ نے سرزنش فرمائی ہے، اس سلسلہ کی چند احادیث ملاحظہ ہوں:

((عن ابی موسیٰ عن النبی قال: کُلُّ عَمِینٍ زَانِیَةٍ وَالْمَرْأَةُ إِذَا اسْتَعَطَّرَتْ فَمَرَّتْ بِالْمَجْلِسِ فَهِيَ كَذَا وَكَذَا یَعْنِی زَانِیَةٌ))<sup>(۳)</sup>

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’ہر آنکھ زنا کرتی ہے اور وہ عورت

(۱) [مسلم (۱۵۳/۶) احمد (۵۸۱، ۴۶۹/۲) سنن کبریٰ (۲۳۴/۲) شرح السنة (۱۵۳/۶) موطا (۹۱۳/۲)]

(۲) [طبقات ابن سعد (ج ۸ ص ۴۶) موطا (ج ۳ ص ۱۰۳) سنن بیہقی (ج ۲ ص ۲۳۵) حجاب المرأة (ص ۵۷)]

(۳) [ترمذی: کتاب الادب: باب ماجاء فی کراهیة خروج المرأة متعطرة (ج ۲۷۸۶)]

جو خوشبو لگا کر مردوں کی جگہ سے گزرتی ہے وہ ایسی اور ایسی ہے۔“ آپ کی مراد یہ تھی کہ وہ بدکارہ اور زانیہ ہے۔ (یعنی یہ کام بدکارہ اور فاحشہ عورتوں کا ہے۔)

((عن زينب امرأة عبد الله قالت قال لنا رسول الله ﷺ: إِذَا شَهِدْتَ إِحْدَانُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلَا تَمَسَّ طِينًا))

”حضرت زینب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ہم عورتوں سے کہا کہ جب تم میں سے کوئی عورت مسجد آنا چاہے تو وہ خوشبو نہ لگائے۔“<sup>(۱)</sup>

((عن ابی ہریرۃ ان امرأة مرت به تعصف ريحها فقال يا امة الجبار! المسجد تريدین؟ قالت نعم قال وله تطيبت؟ قال نعم قال فارجمي فاغتسلي فاني سمعت رسول الله يقول: مَا مِنْ امْرَأَةٍ تَخْرُجُ إِلَى الْمَسْجِدِ تَعْصِفُ رِيحَهَا فَيَقْبَلُ اللَّهُ مِنْهَا صَلَاةً حَتَّى تَرْجِعَ إِلَى بَيْتِهَا فَيَغْتَسِلَ))

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک عورت گزری جس سے خوشبو مہک رہی تھی تو انہوں نے کہا اے اللہ کی بندی! کیا تم مسجد کی طرف جا رہی ہو؟ اس عورت نے کہا ہاں، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کیا تم نے مسجد کے لیے خوشبو لگائی ہے؟ اس عورت نے کہا ہاں۔ آپ نے کہا، واپس جاؤ اور جا کر غسل کرو کیونکہ میں نے اللہ کے رسول سے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو عورت مسجد کی طرف خوشبو بکھیرتے ہوئے جائے، اس کی اس وقت تک کوئی نماز قبول نہیں جب تک کہ وہ واپس گھر جا کر غسل نہ کر لے۔“<sup>(۲)</sup>

غسل کرنے کا حکم اس لیے دیا کہ اس دور میں بعض خوشبوئیں کچھ اس طرح سے تیار کی جاتی تھیں کہ انہیں جسم اور کپڑوں پر لگایا جاتا تھا اور اتارنے کے لیے نہانا پڑتا تھا۔

## (۶)..... عورت مردانہ وضع کا لباس نہ پہنے:

عورتوں کا لباس مردوں کی مشابہت والا نہیں ہونا چاہیے، جو عورتیں صنف مخالف کی مشابہت اختیار کرتے

(۱) [صحیح مسلم: کتاب الصلاة: باب خروج النساء الى المساجد اذالم يترتب عليه فتنة (ح ۴۴۳-۱۴۲)]

(۲) [السنن الكبرى للبيهقي (ج ۳ ص ۱۳۳، ۲۴۶) الترغيب والترهيب (ج ۳ ص ۹۴) حجاب المرأة (ص ۶۴)]

میں شیخ البانی نے اسے صحیح کہا ہے [

ہوئے ان جیسا لباس استعمال کرتی ہیں ان پر آنحضرت ﷺ نے لعنت فرمائی ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

(( لَعْنَةُ رَسُولِ اللَّهِ الرَّجُلُ يَلْبَسُ لِبْسَةَ الْمَرْأَةِ وَالْمَرْأَةُ تَلْبَسُ لِبْسَةَ الرَّجُلِ ))

”اللہ کے رسول ﷺ نے عورتوں کا لباس پہننے والے مرد پر اور مردوں جیسا لباس پہننے والی عورت پر لعنت فرمائی ہے۔“ (۱)

اسی طرح ایک اور روایت میں ہے:

(( لَعْنَةُ رَسُولِ اللَّهِ الْمُتَشَبِّهِينَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ ))

”اللہ کے رسول ﷺ نے ان مردوں پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں اور ان عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو مردوں کی مشابہت کرتی ہیں۔“ (۲)



(۱) [ابوداؤد: کتاب اللباس: باب فی لباس النساء (ح ۴۰۹۸) مسند احمد (ج ۲ ص ۳۲۵) مستدرک حاکم (ج ۴

ص ۱۹۴)]

(۲) [صحیح بخاری: کتاب اللباس: باب المتشبهین بالنساء والمتشبهات بالرجال (ح ۵۸۸۵)]

## عورت اور ستر و حجاب

عورت کے ستر سے مراد جسم کا وہ حصہ ہے جسے خاوند کے علاوہ ہر دوسرے شخص سے چھپانا ضروری ہے خواہ وہ والدین ہوں یا دوسرے بہن بھائی وغیرہ۔ عورت کے چہرے اور ہاتھ پاؤں کے علاوہ باقی سارا جسم مقامِ ستر کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لیے گھر کی چار دیواری میں عورت اپنے چہرے اور ہاتھ پاؤں کے علاوہ باقی سارا جسم دوسروں سے چھپا کر رکھے۔ واضح رہے کہ یہ حکم اس گھر کی چار دیواری میں ہے جہاں صرف محرم رشتہ دار اور خاوند موجود ہو۔ اگر گھر میں دیگر غیر محرم رشتہ دار مثلاً دیور، جیٹھ وغیرہ بھی رہتے ہوں تو پھر چہرے کا پردہ بھی کیا جائے گا۔ اسی طرح گھر سے باہر کسی ضرورت کے لیے نکلنا پڑے تو اس وقت بھی چہرہ سمیت سارے جسم کا پردہ کرنا پڑے گا۔ آئندہ سطور میں ہم حجاب کے دلائل ذکر کریں گے:\*

### حجاب کے بارے میں قرآنی دلائل:

(۱)..... ﴿وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسَأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَائِ حِجَابٍ ذَلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ﴾

”اور جب تم ان (یعنی ازواجِ مطہرات) سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو، یہ تمہارے اور

ان کے دلوں کی کامل پاکیزگی ہے۔“ [الاحزاب: ۵۳]

اگرچہ اس آیت میں مسئلہ حجاب کے حوالے سے ازواجِ مطہرات سے خطاب کیا گیا ہے، مگر اس کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ یہ حکم بھی خاص انہی کے لیے ہے، دیگر عورتوں کے لیے نہیں بلکہ یہ حکم ازواجِ مطہرات کے ساتھ دیگر خواتین کو بھی شامل ہے۔ البتہ امت کی ماؤں سے اس مسئلہ کے آغاز کی حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ مسئلہ مذکور کا تعلق چونکہ خواتین سے تھا اور تھا بھی یہ ایک اہم مسئلہ، اس لیے ضروری محسوس ہوا کہ اس کی ابتداء نبی اکرم ﷺ کے گھرانے سے کی جائے۔ ورنہ قرآن و سنت میں کہیں یہ مذکور نہیں کہ غیر محرم سے حجاب کا حکم خاص ازواجِ مطہرات کے لیے ہے اور نہ ہی صحابہ کرامؓ، تابعین عظامؓ اور متقدم علماء و فقہاء میں سے کسی نے یہ بات کی ہے۔ اس کے برعکس درج ذیل آیت میں ازواجِ مطہرات کے ساتھ دیگر

۶۶..... [ستر و حجاب کے سلسلہ میں مزید تفصیلات اور شبہات کے ازالہ کے لیے ملاحظہ ہو ہماری کتاب: ”ملبوسات“]

خواتین کو بھی پردے کا حکم دیا گیا ہے:

(۲) ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْرِنُنَّ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ذَلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا﴾ [الاحزاب: ۵۹]

”اے نبی! اپنی بیویوں، بیٹیوں اور دیگر اہل ایمان عورتوں سے فرمادیتے تھے کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں، اس سے وہ جلد پہچان لی جایا کریں گی اور اس سے انہیں ستایا نہ جائے گا اور اللہ تعالیٰ تو بڑا مغفرت والا، بڑا رحمت والا ہے۔“

### حجاب کے بارے میں احادیث:

آئندہ سطور میں ہم غیر محرم سے پردہ کرنے کے سلسلہ میں چند اہم احادیث بیان کر رہے ہیں:

(۱)..... غزوہ خیبر کے موقع پر جو عورتیں باندیاں بنائی گئیں ان میں ایک حمی بن اخطب نامی یہودی سردار کی بیٹی صفیہ بھی تھی جس کا خاوند مارا گیا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کر کے اس سے شادی کر لی۔ اس بات کا علم بہت سے صحابہ کو نہیں تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے آپس میں چہ میگوئیاں شروع کر دیں کہ پتہ نہیں کہ حضورؐ نے انہیں شرف زوجیت بخشا ہے یا باندی ہی رکھا ہے۔ چنانچہ لوگوں نے کہا:

((إِنْ حَجَبَهَا فَهِيَ إِخْدَىٰ امَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ وَإِنْ لَمْ يَحْجُبْهَا فَهِيَ مِمَّا مَلَكَتْ يَمِينُهُ))<sup>(۱)</sup>

”اگر آنحضرت ﷺ نے ان کے لیے پردے کا اہتمام کریں گے تو یہ امہات المؤمنین میں سے ہوں گی، اور اگر آپ ان کے لیے پردے کا اہتمام نہیں کریں گے تو پھر یہ اس بات کی علامت ہوگی کہ وہ باندی ہیں۔ [کیونکہ باندیوں کے لیے چہرے کے پردہ کا حکم نہ تھا] آخر جب قافلے کی روانگی کا وقت آیا تو آپ ﷺ نے ان کے لیے اپنی سواری پر پیچھے بیٹھنے کی جگہ بنائی اور ان کے لیے پردے کا اہتمام کیا۔“

(۲)..... حضرت انس رضی اللہ عنہ نے دس سال آنحضرت ﷺ کی خدمت کا شرف حاصل کیا، وہ اپنے بچپن کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ

”اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو میری والدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے مجھ سے کہا کہ اس وقت اگر ہم اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں کچھ تحفہ بھیجیں تو یہ اچھا موقع ہے

(۱) [صحیح بخاری: کتاب المغازی: باب غزوة خیبر (ح ۴۲۱۳)]

چنانچہ انہوں نے کھجور، گھی اور پنیر ملا کر ایک ہانڈی میں حلوا بنایا اور میرے ہاتھ میں دے کر آنحضرت ﷺ کے پاس بھجوایا۔ میں وہ حلوا لے کر جب حضور کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے یہاں رکھ دو اور جا کر فلاں فلاں لوگوں کو بلاؤ۔ آپ ﷺ نے ان لوگوں کا نام لے کر کہا اور فرمایا کہ ان کے علاوہ بھی جو کوئی راستے میں تمہیں ملے، اسے بھی دعوت دینا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کے حکم کے مطابق میں لوگوں کو دعوت دینے چلا گیا اور جب میں واپس پہنچا تو سارا گھر لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ میں نے دیکھا کہ آنحضرت نے اپنے دونوں ہاتھ اس حلوے پر رکھے اور جو اللہ کو منظور تھا، وہ زبان سے کہا (یعنی برکت کی دعا فرمائی) پھر دس دس آدمیوں کو کھانے کے لیے بلانا شروع کر دیا۔ آپ ان سے فرماتے جاتے تھے کہ اللہ کا نام لے کر ہر شخص اپنے آگے سے کھائے۔ حتیٰ کہ سب لوگ کھانا کھا کر گھر سے باہر نکل گئے البتہ تین آدمی گھر میں بیٹھے باقیں کرتے رہے (بعض روایات میں ہے کہ ”آنحضرت نے ان کے سامنے اٹھنے کی حالت ظاہر کی مگر وہ لوگ اس اشارے کے باوجود باتوں میں مصروف رہے“۔ آپ چونکہ بہت زیادہ حیا دار تھے، اس لیے انہیں زبان سے کچھ کہے بغیر) آپ باہر تشریف لے گئے۔ پھر واپس آئے تو وہ لوگ ابھی بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ پھر واپس چلے گئے کہ شاید اس طرح یہ لوگ اٹھ جائیں مگر وہ نہ اٹھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے بھی ان لوگوں کے نہ اٹھنے کا افسوس ہوا۔ آنحضرت اپنی بیویوں کے حجروں کی طرف چلے گئے اور میں بھی آپ کے پیچھے گیا اور جا کر بتایا کہ وہ لوگ چلے گئے ہیں چنانچہ آپ واپس تشریف لائے اور گھر میں داخل ہو گئے۔ میں بھی حجرے میں تھا البتہ آپ نے میرے اور اپنے درمیان پردہ ڈال لیا اور اس وقت آپ پر یہ آیات نازل ہوئیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ وَلَكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ يُؤْذَى النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنْكُمْ وَاللَّهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَائِهِ حِجَابٍ ذَلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ﴾ [الاحزاب: ۵۳]

”اے ایمان والو! جب تک تمہیں اجازت نہ دی جائے تم نبی کے گھروں میں نہ جایا کرو، کھانے کے لیے بھی (اجازت کے بعد جاؤ) یہ نہیں کہ پہلے سے جا کر بیٹھ گئے اور کھانا پکنے کا انتظار کرتے رہے بلکہ

جب بلایا جائے تب جاؤ اور جب کھا چکو تو نکل کھڑے ہو، وہیں باتوں میں مشغول نہ ہو جایا کرو۔ نبی ﷺ کو تمہاری اس بات سے تکلیف ہوتی ہے، پس وہ تو لحاظ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ (بیان) حق میں کسی کا لحاظ نہیں کرتے۔ جب تم نبی ﷺ کی بیویوں سے کوئی چیز طلب کرو تو پردے کے پیچھے سے طلب کرو۔ تمہارے اور ان کے دلوں کے لیے کامل پاکیزگی یہی ہے۔“<sup>(۱)</sup>

بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سب لوگوں سے زیادہ میں ان آیات کے قریب ہوں کیونکہ یہ میرے سامنے نازل ہوئیں اور (ان کے نزول کے بعد) ازواج مطہرات کو حجاب (پردے) کا پابند کر دیا گیا۔<sup>(۲)</sup>

(۳)..... حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تین مواقع پر میرے رب نے میری رائے کے موافق حکم نازل کیا۔ (ان میں سے ایک حجاب کا مسئلہ تھا) فرماتے ہیں:

((قللت يا رسول الله يدخل عليك البر والفاجر فلو أمرت امهات المؤمنين بالحجاب؟ فانزل الله آية الحجاب))

”میں نے عرض کیا تھا کہ اللہ کے رسول! آپ کے گھر میں اچھے اور برے ہر طرح کے لوگ آتے ہیں، کیا ہی اچھا ہوا اگر آپ امہات المؤمنین کو پردے کا حکم فرمادیں؟ چنانچہ اللہ نے آیت حجاب نازل فرمادی۔“<sup>(۳)</sup>

(۴)..... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ پہلی ہجرت میں شرکت کرنے والی عورتوں پر رحم کرے، جب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ﴾ [النور: ۳۱] ”اپنے گریبانوں پر اپنے دوپٹے ڈالے رکھو اور اپنی آرائش کو (کسی کے سامنے) ظاہر نہ کرو۔“ تو انہوں نے اپنی چادروں کو پھاڑ کر ان سے دوپٹے بنا لیے۔<sup>(۴)</sup>

(۱) [صحیح بخاری (ح ۶۲۷۱، ۴۷۹۱، ۵۱۶۳)]

(۲) [بخاری کتاب النکاح: باب الهدیة للعروس (ح ۵۱۶۳-۵۱۵۴ تا ۵۱۵۴) مسلم: کتاب النکاح (ح ۳۹)]

ابوداؤد: کتاب اللباس (ح ۴۲۵۵) ترمذی: کتاب تفسیر القرآن (ح ۳۲۱۸) نسائی: کتاب النکاح (ح ۳۳۸۷)]

(۳) [بخاری: کتاب التفسیر: باب قوله: واتخذوا من مقام ابراهيم مصلی (۴۴۸۳)]

(۴) [بخاری: ایضاً: باب قوله وليضربن بخمرهن علی جیوبهن (۴۷۵۸)]



ہمارے ہاں بعض خواتین دوپٹے کو فیشن کے طور پر استعمال کرتی ہیں، یہ دوپٹے اس نوعیت کے نہ تھے کہ ان سے مزید بے پردگی ہو بلکہ یہ ستر کے مقصد کو پورا کرنے والے تھے کیونکہ عربوں کا لباس کھلی چادریں ہوتا تھا۔ عورتیں بھی وہی پہنتیں۔ اس سے گریبان، سینہ، گلے اور کمر کا بعض حصہ خود ہی نمایاں ہوتا اور بعض کام کاج کی وجہ سے کھل جاتا۔ حالانکہ گھر میں محرم مردوں سے بھی انہیں چھپانا ضروری تھا، اس لیے عورتوں کو مزید یہ حکم ہوا کہ وہ گھر میں دوپٹے بھی اوڑھا کریں۔ چنانچہ صحابیات نے اس پر فوراً عمل کیا۔ لمبی چادرتو پاؤں تک آجاتی تھی اور نیچے ازار بند کی زیادہ ضرورت نہ رہتی چنانچہ جن عورتوں کے پاس مزید کپڑا نہ تھا، انہوں نے ازار بند سے کپڑا اچھاڑ کر سینے کے حصوں کو چھپانے کے لیے دوپٹے بنا لیے۔ اور یہ دوپٹے باریک بھی نہیں تھے۔

(۵)..... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھا: اے اللہ کے رسول! حالت احرام میں آپ ہمیں کون سے کپڑے پہننے کا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا:

((وَالْبُرَائِسَ إِلَّا أَنْ يَكُونَ أَحَدٌ لَيْسَتْ لَهُ نَعْلَانِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ وَلْيَقْطَعْ أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ وَلَا تَلْبَسُوا شَيْئًا مَسَّهُ زَعْفَرَانٌ وَلَا الْوَرَسُ وَلَا تَنْتَقِبِ الْمُحْرِمَةُ وَلَا تَلْبَسِ الْقَفَازِينَ))

”تم حالت احرام میں قمیص، شلواریں، پگڑیاں، ٹوپیاں نہ پہنو۔ اگر کسی کے پاس جوتا نہ ہو تو وہ موزے پہن لے، البتہ ان موزوں کو ٹخنوں سے کاٹ لے اور ایسی چیز نہ پہنو جسے زعفران یا ورس (رنگ والی بوٹی) لگی ہو اور احرام والی عورت نقاب اور دستا نہ پہنے۔“<sup>(۱)</sup>

معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کے دور میں عورتیں نقاب کیا کرتی تھیں، اسی لیے تو آپ ﷺ نے حالت احرام میں نقاب کرنے سے منع فرمایا لیکن جب مردوں سے سامنا ہو تو وہاں عورت چہرے کا پردہ کرے گی، جیسا کہ آئندہ دلائل سے معلوم ہوگا۔

(۶)..... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

((كَانَ الرَّكْبَانُ يَمْرُونَ بِنَا وَنَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ مُحْرِمَاتٌ فَأَذَا حَازُوا بِنَا سَلْتُ أَحَدًا نَاجِلِيًّا بَهْمَانِ رَأْسَهَا عَلَى وَجْهَهَا فَأَذَا حَازُوا وَنَا كَشَفْنَا))

(۱) [بخاری: کتاب المناسک: باب ما ينهى من الطيب للمحرم والمحرمة ح ۱۸۳۸، ۱۵۴۲] ابو داؤد

(ح ۱۸۲۵) احمد (ج ۲ ص ۱۱۹) نسائی (ح ۲۶۶۶) ترمذی (ح ۸۳۳)

”حالتِ احرام میں (یعنی حج کے موقع پر) جب (مردوں کے) قافلے ہمارے پاس سے گزرتے اور ہمارا ان سے سامنا ہوتا تو ہم اپنی چادریں اپنے سروں کی جانب سے چہروں پر لٹکالیتیں اور جب وہ لوگ گزر جاتے تو ہم اپنے چہرے کھول لیتیں۔“ (۱)

۷..... حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

((كُنَّا نَعْطَىٰ وَجُوهَنَا مِنَ الرِّجَالِ..... فِي الْأَحْرَامِ))

”ہم حالتِ احرام میں مردوں سے اپنے چہروں کو چھپانے کے لیے ڈھانپ لیتی تھیں۔“ (۲)

۸..... حضرت صفیہ بنت شیبہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ آپ نقاب اوڑھے بیت اللہ کا طواف کر رہی تھیں۔ (۳)

۹..... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو لے کر آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نقاب کیے ہوئے لوگوں کے درمیان کھڑی ہے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو پہچان لیا۔ (۴)

۱۰..... حضرت فاطمہ بنت منذر فرماتی ہیں کہ

((كُنَّا نَحْمِرُ وَجُوهَنَا وَنَحْنُ مُحْرِمَاتٌ وَنَحْنُ مَعَ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ))

”ہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھیں اور حالتِ احرام میں ہم (مردوں سے پردہ کرنے کے لیے) اپنے چہروں پر کپڑا ڈال لیتی تھیں۔“ (۵)

۱۱..... عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے بیٹے ابراہیم فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں آخری حج کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے امہات المؤمنین کو بھی حج کے لیے شریک کیا اور ان کے

(۱) ابوداؤد: کتاب المناسک: باب فی المحرمة تعطى وجهها (ح ۱۸۲۳) ابن ماجہ (ح ۲۹۳۵) احمد

(ح ۶ ص ۳۰) شیخ البانی نے ایک ضعیف راوی کی وجہ سے اس روایت کو ابوداؤد میں ضعیف قرار دیا ہے لیکن اپنی کتاب حجاب المرأة (ص ۵۰) میں اسی روایت کو شواہد کی بنا پر حسن کہا ہے۔ اور اگلی روایت کو بھی اس کا شاہد کہا ہے۔

(۲) مستدرک حاکم (ج ۱ ص ۴۵۴) امام حاکم، امام ذہبی اور شیخ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

(۳) طبقات ابن سعد (ج ۸ ص ۴۹) بحوالہ حجاب المرأة (ص ۵۰)

(۴) طبقات: ایضاً (ج ۸ ص ۹۰) ان دونوں روایتوں کی اسناد پر کچھ کلام ہے دیکھیے: حجاب المرأة (ص ۵۱، ۵۰)

(۵) مؤطا کتاب الحج: باب تخمیر المحرم ووجهه (ح ۱۸)

ساتھ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اعلان کرتے تھے: خبردار! ازواجِ مطہرات کی طرف کوئی (مرد) نہ آئے اور نہ ہی کوئی انہیں دیکھنے کی کوشش کرے۔ جبکہ ازواجِ مطہرات اونٹوں پر رکھے ہوئے ہیں۔ جب پڑاؤ کرتیں تو انہیں قافلے کے آگے پڑاؤ کروایا جاتا (تاکہ بے پردگی نہ ہو) اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ قافلے کے سرے پر ہوتے چنانچہ کوئی شخص ازواجِ مطہرات کی طرف نہ پہنچ پاتا۔<sup>(۱)</sup>

(۱۲)..... حضرت عاصم فرماتے ہیں کہ ہم حفصہ بنت سیرین کے پاس جاتے تو وہ بڑی چادر لے کر نقاب کر لیتیں (حالانکہ وہ خوب عمر رسیدہ ہو چکی تھیں) ہم انہیں کہتے: اللہ آپ پر رحم کرے، کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں کہا: ﴿وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ الَّتِي لَا يَرُجُونَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ أَنْ يَضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَّبِعَاتٍ بِزِينَةٍ﴾ ”بڑی بوڑھی عورتیں جنہیں نکاح کی امید (اور خواہش ہی) نہ رہی ہو، وہ اگر اپنے کپڑے اتار رکھیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ وہ اپنا بناؤ سنگھار ظاہر کرنے والیاں نہ ہوں۔“ تو آپ پھر کیوں اس طرح پردے کا تکلف کرتی ہیں۔ حضرت عاصم فرماتے ہیں کہ وہ کہتیں کہ اس آیت کا اگلا حصہ کیا ہے، ذرا وہ بھی پڑھو۔ تو ہم آگے اس آیت کا یہ بقیہ حصہ پڑھتے: ﴿وَأَنْ يَسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ﴾ ”تاہم اگر وہ (پردہ کرنے کی) احتیاط کر لیں تو یہ ان کے لیے بہت افضل ہے۔“ تو وہ فرماتیں کہ یہ حصہ میرے اس پردے کو ثابت کرتا ہے۔<sup>(۲)</sup>

(۱۳)..... ایک روایت میں ہے کہ ایک عورت جسے ام خلد کہا جاتا تھا، آنحضرت ﷺ کے پاس آئی، اس نے نقاب کر رکھا تھا اور اپنے بیٹے کے بارے میں دریافت کر رہی تھی جو جنگ میں شہید ہو چکا تھا۔ صحابہ کرام میں سے کسی نے حیرانی سے کہا کہ ((جَسِبَتْ تُسْفَلِينَ عَنِ ابْنِكَ وَأَنْتِ مُتَنَفِّئَةٌ؟)) ”آپ اپنے بیٹے کے بارے میں پوچھنے آئی ہیں اور پھر بھی نقاب اوڑھا ہوا ہے؟“ مراد یہ تھی کہ میدانِ جنگ میں بیٹے کی شہادت کی خبر سن کر تو عورت کے ہوش و حواس قائم نہیں رہتے مگر تم اطمینان سے اور باپردہ ہو کر آئی ہو [تو اس پر ام خلد رضی اللہ عنہا نے یہ جواب دیا: ((إِنْ أُرِزْتُ ابْنِي فَلَنْ أُرِزُّ حَيَاتِي)) ”اگرچہ میرا بیٹا مجھ سے کھو گیا ہے لیکن میری حیا مجھ سے ہرگز نہیں کھوئی۔“

(۱) [طبقات ابن سعد (ج ۸ ص ۱۵۲) شیخ البانی نے اس کے راویوں کو ثقہ قرار دیا ہے، دیکھیے: حجاب المرأة (ص ۵۱)]

(۲) [سنن بیہقی (ج ۷ ص ۹۳) شیخ البانی نے اس روایت کی سند کو صحیح کہا ہے، دیکھیے: حجاب المرأة (ص ۵۲)]

اللہ کے رسول ﷺ نے اس عورت سے فرمایا کہ تمہارے بیٹے کے لیے تو دو شہیدوں کے برابر اجر ہے۔ اس نے پوچھا وہ کیسے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ اس وجہ سے کہ اسے اہل کتاب نے شہید کیا ہے۔<sup>(۱)</sup>

(۱۳)..... امام عجل فرماتے ہیں کہ مکہ میں ایک شادی شدہ عورت رہتی تھی جو بڑی ہی خوبصورت تھی۔ ایک دن وہ شیشے میں اپنا حسن و جمال دیکھتے ہوئے اپنے شوہر سے کہنے لگی: آپ کے خیال میں کوئی ایسا شخص ہے جو میرے چہرے کا حسن و جمال دیکھے اور فتنے میں مبتلا نہ ہو سکے؟ اس کے شوہر نے کہا ہاں۔ کہنے لگی کون ہے؟ تو اس نے کہا عبید بن عمیر۔ (یہ ایک صاحب تقویٰ تابعی تھے) وہ عورت کہنے لگی: اچھا مجھے اجازت دو تو میں اسے فتنے میں مبتلا کر کے دکھا دوں؟! وہ کہنے لگا جا میں تجھے اجازت دیتا ہوں!

امام عجل فرماتے ہیں کہ وہ عبید سے مسئلہ پوچھنے کے بہانے ان کے پاس آئی، چنانچہ امام عبید اس کے ساتھ مسجد حرام میں ایک کونے میں چلے گئے تو اس نے موقع پا کر چاند سا حسین چہرہ ان کے سامنے کھول دیا۔ عبید نے نظر پھیرتے ہوئے کہا: اللہ کی بندی یہ کیا؟ وہ کہنے لگی میں آپ کے ساتھ محبت کی آزمائش میں مبتلا ہو گئی ہوں لہذا آپ میرے معاملے پر غور کریں۔ عبید کہنے لگے کہ میں تم سے ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں اگر تم نے اس کا سچ جواب دیا تو میں تمہارے معاملے میں غور کروں گا۔ کہنے لگی بلاشبہ میں سچ ہی جواب دوں گی۔ عبید نے کہا اگر اس وقت ملک الموت تمہاری روح نکالنے آجائے تو کیا تمہیں اس پر خوشی ہوگی کہ تمہارا یہ (غلط) مطالبہ پورا ہو گیا ہو؟ اس نے کہا نہیں، اللہ کی قسم!

عبید نے کہا: تم نے سچ بولا ہے۔ پھر کہا: اگر تمہیں قبر میں داخل کر دیا جائے اور وہاں فرشتے تم سے سوال کرنے آجائیں تو وہاں کیا تمہیں اس بات پر خوشی ہوگی کہ میں نے تمہارا مطالبہ پورا کر دیا ہوتا؟ کہنے لگی اللہ کی قسم نہیں۔ عبید نے کہا تم نے سچ کہا پھر پوچھا: جب لوگوں کو ان کے اعمال نامے تقسیم کیے جا رہے ہوں گے اور تمہیں معلوم نہیں ہوگا کہ تمہارا اعمال نامہ کس ہاتھ میں دیا جائے گا تو کیا وہاں تمہیں یہ اچھا لگے گا کہ میں تمہارے اس مطالبے کو پورا کرتا؟ اس نے کہا نہیں اللہ کی قسم! عبید نے کہا تم نے سچ کہا پھر پوچھا: جب تم پل صراط سے گزرو گی اور تمہیں معلوم نہ ہوگا کہ تم اس سے گزر جاؤ گی یا نیچے (جہنم میں جا کر لو گی) تو کیا وہاں تمہیں اپنا یہ عمل پسند آئے گا؟ اس نے کہا اللہ کی قسم نہیں۔ عبید نے کہا تم نے سچ بولا پھر پوچھا: جب میزان میں تمہارے اعمال تو لے جائیں گے اور تمہیں معلوم نہ ہوگا کہ تمہاری

(۱) [ابو داؤد: کتاب الجہاد: باب فضل قتال الروم علی غیرہم من الامم (ح ۲۴۸۵)] اس روایت کی سند میں ضعف ہے |

نیکیاں زیادہ ہوں گی یا گناہ، تو وہاں تمہیں اپنا یہ عمل پسند آئے گا یا نہیں؟ اس نے کہا اللہ کی قسم نہیں۔ عبید نے کہا تم نے سچ کہا، اے اللہ کی بندی! اللہ سے ڈر۔ بلاشبہ اللہ نے تم پر انعام اور احسان کیا ہے.....!!

عجلیٰ فرماتے ہیں کہ پھر وہ عورت اپنے شوہر کے پاس گئی اور اس کے شوہر نے اس سے پوچھا: ہاں کیا ہوا؟ اس نے کہا ہم تو فضول اور بیکار لوگ ہیں چنانچہ پھر وہ نماز، روزہ اور دیگر عبادات میں ایسی مشغول ہوئی کہ اس کا شوہر کہا کرتا تھا: عبید نے میرے ساتھ عجیب معاملہ کیا ہے، اس نے تو میری بیوی ہی ناکارہ کر دی، پہلے تو وہ ہر رات میرے لیے شب زفاف کی دہن بنا کرتی تھی اور عبید نے تو اسے عابدہ اور زابدہ بنا چھوڑا ہے۔<sup>(۱)</sup>

### گھر سے باہر نکلنے کے لیے بڑی چادر یا برقع لینا چاہیے:

عہد نبویؐ میں خواتین نماز یا دیگر ضروری کاموں کے لیے اپنے شوہروں کی اجازت سے گھر سے باہر نکلا کرتی تھیں۔ البتہ گھر سے باہر چونکہ مردوں کی آمد و رفت بھی ہوتی ہے اور بے پردگی کا خطرہ بھی، اس لیے صحابیات کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ بڑی چادریں لپیٹ کر باہر نکلا کریں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لَأَزْوَاجِكُمْ وَبَنَاتِكُمْ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُؤْمِنَاتِ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ذَلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا﴾ [الاحزاب: ۵۹]

”اے نبی! اپنی بیویوں، بیٹیوں اور دیگر اہل ایمان عورتوں سے فرما دیجئے کہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں، اس سے وہ جلد پہچان لی جایا کریں گی اور اس سے انہیں ستایا نہ جائے گا اور اللہ تعالیٰ تو بڑا مغفرت والا، بڑا رحمت والا ہے۔“

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو:

((حَرَجَ نِسَاءَ الْأَنْصَارِ كَانَ عَلَى رُؤُوسِهِنَّ الْعُرْبَانُ مِنَ الْأَكْسِيَّةِ))

”انصار کی عورتیں (اس حکم کے بعد) اس طرح بڑی چادریں لپیٹ کر باہر نکلیں کہ معلوم ہوتا تھا کہ ان کے سروں پر کوٹے بیٹھے ہیں۔“<sup>(۲)</sup>

(۱) [تاریخ التفات: از امام عجللی (ص ۳۲۲، ۳۲۳)]

(۲) [ابو داؤد: کتاب اللباس: باب فی قول اللہ: یدنین علیہن من جلابیبہن..... (ح ۴۱۰۱)]

اس کی مزید تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ جب اللہ کے رسول ﷺ نے عید کے موقع پر حکم دیا کہ تمام عورتیں بھی عید گاہ میں آئیں تو ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

(( يَا رَسُولَ اللَّهِ! اِحْدَانَا لَيْسَ لَهَا جِلْبَابٌ؟ قَالَ: لَتَلْبَسَهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا ))

”اگر ہم میں سے کسی عورت کے پاس جلباب (بڑی چادر) نہ ہو تو وہ کیا کرے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے اس کی مسلمان بہن اپنے جلباب میں چھپالائے۔“<sup>(۱)</sup>

اس سے معلوم ہوا کہ صحابیات میں یہی رواج تھا کہ ضرورت کے لیے گھر سے نکلتے وقت وہ جلباب (بڑی چادر) کا اہتمام کرتیں اور خوب پردہ کر کے باہر نکلتیں۔ افسوس کہ اب ہمارے ہاں یہ اہتمام کہاں!؟

### غیر محرم رشتہ داروں سے پردہ:

غیر محرم اجنبی ہو یا قریبی رشتہ دار، ہر صورت میں اس سے پردہ کیا جائے گا۔ بعض لوگ دیوروں اور جیٹھوں سے پردہ کے سلسلہ میں سستی کرتے ہیں حالانکہ آنحضرت ﷺ نے اس سلسلہ میں زیادہ سخت تاکید فرمائی ہے جیسا کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

(( اِيَّاكُمْ وَالْخَوْلَى عَلَى النِّسَاءِ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفَرَأَيْتَ الْحَمُو؟ قَالَ: الْحَمُو؛ أَلْمَوْتُ ))

”غیر محرم عورتوں کے پاس داخل ہونے سے بچو۔ ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! دیور اور جیٹھ کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے (کیا وہ اپنی بھانج کے پاس جا سکتا ہے یا نہیں؟) آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تو اس کے لیے موت ہے۔“<sup>(۲)</sup>

اس روایت میں ’حمو‘ کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کا ترجمہ شوہر کا بھائی خواہ چھوٹا (دیور) ہو یا بڑا (جیٹھ) سے کیا گیا ہے، بعض کے بقول اس لفظ سے مراد خاوند کا ہر وہ رشتہ دار ہے جس سے اس عورت کا نکاح ہو سکتا ہے مثلاً خاوند کا بھائی، بھتیجا، بھانجا، چچا، ماموں، چچا زاد یا مومن زاد بھائی وغیرہ۔ عورت کو ان کے ساتھ بیٹھنے اٹھنے، خلوت اختیار کرنے، گپ شپ کرنے، ان کے سامنے چہرہ ننگا کرنے اور زیب و زینت کا اظہار

(۱) بخاری: کتاب الصلوٰۃ: باب وجوب الصلوٰۃ فی النیاب (ح ۳۵۱)

(۲) بخاری: کتاب النکاح: باب لا یخلون الرجل بامرأة الا ذو محرم (ح ۵۲۳۲) مسلم: کتاب السلام

(ح ۲۱۷۲) ترمذی (ح ۱۱۷۱) احمد (ج ۴ ص ۱۴۹) دارمی (ح ۲ ص ۲۷۸) شرح السنۃ (ح ۲۲۵۲)

کرنے کی آپ ﷺ نے اجازت نہیں دی بلکہ یہ کہا کہ یہ تو موت ہیں یعنی ان سے فتنے کا زیادہ خدشہ ہے۔ اس لیے کہ رشتہ دار ہونے کی وجہ سے ان کا گھر میں آنا جانا ہوتا ہے اور دوسروں کی نسبت ان سے برائی کا زیادہ خطرہ رہتا ہے۔

ہمارے ہاں مشترکہ رہائش کی وجہ سے دیوروں، جیٹھوں سے پردے کے حوالے سے افراط و تفریط پائی جاتی ہے، یا تو ان سے پردہ کیا ہی نہیں جاتا یا پھر اتنی سختی سے پردہ کیا جاتا ہے کہ ضرورت کی بات چیت بھی نہیں کی جاتی۔ اس مسئلہ میں اسلام کی مجموعی تعلیمات کو سامنے رکھ کر اس کا حل نکالنا بڑا ضروری ہے۔ چاہیے تو یہ کہ ان سے بھی چہرے کا پردہ کیا جائے۔ ان کے سامنے زیب و زینت کا اظہار نہ کیا جائے، ان کے ساتھ گپ شپ کا ماحول نہ بنایا جائے کیونکہ یہ ساری چیزیں عورت کے لیے بھی ممنوع ہیں اور دیوروں جیٹھوں کے لیے بھی۔ شوہر اور گھر کے سربراہان کی ذمہ داری ہے وہ اس لحاظ سے ماحول کو کنٹرول کریں۔ البتہ ضرورت کی حد تک بات چیت کی شرعاً گنجائش موجود ہے۔

## عورت کے ستر و حجاب اور لباس سے متعلقہ چند اہم فتاویٰ

### شرعی حجاب:

**سوال:** شرعی حجاب کا مطلب کیا ہے؟

**جواب:** شرعی حجاب کا مطلب یہ ہے کہ عورت کے لئے تمام واجب الستر اعضاء میں سب سے مقدم اور اوٹی چہرے کا پردہ ہے، اس لئے کہ چہرہ فتنہ و رغبت کا محل ہے۔ لہذا عورتوں پر اجنبی لوگوں سے چہرے کا پردہ کرنا واجب ہے۔ جہاں تک یہ کہنا ہے کہ شرعی حجاب صرف سر، گردن، سینہ، پاؤں، پنڈلی اور بازو کو ڈھانپنا ہے جبکہ چہرہ اور ہاتھ اس سے مستثنیٰ ہیں تو یہ ایک عجیب و غریب قول ہے، اس لئے کہ یہ بات تو معلوم ہی ہے کہ جائے رغبت اور محل فتنہ چہرہ ہے، پھر یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ شریعت اسلامیہ عورت کو پاؤں ڈھانپنے کا تو حکم دے مگر چہرہ کھلا رکھنے کی اجازت دے دے۔ پُر از حکمت شریعتِ مطہرہ میں ایسے تناقص کا ہونا غیر ممکن ہے۔ ہر انسان جانتا ہے کہ پاؤں سے کہیں بڑھ کر چہرے میں فتنہ ہے، اور مردوں کے لئے عورتوں میں محل رغبت بھی چہرہ ہی ہے۔ اگر کوئی شخص کسی منگیتر سے کہے کہ آپ کی ہونے والی بیوی کے بازو تو خوبصورت ہیں مگر چہرہ بدصورت ہے تو وہ ہرگز ایسی لڑکی سے شادی کرنے پر آمادہ نہ ہوگا۔ اس کے برعکس

اگر کہا جائے کہ اس کا چہرہ تو خوبصورت ہے لیکن ہاتھ پاؤں اور پنڈلیاں اتنی خوبصورت نہیں ہیں تو وہ ضرور ایسی لڑکی سے شادی کرنے پر آمادہ ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ چہرے کا پردہ بطریق اولیٰ واجب ہے۔ کتاب دست، اقوال صحابہ، اقوال ائمہ میں ایسے بے شمار دلائل موجود ہیں جن کی رو سے غیر مردوں کے سامنے عورت پر تمام جسم اور چہرے کا پردہ واجب ٹھہرتا ہے۔ [فتاویٰ از شیخ ابن باز، بحوالہ: فتاویٰ برائے خواتین، ص ۲۸۸، طبع دار السلام، لاہور]

### ڈرائیور اور نوکر سے پردہ:

**سوال:** گھریلو ڈرائیور کا گھر کی عورتوں اور دو شیزاؤں سے ملنا جلنا اور ان کے ساتھ مارکیٹ یا سکول جانا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟

**جواب:** رسول اللہ ﷺ کا فرمان صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ

((لَا يَخْلُقَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ نَالِفُهُمَا)) [ترمذی کتاب الرضاع]

”کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ خلوت میں نہیں جاتا مگر تیسرا ان کا شیطان ہوتا ہے۔“

خلوت گھر میں ہو یا گاڑی میں، مارکیٹ میں ہو یا کہیں اور ایک ہی بات ہے۔ مرد و زن کی تنہائی میں اس امر کی کوئی ضمانت نہیں کہ ان کی گفتگو باعثِ فتنہ اور باعثِ شہوت انگیزی نہیں ہوگی، اس بات کے باوجود کہ بعض خواتین و حضرات میں تقویٰ و پرہیزگاری، خشیتِ الہی اور معصیت و خیانت سے نفرت موجود ہوتی ہے مگر ان میں شیطان مداخلت کرتا ہے اور گناہ کو کمتر صورت میں پیش کر کے فریب کاری کا دروازہ کھول دیتا ہے، لہذا اس سے اجتناب کرنا ہی باعثِ حفاظت و سلامتی ہے۔ [فتاویٰ از: شیخ ابن جبرین، ایضاً ص ۲۰۳]

**سوال:** اجنبی ڈرائیور کے ساتھ اکیلی عورت کا اس لئے سوار ہونا کہ وہ اسے شہر تک پہنچا دے، کیا حکم رکھتا ہے؟ نیز کسی شخص کی عدم موجودگی میں اگر چند عورتیں اکیلی اجنبی ڈرائیور کے ساتھ گاڑی میں سوار ہوں تو از روئے شریعت اس کا کیا حکم ہے؟

**جواب:** غیر محرم ڈرائیور کے ساتھ اکیلی عورت کا گاڑی میں سوار ہونا ناجائز ہے، کیونکہ یہ خلوت کے حکم میں ہے اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((لَا يَخْلُقَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا وَمَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ)) [المعجم الكبير للطبرانی (ج ۱۱ ص ۴۲۵)]



”کوئی آدمی کسی عورت کے محرم کے بغیر اس کے ساتھ خلوت میں نہ جائے۔“

ہاں اگر دونوں کے ساتھ ایک یا زیادہ مرد ہوں یا ایک سے زیادہ عورتیں ہوں تو اطمینان بخش حالات میں کوئی حرج نہیں۔ اس لئے کہ ایک یا زیادہ لوگوں کی موجودگی میں خلوت ختم ہو جاتی ہے۔ یاد رہے کہ یہ حکم غیر سفری حالت کا ہے۔ جہاں تک سفری حالت کا تعلق ہے تو عورت کے لئے جائز نہیں کہ وہ محرم کے بغیر سفر کرے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

((وَلَا تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ إِلَّا مَعَ مُحْرَمٍ)) ”کوئی عورت محرم کے بغیر سفر نہ کرے۔“ [بخاری و مسلم]

سفر بری ہو یا بخری ہو یا ہوائی سب کا ایک ہی حکم ہے۔ [فتاویٰ از: شیخ ابن باز، ایضاً ص ۲۶۹]

**سوال:** شیخ ابن باز سے سوال کیا گیا کہ نوکروں اور ڈرائیوروں سے پردہ نہ کرنا کیسا ہے؟ اور کیا یہ لوگ بھی اجنبیوں میں شمار ہوں گے؟

**جواب:** ڈرائیور اور نوکر کا حکم اجنبی مردوں جیسا ہے۔ ان دونوں سے پردہ کرنا جبکہ وہ محارم میں سے نہ ہوں، واجب ہے، ان کے سامنے بے پردہ ہونا یا خلوت کرنا جائز نہیں ہے، حدیث نبویؐ ہے:

((لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ ثَالِثُهُمَا))

”کوئی آدمی کسی عورت سے خلوت و تنہائی اختیار نہ کرے کیونکہ ان دونوں میں تیسرا شیطان ہوتا ہے۔“

اس کے علاوہ بھی ایسی بہت سی دلیلیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر محرموں سے پردہ کرنا واجب اور ان کے سامنے بے پردگی کا اظہار حرام ہے۔ [ایضاً، فتاویٰ المرأة، مرتب: محمد بن عبدالعزیز، ج ۲ ص ۷۹]

**ہاتھ پاؤں کا پردہ:**

**سوال:** گھر سے باہر جاتے وقت ستر کے پیش نظر جرابیں یا دستا نے پہننا جائز ہے یا بدعت؟

**جواب:** عورت کے لیے ایسا لباس پہننا واجب ہے جو اس کے بدن اور شرم گاہ کو ڈھانپ سکے۔ خاص طور پر بازار وغیرہ جاتے وقت عورت کا باپردہ ہونا ضروری ہے۔ جرابیں اور دستا نے پہننا بھی اسی ضمن میں آتا ہے۔ اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ عورت کے جسم کا کوئی ایسا حصہ نظر نہ آنے پائے جو کہ فتنہ و فساد کا باعث ہو۔ بوقت ضرورت ہاتھوں کو ننگا رکھنا جائز ہے۔ بشرطیکہ نہ تو وہ زیورات یا مہندی وغیرہ سے مزین ہوں اور نہ (ہی دوسروں کی نسبت) کسی امتیاز کے حامل ہوں۔ [فتاویٰ از شیخ ابن حجرین، فتاویٰ المرأة، از محمد بن



مردوں کے جو شہوت والے نہ ہوں یا ایسے بچوں کے جو عورتوں کے پردے کی باتوں سے مطلع نہیں۔“ اور شوہر کا بھائی ان لوگوں میں سے نہیں ہے جن کے سامنے عورت کو اظہارِ زینت کی اجازت دی گئی ہے۔ اور واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ میں صالح اور غیر صالح کے درمیان فرق نہیں کیا اور حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے دیور، جیٹھ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ((الْحَمُّ الْمَوْتُ)) ”وہ تو موت ہیں۔“ (یعنی ان سے دور رہنا ضروری ہے) لہذا مسلمان پر اپنے دین اور اپنی عزت و آبرو کی حفاظت کرنا لازم ہے۔ [مجلد: الحجۃ الاسلامیہ، ج ۱۹ ص ۱۳۸]

### رضاعی باپ سے پردہ:

**سوال:** عورت کے لیے اپنے شوہر کے رضاعی باپ کے سامنے چہرہ ننگا کرنا کیسا ہے؟  
**جواب:** عورت کے لیے شوہر کے رضاعی باپ کے سامنے چہرہ ننگا کرنا جائز نہیں ہے، یہی راجح موقف ہے اور امام ابن تیمیہؒ نے بھی اسے ہی اختیار کیا ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

((يَحْرُمُ مِنَ الرِّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ)) [بخاری و مسلم]

”رضاعت سے وہ سب رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب سے حرام ہوتے ہیں۔“

شوہر کا باپ بیٹے کی بیوی پر نسبی لحاظ سے حرام نہیں ہے بلکہ وہ سرالی رشتہ کے سبب حرام ہے، ارشاد ہے:

﴿وَخَلِيلُ ابْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ﴾ [النساء: ۲۳]

”اور تمہارے ان بیٹوں کی بیویاں (تم پر حرام ہیں) جو تمہارے صلب سے ہیں۔“

اور رضاعی بیٹا، صلبی بیٹوں میں سے نہیں ہے۔ اس بنا پر خاوند کے رضاعی باپ سے پردہ کرنا واجب ہے۔ اور اگر فرض کر لیا جائے کہ وہ عورت اس شخص کے رضاعی بیٹے سے طلاق کے ذریعے جدائی اختیار کر لے تو وہ از روئے احتیاط رضاعی سر کے لیے حلال نہیں ہوگی، جمہور علماء کی رائے یہی ہے۔ [فتویٰ از: فضیلة الشیخ

محمد بن جبرین: فتاویٰ المرأة، ج ۱ ص ۸۱]

### داماد سے پردہ:

**سوال:** بعض عورتیں اپنے دامادوں سے پردہ کرتی ہیں اور ان سے سلام کرنے میں مصافحہ سے باز رہتی ہیں تو کیا ایسا کرنا ان کے لیے جائز ہے؟

**جواب:** عورت کا داماد رشتہ مصاہرت (یعنی سرسالی رشتہ داری) کے سبب اس کے محارم میں سے ہے، اس کے لیے اپنی ساس کے جسم کا وہ حصہ دیکھنا جائز ہے جو وہ اپنی ماں، بہن اور بیٹی یا دیگر محرمات سے دیکھ سکتا ہے، لہذا ایک عورت کا اپنے داماد سے چہرہ یا بال یا ہاتھ یا اس طرح کے اعضاء کو ڈھانپنا اور اس سے مصافحہ کرنے سے باز رہنا غلو ہے۔ ہو سکتا ہے یہی عمل نفرت اور لاتعلقی کا ذریعہ بن جائے، لہذا ایک عورت کو اس سلسلہ میں غلو سے پرہیز کرنا چاہیے الایہ کہ اپنے داماد پر اسے شک و شبہ ہو تو پھر یہ الگ بات ہے۔ [ایضاً: فتاویٰ از افتاء کمیٹی، ج ۲ ص ۸۳]

### سگے چچا سے پردہ:

**سوال:** ایک شخص کے پاس اس کی بھتیجیاں رہتی ہیں اور وہ ان سے گندہ مذاق کرتا ہے۔ کیا ان لڑکیوں کے لیے اس گندے مذاق سے بچنے کے لیے اپنے اس چچا سے چھپنا اور اس کا سامنا نہ کرنا جائز ہے؟

**جواب:** ایسے خبیث چچا کے پاس اس کی بھتیجیوں کا آنا اور اس کے سامنے چہرہ کھولنا جائز نہیں۔ اس لیے کہ جن علماء نے محرم کے پاس عورت کا چہرہ کھولنا جائز کہا ہے انہوں نے شرط لگائی ہے کہ وہاں کسی قسم کا فتنہ نہ پایا جائے۔ اور یہ شخص جو اپنی بھتیجیوں سے فحش مذاق کرتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ان لڑکیوں پر اس سے فتنہ کا اندیشہ ہے اور فتنہ کے اسباب سے دور رہنا واجب ہے۔ اس میں حیرانی کی بھی کوئی وجہ نہیں کیونکہ بعض لوگ اپنی محرمات کی طرف شہوانی رغبت رکھتے ہیں، حتیٰ کہ بعض لوگوں کے متعلق سننے میں آیا ہے کہ انہوں نے اپنی باپ شریک سوتیلی بہن کے ساتھ محض اس لیے زنا کیا کہ وہ ان کی سگی بہن نہیں بلکہ بعض لوگوں نے اپنی ماں تک سے زنا کیا، والعیاذ باللہ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزُّنَا إِنَّهُ سَكَانٌ فَاحِشَةٌ وَسَاءَ سَبِيلًا﴾ [الاسراء: ۳۲]

”خبردار! زنا کے قریب بھی نہ پھٹکنا کیونکہ وہ بڑی بے حیائی اور بہت ہی بری راہ ہے۔“

خلاصہ یہ ہے کہ ان لڑکیوں پر اپنے اس چچا سے دور رہنا اور اس کے سامنے چہرہ چھپانا اس وقت تک واجب ہے جب تک کہ اس سے گندے مذاق کا اندیشہ ختم نہ ہو جائے۔ [دروس و فتاویٰ الحرم المکی للشیخ

ابن عثیمین: ج ۳ ص ۲۳۷]

### عورت کا مردانہ پتلون پہننا:

**سوال:** کیا عورت کے لیے جائز ہے کہ وہ مردانہ پتلون پہنے؟

**جواب:** پتلون تنگ اور چست ہونے کی وجہ سے جسم کے اعضاء کا حجم وغیرہ ظاہر کرتی ہے، اس لیے عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ تنگ اور چست لباس پہنے کیونکہ اس سے اس کے جسم کے ابھار واضح ہوں گے جو فتنے کا ذریعہ ہے۔ نیز یہ بھی ممکن ہے کہ عورت کے پتلون پہننے کی وجہ سے اس کی مردوں سے مشابہت ہو اور نبی اکرم ﷺ نے مردوں سے مشابہت کرنے والی عورتوں پر لعنت کی ہے۔ [محلۃ البحوث

[الاسلامیة]

### مختصر اور تنگ لباس پہننا:

**سوال:** میرے چار بچے ہیں اور میں ان کے سامنے مختصر لباس پہنتی ہوں، اس کا کیا حکم ہے؟

**جواب:** اپنی اولاد اور دیگر محارم کے سامنے عورت کے لیے مختصر لباس پہننا جائز نہیں۔ لہذا وہ ان کے پاس اپنے جسم کا صرف اتنا حصہ کھولے جس قدر کھولنے کی عادت رائج ہو اور جس میں کوئی فتنہ بھی نہ ہو۔ عورت صرف اپنے شوہر کے پاس تنگ اور مختصر لباس پہن سکتی ہے۔ [کتاب المستفی من فتاویٰ الشیخ صالح

الفوازن: ج ۳ ص ۲۰۸]

### عورتوں کا مردوں سے مصافحہ:

**سوال:** عورتوں کا مردوں سے مصافحہ کا کیا حکم ہے؟

**جواب:** اگر عورتیں مصافحہ کرنے والے کی محرمات میں سے ہوں جیسے اس کی ماں، بہن، بیٹی، خالہ، پھوپھی اور اس کی بیوی تو اس میں حرج نہیں، لیکن اگر مصافحہ غیر محارم سے ہو تو جائز نہیں ہے، کیونکہ ایک عورت نے نبی اکرم ﷺ کی طرف اپنا ہاتھ مصافحہ کے لیے بڑھایا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنِّي لِأَصَافِحُ النِّسَاءَ)) "میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔"

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

((وَاللَّهِ مَا مَسَّتْ يَدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَدَ امْرَأَةٍ قَطُّ مَا كَانَ يُبَايِعُهُنَّ إِلَّا بِالْكَلامِ))

"اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ نے کبھی کسی (غیر محرم) عورت کا ہاتھ نہیں چھوا، آپ ان سے صرف زبانی طور پر بیعت لیتے تھے۔"

ان دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ غیر محرم مردوں سے مصافحہ کرے اور نہ

مرد کے لیے جائز ہے کہ اپنی محارم کے علاوہ کسی عورت سے مصافحہ کرے، کیونکہ ایسی صورت میں وہ فتنہ سے بچ نہیں سکتا۔ [مجموع فتاویٰ ومقالات متنوعہ للشیخ ابن باز: ج ۶ ص ۲۲]

**سوال:** اجنبیہ عورت جب بوڑھی ہو تو اس سے مصافحہ کیا حکم ہے؟ اور اگر وہ اپنے ہاتھ پر کپڑا یا کسی اور چیز کو رکاوٹ بنا کر مصافحہ کرے تو پھر کیا حکم ہے؟

**جواب:** غیر محرم عورتوں سے مصافحہ کسی طرح بھی جائز نہیں، خواہ وہ جوان ہوں یا بوڑھی اور خواہ مصافحہ کرنے والا جوان ہو یا بہت بوڑھا۔ خواہ ہاتھ تنگ ہو یا دستا نے میں۔ [مجلة البحوث الاسلامیة ۳۸/۱۳۱]

### عورت کا اجنبی مرد کو اپنا جسم چھونے کی اجازت دینا:

**سوال:** کیا مرد کے لیے اجنبیہ عورت کے جسم کے کسی حصہ کو چھونا جائز ہے؟

**جواب:** بعض عورتیں ننگن اور انگوٹھی کا ناپ اور سائز دینے یا اپنے ہاتھوں سے زیورات اتارنے یا پہننے میں مدد حاصل کرنے کی غرض سے کمزور ایمان سنیاروں کے سامنے اپنا ہاتھ اور جسم پیش کرنے میں احتیاط نہیں کرتیں۔ جبکہ یہ ایک حرام فعل ہے، کیونکہ مرد کے لیے اجنبیہ عورت کے بدن کے کسی حصہ کا چھونا جائز نہیں۔ اور عورت اپنے اس فعل کی وجہ سے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمان ہے۔ لہذا اس عورت اور اس کے جسم کو چھونے والے پر فرض ہے کہ وہ اللہ کے حضور توبہ کریں۔ حدیث نبوی ہے:

((لَا تَنْ يُطْعَنَ فِي رَأْسِ أَحَدٍ مَخِيطًا مِّنْ حَدِيدٍ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَمَسَّ امْرَأَةً لَا تَحِلُّ لَهُ))

”کسی کے سر میں لوہے کی سوئی چھو دی جائے یہ بہتر ہے اس عمل سے کہ وہ کسی ایسی عورت کو چھوئے جو اس کے لیے حلال نہیں ہے۔“

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مرد کے لیے کسی اجنبیہ کا بدن چھونا جائز نہیں اور اگر عورت اس کام کے لیے راضی ہو تو وہ بھی چھونے والے کے ساتھ گناہ میں شریک ہے۔ [زينة المرأة لعبدالله الفوزان، ص: ۵۲]

### کیا ڈاکٹر عورت کا جسم چھوسکتا ہے؟

**سوال:** اطباء کا عورتوں کے پردوں کو کھولنے اور ان سے خلوت کرنے کا کیا حکم ہے؟

**جواب:** پہلی بات تو یہ ہے کہ عورت بلاشبہ پردہ کی چیز ہے اور مردوں کے لیے ان میں رغبت ہوتی ہے۔ لہذا عورت کے لیے مناسب نہیں کہ وہ غیر محرم مردوں کو اپنے جسم کو چھونے اور علاج کرنے کا موقع دے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر مطلوبہ لیڈی ڈاکٹر نہ ملے تو پھر مردوں سے علاج کرانے میں حرج نہیں۔ اور یہ مجبوری کی صورت ہے۔ مگر اس کی بھی کچھ شرائط و قیود ہیں، اسی لیے فقہاء کہتے ہیں:

((الضرورة تقدر بقدرها)) ”ضرورت کے لیے ایک چیز کا جواز ضرورت کی حد تک محدود ہوتا ہے۔“  
لہذا ڈاکٹر کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ عورت کے کسی ایسے حصہ بدن کو دیکھے یا چھوئے جس کی حاجت نہیں اور عورت پر بھی واجب ہے کہ وہ اپنے جسم کا ہر وہ حصہ ڈاکٹر سے چھپائے جسے کھولنے کی ضرورت نہیں۔

علاوہ ازیں ڈاکٹر کے لیے بھی یہ جائز نہیں کہ وہ زیر علاج اجنبی عورت سے خلوت کرے۔ حدیث میں ہے:

((مَا خَلَا رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا كَانَ الشَّيْطَانُ ثَالِثَهُمَا))

”جب بھی کوئی مرد کسی عورت سے خلوت کرتا ہے تو ان میں تیسرا شیطان ہوتا ہے۔“

لہذا ضروری ہے کہ عورت اور ڈاکٹر کے ساتھ عورت کا شوہر یا کوئی اور محرم رشتہ دار موجود ہونا چاہیے۔ اگر وہ موجود نہ ہو تو پھر قربت دار عورتوں کی موجودگی ضروری ہے۔ اگر مذکورہ لوگوں میں سے کوئی نہ ہو اور مرض خطرناک ہو جس میں تاخیر کرنا ممکن نہ ہو تو کم از کم نرس وغیرہ ضرور موجود ہو، تاکہ خلوت نہ رہے۔

[فتاویٰ و رسائل الشیخ محمد بن ابراہیم ۱۰/۱۲۷]

### عورت کا غیر محرم مرد کی طرف دیکھنا:

**سوال:** عورت کا کسی غیر محرم مرد کو ٹیلی ویژن پر یا راہ چلتے ہوئے فطری نظر سے دیکھنے کا کیا حکم ہے؟  
**جواب:** عورت کا مرد کو دیکھنا خواہ ٹیلی ویژن پر ہو یا کہیں اور، دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو وہ شہوت اور لذت کی نظر سے دیکھتی ہے۔ ایسی نظر سے دیکھنا فتنہ و فساد کے سبب حرام ہے۔

دوسری صورت یہ کہ وہ شہوانہ نظر سے نہ دیکھے۔ اہل علم کے اصح قول کے مطابق اس صورت میں کوئی حرج نہیں ہے اور ایسا دیکھنا جائز ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حبشی مردوں کے کھیل کود کو دیکھتی تھیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کھلاڑیوں کی نگاہوں سے چھپائے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کھیل دیکھنے سے منع نہ فرمایا۔ [فتویٰ از شیخ ابن باز: فتاویٰ المرأة: ج ۱ ص ۴۳]



## عورت اور زیب و زینت

زیب و زینت اور اسلام:

اسلام زیب و زینت اختیار کرنے اور حسن و جمال اپنانے کے قطعاً خلاف نہیں ہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اسلام خوبصورتی، صفائی، سہرائی، پاکیزگی اور نفاست و طہارت کو پسند کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ [الاعراف: ۳۲]

”(اے نبی!) آپ فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ زیب و زینت، جسے اس نے اپنے بندوں کے لیے بنایا ہے اور کھانے پینے کی پاکیزہ چیزوں کو کس شخص نے حرام کیا ہے؟! آپ کہہ دیجیے کہ یہ چیزیں دنیوی زندگی میں مومنوں کے لیے بھی ہیں اور قیامت کے روز تو یہ صرف مومنوں ہی کے لیے خاص ہوں گی۔“

اسی طرح طہارت اور پاکیزگی کے بارے میں حدیث نبویؐ ہے:

((الطُّهُورُ شَطْرُ الْإِيمَانِ))<sup>(۱)</sup>

”طہارت ایمان کا حصہ ہے۔“ [شطر کا معنی آدھا حصہ یا بڑا حصہ بھی ہوتا ہے]

بلکہ جو شخص طہارت و پاکیزگی کا خیال نہیں رکھتا اس کی ندمت کی گئی ہے مثلاً پیشاب کے چھینٹوں سے جو شخص اپنا بچاؤ نہیں رکھتا اسے عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔ اسی طرح میلا پھیلا رہنے کو بھی آنحضرت ﷺ نے پسند نہیں فرمایا۔ حتیٰ کہ بری وضع اختیار کیے رہنے کو بھی پسند نہیں کیا، قرآن مجید میں ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ﴾ [البقرة: ۲۲۲]

”بے شک اللہ تعالیٰ بہت توبہ کرنے والوں اور پاکیزگی حاصل کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں۔“

﴿وَيَا بَنِي إِسْرَائِيلَ فَطَّهِّرُوا﴾ [المدثر: ۴]

”اور اپنے کپڑے پاک رکھو۔“

(۱) [مسند دارمی: کتاب الوضوء (ج ۳) مسند احمد (ج ۵ ص ۴۴۳، ۴۴۴) مسلم: کتاب الطہارۃ: باب فضل الوضوء (ج ۲۲۳) ترمذی: کتاب الدعوات (باب ۸۶)]



## زیب وزینت کی حدود:

گزشتہ دلائل سے معلوم ہوا کہ اسلام زیب وزینت کی اہمیت کو تسلیم کرتا ہے بلکہ ان کی طرف رغبت بھی دلاتا ہے البتہ زیب وزینت کے سلسلہ میں اسلام نے کچھ حدود و قیود کا تعین کر دیا ہے جن کا لحاظ رکھنا انسان کی اخروی فلاح کے علاوہ معاشرتی لحاظ سے دنیوی کامیابی کا سبب بھی ہے۔ اور انہیں نظر انداز کرنا انسان کی اپنی تباہی کے مترادف ہے۔ آئندہ سطور میں ہم زیب وزینت کی حدود پر روشنی ڈالیں گے۔

## صفائی اور پاکیزگی میں فرق:

سب سے پہلے یہ بات یاد رہے کہ صفائی و ستھرائی اور طہارت و پاکیزگی میں تھوڑا سا فرق ہے اور یہ فرق اتنا اہم ہے کہ ایک شخص بظاہر صاف ستھرا ہونے کے باوجود ناپاک اور نجس ہو سکتا ہے اور ایک شخص بظاہر میلا کچلا نظر آنے کے باوجود پاک اور طہا رہو سکتا ہے۔ اس فرق میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں صاف ستھرا ہونے کے ساتھ پاک ہونا بھی ضروری ہے، اگر کوئی شخص پاک نہ ہو مگر ظاہری صفائی کی اس نے انتہا کر دی ہو تو یہ سب بے فائدہ ہے۔ [مزید تفصیلات آگے عورت اور طہارت کے تحت ملاحظہ فرمائیں]

## مرد و زن میں زیب وزینت کا فرق:

زیب وزینت اور بناؤ سنگھار کرنے کی اسلام نے مرد و زن دونوں کو اجازت دی ہے لیکن دونوں فریقوں میں تھوڑا سا فرق رکھا ہے، وہ یہ کہ مردوں کے لیے ہر وقت بناؤ سنگھار کرتے رہنے کو اسلام مکروہ سمجھتا ہے کیونکہ فطرتی طور پر مرد کی ساخت کام کاج کرنے، چست رہنے اور بھاگنے دوڑنے والی ہے، جبکہ عورت کی ساخت اور طبیعت اس کے برعکس نزاکت والی ہے۔ اس لیے عورتوں کو بناؤ سنگھار تو مناسب رہتا ہے لیکن مرد اگر عورتوں کی طرح بننے سنورنے پر رہے تو اس کے کام کاج متاثر ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عورتوں کی طبیعت، ساخت، اور ذوق کے پیش نظر انہیں سونے، چاندی اور یشم کے استعمال کی کھلی اجازت دی گئی مگر مرد کے لیے سونے اور یشم کے استعمال کو ممنوع ٹھہرا دیا گیا۔ اسی طرح مردوں کے لیے سرمندانہ جائز ہے مگر عورتوں کے لیے سرمندانے سے آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن براء فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ میں سے ایک شخص سفر کر کے حضرت فضالہ

بن عبید رضی اللہ عنہ کے پاس مصر گئے اور کہا میں صرف زیارت کے لیے نہیں آیا بلکہ اس لیے آیا ہوں کہ میں نے اور آپ نے آنحضرت ﷺ سے ایک حدیث سنی تھی اور مجھے امید ہے کہ آپ کو اس سلسلہ میں کچھ معلومات ہوں گی۔ انہوں نے کہا کون سی؟ اس شخص نے کہا فلاں فلاں۔ پھر اس نے کہا: ”کیا وجہ ہے کہ آپ کو علاقے کا حکمران ہونے کے باوجود میں پراگندہ حالت میں دیکھ رہا ہوں؟“ انہوں نے جواب دیا: ”اللہ کے رسول ﷺ ہمیں بہت زیادہ بناؤ سنگھار سے منع کیا کرتے تھے۔“ پھر وہ کہنے لگے: ”کیا وجہ ہے کہ آپ نے جو تا بھی نہیں پہن رکھا؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اللہ کے رسول ﷺ ہمیں کہا کرتے تھے کہ کبھی کبھار ننگے پاؤں بھی چلا کرو۔“ (۱)

### ہر وقت بناؤ سنگھار:

ہر وقت بناؤ سنگھار کی طرف لگے رہنے کو بھی اسلام پسند نہیں کرتا کیونکہ اگر کوئی شخص خواہ مرد ہو یا عورت، ہر وقت زیب و زینت اختیار کرنے، میک اپ کرنے، بال سنوارنے، سرخی پاؤ ڈر لگانے، فیشن کرنے کی طرف متوجہ رہے گا تو اس کا دائرہ عمل، کام کاج اور دیگر ذمہ داریاں متاثر ہوں گی۔ ہر وقت یہ خدشہ رہے گا کہ اس کا میک اپ خراب نہ ہو، اس کے استری شدہ کپڑوں پر سلوٹ نہ پڑ جائے، اس کے بالوں کی مانگ نہ ہل جائے، اس کے چہرے کا غمازہ اور کریم نہ اتر جائے، بلکہ لوگ فتویٰ لینے آجاتے ہیں کہ دلہن نے میک اپ کیا ہے، رخصتی سے پہلے یا شوہر کے پاس پہنچنے سے پہلے اگر نماز کا وقت ہو جائے تو میک اپ بچانے کے لیے وہ تیمم کر کے نماز پڑھ لے یا نہیں.....!؟

اب آپ خود بتائیے عورتوں کی رخصتی کیا عہد نبویؐ میں نہیں ہوا کرتی تھی؟ کیا وہ بناؤ سنگھار نہیں کرتی تھیں؟ کیا اس بناؤ سنگھار کے دوران نمازوں کا وقت نہیں آتا تھا؟ یہ سب کچھ ہوتا تھا مگر کہیں یہ ذکر نہیں کہ میک اپ بچانے کے لیے کسی صحابیہ یا تابعیہ وغیرہ نے تیمم کیا ہو یا کسی نے اس کا فتویٰ جاری کیا ہو!

### تہبہ بالکفار:

زیب و زینت اور بناؤ سنگھار میں کوئی ایسی وضع قطع اختیار نہ کی جائے جو کسی غیر مسلم قوم کے لیے معروف ہو یا ان کا شعار بن چکی ہو مثلاً ہندو عورتیں خوبصورتی کے لیے ماتھے پر قشقہ اور بندیا لگاتی ہیں اور یہ

(۱) [سنن ابو داؤد: کتاب الترجل (حدیث ۴۱۶۰)]

ان کا شعار بن چکا ہے۔ اس لیے اس عمل میں ان کی مشابہت درست نہیں۔ لیکن افسوس کہ ہمارے ہاں جب کسی بھی غیر مسلم کا کوئی خاص فیشن منتقل ہوتا ہے تو سبھی اس کی پیروی اور نقالی میں لگ جاتے ہیں کسی فنکار اور اداکار نے لباس یا بالوں کا کوئی انداز اختیار کر کے اپنے فن کا مظاہرہ کیا تو اسے دیکھنے والے بھی اس جیسا انداز اور وضع اختیار کرنے لگتے ہیں، ویسی وضع بنانے والے میسوں حجام اور بیوٹی پارلر میدان میں آ جاتے ہیں۔ پھر سب سے بڑھ کر یہ بات خطرناک ہے کہ کفار کی مشابہت و نقالی کا گناہ کر کے اس پر ہماری عوام خوشی اور فخر کا اظہار کرتی ہے!

تکبر اور غرور کے لیے فیشن:

زیب وزینت اور فیشن کا یہ مقصد نہیں کہ انسان اپنے آپ کو خوبصورت بنا کر دوسرے لوگوں پر فخر اور برتری کا اظہار کرنے لگے اور اپنے سے کم خوبصورت یا بدصورت لوگوں کو ہدف طنز بنائے اور ان سے مزاح کرے۔ ایسے متکبر لوگوں کو اللہ پسند نہیں کرتے۔ تکبر کرنے والے کو یہ سوچنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے حسن و جمال کو تقسیم کیا ہے۔ اگر اسے حسن و جمال کا کچھ زیادہ حصہ ملا ہے تو وہ اللہ کا خاص کرم اور نعمت ہے اور اس نعمت پر اس کا امتحان بھی لیا جا رہا ہے۔ اگر یہ اس نعمت پر اللہ کا شکر ادا نہ کرے بلکہ دوسروں کو حقیر سمجھے تو ہو سکتا ہے کہ آخرت کے علاوہ یہاں دنیا میں بھی اسے اس کی سزا مل جائے اور اس کا حسن بدصورتی میں بدل جائے۔

زیب وزینت اور حرام چیزیں:

زیب وزینت کے لیے کسی ایسی چیز کو استعمال نہ کیا جائے جسے قرآن و حدیث میں ممنوع قرار دیا گیا ہے کیونکہ قرآن و حدیث میں ممنوع اور حرام کی گئی چیزوں کو جائز اور حلال سمجھنے والوں کو عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔

سونے چاندی کے برتن، آلات اور دیگر مصنوعات:

سونے چاندی کے زیورات عورتوں کے لیے حلال ہیں البتہ مردوں کے لیے سونے کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ سونے چاندی کے جتنے استعمال کو اسلام نے جائز قرار دیا ہے صرف اسی حد تک اسے برقرار رکھ کر فائدہ اٹھانا چاہیے، اس سے تجاوز درست نہیں۔ اب اگر کوئی مرد یا عورت سونے چاندی کے برتن یا سونے

چاندی کے بنے ہوئے ڈیکوریشن ہیں اس لیے خریدے کہ اس سے گھر کی خوبصورتی میں اضافہ کیا جائے تو یہ عمل حرام کو حلال کر لینے والی بات ہے، جسے اسلام نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

### عورت کے لیے سر کے بال کاٹنا:

حج یا عمرہ کے موقع پر تو عورت سر کے بال کٹوائے گی کیونکہ یہ مناسک حج و عمرہ کا حصہ ہے البتہ عام حالات میں عورت سر کے بال کٹوا سکتی ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں اہل علم کا اختلاف ہے اور یہ اختلاف درج ذیل روایت کے مفہوم کے تعین سے پیدا ہوا:

((عن ابی سلمة قال كان أزواج النبي يأخذن من رؤوسهن حتى تكونن كالوفرة))

”حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمن فرماتے ہیں کہ: اللہ کے رسول ﷺ کی أزواج مطہرات اپنے سر کے بال کاٹ لیتیں حتیٰ کہ وہ وفرة کی طرح ہو جاتے۔“<sup>(۱)</sup>

اس حدیث میں ”يَأْخُذْنَ“ کا جو لفظ آیا ہے اس کے معنی میں اختلاف ہے۔ بعض شارحین حدیث نے اس کا معنی کاٹنا لیا ہے اور اس بنیاد پر عورت کے لیے بال کٹوانے کو جائز قرار دیا ہے جیسا کہ مسلم کی اس حدیث کی شرح میں امام نووی فرماتے ہیں:

((وفيه دليل على جواز تخفيف الشعور للنساء))

”اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ عورت اپنے سر کے بال ہلکے کر سکتی ہیں۔“<sup>(۲)</sup>

بعض اہل علم نے يَأْخُذْنَ کا معنی اٹھانا، اور پکڑنا لیا ہے یعنی ان کے بقول أزواج مطہرات سر کے بال کٹواتی نہیں تھیں بلکہ وہ بالوں کا جوڑا اس انداز سے بنا لیتی تھیں کہ بال اس طرح کٹے ہوئے معلوم ہوتے جیسے وفرة ہوں۔ وفرة دراصل عربوں کا ایک ہیئر سٹائل تھا جس میں کانوں کی لوٹک بال کٹوائے جاتے تھے۔

اس مسئلہ کو ہم بنیادی اصولوں کی روشنی میں حل کریں تو ہمارے سامنے یہ بات آتی ہے کہ لباس اور بال وغیرہ کا تعلق معاملات سے ہے اور معاملات میں اصول یہ ہے کہ ہر چیز جائز ہے لیکن جس کے ناجائز ہونے کی دلیل قرآن و حدیث میں آجائے وہ جائز نہیں۔

(۱) [ مسلم: کتاب الحيض: باب القدر المستحب من الماء في غسل الجنابة . . . (ج ۳۲۰) ]

(۲) [ شرح مسلم، از: امام نووی (ج ۱ ص ۱۴۸) ]

اس اصول کی روشنی میں جب ہم عورتوں کے بالوں کے سلسلہ میں ذخیرہ احادیث کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں صرف اس بات کی ممانعت ملتی ہے کہ عورت سر کے بال نہ منڈائے۔ کٹوانے کی ممانعت کہیں موجود نہیں لہذا اپنے بنیادی قاعدے کی رو سے عورت کے لیے بال کٹوانا جائز ہے۔

اس کی تائید اس بات سے بھی ہو جاتی ہے کہ حج و عمرہ کے موقع پر عورتوں کو بھی بال کٹوانے کا کہا گیا ہے اور اسے حج و عمرہ کے مناسک کا حصہ قرار دیا گیا ہے۔ حج و عمرہ کے موقع پر عورت کے لیے بال کٹوانا تو حکماً لازم ہے لہذا جب اس موقع پر عورت بال کٹوا سکتی ہے تو دیگر مواقع پر بھی اس کے اس عمل کو قبیح نہیں کہا جاسکتا کیونکہ دیگر مواقع پر اس کی کوئی ممانعت نہیں کی گئی۔ اس کی مزید تائید آرواح مطہرات والی حدیث سے بھی ہو جاتی ہے اور اس میں ان شارحین حدیث کی بات قوی ہے جو یأخذُنَّ سے بال کٹوانا مراد لیتے ہیں۔ عرب کے معروف محدث شیخ ناصر الدین البانیؒ نے بھی اس حدیث سے بال کٹوانے کے جواز پر استدلال کیا ہے۔<sup>(۱)</sup>

علاوہ ازیں بے شمار عرب علماء نے اسے جائز قرار دیا ہے، اس سلسلہ میں سعودی عرب کے معروف مفتی شیخ ابن بازؒ کا فتویٰ بھی آگے درج کیا جا رہا ہے۔ البتہ سر کے بال کٹوانے کے سلسلہ میں عورتوں کو چند امور مد نظر رکھنا چاہئیں:

- (۱)..... سر کے بال اس انداز سے نہ کٹوائے جائیں کہ مردوں سے مشابہت ہو اور پہچانا ہی نہ جائے کہ یہ عورت ہے یا مرد۔ آنحضرت ﷺ نے اس عورت پر لعنت کی ہے جو مردوں سے مشابہت کرتی ہے۔ آرواح مطہرات کے بال کاٹنے کے سلسلہ میں یہ بیان ہوا ہے کہ وہ اس طرح معلوم ہوتے جیسے وافرہ ہیں یعنی پورے وافرہ نہیں بن جاتے تھے۔ وافرہ بن جائیں تو پھر تو مردوں سے مشابہت ہو جائے گی۔
- (۲)..... کسی اجنبی (غیر محرم) شخص سے بال نہ کٹوائے جائیں کیونکہ غیر محرموں سے عورت کو مکمل پردہ کرنا چاہیے اور اس پردہ میں سر کے بال بھی شامل ہیں اور اگر غیر محرم مرد عورت کے بال کاٹے گا تو یہ اسے چھوئے گا بھی اور یہ دوہرا گناہ ہے۔ لیکن افسوس کہ ہمارے ہاں اب یہ بے غیرتی بھی عام ہوتی جا رہی ہے۔ مردوں سے ڈیلنگ کے لیے عورتیں ہیں اور عورتوں سے ڈیلنگ کے لیے مرد بٹھادیئے گئے ہیں!
- (۳)..... سر کے بال بے پردگی کا مظاہرہ کرنے کے لیے نہ کٹوائے جائیں بلکہ غیر شادی شدہ عورت کو تو بال

(۱) [حجاب المرأة المسلمة (ص ۶۸)]

کٹوانے کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہوتی، البتہ شادی شدہ عورت اگر اپنے خاوند کو خوش نما نظر آنے یا اس کی خوشی اور فرمائش کے مطابق بال کٹوالے تو اس میں کوئی حرج نہیں لیکن ہمارے ہاں عورتیں سر کے بال کٹواتی ہیں غیر محرموں کو دکھانے اور ان کی نظروں میں خوشنما بننے کے لیے۔ یہ عمل سراسر غلط، اسلامی تعلیمات کے یکسر منافی اور شرم و حیا کو بالائے طاق رکھنے کے مترادف ہے۔

پاک و ہند میں چونکہ سر کے بال نہ کٹوانا ہی عورتوں کے لیے حسن و جمال اور باعث شرف و وقار سمجھا جاتا ہے، اس لیے یہاں علاقائی روایت کے پیش نظر عورت کے لیے سر کے بال کٹوانا اچھا نہیں سمجھا جاتا۔ مگر جہاں تک اس مسئلہ کی شرعی حیثیت کا تعلق ہے تو وہ ہم نے واضح کر دی کہ عورت بال کٹوا سکتی ہے۔

### جسم کے دیگر حصوں کے بال:

سر کے بالوں کے علاوہ جسم کے دیگر حصوں کے بالوں میں سے بعض تو وہ ہیں جنہیں صاف کرنے کا اسلام میں حکم دیا گیا ہے اور بعض وہ ہیں جن کے بارے میں کچھ نہیں کہا گیا، جن بالوں کو صاف کرنے کا حکم دیا گیا ہے ان میں بغلوں، مونچھوں اور زیر ناف کے بال شامل ہیں۔ مونچھوں کے بالوں کو اچھی طرح پست کرنے کا حکم ہے، بغلوں کے بالوں کو اکھیڑ دینے اور شرمگاہ کے ارد گرد بالوں کو مونڈ دینے کا حکم ہے۔ اب ان تینوں سے متعلقہ احادیث ملاحظہ فرمائیے:

(( عن ابی ہریرۃؓ قال: قال رسول اللہ ﷺ: خَمَسٌ مِنَ الْفِطْرَةِ الْخِثَانُ وَالْإِسْتِحْدَادُ وَتَنْتِفُ الْأَيْبُ وَتَقْلِيمُ الْأَظْفَارِ وَقَصُّ الشَّارِبِ ))

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: پانچ چیزیں فطرت سے ہیں: (۱) ختنہ کرنا، (۲) زیر ناف بال کاٹنا (۳) بغلوں کے بال اکھیڑنا (۴) ناخن کاٹنا، (۵) اور مونچھیں پست کرنا۔“ (۱)

بغلوں کے بالوں کو صاف کرنے کے لیے نتف کے الفاظ آئے ہیں جن کا معنی ہے اکھیڑنا۔ یعنی بغلوں کے بال اکھیڑ کر الگ کرنے چاہئیں لیکن یہ ضروری نہیں مثلاً ایک شخص کو اس میں تکلیف محسوس ہوتی ہے تو وہ اکھیڑنے کی بجائے مشین یا استرے سے انہیں صاف کر دے تو تب بھی درست ہے کیونکہ شریعت کا مقصود یہ

(۱) [بخاری: کتاب اللباس: باب قص الشارب (ح ۵۸۸۹) مسلم (ح ۳۵۷) ابوداؤد (ح ۴۱۹۸) ترمذی (ح

ہے کہ انہیں صاف کیا جائے، بڑھنے نہ دیا جائے۔ انہیں چھوڑ دینے کی مہلت زیادہ سے زیادہ چالیس دن تک ہے۔ بخلوں کے بالوں کو اُکھیڑنے کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس طرح بال بہت زیادہ نہیں آتے لیکن استرا استعمال کرنے سے ساری بخلیں بالوں سے بھر جاتی ہیں۔ بخلوں کے بال اُکھیڑنے میں اگر تکلیف ہو تو اس کا حل یہ ہے کہ بخل کو گرہائش پہنچائی جائے اور پھر بال اُکھیڑے جائیں تو آسانی سے اُکھڑیں گے مثلاً سردی کے موسم میں دھوپ کے ذریعے پاپانی کی بھاپ کے ذریعے ایسا کیا جاسکتا ہے۔ ایک ایک دو دو بال اُکھیڑنے سے یہ عمل شروع کیا جائے اور بال اُکھیڑتے وقت اچانک جھٹکا دیں تو تکلیف کم محسوس ہوگی۔

اس روایت میں زیر ناف بالوں کو مونڈنے کا کہا گیا ہے اس سلسلہ میں ایک بات تو یہ قابل وضاحت ہے کہ زیر ناف سے مراد شرمگاہ اور اس کے ارد گرد کا حصہ ہے ساری رانیں اور ناف تک کے سارے بال صاف کرنے کا نہیں کہا گیا کیونکہ بعض روایات میں حلق العاتۃ کے الفاظ آئے ہیں۔ حلق مونڈنے کو کہتے ہیں جب کہ عاتۃ سے مراد:

((الشعر الذی فوق ذکر الرجل وحوالیہ وكذلك الشعر الذی حول فرج المرأة..... فیحمل

من مجموع هذا استحباب حلق جميع ما على القبل والدبر وحوالهما))<sup>(۱)</sup>

یعنی وہ بال جو عورت یا مرد کی شرمگاہ کے اگلے یا پچھلے حصہ پر ہوں یا ان کے ارد گرد ہوں۔ بعض روایات میں انہیں مونڈنے کا حکم دیا گیا ہے اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں کسی بال صفا پوڈر سے بھی صاف کیا جاسکتا ہے جیسا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

((ان النبی إذا الطلی بکنہ بعوزرته فطلاها بالنورة وسائر جسده أهله))

”نبی اکرم ﷺ جب نورہ (بال صفا چونا) استعمال کرنا چاہتے تو اپنی شرمگاہ سے شروع کرتے، وہاں تو آپ ﷺ خود اپنے ہاتھ سے چونا لگاتے جبکہ بقیہ جسم پر آپ ﷺ کی اہلیہ چونا لگادیتی۔“<sup>(۲)</sup>

زیر ناف بال صاف کرنا اصل مقصود ہے یہ مقصود خواہ مونڈنے سے حاصل ہو یا بال صفا پوڈر سے یا کسی اور چیز سے، ساری صورتیں درست ہیں اور ان میں انسان کی اپنی سہولت کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ خود صحابہ کرامؓ بھی استرے کے علاوہ بال صفا پوڈر، چونا وغیرہ استعمال کر لیا کرتے تھے۔<sup>(۳)</sup>

(۱) [نبیل الاوطار (ج ۱ ص ۱۷۸) شرح مسلم از نووی (ج ۲ ص ۱۰۱)]

(۲) [ابن ماجہ: کتاب الادب: باب الاطلاء بالنورة (ج ۱ ص ۳۷۰، ۳۷۱)]

(۳) [مجمع الزوائد (ج ۱ ص ۲۸۴) السنن الکبری (ج ۱ ص ۱۰۲)]

## چالیس دنوں کی مہلت:

مونچھوں، بگلوں اور زیر ناف کے بالوں کے بارے میں بہتر طریقہ تو یہی ہے کہ ہر ہفتے غسل کرتے وقت ان کی بھی صفائی ستھرائی اور کٹوائی کی طرف توجہ کر لی جائے لیکن اگر کوئی شخص ہر ہفتے ان بالوں کی خبر نہ لے تو کوئی حرج بھی نہیں، البتہ چالیس دنوں تک ان کی خبر لے لینی چاہیے اور چالیس دنوں سے ایک دن بھی زیادہ نہیں ہونا چاہیے جیسا کہ گزشتہ حدیث میں ہے۔

## سر، بغل اور زیر ناف بالوں کے علاوہ بال:

سر، بگلوں اور زیر ناف بالوں کے احکام تو گزشتہ سطور میں بیان ہو چکے البتہ ان کے علاوہ جسم کے دیگر حصوں مثلاً سینہ، ٹانگیں، بازو وغیرہ کے بالوں میں کاٹنے یا نہ کاٹنے کے حوالے سے کوئی صحیح حدیث موجود نہیں۔ اس لیے اس مسئلہ میں بنیادی اصول کی روشنی میں اگر دیکھا جائے تو پھر انہیں کاٹنے یا مونڈنے کی اجازت معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس کی ممانعت نہیں کی گئی۔ مرد کے لیے داڑھی کے بال مونڈنے یا عورت کے لیے سر کے بال مونڈنے کی ممانعت اور زیر ناف اور مونچھوں اور بگلوں کے بالوں کو چالیس دنوں کے اندر اندر کاٹنے کی وضاحت احادیث میں آچکی ہے۔ ان کے علاوہ جسم کے دیگر حصے کے بالوں کے سلسلہ میں رخصت ہے۔

اگر کوئی عورت اپنے خاوند کے لیے بناؤ سنگھار کے سلسلہ میں بازو اور ٹانگوں کے بال صاف کرتی ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ البتہ جسم کے ان حصوں کے بالوں سے چھیڑ چھاڑ نہ کرنا ہی مناسب ہے۔ بالخصوص مردوں کے لیے۔ اگر سینہ، بازو اور ٹانگ وغیرہ کے بال کاٹے یا مونڈے جائیں تو دوبارہ یہ پہلے سے گھنے ہو کر آتے ہیں، اس لیے ان کا بہت زیادہ گھنا ہو جانا بھی اچھا نہیں لگتا۔ جس حد تک اللہ تعالیٰ نے انہیں قدرتی شکل میں رکھا ہے اسی حد تک انہیں رہنے دیا جائے تو اسی میں خیر ہے۔

## چہرے اور ابروؤں کے بال:

خوبصورتی اور فیشن کے لیے ابرو کے بال کاٹنے جائز نہیں کیونکہ آنحضرت ﷺ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے جیسا کہ حضرت علقمہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایسی تمام عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو (جسم) گودنے والی اور گودانے والی، چہرے کے (رومیں جیسے نرم و ملائم) بال اکھیڑنے



والی، خوبصورتی کے لیے دانتوں میں کشادگی کروانے والی، اللہ کی (فطرتی) تخلیق میں تبدیلیاں کرنے والی ہیں۔ ام یعقوب نامی ایک عورت نے ان سے کہا کہ آپ عورتوں پر کیوں اس طرح لعنت کرتے ہیں؟ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ان پر لعنت کیوں نہ کروں جس پر اللہ کے رسول ﷺ نے بھی لعنت فرمائی ہے اور وہ اللہ کی کتاب (قرآن) میں بھی موجود ہے۔ وہ عورت کہنے لگی کہ اللہ کی قسم! میں نے ان دو گتوں کے درمیان جو کچھ ہے وہ سارا پڑھا ہے لیکن میں نے تو اس میں کوئی ایسی بات نہیں دیکھی۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم نے اس کو توجہ سے پڑھا ہوتا تو یہ آیت ضرور دیکھتی: ”جو کچھ رسول تمہیں دے دیں وہ لے لو اور جس سے رسول تمہیں منع کر دیں، اس سے رک جاؤ۔“ (۱)

صحیح مسلم میں ہے کہ یہ عورت بنو اسد قبیلہ سے تعلق رکھتی تھی، اس نے یہ آیت سننے کے بعد حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا:

www.KitaboSunnat.com

(( فَأِنِّي أَرَى شَيْئًا مِنْ هَذَا عَلَى إِمْرَأَتِكَ الْآنَ قَالَ أَذْهَبِي فَاَنْظُرِي )) (۲)

”میرا گمان ہے کہ آپ کی بیوی نے بھی ایسا کر رکھا ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا جاؤ، دیکھ آؤ۔“ وہ عورت ان کے گھر گئی لیکن اس نے دیکھا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی نے تو ایسا کوئی کام نہیں کیا (جو اس حدیث کی وجہ سے قابل اعتراض ہوتا) چنانچہ وہ واپس آئی اور کہنے لگی: میں نے وہاں کوئی قابل اعتراض چیز نہیں دیکھی۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

(( أَمَا لَوْ كَانَ ذَلِكَ لَمْ نُبْجَاعِمَهَا )) ”اگر اس نے ایسا کیا ہوتا تو میں اسے طلاق دے دیتا۔“

مذکورہ حدیث میں ’نمّص‘ کا لفظ استعمال ہوا ہے جو روئیں کی طرح اُن نرم و ملائم بالوں کے لیے بولا جاتا ہے جو عورتوں کے چہروں پر بالعموم اور مردوں کے چہروں پر بلوغت کے قریب ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ بال یا تو خود ہی جھڑ جاتے ہیں یا مزید نہیں بڑھتے۔ عورتیں انہیں مختلف کیمیکلز کے ذریعے اتارتی ہیں تاکہ جلد کی سفیدی میں مزید نکھار دکھائی دے۔ آنحضرت ﷺ نے ان بالوں کو صاف کرنے سے منع فرمایا ہے۔ لیکن یہاں سوال یہ ہے کہ آیا ابروؤں کے بال اور بعض خواتین کے خلاف معمول داڑھی پر اُگنے والے بال بھی اس میں شامل ہیں یا نہیں؟ اس میں اہل علم کی دونوں طرح کی آراء موجود ہیں۔

(۱) [بخاری: کتاب اللباس: باب المتنصصات (ح ۵۹۳۹) مسلم (ح ۲۱۲۵)]

(۲) [مسلم: کتاب اللباس: باب تحريم فعل الوصلة والمستوصلة (ح ۲۱۲۵)]

میری تحقیق اس سلسلہ میں یہ ہے کہ ابروؤں کے بال تو اس تحریم میں آسکتے ہیں لیکن داڑھی یا مونچھوں پر اُگ آنے والے بال اس میں داخل نہیں کیونکہ یہ خلاف معمول بعض خواتین کو اُگ آتے ہیں اور جس چیز پر آنحضرت ﷺ لعنت فرما رہے ہیں، وہ خواتین کے خلاف فطرت اُگنے والے بال نہیں بلکہ چہرے کے اطراف میں روئیں کی طرح نرم و ملائم بال مراد ہیں جو عام طور پر بعض عورتوں کے موجود ہوتے ہیں مگر زیادہ نمایاں نہیں ہوتے۔

بعض لوگ خواتین کے داڑھی، مونچھوں کے بال کو تَغْيِيرِ لِحْلَقِ اللّٰهِ قرار دے کر اسے حرام کہتے ہیں حالانکہ یہ تغیر لِحْلَقِ اللّٰهِ ہرگز نہیں اس لیے کہ عورت کی فطرت و ساخت میں داڑھی مونچھوں کے بال نہیں ہیں اور نہ ہی سبھی عورتوں میں یہ بال اُگتے ہیں، البتہ شاذ و نادر بعض عورتوں میں اپنی فطرت اور ساخت کے خلاف ایسے بال اُگ آتے ہیں۔ انہیں اگر وہ کاٹ لیں تو یہ خلاف فطرت عمل قرار نہیں دیا جاسکتا بلکہ ایسی عورتوں کو ان بالوں کے صاف کرنے کا کہنا چاہیے تاکہ ان کی مردوں سے مشابہت نہ ہو۔

صحیح مسلم کی اس روایت کی شرح میں امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اگر کسی عورت کی داڑھی اور مونچھیں اُگ آئیں تو اس کے لیے ان (خلاف معمول) بالوں کو صاف کر لینا حرام نہیں ہے بلکہ ہمارے نزدیک تو یہ مستحب ہے کہ وہ ان بالوں کو صاف کر لے۔

### روزانہ کنگھی کرنا:

روزانہ کنگھی کرنے کے بارے میں دو طرح کی احادیث ہیں، ایک وہ جن میں اسے ناپسند کیا گیا ہے اور دوسری وہ جن میں اس کی اجازت کی طرف اشارہ ملتا ہے مثلاً پہلی قسم کی چند روایات یہ ہیں:

(۱)..... عبداللہ بن شقیق بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ میں سے ایک صحابی مصر کے گورنر تھے، انہیں ان کے ایک ساتھی ملنے آئے تو دیکھا کہ وہ (گورنر صحابیؓ) بکھرے بال اور پراگندہ حالت میں ہیں تو انہوں نے کہا آپ گورنر ہیں اور اس کے باوجود آپ کے بال پراگندہ ہیں؟ اس صحابیؓ نے جواب دیا کہ اللہ کے رسول ﷺ ہمیں اِزْفاہ سے منع فرماتے تھے۔ ہم نے پوچھا کہ ارفاہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا:

(( اَلْتَّرَجُلُ كُلُّ يَوْمٍ )) ”روزانہ کنگھی کرنا۔“ (۱)

(۱) [ نسائی: کتاب الزینة: باب الترجل غبا(ح) ۵۰۶۱ ]

ارفاهہ دراصل رفہ سے ہے جس کا لغوی معنی خوشحالی، آسودگی اور ناز و نعم کی حالت کی طرف اشارہ کرتا ہے یہاں اس سے مراد یہی ہے کہ حد سے زیادہ کنگھی سرمہ اور بناؤ سنگھار نہ کیا جائے۔

(۲)..... حمید بن عبد الرحمن حمیری بیان کرتے ہیں کہ میں ایک ایسے آدمی سے ملا جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرح چار سال اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ رہا تھا، اس صحابی نے فرمایا:

((نَهَانَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يَمْتَشِطَ أَحَدُنَا كُلَّ يَوْمٍ))

”اللہ کے رسول ﷺ ہمیں روزانہ کنگھی کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔“<sup>(۱)</sup>

روزانہ کنگھی کرنے کے جواز کی احادیث درج ذیل ہیں:

(۱)..... ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے بال گھنے اور کندھوں تک لمبے تھے اور انہوں نے حضور سے سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ((أَنْ يُحْسِنَ إِلَيْهَا وَأَنْ يَتَرَجَّلَ كُلَّ يَوْمٍ))

”بالوں کے ساتھ حسن سلوک کرو اور روزانہ کنگھی کیا کرو۔“<sup>(۲)</sup>

(۲)..... ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ نے اللہ کے رسول ﷺ سے عرض کیا کہ میرے بال کندھوں تک لٹکنے والے ہیں، کیا میں انہیں کنگھی کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اور ان کی تکریم کرو۔ چنانچہ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ اللہ کے رسول ﷺ کی اس بات کے پیش نظر بعض اوقات دن میں دو دو مرتبہ بھی تیل لگا (کر کنگھی کر) لیا کرتے تھے۔<sup>(۳)</sup>

ان دونوں طرح کی احادیث میں دو طرح سے تطبیق دی گئی ہے اور دونوں ہی اپنی جگہ درست ہیں۔ ایک یہ کہ جس شخص کے بال گھنے، سخت اور لمبے ہوں، اسے چونکہ روزانہ کنگھی کی ضرورت ہوتی ہے ورنہ اس کی حالت وحشیانہ یا قابل نفرت دکھائی دے سکتی ہے تو اسے روزانہ کنگھی کرنے کی اجازت ہے۔ دوسری یہ کہ روزانہ کنگھی کرنا کوئی پسندیدہ کام نہیں اس لیے آپ نے ناپسند کرتے ہوئے اس سے منع کیا لیکن آپ اسے حرام نہیں کرنا چاہتے تھے اس لیے اس کے جواز کے پیش نظر آپ نے روزانہ کنگھی کرنے کی اجازت بھی دے دی۔ گویا اس ممانعت کا تعلق نہی تحریمی (حرام) سے نہیں بلکہ نہی تنزیہی (مکروہ) سے ہے۔

(۱) [ایضاً باب الاخذ من الشارب (ح ۵۰، ۵۷) الصحیحہ (ج ۲ ص ۲۰) ابوداؤد: کتاب الطہارۃ (ح ۲۸)]

(۲) [نسائی (ج ۸ ص ۱۸۴) امام شوکانی نے اس کی سند صحیح کہا ہے۔ نیل الاوطار (ج ۱ ص ۱۹۸)]

(۳) [مؤطا: کتاب الشعر: باب اصلاح الشعر (ح ۶) امام شوکانی نے اسے صحیح کہا ہے]

علاوہ ازیں ایک دن کے نانے سے کنگھی کرنے کا یہ معنی نہیں کہ جس دن کنگھی کرنے کی باری ہو اس دن ہر وقت کنگھی پر توجہ رہے بلکہ یہی وہ چیز ہے جس کو آنحضرت ﷺ نے ناپسند فرمایا ہے۔ البتہ عورتوں کے بال چونکہ لمبے اور گھنے ہوتے ہیں اور انہیں زیب و زینت کے حوالے سے مردوں کی نسبت کچھ زیادہ گنجائش بھی دی گئی ہے، اس لیے وہ اس رخصت سے باآسانی فائدہ اٹھا سکتی ہیں بالخصوص شادی شدہ عورتوں کو اپنے خاندانوں کی خوشی کے لیے اپنے بناؤ سنگھار کے حوالے سے قطعاً پروا نہیں ہونا چاہیے۔

**بالوں کو رنگنے کے مسائل:**

بالوں کو رنگنے یا مہندی لگانے کے بارے میں اصولی قاعدہ یہی ہے کہ جس چیز سے اسلام میں منع کر دیا گیا، اس کا استعمال تو ہرگز نہیں کیا جائے گا البتہ جن چیزوں سے منع نہیں کیا گیا ان کا استعمال جائز ہے۔ بالوں کے خضاب کے سلسلہ میں صرف خالص سیاہ رنگ استعمال کرنے سے منع کیا گیا ہے، اس کے علاوہ کسی اور رنگ کے استعمال سے منع نہیں کیا گیا۔ لہذا خالص سیاہ رنگ استعمال کرنا درست نہیں۔ البتہ اگر سیاہ رنگ کے ساتھ کوئی اور رنگ بھی ملا لیا جائے تو اس کی بھی احادیث سے گنجائش ملتی ہے۔ سیاہ رنگ سے بال رنگنے کی ممانعت سے متعلقہ چند احادیث یہاں پیش کی جاتی ہیں:

☆..... ((عن جابر بن عبد الله قال أتيتُ بآبِي قُحَافَةَ يَوْمٍ فَفُتِحَ مَكَّةَ وَرَأَسُهُ وَلِحْيَتُهُ كَالثَغَامَةِ بَيَاضًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ: غَيْرُوا هَذَا بِشَيْءٍ وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ))

”حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے موقع پر (حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد) ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لایا گیا، اس وقت ان کے سر اور داڑھی کے بال ثغامہ نامی (سفید پھول والے ایک) پودے کی طرح سفید تھے۔ آپ نے (ان کی بیوی) سے کہا کہ کسی رنگ کے ساتھ ان کے بال رنگ دو البتہ سیاہ رنگ سے اجتناب کرنا۔“<sup>(۱)</sup>

☆..... ((عن ابن عباس أن النبي قال يكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ يُسْوَدُونَ أَشْعَارَهُمْ لَا يَنْظُرُ اللَّهُ إِلَيْهِمْ))

(۱) [مسلم: کتاب اللباس: باب استحباب خضاب الشيب بصفرة وحمرة وتحريمه بالسواد] ح ۲۱۰۲

[ابوداؤد: ح ۴۲۰۴] ابن ماجہ (ح ۲۶۲۴)

”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: قیامت سے پہلے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو اپنے بالوں کو سیاہ خضاب سے رنگیں گے، اللہ تعالیٰ ان کی طرف نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا۔“ (۱)

☆..... ”حضرت انس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم آنحضرت ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ کچھ یہودی آپ کے پاس آئے، آپ نے ان کی سفید داڑھیاں دیکھ کر پوچھا کہ تم انہیں رنگتے کیوں نہیں؟ کہا گیا ان کے ہاں اسے رنگنا پسند کیا جاتا ہے، آپ نے صحابہؓ سے فرمایا لیکن تم انہیں رنگا کرو، البتہ سیاہ رنگ استعمال نہ کرو۔“ (۲)

ان احادیث میں پوری صراحت کے ساتھ یہ بات بیان ہوئی ہے کہ خالص سیاہ خضاب کا استعمال ممنوع ہے۔ شارحین حدیث نے بھی ان روایات کی بنیاد پر سیاہ خضاب کے استعمال کو حرام کہا ہے۔

### سیاہ خضاب کے استعمال کی استثنائی صورت:

سیاہ خضاب کے استعمال کی ایک استثنائی صورت یہ ہے کہ اگر اس کے ساتھ کسی اور رنگ کی آمیزش بھی ہو تو پھر اسے استعمال کرنا جائز بلکہ پسندیدہ ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ ”نبی اکرم ﷺ کے پاس سے ایک شخص گزرا جس نے (سر میں) مہندی لگائی ہوئی تھی آپ نے فرمایا یہ کتنا خوبصورت ہے۔ پھر ایک اور آدمی گزرا جس نے مہندی اور کتم (سیاہ رنگ) ملا کر لگایا ہوا تھا، آپ نے فرمایا یہ تو اس سے بھی خوبصورت ہے۔ پھر ایک اور آدمی گزرا جس نے زرد خضاب لگایا ہوا تھا آپ نے فرمایا کہ یہ تو ان سب سے خوبصورت لگ رہا ہے۔“ (۳)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول نے فرمایا: ”بے شک جس چیز سے تم اپنی سفیدی کو بدلوان میں سب سے بہترین مہندی اور کتم (کمالپ) ہے۔“ (۴)

کتم سے مراد یہاں سیاہ رنگ ہے یعنی مہندی اور سیاہ رنگ ملا کر لگایا جائے تو یہ نہ صرف جائز بلکہ

(۱) [مجمع الزوائد (ج ۵ ص ۱۶۴) المعجم الاوسط للطبرانی (ح ۳۸۱۵) بسند حید]

(۲) [مجمع الزوائد (ج ۵ ص ۱۶۰) اماہیشی نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے]

(۳) [ابوداؤد: کتاب الترحیل: باب ماجاء فی خضاب السواد (۴۲۱۱) ابن ماجہ (۱۱۹۸) اس کی سند میں کلام ہے]

(۴) [ابوداؤد: ایضاً (ح ۴۳۰۴) ترمذی (ح ۱۷۵۳) ابن ماجہ (ح ۳۶۲۲) احمد (ح ۵ ص ۱۴۷، ۱۵۰، ۱۵۴)

(۱۵۴) مصنف عبدالرزاق (ح ۲۰۱۷۴) شرح السنہ (ج ۶ ص ۲۰)]

پسندیدہ بھی ہے۔ اس کے علاوہ خالص سیاہ خضاب کا استعمال اگر جہادی اغراض و مقاصد (مثلاً جاسوسی وغیرہ) کے لیے کیا جائے تو اس کی بھی فقہاء نے گنجائش دی ہے۔

### رنگوں کا فیشن:

خالص سیاہ خضاب کی تو آنحضرت ﷺ نے ممانعت فرمادی ہے البتہ دیگر رنگوں کی ممانعت نہیں فرمائی، اس لیے ان کا استعمال جائز ہے بشرطیکہ ان میں کوئی اور قباحت نہ ہو مثلاً:

(۱) کسی کو دھوکا دینے کی نیت نہ ہو۔ (۲) مردوں کی عورتوں سے اور عورتوں کی مردوں سے مشابہت کا خطرہ نہ ہو۔ (۳) غیر مسلسوں کی نقالی مقصود نہ ہو۔ (۴) عورتوں کے پیش نظر بے پردگی اور فاشی نہ ہو۔ ہمارے ہاں رنگوں کا عجیب فیشن چلا ہوا ہے۔ پہلے سر کے اگلے بال مختلف کیمکلو سے سرخ نمایے جاتے تھے اور اب سر کے بالوں کو سات رنگی بنانے کا فیشن کیا جاتا ہے، اس فیشن کو حرام تو اس لیے نہیں کہا جا سکتا کہ اس میں حرام والی بات کوئی نہیں لیکن اسے بے پردگی اور بے حیائی کا ذریعہ بنانا اور غیر محرموں کے سامنے اس کی نمائش کرنا کسی طرح بھی درست نہیں۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی یاد رہے کہ بالوں کو رنگنے کے لیے جو کیمیکلز استعمال کیے جا رہے ہیں، ان کے انسانی بالوں اور سر کی جلد کو نقصان بھی پہنچتا ہے۔

### مہندی سے سر رنگنا:

مہندی کے ذریعے سر کے بال رنگنا مرد و زن ہر ایک کے لیے جائز ہے۔ آنحضرت ﷺ نے خود بھی مہندی لگائی اور کئی ایک صحابہؓ نے بھی مہندی لگائی۔ اس سلسلہ کی بعض روایات پیچھے گزر چکی ہیں۔

### ہاتھ پاؤں پر مہندی:

عورتوں کے لیے تو اس سلسلہ میں کوئی ممانعت نہیں بلکہ مستحب ہے کہ وہ مہندی کا استعمال کریں۔ البتہ مردوں کے لیے آپؐ نے یہ بات پسند نہیں فرمائی کہ وہ عورتوں کی طرح ہاتھوں وغیرہ پر پھول، بوٹے اور نقش و نگار بنائیں جیسا کہ درج ذیل حدیث سے معلوم ہوتا ہے:

((عن ابی ہریرہؓ أَنَّ النَّبِيَّ اَتَى بِمُخَنَّثٍ قَدْ خُضِبَ يَدَيْهِ وَرَجُلِيهِ بِالْحِنَّاءِ فَقَالَ النَّبِيُّ مَا بَالُ هَذَا؟ فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! يَتَشَبَّهُ بِالنِّسَاءِ فَأَمَرَهُ فَنَفَى إِلَى النَّقِيعِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَلَا نَقْلُهُ؟ فَقَالَ اِنِّي نُهَيْتُ عَنْ قَتْلِ الْمُصَلِّينَ))

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بیچرے (مخنت) نے مہندی لگا رکھی تھی، اللہ کے رسول ﷺ نے دیکھا تو کہا، یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا: اللہ کے رسول! یہ عورتوں کی مشابہت کے لیے ایسا کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے حکم فرمایا کہ اسے (آبادی سے باہر) مقام نقیع پر بھیج دو، بعض صحابہؓ نے کہا: اللہ کے رسول! اسے قتل نہ کر دیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں، مجھے نماز پڑھنے والے لوگوں کے قتل سے منع کیا گیا ہے۔“ (۱)

البتہ اگر کسی طبی مرض کے پیش نظر مرد بھی سر یا پاؤں وغیرہ پر مہندی لگالے تو پھر اس میں کوئی قباحت نہیں اور ویسے بھی ایسی صورت میں لگائی جانے والی مہندی نقش و نگار کے انداز پر نہیں ہوتی اور ممانعت بھی صرف اس صورت میں ہے جب نقش و نگار بنا کر عورتوں سے مشابہت کی جائے۔

### ناخن، مہندی، سرخی اور نیل پالش:

ناخن بڑھ جائیں تو انہیں کاٹ دینا چاہیے۔ نہ کاٹیں تو ان میں گندگی جمع ہوتی رہتی ہے جو کھانا کھاتے وقت منہ سے معدے اور پیٹ میں جا کر مختلف بیماریوں کا باعث بنتی ہے، پھر استنجا کرنے کی وجہ سے اس گندگی میں مزید نجاست کے اثرات بھی شامل ہو جاتے ہیں۔ لہذا ناخن جتنی جلدی کاٹ لیے جائیں، اتنا ہی بہتر ہے۔ البتہ کسی وجہ سے ناخن کاٹنے میں تاخیر ہو جائے تو زیادہ سے زیادہ چالیس دنوں تک اس تاخیر کی شریعت میں اجازت دی گئی ہے، اس سے زیادہ نہیں۔

ہمارے ہاں ناخن کے حوالے سے عجیب فیشن کیا جاتا ہے۔ لمبے لمبے ناخن رکھ کر اسلام کی مخالفت کی جاتی ہے پھر ان پر جو رنگ نیل پالش کی صورت میں لگائے جاتے ہیں وہ بھی قابل توجہ ہیں۔ ان رنگوں کو ناجائز تو نہیں کہا جاسکتا البتہ نیل پالش کی تہہ چونکی موٹی ہوتی ہے اور نیچے ناخن تک پانی پہنچنے میں رکاوٹ بنتی ہے، اس لیے نیل پالش کی صورت میں وضو نہیں ہوتا اور جب تک صحیح وضو نہ ہو نماز قبول نہیں ہوتی۔ اس لیے نیل پالش اتار کر وضو کریں یا پھر اسے اگر مشقت سمجھیں تو نیل پالش کا استعمال ترک کر دیں اور اس کی جگہ مہندی استعمال کریں یا گڑ اور چینی وغیرہ کے عرق سے بنے محلول کو استعمال کر لیں۔ ان کے استعمال سے رنگت بھی پیدا ہوتی ہے اور پانی بھی ناخنوں کو پہنچتا ہے۔

(۱) [ابوداؤد: کتاب الادب: باب فی الحکم فی المحنن (ح ۴۹۲۸) شیخ البانی نے اسے صحیح کہا ہے،

دیکھے: مشکوٰۃ، بتحقیق البانی (ح ۴۴۸۱)]

بعض لوگ مہندی کو نیل پالش پر اور بعض نیل پالش کو مہندی پر قیاس کرتے ہیں، مگر یہ دونوں قیاس غلط ہیں۔ اس لیے کہ مہندی کے استعمال سے ناخن پر کوئی ایسی تہہ نہیں بنتی جو پانی کو ناخن تک پہنچنے میں حائل ہو اور نیل پالش میں وہ تہہ بن جاتی ہے لہذا اس سلسلہ میں درست قیاس یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو ناخن پر لگنے کے بعد پانی کو ناخن تک پہنچنے میں رکاوٹ بنے، اس کی موجودگی میں وضو صحیح نہیں ہوگا اور ہر وہ چیز جو ناخن اور پانی کے درمیان رکاوٹ نہ بنے جیسے مہندی، سرخی اور عرق وغیرہ تو اس کا استعمال جائز ہے۔

سرمہ لگانا:

((عن ابی ہریرۃ عن النبی قال: مَنْ اُكْتَحَلَ فَلْيُوْتِرْ مَنْ فَعَلَ فَقَدْ اَحْسَنَ وَمَنْ لَافَلَ حَرَاجًا))  
 ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص سرمہ ڈالے اسے چاہیے کہ طاق تعداد کا لحاظ رکھے۔ جس نے اس کا لحاظ رکھا اس نے بہت اچھا کیا اور جس نے اس کا لحاظ نہ رکھا، اس پر بھی کوئی گناہ نہیں۔“<sup>(۱)</sup>

خوشبو، عطریات اور کریمیں:

اللہ کے رسول ﷺ کو خوشبو بڑی پسند تھی اور اس لیے آپ ﷺ اس کا اہتمام بھی فرماتے تھے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ  
 ((كُنْتُ اُطِيبُ رَسُولَ اللَّهِ بِأَطْيَبِ مَا يَجِدُ حَتَّى اَجِدَ وَيُبِصَّ الطَّيِّبَ فِي رَأْسِهِ وَلِحْيَتِهِ))<sup>(۲)</sup>  
 ”میں نبی اکرم ﷺ کو دستياب خوشبو میں سے سب سے عمدہ خوشبو لگاتی تھی، حتیٰ کہ میں خوشبو کی چمک کو آپ کے سر اور داڑھی میں دیکھتی تھی۔“

عطریات اور کریموں کے حوالے سے یہ بات یاد رہے کہ ان میں سے بعض چیزیں صرف عورتوں کے استعمال کی ہوتی ہیں مثلاً سرخی، نیل پالش، وغیرہ۔ مردوں کے لیے ان کا استعمال اس لیے درست نہیں کہ اس سے عورتوں کی مشابہت لازم آتی ہے اور صنف مخالف کی مشابہت سے آپ ﷺ نے سخت منع فرمایا ہے۔ بعض چیزیں مرد و زن دونوں کے لیے قابل استعمال ہوتی ہیں مثلاً کریمیں، پاؤڈر، وائس لین،

(۱) [ابوداؤد: کتاب الطہارۃ: باب الاستنار فی الخلاء، (۳۵) ابن ماجہ کتاب الطہارۃ (ح ۳۳۷) الطیب (ج

۳۴۹۸) اس کی سند کمزور ہے ]

(۲) [بخاری: کتاب اللباس: باب الطیب فی الرأس واللحیۃ (ح ۵۹۲۳) مسلم (ح ۱۱۹۰) ]



لوشن، عام خوشبوئیں وغیرہ۔ البتہ خوشبو کے سلسلہ میں یہ بات یاد رہے کہ اگر عورت کا گزر غیر محرموں کے پاس سے ہو یا گھر میں غیر محرم رشتہ دار بھی رہتے ہوں تو ایسی صورت میں عورت کو خوشبو لگانے سے آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ چونکہ عورتوں کو بھی کسی ضرورت کے پیش نظر کسی وقت گھر سے باہر نکلنا پڑ جاتا ہے یا گھر میں غیر محرم رشتہ داروں کی آمد و رفت ہوتی ہے تو اس لحاظ سے آنحضرت ﷺ نے ایک بنیادی بات یہ ارشاد فرمادی کہ:

((طِيبُ الرَّجَالِ مَاطَهَرَ رِيْحُهُ وَخَفِيَ لَوْنُهُ وَطِيبُ النِّسَاءِ مَاطَهَرَ لَوْنُهُ وَخَفِيَ رِيْحُهُ))

”مردوں کی خوشبو وہ ہے جس کی بو ظاہر ہو اور رنگ مخفی ہو جبکہ عورتوں کی خوشبو وہ ہے جس کا رنگ ظاہر اور بو مخفی ہو۔“ (۱)

اس کا یہ معنی نہیں کہ پھیلنے والی خوشبو عورت لیے ہر حال میں ممنوع ہے بلکہ اگر غیر محرموں کی موجودگی نہ ہو تو گھر کی چار دیواری میں عورت بھی ایسی خوشبو استعمال کر سکتی ہے۔ جبکہ چار دیواری سے باہر خوشبو لگا کر نکلنے والی عورت کے بارے میں بڑے سخت الفاظ میں سرزنش فرمائی ہے مثلاً آپ ﷺ فرماتے ہیں:

((وَالْمَرْءُ إِذَا اسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ بِالْمَجْلِسِ فَهِيَ كَذَا وَكَذَا يَعْنِي زَانِيَةً)) (۲)

”جو عورت خوشبو لگا کر مردوں کی جگہ سے گزرتی ہے وہ ایسی اور ایسی ہے۔“ آپ کی مراد یہ تھی کہ وہ بدکارہ اور زانیہ ہے۔ (یعنی یہ کام بدکارہ اور فاحشہ عورتوں کا ہے۔)

### انگوٹھی اور زیورات سے متعلقہ مسائل:

بناؤ سنگھار میں اضافے کے لیے زیورات کا استعمال عورتوں کی فطرت میں شروع سے شامل رہا ہے۔ اسلام میں بھی زیورات کے ساتھ بناؤ سنگھار کو برقرار رکھا گیا ہے۔ زیورات خواہ سونے کے بنے ہوں یا چاندی کے یا قیمتی موتیوں اور مختلف دھاتوں کے۔ عورتوں کے لیے ان میں سے کسی نوع کی دھات اور کسی قسم کے موتی کو ناجائز قرار نہیں دیا گیا، البتہ مردوں کے لیے سونے کے استعمال کو کلی طور پر حرام قرار دیا گیا ہے اور چاندی کی انگوٹھی پہننے کی اجازت دی گئی ہے، اس میں خواہ کتنا ہی قیمتی نگینہ، کیوں نہ جڑا ہو۔ انگوٹھی

(۱) [نسائی: کتاب الزینة: باب الفصل بين طيب الرجال وطيب النساء (ج ۵۱۲۰) ترمذی: کتاب الادب: باب

ما جاء في طيب الرجال (ج ۲۷۸۷)]

(۲) [ترمذی: کتاب الادب: باب ما جاء في كراهية خروج المرأة متعطرة (ج ۲۷۸۶)]

کے علاوہ کڑے، نتھ، بالیاں، چین (گلوبند) وغیرہ کا استعمال مردوں کے لیے درست نہیں خواہ یہ چاندی سے ہی کیوں نہ بنے ہوں۔ اس لیے کہ یہ چیزیں عورتوں کے لیے معروف ہو چکی ہیں۔ اگر کوئی مرد انہیں پہنتا ہے تو اس کا معنی ہے کہ وہ عورتوں کی مشابہت کر رہا ہے اور عورتوں کی مشابہت کے بارے میں بڑی سخت وعید بیان ہوئی ہے۔

عورت ہر طرح کے سونے چاندی کے زیورات پہن سکتی ہے جیسا کہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

(( اُحِلَّ الذَّهَبُ وَالْحَرِيرُ لِأَنَاثِ أُمَّتِي وَحُرْمَ عَلَي دُكُورِهَا ))

”سونا اور ریشم میری امت کی عورتوں کے لیے حلال اور مردوں کے لیے حرام قرار دیا گیا ہے۔“<sup>(۱)</sup>

**انگوٹھی کس ہاتھ میں پہنی جائے:**

انگوٹھی دائیں یا بائیں کسی بھی ہاتھ میں پہنی جاسکتی ہے۔ بائیں ہاتھ سے چونکہ استنجا کرنا ہوتا ہے، اس لیے بہتر ہے کہ اسے دائیں ہاتھ میں پہنا جائے۔ علاوہ ازیں آنحضرت ﷺ کا بھی اس سلسلہ میں یہی معمول تھا کہ آپ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

(( أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَتَخْتَمُ فِي يَمِينِهِ ))

”نبی کریم اپنے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔“<sup>(۲)</sup> جبکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں مروی ہے کہ وہ بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔<sup>(۳)</sup>

**انگوٹھی کس انگلی میں پہنی جائے؟**

صحیح مسلم میں روایت ہے کہ حضرت علیؑ بیان فرماتے ہیں:

(( نَهَانِي رَسُولُ اللَّهِ أَنْ اتَّخْتَمَ فِي أَصْبَعِي هَذِهِ أَوْ هَذِهِ، قَالَ: فَأَوَّمَأَ إِلَى الْوَسْطَى وَالَّتِي تَلِيهَا ))<sup>(۴)</sup>

(۱) [ نسائی: کتاب الزينة: باب تحريم الذهب على الرجال (ح ۵۱۰۱) ]

(۲) [ابو داؤد: کتاب الخاتم: باب ماجاء في التختم في اليمين او اليسار (ح ۴۲۲۶) ترمذی (ح ۱۷۴۴)]

(۳) [ابو داؤد: ایضاً (ح ۴۲۲۸)]

(۴) [صحیح مسلم، کتاب اللباس والزينة، باب النهی عن التختم في الوسطی والتی تلیها (ح ۲۰۷۸)]

”اللہ کے رسولؐ نے مجھے انگشت شہادت اور درمیانی انگلی میں انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا۔“

بعض روایات کے مطابق انگوٹھے میں انگوٹھی پہننے کی بھی ممانعت مذکور ہے۔ ان روایات کے پیش نظر بعض اہل علم ان تینوں انگلیوں میں انگوٹھی پہننے کو ممنوع اور بعض مکروہ قرار دیتے ہیں اور بعض اس کی ممانعت کو صرف مردوں تک خاص قرار دیتے ہیں۔ صحیح مسلم کی گزشتہ روایت کی شرح میں مشہور شارح حدیث امام نوویؒ بیان فرماتے ہیں کہ اس روایت میں جو ممانعت کی گئی ہے اس کا تعلق حرمت (نہی تحریمی) کے ساتھ نہیں بلکہ کراہت (نہی تنزیہی) کے ساتھ ہے۔<sup>(۱)</sup>

### أعضاء کی قطع و برید:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو انتہائی اچھی اور کامل شکل پر پیدا فرمایا ہے اس کے جسم کا ایک ایک عضو اپنی جگہ پر انسان کی ضرورت پوری کرتا ہے۔ دیکھنے کے لیے آنکھیں عطا کیں اور انہیں پاؤں کی بجائے چہرے کے حصہ میں فٹ کیا کیونکہ اسی جگہ سے اس کی فعالیت مفید تھی، یہی حال باقی سب اعضا کا ہے۔ ان اعضا و اجزاء میں سے جس چیز کی کانٹ چھانٹ کی جتنی ضرورت تھی وہ اسی ضرورت کے تحت بیان کر دیئے گئے ہیں بلکہ انہیں چالیس دنوں کے اندر کاٹ لینے کا وقت متعین کر دیا گیا۔ یہی حال ہاتھ اور پاؤں کے ناخنوں کا ہے۔ اسی طرح فضول مادوں کے اخراج کے لیے پیشاب پاخانے کا انتظام کر دیا گیا۔ بچے کے لیے ختنے کی ضرورت تھی، اس کا بھی اسلام نے حکم دے دیا۔ گویا جس چیز کی جتنی اور جیسی ضرورت تھی، اس کے متعلقہ احکام میں اس ضرورت کا اسلام نے پورا پورا الحاظ رکھا۔ اب اس میں مزید کوئی شخص اگر کانٹ چھانٹ کرے یا جن چیزوں میں کانٹ چھانٹ کا شریعت نے حکم دیا ہے، اس کی کانٹ چھانٹ سے لاپرواہی کرے تو یہ دونوں صورتیں اسلام کی نگاہ میں قابل مذمت ہیں، اسے ہی قرآن مجید نے تغیر لخلق اللہ کہا ہے۔

بعض شاذ و نادر مثالیں دنیا میں ایسی بھی ہیں جن میں انسان کی ظاہری حالت اپنی فطرتی تخلیق سے ہٹ جاتی ہے۔ کسی بیماری کی وجہ سے یا حادثے کی وجہ سے یا بغیر کسی سبب محض قدرتی اور پیداؤنی طور پر کئی مرتبہ پڑھنے، سننے اور دیکھنے میں آتا ہے کہ کسی عورت کے ہاں دوسرا لالچ پیدا ہو گیا، یا جڑوا بچے پیدا ہوئے مگر دونوں کے جسم آپس میں جڑے ہوئے تھے، یا پانچ انگلیوں کی بجائے چھ، سات انگلیاں پیداؤنی طور پر ساتھ تھیں، یا دانت اس جگہ پر نہیں تھے جس جگہ پر عام طور پر یہ ہوتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ ایسی تمام

(۱) [شرح مسلم: از امام نوویؒ (ج ۷ ص ۲۳۱)]

صورتیں عیب کی حیثیت رکھتی ہیں اور اگر انسانی جان کو کسی بڑی مصیبت میں مبتلا کیے بغیر اس طرح کے عیب کو ختم یا کم کیا جانا ممکن ہو تو اس امکان پر عمل کرنا تغیر لخلق اللہ نہیں بلکہ کسی بیماری وغیرہ کی وجہ سے پیدائشی تخلیق میں جو فرق پیدا ہو گیا ہے یہ تو اس فرق کو ختم کرنے اور اس بیماری کو دور کرنے کی کوشش ہے جو اسلامی حدود کے اندر رہ کر کی جائے تو نہایت مستحسن بھی ہے۔

پیدائشی یا حادثاتی طور پر پیدا ہونے والے عیوب کی بعض شکلیں تو جان لیوا ہوتی ہیں۔ انسانی جان بچانے کے لیے ان عیوب پر قابو پانے کے لیے طبی کوششیں فرض کفایہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ لیکن بعض عیوب جان لیوا تو نہیں ہوتے مگر ان کی موجودگی انسان کے لیے تکلیف اور مضرت کا سبب ہوتی ہے، ظاہر ہے تکلیف اور ضرر دور کرنے کے لیے ان سے چھٹکارا پانے کی بھی ہر ممکنہ تدبیر اختیار کی جاسکتی ہے۔

اسی طرح سب سے آخری درجہ میں وہ عیوب آتے ہیں جن کی موجودگی باعث ضرر نہیں ہوتی، ایسی صورت میں انسان کو اختیار ہے کہ وہ اسے برقرار رکھے یا اس کا علاج کروالے مثلاً کسی شخص کی چھ انگلیاں ہیں اور چھٹی انگلی اسے تکلیف نہیں دیتی تو اسے اختیار ہے کہ اسے زائد ہونے کی وجہ سے کٹوا دے یا چاہے تو نہ کٹوائے۔ بعض اطباء کا کہنا ہے کہ پیدائشی طور پر رونما ہونے والی زائد چیزیں اگر تکلیف کا باعث نہیں تو پھر ان سے چھیڑ چھاڑ نہ کرنا ہی بہتر ہے کیونکہ علاج معالجہ کی غرض سے ان سے تعرض کرنے میں بسا اوقات نقصان دہ صورت پیدا ہوتی ہے۔

### دانتوں کا علاج:

دانتوں کے علاج معالجہ کے کئی پہلو ہیں۔ ایک تو ان کی صفائی کا پہلو ہے۔ صفائی کے سلسلہ میں اسلام میں مسواک (برش) کی بڑی تاکید کی گئی ہے بلکہ ایک حدیث کے مطابق مسواک کے ساتھ وضو کیا ہو تو اس وضو کے بعد پڑھی جانے والی نماز کا ثواب مسواک کے بغیر کیے گئے وضو والی نماز سے ستر گناہ زیادہ ثواب رکھتی ہے۔ یہ حدیث بھی اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ دانتوں کی صفائی کی طرف خصوصی توجہ دی جائے۔ دانتوں کے درمیانی حصوں اور بالخصوص آخری دانتوں کی اندرونی بالائی اور درمیانی دیواروں کی صفائی صحیح طور پر نہیں ہو پاتی، اگر ادویات کے علاوہ مشین کے ذریعے ان کی صفائی کروائی جاتی رہے تو اس میں دینی اعتبار سے کوئی ممانعت نہیں۔ البتہ نیم حکیم سے علاج کروانا طبی لحاظ سے نقصان دہ ہے۔ داڑھوں کی بھروائی، دانتوں پر لگے داغوں کی اتروائی اور ان کی صفائی وغیرہ بھی اس میں شامل ہے۔

دانتوں کے علاج معالجہ کا ایک پہلو یہ ہے کہ دودھ کے دانتوں کے بعد آنے والا کوئی دانت اگر ٹوٹ جائے تو اس کی جگہ چونکہ نیا دانت تو پھر اگتا نہیں، اس لیے مصنوعی دانت بھی لگوا یا جاسکتا ہے۔ مصنوعی دانت منہ میں نصب (فٹ) کر دیا جائے یا اسے اُتارنے اور پھر لگانے کی سہولت کے ساتھ فٹ کیا جائے، دونوں صورتوں میں اس کی صفائی کی جائے گی۔ البتہ اگر دانت نصب نہ کیا ہو تو پھر وضو کے لیے اس کی جڑ تک پانی پہنچانا چاہیے۔

دانتوں کے علاج معالجہ کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اگر کسی شخص کے دانت پیدائشی یا حادثاتی طور پر اپنی جگہ پر فٹ نہ ہوں بلکہ آگے پیچھے ہوں یا منہ سے باہر کو نکلے ہوں اور بد صورت دکھائی دیتے ہوں تو ان کا علاج بھی کروایا جاسکتا ہے۔ ان کے علاج کے سلسلہ میں بعض اوقات سرجری سے کام لیا جاتا ہے اور بعض اوقات کچھ عرصہ کے لیے تاریں باندھ کر بھی انہیں سیدھا کیا جاتا ہے۔

یہ تو تھیں دانتوں کے علاج معالجہ کی وہ صورتیں جن میں شرعی اعتبار سے کوئی قباحت نہیں۔ اس کے علاوہ بعض صورتیں وہ ہیں جن میں دانت تو نارمل پوزیشن پر ہوتے ہیں مگر ان میں مزید کانٹ چھانٹ اور خراش تراش کی جاتی ہے مثلاً مزید چھوٹا یا مزید گول کرنے کے لیے انہیں رگڑا جاتا اور ترشوا یا جاتا ہے یا ان میں مخصوص حد تک فاصلہ پیدا کرنے کے لیے سرجری کروائی جاتی ہے حالانکہ دانتوں کو ان چیزوں کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ انسان اپنی تسکین و اطمینان یا کسی کی مشابہت وغیرہ کی غرض سے ایسا کر رہا ہوتا ہے اور اس طرح کرنے کو وہ اپنے حسن میں اضافے کا باعث سمجھتا ہے لیکن ایسی صورت کو اسلام نے پسند نہیں کیا۔ آنحضرت ﷺ کی متعدد احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کام کو باعث لعنت کہا گیا ہے۔

### حسن کے لیے پلاسٹک سرجری:

یہ ایک طریقہ علاج بھی ہے اور شکل میں تبدیلی کا ذریعہ بھی۔ اسے طریقہ علاج کی حد تک رکھا جائے اور اس سے فائدہ اٹھایا جائے تو یہ ایک نعت ہے مثلاً کسی شخص کا حادثہ میں چہرے کا کچھ حصہ جلد سمیت متاثر ہو جائے تو اس جگہ جلد چڑھانے کے لیے مصنوعی چیزوں سے بھی مدد لی جاتی ہے اور خود انسان کے جسم کے دیگر حصوں سے مثلاً چوترا، ران وغیرہ سے حسب ضرورت جلد چھیل کر چہرے کے متاثرہ حصے کا علاج کیا جاتا ہے۔ اس علاج کے بعد چہرہ قریب قریب اسی حالت میں واپس آ جاتا ہے جس میں حادثہ سے پہلے تھا بلکہ اگر فنی مہارت سے سرجری کی جائے تو یہ محسوس ہی نہیں ہوتا کہ چہرے پر کبھی کوئی زخم ہوا تھا۔

پلاسٹک سرجری کو معالجاتی ضرورت کے علاوہ حسن میں اضافے اور شکل میں تبدیلی کے لیے بھی اختیار کیا جا رہا ہے۔ جہاں تک شکل میں تبدیلی کا مسئلہ ہے تو اس کی کسی ایسی صورت میں تو شاید اجازت دی جاسکے جو جاسوسی (جہاد) وغیرہ سے متعلق ہو مگر عام حالات میں اسے محض حسن میں اضافے کے لیے اختیار کرنا تغیر لخلق اللہ اور دھوکا و فریب ہے۔ ناچ گانے کا پیشہ کرنے والی عورتیں عام طور پر پلاسٹک سرجری کے ذریعے ایسا کرتی اور کرواتی ہیں، حتیٰ کہ چہرے کی وہ جلد جو عمر اور جسمانی موٹاپے اور بڑھاپے کے ساتھ ڈھلکتا اور لٹکتا شروع ہو جاتی ہے، اسے سرجری کے ذریعے کٹوا دیتی ہیں تاکہ چہرے کا حسن اور جوانی کا تاثر قائم رہے، لیکن آخر کب تک وہ اللہ کی فطرت کے خلاف جنگ کر سکیں گی؟!

### جسم گدوانا:

جسم کی خوبی صورتی کے لیے مہندی، کریم، پاؤ ڈرو وغیرہ کے استعمال کی تو اجازت ہے لیکن جسم گودوانے کی اجازت نہیں دی گئی۔ آنحضرت ﷺ نے ایسی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔ اس لعنت میں مرد بھی شامل ہیں۔ اس فعل پر لعنت اس لیے کی گئی ہے کیونکہ یہ باغیانہ پن اور حد اعتدال سے تجاوز ہے۔ دور جاہلیت میں محبوب یا معشوق کا نام جسم میں کھدوایا جاتا تھا۔ یہ اظہار عشق کا ایک طریقہ تھا۔<sup>(۱)</sup> آج بھی ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ لیکن اسلام نے اس سے منع فرما دیا جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

(( لعن الله الواصلة والمستوصلة والواشمة والمستوشمة ))

”اللہ کے رسول ﷺ نے بالوں کے ساتھ نقلی بال لگانے اور لگوانے والی اور جسم گدوانے اور گودنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔“<sup>(۲)</sup>

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ایسی عورت لائی گئی جو جسم گودنے کا کام کرتی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور (وہاں موجود صحابہؓ سے) کہا: میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تم میں سے کسی نے اللہ کے رسول ﷺ سے جسم گودنے کے بارے میں کچھ سنا تھا؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: امیر المؤمنین! میں نے سنا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا سنا ہے؟ تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے یہ سنا ہے کہ:

(۲) (بخاری: ایضا: باب وصل الشعر (ح ۵۹۳۳))

(۱) [فتح الباری (ج ۱۰ ص ۳۷۲)]

(( لَا تَشْمِنُ وَلَا تَسْتَوْشِمُنُ )) ”جسم گودنے کا کام نہ کرو اور نہ ہی جسم گداؤ“ (۱)

لہذا اگر کسی شخص نے ایسا کیا تو اس کا مطلب ہے اس نے کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا۔ اسے توبہ کرنا چاہیے اور اس کو مٹانا چاہیے خواہ آسانی سے مٹے یا سرجری سے۔ البتہ اگر تکلیف برداشت سے باہر ہو یا کوئی ضرر لاحق ہونے کا اندیشہ ہو تو پھر پہلے سے بنے ہوئے نشان کو ختم نہ کرنا ایک مجبوری کی وجہ سے جائز ہے۔

## عورت کی زیب و زینت سے متعلقہ چند اہم فتاویٰ

**عورت کے لیے سر کے بال کاٹنے کا حکم:**

**سوال:** میں اپنے سر کے بال سامنے سے کاٹ دیتی ہوں جو کبھی ابرو تک پہنچ جاتے ہیں۔ کیا ایک مسلمان عورت کے لیے ایسا کرنا جائز ہے؟

**جواب:** عورت کے لئے سر کے بالوں کو کاٹنے یا تراشنے میں کوئی حرج نہیں، صرف مونڈنا منع ہے۔ آپ کو اپنے سر کے بال مونڈنا نہیں چاہئیں مگر لمبائی یا کثرت کی وجہ سے بال کاٹنے میں کوئی عیب نہیں۔ تاہم یہ عمل اس طرح خوبصورت انداز میں ہو کہ آپ کو بھی اور آپ کے خاوند کو بھی پسند آئے اور یہ کہ ان کی کاٹ تراش خاوند کی موافقت سے ہو اور یہ عمل کسی کافر عورت سے بھی اشتباہ نہ رکھتا ہو۔ بالوں کا کاٹنا اس لئے بھی جائز ہے کہ لمبے بالوں کی صورت میں غسل اور کنگھی کرتے وقت، وقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ لہذا اگر بال زیادہ ہوں اور کوئی خاتون لمبے یا زیادہ بال ہونے کی وجہ سے انہیں تراشوا لے تو کوئی حرج نہیں ہے اور یہ کسی طرح بھی ضرر رساں نہ ہوگا۔ ایسا کرنا اس لئے بھی جائز ہو سکتا ہے کہ کچھ بال تراشوانے میں حسن و جمال کا ایسا عنصر بھی ہے جسے عورت اور اس کا خاوند پسند کرتے ہیں۔ لہذا ہم اس میں کوئی وجہ ممانعت نہیں پاتے۔ جہاں تک تمام بال مونڈ دینے کا تعلق ہے تو یہ کام بیماری یا کسی علت کے علاوہ ناجائز ہے۔ (۲)

**سوال:** سعودی عرب کی افتاء کمیٹی سے دریافت کیا گیا کہ ”بعض عورتیں پیشانی کے اوپر سے کچھ بالوں کو چھوٹا کر داتی ہیں اور ان کی لٹوں کو پیشانی پر لٹکاتی ہیں۔ اس کا کیا حکم ہے؟

(۱) [بخاری: کتاب اللباس: باب المستوشمة (ح ۵۹۴۶)]

(۲) [فتاویٰ از: شیخ ابن باز، فتاویٰ السیرة، ص ۸۵۔ شیخ البانی کی بھی یہی رائے ہے کہ عورت سر کے بال کاٹ سکتی ہے۔ دیکھئے: حجاب المرأة المسلمة للالبانی، ص ۶۵]

**جواب:** اگر اس کا مقصد کفار اور لحد عورتوں سے مشابہت ہے تو پھر یہ حرام ہے، کیونکہ غیر مسلموں کی مشابہت حرام ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

((مَنْ تَشَبَهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ)) ”جس نے کسی قوم کی مشابہت کی وہ انہی میں سے ہے۔“

اور اگر اس کا مقصد مشابہت نہ ہو بلکہ یہ عورتوں کی عاداتِ جدیدہ میں سے ایک عادت ہو تو اگر یہ زینت شمار ہوتی ہو جس کے ذریعہ عورت کا اپنے شوہر کے لیے زینت اختیار کرنا ممکن ہو اور اپنی ہم عمر عورتوں کے مابین ایسی شکل و صورت میں نظر آنا مطلوب ہو جو ان کے درمیان اس کے مقام و مرتبہ کو بلند کرنے کا ذریعہ ہو تو ہمیں اس میں کوئی حرج نظر نہیں آتا۔ [فتاویٰ اللجنة الدائمة: ج ۵ ص ۱۸۱]

**عورت کے لیے جسم کے مختلف حصوں کے بال اتارنے کا حکم:**

**سوال:** ان چیزوں کا شرعی حکم کیا ہے: (۱) بغلوں اور زیر ناف بالوں کا ازالہ کرنا۔ (۲) عورتوں کا ناگلوں اور بازوؤں کے بال اتارنا۔ (۳) خاوند کی فرمائش پر ابروؤں کے بال اتارنا۔

**جواب:** ۱۔ بغلوں اور زیر ناف حصوں کے بال اتارنا سنت ہے۔ بغلوں کے بال نوچنا (یعنی ہاتھ سے اٹھیرنا) جبکہ زیر ناف بالوں کا مونڈنا افضل ہے۔ ویسے ان بالوں کا کسی بھی طرح ازالہ کرنا درست ہے۔  
۲۔ جہاں تک عورتوں کے لئے ناگلوں اور بازوؤں کے بال اتارنے کا تعلق ہے تو اس میں کوئی ممانعت نہیں اور ہم بھی اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے۔

۳۔ عورت کے لئے خاوند کی فرمائش پر ابرو کے بال اتارنا، ناجائز ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے ناوِصہ اور مُتَمَصِّصہ یعنی بال اُکھاڑنے والی اور بال اُکھڑوانے والی (یا اس کا مطالبہ کرنے والی) دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔ واضح رہے کہ نَمَصُّ سے مراد ابرو کے بال اتارنا ہے۔ [فتاویٰ ابن باز، فتاویٰ برائے خواتین، ص ۳۷۷ نیز دیکھئے: مجموعہ فتاویٰ، از ابن شہین، ج ۳ ص ۱۳۴]

**چہرے کے غیر عادی بال زائل کرنا:**

**سوال:** کیا عورت کے لئے ابرو کے ایسے بال اتارنا یا باریک کرنا جائز ہیں جو اس کے منظر کی بدنامی کا باعث ہوں؟

**جواب:** اس مسئلے کی دو صورتیں ہیں۔ پہلی تو یہ ہے کہ ابرو کے بال اُکھاڑے جائیں تو یہ عمل حرام ہے



اور کبیرہ گناہ ہے کیونکہ یہ (نمض) ہے جس کے مرتکب پر نبی اکرم ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ بال مونڈ دیئے جائیں، تو اس بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے کہ آیا یہ نمض ہے یا نہیں؟ راجح یہی ہے کہ عورت اس سے بھی احتراز کرے۔

باقی رہا غیر عادی بالوں کا معاملہ یعنی ایسے بال جو جسم کے ان حصوں پر اُگ آئیں جہاں عادتاً بال نہیں اُگتے مثلاً عورت کی مونچھیں اُگ آئیں یا رخساروں پر بال آجائیں تو ایسے بالوں کے اتارنے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ یہ خلاف عادت ہیں اور چہرے کے لئے بدنمائی کا باعث ہیں۔ جہاں تک ابرو کا تعلق ہے تو ان کا باریک یا پتلا ہونا چوڑا اور گھنا ہونا یہ سب کچھ عادی امور سے ہے اور عادی امور سے تعرض نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ لوگوں کے ہاں اسے عیب نہیں سمجھا جاتا بلکہ ان کے کسی ایک انداز پر ہونے کو خوبصورتی میں اضافہ سمجھا جاتا ہے۔ لہذا یہ ایسا عیب نہیں کہ انسان کو اس کے ازالے کی ضرورت پیش آئے۔ [فتویٰ از: شیخ محمد بن صالح العثیمین، مجموع فتاویٰ، از ابن عثیمین، ج ۲ ص ۸۳۲]

### ابرو کے زائد بالوں میں کمی کرنے کا حکم:

**سوال:** ابرو کے زائد بالوں میں کمی کرنے کا کیا حکم ہے؟

**جواب:** ابرو کے بال اتارنا یا انہیں باریک کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے چہرے کے بال اُکھاڑنے والی اور اُکھڑوانے والی عورت پر لعنت فرمائی ہے۔ جبکہ علماء نے اس امر کی وضاحت فرمائی ہے کہ ابرو کے بال اتارنا بھی اسی ضمن میں آتا ہے۔ [فتویٰ از: شیخ ابن باز، فتاویٰ برائے خواتین، ص ۱۲۷]

**سوال:** محمد بن صالح العثیمین سے سوال کیا گیا کہ ابرو کے بال کی تخفیف کا کیا حکم ہے؟

**جواب:** جب تخفیف اُکھاڑنے کے طریقہ سے کی جائے تو حرام ہے بلکہ گناہ کبیرہ میں سے ہے کیونکہ یہ وہی نمض ہے جس کے کرنے والے پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی، اور جب تخفیف چھوٹا کرانے یا منڈوانے سے حاصل ہو تو اس عمل کو بعض اہل علم نے مکروہ گردانا ہے، اور بعض نے اس سے منع کیا اور نمض میں داخل کیا ہے اور کہا ہے کہ نمض، صرف اُکھاڑنے کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ وہ ہر اس بال کی تغیر کو شامل ہے جس کے ازالہ کا اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم نہیں دیا بشرطیکہ وہ چہرہ میں ہو، ہمارے خیال میں بھی عورت کے لیے ایسا کرنا مناسب نہیں ہے۔ مگر یہ کہ ابروؤں پر بہت زیادہ بال ہوں جو آنکھوں تک لٹکتے

ہوں اور دیکھنے میں حارج ہوتے ہوں تو جس حد تک اس میں ایذا اور تکلیف ہے اس حد تک اس کے ازالہ میں کوئی حرج نہیں ہے۔ [مجموع فتاویٰ ورسائل، از ابن شمیم، ج ۴ ص ۱۳۳، بحوالہ: فتاویٰ برائے خواتین اسلام، ص ۶۴۴]

### مصنوعی بالوں (وگ) کا استعمال:

**سوال:** کیا عورت خاوند کے لئے وگ (مصنوعی بال) استعمال کر سکتی ہے؟ کہیں یہ وصل والی احادیث [وصل کا معنی ہے ملانا، یعنی وہ احادیث جن میں اصل بالوں کے ساتھ مصنوعی بال ملانے سے منع کیا گیا ہے] کے زمرے میں داخل تو نہیں؟

**جواب:** وگ یعنی مصنوعی بالوں کا استعمال حرام ہے، اگرچہ یہ وصل نہیں ہے لیکن اس میں شمار ضرور ہوتا ہے۔ مصنوعی بال عورت کے سر کے بالوں کو اصل سے زیادہ لمبا کر کے دکھاتے ہیں، اس بناء پر یہ وصل کے مشابہ ہوتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے مصنوعی بال لگانے اور لگوانے والے دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔ ہاں اگر عورت کے سر پر بالکل بال نہ ہوں تو وہ یہ عیب چھپانے کے لئے مصنوعی بال استعمال کر سکتی ہے، اس لئے کہ عیب کو چھپانا جائز ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے اس آدمی کو سونے کی ناک لگانے کی اجازت دی تھی جس کی ناک جنگ میں کٹ گئی تھی۔

مسئلے کی نوعیت اس سے بھی وسیع ہے۔ بناؤ سنگھار کے تمام مسائل اور اس سے متعلق دیگر تمام کاروائیوں مثلاً ناک چھوٹا کرانا وغیرہ بھی داخل ہیں۔ تحسین و تجميل عیوب کے ازالہ کا نام نہیں۔ اگر عیوب کا ازالہ مقصود ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے مثلاً ٹیڑھی ناک سیدھی کی جاسکتی ہے۔ نشان دور کیا جاسکتا ہے اور اگر ایسا عمل ازالہ عیوب کے لئے نہیں بلکہ کسی اور مقصد کے لئے ہو مثلاً جسم گدوانا یا چہرے کے بال نوچنا وغیرہ تو یہ ممنوع ہیں۔ مصنوعی بالوں کا استعمال اگرچہ خاوند کی اجازت اور اس کی مرضی سے ہو تب بھی حرام ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء میں کسی کی اجازت یا رضا غیر مفید ہے۔ [فتاویٰ از: شیخ ابن شمیم، مجلہ المسلمون، عدد ۵۹، بحوالہ: فتاویٰ المرأة المسلمة، مرتب: ابو محمد اشرف بن عبدالمقصود، ج ۲ ص ۱۵۱۸]

**سوال:** سعودی عرب کی افتاء کمیٹی سے دریافت کیا گیا کہ ”عورت کے لیے وگ پہننے کا کیا حکم ہے تاکہ وہ اس کے ذریعہ شوہر کے لیے بناؤ سنگھار کر سکے؟“

**جواب:** زوجین میں سے ہر ایک کے لیے یہ مناسب ہے کہ وہ دوسرے کے لیے ایسی زینت اختیار

کرے جو ان کی باہمی محبت اور تعلقات کی مضبوطی و استحکام کا ذریعہ ہو، لیکن یہ عمل شریعت اسلامیہ کی حدود و اباحت کے اندر رہ کر انجام دیا جائے نہ کہ اس طریقہ پر جسے شریعت نے حرام قرار دیا ہو، وگرنہ پہننے کا چلن غیر مسلمہ عورتوں کے اندر شروع ہوا اور وہ اس کے استعمال اور اس سے بناؤ سنگار کے ذریعہ مشہور ہوئیں یہاں تک کہ یہ ان کی پہچان بن گیا، لہذا مسلمان عورت کے لیے اس کا پہننا اور اس سے زینت اختیار کرنا درست نہیں، خواہ یہ شوہر کے لیے ہو کیونکہ ایسا کرنا کافرہ عورتوں سے مشابہت ہے اور حدیث میں ہے:

((مَنْ تَشَبَهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ)) ”جس نے کسی قوم کی مشابہت کی تو وہ ان ہی میں سے ہے۔“

اور اس لیے بھی کہ یہ وصلِ شعر (بالوں کے جوڑنے) میں داخل ہے اور نبی اکرم ﷺ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے بلکہ ایسا کرنے والے پر لعنت کی ہے۔ [مجلة البحوث الإسلامية: ج ۳ ص ۲۷۲]

عورت کے سر پر اگر سرے سے بال موجود ہی نہ ہوں، تو ایسی صورت میں فضیلۃ الشیخ عبداللہ الفوزان فرماتے ہیں کہ ”بعض علماء کا خیال ہے کہ جب عورت کے سر پر سرے سے بال نہ ہوں اور وہ گنجدے پن کا شکار ہو تو اس عیب کو چھپانے کے لیے وگنہ پہن سکتی ہے، کیونکہ عیبوں کو زائل کرنا جائز ہے۔ صرف خوبصورتی کے لیے ایسا کرنا ممنوع ہے۔ [زینة المرأة، للشیخ عبداللہ الفوزان: ص ۹۳]

### بالوں کو مختلف رنگوں سے رنگنا:

**سوال:** بالوں کو لال، پیلا، سفید اور سنہرا کسی بھی رنگ سے مکمل رنگنے کا کیا حکم ہے؟

**جواب:** بالوں کی سفیدی کو کالے رنگ کے علاوہ کسی اور چیز مثلاً مہندی، وسہ (ایک پودا ہے جس سے رنگ حاصل کیا جاتا ہے)، کتم (ایک یمنی پودا جس سے کالا سرخی مائل رنگ پیدا ہوتا ہے) اور زردی وغیرہ رنگوں سے رنگنا مستحب ہے، لیکن بالوں کو کالے رنگ (خضاب) سے رنگنا جائز نہیں ہے، نبی ﷺ نے فرمایا:

((عَبِّرُوا هَذَا الشَّيْبَ وَجَنَّبُوهُ))

”اس سفیدی کو بدل دو اور اس کو (کالے رنگ) سے دور رکھو۔“ [فتاویٰ از: فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح

العثیمین، مجموع الفتاویٰ و رسائل الشیخ ابن عثیمین: ج ۴ ص ۱۳۶]

### بالوں کو سیاہ رنگ سے رنگنا:

فضیلۃ الشیخ عبداللہ الفوزان نے عورت کے لیے اپنے بالوں کو کالے رنگ سے رنگنے کی بابت فرمایا:

عورت کا اپنے سر کو کالے رنگ سے رنگنا (ڈائی کرنا) ممنوع ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے کئی احادیث میں بالوں کو کالا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ان میں سے ایک جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، انہوں نے کہا کہ ابوقحافہ رضی اللہ عنہ، کوفہ کے دن لایا گیا اور ان کا سر اور داڑھی اس طرح سفید تھے جس طرح ثغامہ (ایک سفید پودا جس کا پھل اور پھول دونوں سفید ہوتے ہیں) کا پودا ہوتا ہے، انہیں دیکھ کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ((غَيْرُ وَاهَذَا الشَّيْبِ وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ))

”ان سفید بالوں کو کسی رنگ سے بدل دو اور کالے رنگ سے اجتناب کرو۔“

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((يَكُونُ قَوْمٌ يَخْضِنُونَ فِي آخِرِ الزَّمَانِ بِالسَّوَادِ كَحَوَاصِلِ الْحَمَامِ لَا يُرِيحُونَ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ))

”آخر زمانہ میں ایک ایسی قوم ہوگی جو کبوتر کے (کالے) سینے کی طرح کا سیاہ خضاب استعمال کرے

گی۔ یہ لوگ جنت کی خوشبو تک نہ پائیں گے۔ [زينة المرأة للشيخ عبدالله الفوزان: ص ۱۷۷]

### بالوں کو گھنگھر یا لانا:

**سوال:** بعض نرم بالوں والی لڑکیاں مختلف طریقوں سے اپنے بالوں کو سخت اور گھنگھر یا لاتی ہیں،

اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

**جواب:** اہل علم کہتے ہیں کہ سر کے بالوں کو گھنگھر یا لانا میں کوئی حرج نہیں ہے، اور یہی درست

ہے۔ لہذا عورت اگر اپنے بالوں کو اس طرح گھنگھر یا لائے جو کافرہ و فاجرہ عورتوں سے مشابہ نہ ہو تو اس

میں کوئی حرج نہیں ہے۔ [فتاویٰ از: فضيلة الشيخ محمد بن صالح العثيمين، فتاوى للفتيات، ص: ۲۲]

### مختلف ہیرا سٹائل اختیار کرنے کے لیے بیوٹی پارلر جانا:

**سوال:** کیا عورت جدید فیشن کے مطابق ہیرا سٹائل اختیار کر سکتی ہے جبکہ اس کا مقصد کافرہ عورتوں

سے مشابہت نہیں بلکہ اپنے شوہر کے لیے بننا سنورنا ہو؟

**جواب:** اس سلسلہ میں ہمیں جو خبر پہنچی ہے وہ یہ ہے کہ اس میں بھاری رقم خرچ کرنا پڑتی ہے، اس لیے

اسے مال کا ضیاع بھی کہا جاسکتا ہے۔ میں عورتوں کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ وہ ایسی عیش و عشرت سے

پرہیز کریں۔ تاہم عورت اپنے شوہر کے لیے بناؤ سنگار کرے اور ایسے طریقے سے خوبصورت بننے کی کوشش

کرے جس میں مال کا ضیاع نہ ہو، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے مال ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ لیکن اگر ایک عورت کسی ایسی بیوٹی پارلروانی عورت کے پاس جائے جو معمولی اجرت پر اس کے بال سنوار دے تاکہ وہ اپنے شوہر کے لیے حسین و جمیل نظر آئے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ [فتاویٰ از: فضیلة الشيخ محمد صالح العثيمين، مجمع دروس و فتاویٰ الحرمہ المکي، لمسئخ ابن عثيمين، ج ۳ ص ۲۳۷]

### بغل اور زيرناف بالوں کا ازالہ:

**سوال:** بغل اور زيرناف بالوں کے ازالہ کا کیا حکم ہے؟

**جواب:** بغلوں اور زيرناف بالوں کا ازالہ سنت ہے۔ بغل کے بالوں کا اکھاڑنا اور زيرناف کا مونڈنا افضل ہے، البتہ اس کے علاوہ کسی بھی طریقہ سے انہیں زائل کیا جائے، اس میں کوئی حرج نہیں۔ [فتاویٰ

المرأة، مرتب: محمد بن عبدالعزیز، ج ۲ ص ۱۱۰]

### ناخن بڑھانے اور نیل پالش لگانے کا حکم:

**سوال:** ناخن بڑھانے اور ناخن پالش لگانے کا کیا حکم ہے؟ واضح رہے کہ میں ناخن پالش لگانے سے پہلے وضو کر لیتی ہوں اور چوبیس گھنٹے بعد اسے اتار دیتی ہوں۔

**جواب:** ناخن بڑھانا خلاف سنت ہے، نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

(( الفطرة خمس: الختان والاستحداد، وقص الشارب، وتنف الابط، وقلم الاظفار ))

”پانچ چیزیں فطرت سے ہیں، ختنہ کرنا، (زیرناف بال کاٹنے کے لئے) استرا استعمال کرنا، مونچھیں

کاٹنا، بغلوں کے بال اکھاڑنا اور ناخن تراشنا۔“ [مسلم، کتاب الطهارة، باب ۱۶]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

(( وقت لنا رسول الله ﷺ في قص الشارب، وتقليم الاظفار وتنف الابط وحلق

العانة، ان لا نترك شيئاً من ذلك اكثر من اربعين ليلة ))

”رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لیے مونچھیں کاٹنے، ناخن ترشنے بغلوں کے بال اکھاڑنے اور زيرناف

بال مونڈنے کے لئے وقت مقرر فرمایا کہ ہم چالیس دن سے زیادہ ان میں کچھ نہ چھوڑیں۔“ [مسلم ایضاً]

نیز اس لئے بھی کہ ناخن بڑھانا درندوں اور کفار کے ساتھ مشابہت ہے۔ جہاں تک نیل پالش کا تعلق

ہے تو وضو کے لئے اس کا اتارنا واجب ہے کیونکہ یہ ناخنوں تک پانی پہنچنے میں رکاوٹ ہے۔ [فتاویٰ از: شیخ ابن باز، فتاویٰ برائے خواتین، ص ۲۷۳]

### اونچی ایڑھی والی جوتی ڈالنا:

**سوال:** اونچی ایڑھی والی جوتی پہننے کے بارے میں اسلام کا کیا حکم ہے؟

**جواب:** اونچی ایڑھی کم از کم کراہت کا حکم رکھتی ہے کیونکہ اس میں یہ دھوکہ ہے کہ عورت دراز قد معلوم ہوتی ہے جبکہ وہ ایسی نہیں ہوتی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس میں عورت کے گرنے کا خطرہ ہوتا ہے۔ پھر یہ بات بھی ہے کہ ڈاکٹروں کی رائے میں ایسی جوتی پہننا صحت کے لئے نقصان دہ ہے۔ [فتاویٰ از: شیخ ابن باز، بحوالہ: فتاویٰ برائے خواتین، ص ۲۷۵]

### خوبصورتی کے لیے دانتوں کو رنگڑنا اور ترشوانا:

فضیلۃ الشیخ صالح الفوزان نے عورت کے اپنے دانتوں کے درمیان گپ کروانے سے متعلق فرمایا کہ ”مسلمان عورت کے لیے اپنے دانتوں کو کولر کے ذریعے ٹھنڈا کروا کے معمولی سا گپ کروانا تاکہ دانتوں کی خوبصورتی سے حسن و جمال میں اضافہ ہو حرام ہے۔ البتہ جب دانت بد نما ہوں اور ان کو برابر کر کے عیب دور کرنے کی حاجت ہو، یا دانتوں میں کیڑا لگ گیا ہو اور اس کے ازالہ کی خاطر دانتوں کی اصلاح کی ضرورت ہو تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں۔ اس لیے کہ اس کا تعلق علاج اور بد نمائی دور کرنے سے ہے اور یہ عمل اسپیشلسٹ لیڈی ڈاکٹر کے ذریعہ انجام دیا جانا چاہیے۔ [تنبیہات علی احکام تختص بالمومنات، از: شیخ صالح الفوزان، ص ۱۱، بحوالہ: فتاویٰ برائے خواتین اسلام، ص ۶۳۵]

شیخ عبداللہ الفوزان علاج و معالجہ اور عیوب کے ازالہ کی خاطر دانتوں میں گپ کروانے کے بارے میں رقم طراز ہیں کہ ”تخمین اور کم عمری ظاہر کرنے کے لیے دانتوں سے چھیڑ چھاڑ شرعاً حرام ہے لیکن علاج و معالجہ کی غرض سے اس میں کوئی ممانعت نہیں ہے۔ لہذا جب کسی عورت کا کوئی زائد دانت ظاہر ہو جو اس کے لیے تکلیف دہ ہو تو اس کو اکھڑوانے میں کوئی ممانعت نہیں، کیونکہ وہ منظر اور شکل کو بد نما کرتا اور کھانے میں رکاوٹ پیدا کرتا ہے اور عیوب کا ازالہ شرعاً جائز ہے، اسی طرح اگر دانتوں میں کیڑے ہوں اور اس کی وجہ سے اصلاح کی ضرورت ہو تو پھر بھی کوئی حرج نہیں۔ [زینۃ المرأة، از: شیخ عبداللہ الفوزان، ص ۸۵، ایضاً]

## جسم گدوانا (نشان لگوانا یا بھروائی کروانا):

**سوال:** ”میری والدہ کہتی ہے کہ اس نے دور جاہلیت میں اپنی تھوڑی (ٹھڈی) پر ایک معمولی سا نشان بنایا جو مکمل طور پر گودنے گدوانے جیسا بھی نہیں ہے، تاہم اس نے بوجہ جہالت ایسا کیا تھا، وہ نہیں جانتی تھی کہ یہ حلال ہے یا حرام۔ اور آج ہم نے سنا ہے کہ جسم گودنے اور گدوانے والی عورت ملعونہ ہے، ہمیں جواب سے نوازیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بہتر بدلہ عطا کرے۔

**جواب:** گودنا گدوانا جسم کے کسی بھی حصہ پر ہو، یہ حرام ہے۔ یہ عمل چاہے مکمل ہو یا غیر مکمل اور تمہاری والدہ پر گودنے کے اس نشان کا ازالہ واجب ہے بشرطیکہ ضرر لاحق ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔ نیز ماضی میں جو نملطی اس سے سرزد ہوئی اس کے لیے توبہ و استغفار بھی واجب ہے۔ [فتاویٰ النجف الناصب: ۱۹۸، ۱۹۹]

## عورت کے لیے زیورات پہننا:

**سوال:** دائرہ نما (حلقہ دار) سونے کے زیور پہننے کا کیا حکم ہے؟

**جواب:** عورت کے لیے ہر طرح کا سونا پہننا جائز ہے، خواہ وہ دائرہ نما ہو یا کسی اور شکل میں، کیونکہ راج ذیل آیت کے پیش نظر عورت کے لیے سونے کے زیورات پہننا مطلقاً جائز ہے:

﴿أَوْ مَنْ يُنَشُّوْ فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِينٍ﴾ [الزخرف: ۱۸]

”جو زیورات میں پلین اور جھگڑے میں اپنی بات واضح نہ کر سکیں.....“

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ذکر کیا کہ زیورات پہننا عورتوں کی صفات میں سے ہے اور لفظ ”حلیۃ“ امام ہے جو سونے اور دیگر دھاتوں کے زیورات کو بھی شامل ہے۔ امام احمد، ابو داؤد اور امام نسائی نے بسند صحیح حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشم پکڑ کر داہنے ہاتھ میں رکھا اور سونا پکڑ کر بائیں ہاتھ میں رکھا پھر فرمایا:

((إِنَّ هَذَيْنِ حَرَامٌ عَلَيَّ ذِكُورِ أُمَّتِي))..... و زاد ابن ماجہ: ((وَأِحْلُلُ لِأَنَائِهِمْ))

”یہ دونوں چیزیں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں۔“ [ابن ماجہ کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ ]  
”اور میری امت کی عورتوں کے لیے یہ حلال ہیں۔“

اسی طرح حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(( اِحْلَ الدَّهْبُ وَالْحَرِيرُ لِلنَّائِثِ مِنْ اُمَّتِي وَحُرْمَ عَلَى ذُكُورِهَا )) [رواه احمد، ترمذی، نسائی]  
 ”سونا اور ریشم میری امت کی عورتوں کے لیے حلال اور امت کے مردوں پر حرام کئے گئے ہیں۔“ [فتویٰ

از: شیخ ابن باز، بحوالہ: فتاویٰ المرأة، از محمد بن عبدالعزیز، ج ۲ ص ۸۷]

### پازیب پہننا:

**سوال:** صرف شوہر کے سامنے پازیب پہننے کا کیا حکم ہے؟

**جواب:** شوہر، یا محرم رشتہ داروں یا خواتین کے سامنے پازیب پہننے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ بھی ایک قسم کا زیور ہے جسے عورت اپنے دونوں پاؤں میں پہنتی ہے۔ [فتویٰ از: شیخ ابن باز، فتاویٰ المرأة ۸۵۰/۲]

### ناک میں نتھ پہننا:

**سوال:** حصول زینت کے لئے ناک میں نتھ پہننے کا کیا حکم ہے؟

**جواب:** عورت ہر وہ زیور پہن سکتی ہے جو عادتاً پہنا جاتا ہو۔ اس کے لئے اگر بدن میں سوراخ بھی کرنا پڑے تو کوئی حرج نہیں ہے مثلاً کانوں میں بالیاں وغیرہ پہننا۔ ممکن ہے ناک میں نتھ پہننا ایسے ہی جائز ہو جیسا کہ اونٹ کی ناک میں سوراخ کر کے کیمل ڈالنا۔ اگرچہ دونوں مثالیں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ [فتویٰ از: شیخ ابن باز، بحوالہ: فتاویٰ المرأة المسلمہ۔ از ابو محمد، ج ۱ ص ۳۷۹]

### پراندہ پہننے کی شرعی حیثیت:

**سوال:** کیا پراندہ پہننا ناجائز ہے؟

**جواب:** پراندہ پہننے میں کوئی حرج نہیں۔ امام لیث کا فتویٰ جواز ہی کا ہے۔ ابو عبیدہ نے بہت سے فقہاء سے جواز نقل کیا ہے۔ امام ابوداؤد نے بھی سعید بن جبیر سے بسند صحیح جواز ذکر کیا ہے۔ [فتویٰ از: حافظ ثناء اللہ مدنی، بحوالہ: ہفت روزہ الاعتصام لاہور، ج ۵۵ شماره ۱۳ ص ۱۳]

### عورت کے لیے مہندی لگانا:

سوال: فضیلۃ الشیخ صالح الفوزان نے عورتوں کے متعلق ہاتھ اور پاؤں میں مہندی لگانے کی بابت فرمایا: دونوں ہاتھوں اور پاؤں کو مہندی سے رنگنا شادی شدہ عورتوں کے لیے مستحب ہے، اس سلسلہ میں



حدیثیں مشہور و معروف ہیں اور اس کی طرف وہ حدیث بھی اشارہ کرتی ہے جسے ابو داؤد نے روایت کیا ہے کہ ایک عورت نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مہندی کے خضاب کی بابت دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن میں اسے ناپسند کرتی ہو کیونکہ رسول اللہ ﷺ کو اس کی بو پسند نہ تھی۔

اور عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے مروی ہے، کہتی ہیں کہ ایک عورت نے پردہ کی اوٹ سے اشارہ کیا، اس کے ہاتھ میں نبی ﷺ کے نام کا خط تھا، تو نبی ﷺ نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور فرمایا: ”میں نہیں جانتا کہ یہ کسی مرد کا ہاتھ ہے یا کسی عورت کا؟“ اس حدیث کو ابو داؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے۔ البتہ عورت اپنے ناخنوں پر ایسی پالش نہ کرے، جو منجمد ہو اور طہارت سے مانع ہو۔ [تبیہات علی احکام تخص بالمومنات لفضیلۃ

الشیخ صالح الفوزان: ص ۱۱، بحوالہ: فتاویٰ برائے خواتین اسلام، ص ۲۷۹]

**سوال:** افتاء کمیٹی سے دریافت کیا گیا: کیا میرے لیے اپنے ہاتھوں اور بالوں میں ماہواری کے دوران مہندی لگانا جائز ہے؟

**جواب:** تمہارے لیے یہ جائز ہے کیونکہ اس سلسلہ میں ”اصل“ جواز ہے اور شریعت میں اس کی ممانعت پر کوئی دلیل ثابت نہیں ہے۔ [ایضاً]

**آرائش و زیبائش میں اسراف و تبذیر:**

**سوال:** بعض عورتیں اپنے لباس، پوشاک اور آرائشی سامان پر بہت زیادہ مال خرچ کرتی ہیں اور دلیل یہ دیتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی نعمت کا اثر بندوں پر دیکھنا پسند کرتا ہے۔ آپ اس سلسلہ میں کیا فرماتے ہیں؟

**جواب:** جسے اللہ نے حلال مال سے نوازا ہو تو یقیناً اللہ تعالیٰ نے اسے ایسی نعمت عطا فرمائی ہے جس کا شکر بجالانا اس پر واجب ہے۔ اور شکر کی ادائیگی اس مال سے صدقہ کرنے اور اسراف و تکبر سے بچتے ہوئے کھانے پینے سے ہوتی ہے۔ جو عورتیں کپڑوں کی خریداری میں بے درغبی سے کام لے رہی ہیں، یہ محض فخر و مباہات کا اظہار، اسراف و تبذیر اور مال کا ضیاع ہے۔ مسلمان عورتوں پر واجب ہے کہ اس سلسلہ

میں میانہ روی اختیار کریں۔ [کتاب المستقی من فتاویٰ الشیخ صالح الفوزان: ج ۳ ص ۳۱۵، ۳۱۶]



## عورت اور عباداتِ اسلام

ایک مسلمان عورت کا اپنے رب کے ساتھ طرزِ عمل یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے رب کی عبادت گزار بندگی بن جاتی ہے۔ وہ طہارت و پاکیزگی کا اہتمام کرتی، اپنے آپ کو پاک صاف رکھتی اور اپنے رب کے لیے پانچ وقت نماز ادا کرتی ہے۔ اپنے رب کے ذکر کا اہتمام کرتی اور اپنے رب سے دعا و استغفار کرتی ہے۔ وہ عبادت کے وقت اپنی تمام تر مصروفیات چھوڑ کر رب کے حضور سجدہ ریز ہو جاتی ہے۔ دنیوی مشاغل سے قطع تعلق کر کے اپنے رب سے تعلق جا جوڑتی ہے۔ وہ اپنے رب کے لیے روزہ رکھتی اور صدقہ و خیرات کرتی ہے۔ اگر استطاعت ہو تو اپنے رب کے گھر کا عمرہ اور حج کرتی ہے۔ نیز دینِ اسلام کی سر بلندی اور اشاعت کے لیے اپنی استطاعت بھر کوشش کرتی ہے۔

## عورت اور طہارت و پاکیزگی

ایک مسلمان عورت کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اسلام طہارت و پاکیزگی پر بڑا زور دیتا ہے۔ اس لیے عورت کو چاہیے کہ اپنا جسم، لباس اور اپنی جائے رہائش کو پاک صاف رکھے۔ ظاہری صفائی کے علاوہ باطنی صفائی کا بھی اہتمام کرے یعنی لباس، جگہ اور جسم کی پاکیزگی کے ساتھ اپنے قلب و دماغ کو بھی پاکیزہ بنائے اور ان تمام اخلاقی قباحتوں سے بھی اپنے آپ کو پاک رکھے جو بظاہر نظر تو نہیں آتیں لیکن دینی و اخلاقی اعتبار سے انہیں برا ہی سمجھا جاتا ہے مثلاً کفر، شرک، حسد، کینہ، فحش خیالات وغیرہ۔

### نجاستیں اور ان سے طہارت:

اہل علم نے نجاستوں کو دو قسموں میں تقسیم کیا ہے ایک حقیقی نجاستیں اور دوسری حکمی نجاستیں۔ حقیقی نجاستوں سے مراد گندگی اور نجاست کی وہ صورتیں ہیں جو بظاہر وجود رکھتی ہیں مثلاً پیشاب، پاخانہ وغیرہ جبکہ حکمی نجاست سے مراد وہ حالت ہے جس میں انسان کے جسم پر بظاہر کوئی نجاست دکھائی نہیں دیتی لیکن حکمی طور پر انسان حالت نجس میں ہوتا ہے۔ اس حالت میں اسے عبادت کرنے کی اجازت نہیں ہوتی جب تک کہ وہ اس حالت سے پاکی حاصل نہ کر لے۔

حکمی نجاست کی آگے دو قسمیں ہیں: ایک کو حدیث اصغر اور دوسری کو حدیث اکبر کہا جاتا ہے۔ حدیث اصغر سے مراد حکمی نجاست کی وہ حالت ہے جس میں آدمی پر نماز کے لیے وضو فرض ہو جاتا ہے مثلاً پیشاب، پاخانہ کے بعد نجاست سے پاک ہونے کے لیے وضو کرنا ہوگا۔ اسی طرح نیند سے بیدار ہونے کے بعد اور ہوا خارج ہونے کی صورت میں بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے اور انسان حکماً نجس شمار ہوتا ہے، یہ صورتیں حدیث اصغر کہلاتی ہیں۔ جبکہ نجاست حکمی کی دوسری صورت یعنی حدیث اکبر وہ حالت ہے جب انسان پر مسنون طریقے سے غسل کرنا فرض ہو جاتا ہے مثلاً: احتلام، جماع، حیض، یا نفاس کی حالت۔ آئندہ سطور میں ہم وضو اور غسل سے متعلقہ تفصیلات قلمبند کریں گے۔ ان شاء اللہ!

## [۱].....عورت اور مسنون وضو

وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھیں:

ہر اچھا کام شروع کرنے سے پہلے ”بسم اللہ“ پڑھنی چاہیے کیونکہ اس سے برکت ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا تھا: ((تَوَضُّوْا بِسْمِ اللّٰهِ)) ”بسم اللہ کہتے ہوئے وضو کرو۔“<sup>(۱)</sup> وضو کے شروع میں بسم اللہ کی اہمیت اس قدر زیادہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ((لَا وَضُوءَ لِمَنْ لَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ)) ”جو شخص بسم اللہ نہیں پڑھتا، اس کا وضو ہی (کامل) نہیں۔“<sup>(۲)</sup>

دونوں ہاتھ تین مرتبہ دھوئیں اور انگلیوں میں خلال کریں:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو وضو کا مسنون طریقہ سکھاتے ہوئے سب سے پہلے تین مرتبہ اپنے ہاتھ کلائیوں (پہنچوں) تک دھوئے، پھر باقی وضو کرنے کے بعد لوگوں سے کہا کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو اسی طرح وضو کرتے دیکھا تھا۔<sup>(۳)</sup>

حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ((اَسْبِغِ الوُضُوءَ وَخَلِّ بَيْنَ الْأَصَابِعِ)) ”وضو اچھی طرح کرو اور انگلیوں کے درمیان خلال کرو۔“<sup>(۴)</sup>

اگر انگلی میں انگوٹھی پہنی ہو یا ہاتھ میں گھڑی یا چوڑیاں ڈالی ہوں، تو انہیں حرکت دے کر مطلوبہ حصے کو اچھی طرح تر کرنا چاہیے۔

نیند سے بیدار ہو کر پہلے ہاتھ دھوئیں:

اگر نیند سے بیدار ہوں تو فوراً پانی والے برتن میں ہاتھ نہ ڈالیں۔ بلکہ کسی صاف چیز (مگ وغیرہ) کے ذریعے برتن سے پانی لے کر پہلے ہاتھ دھولیں یا برتن انڈیل کر ہاتھ دھوئیں۔ پھر دھوئے ہوئے ہاتھ کو برتن

(۱) [سنن نسائی، کتاب الطہارۃ، باب التسمیۃ عند الوضوء (ح ۷۸) صحیح ابن خزیمہ (ح ۱۴۴)]

(۲) [ابو داؤد، کتاب الطہارۃ: باب التسمیۃ علی الوضوء (ح ۱۰۱) ابن ماجہ (ح ۳۹۹) مسند احمد (۴۱۸/۲)]

حاکم (۱۴۶/۱) بیہقی (۴۳/۱) شرح السنۃ (۴۰۹/۱) دارمی (۱۷۶/۱)

(۳) [بخاری، کتاب الوضوء، باب الوضوء ثلاثاً ثلاثاً (ح ۱۵۹) مسلم، کتاب الطہارۃ، باب صبغۃ الوضوء (ح ۲۲۶)]

(۴) [ابو داؤد، کتاب الطہارۃ، باب فی الاستنثار (ح ۱۴۲) ترمذی، کتاب الطہارۃ (ح ۳۸) نسائی (ح ۱۱۴) ابن

ماجہ (ح ۴۰۷) حاکم (۱۴۷/۱)]

میں ڈالا جاسکتا ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

(( إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ نَوْمِهِ فَلْيَغْسِلْ يَدَهُ قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَهُ فِي وَضُوئِهِ فَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَا يَدْرِي أَيَّنَ بَاتَتْ يَدُهُ ))

”جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو وہ اپنا ہاتھ پانی کے برتن میں نہ ڈالے یہاں تک کہ پہلے اسے دھو لے کیونکہ اسے معلوم نہیں کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گزاری۔“<sup>(۱)</sup>

ممکن ہے نیند میں شرمگاہ یا جسم سے لگی کسی نجاست پر ہاتھ لگنے کی وجہ سے پلید ہو گئے ہوں اور انہیں صاف کیے بغیر برتن میں ڈال دینے سے برتن میں موجود پانی بھی پلید ہو جائے۔ پھر اس پلید اور نجس پانی سے طہارت کیسے ممکن ہے!؟

**کلی اور ناک صاف کریں:**

کلی کرنا اور ناک جھاڑ کر اچھی طرح صاف کرنا اگرچہ دو جدا طریقے ہیں مگر ان دونوں کی ادائیگی ایک ہی چلو کے ذریعے بھی ممکن ہے (یعنی چلو بھر کر آدھے سے کلی کریں اور آدھا ناک میں ڈال کر بائیں ہاتھ سے ناک جھاڑ لیں) اور دو الگ الگ چلو لے کر کلی الگ کرنا اور ناک الگ صاف کرنا بھی درست ہے۔ ایک ہی چلو سے کلی کرنے اور ناک میں پانی چڑھانے کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے کسی آدمی نے دریافت کیا کہ آپ نے آنحضرت ﷺ کو کس طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے؟ حضرت عبداللہ نے پانی کا برتن منگوا لیا اور اسے اٹھیلتے ہوئے تین مرتبہ اپنے دونوں ہاتھ دھوئے پھر اس میں اپنا ہاتھ داخل کیا اور ((فَمَضَمَ وَاسْتَنْشَقَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِنْ غُرْفَةٍ وَاحِدَةٍ)) ”ایک ہی چلو سے کلی بھی کی اور ناک بھی جھاڑ کر صاف کیا اور ایسا تین مرتبہ کیا۔“<sup>(۲)</sup>

الگ چلو سے کلی کرنے اور الگ چلو لے کر ناک صاف کرنے کی دلیل یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وضو کا

(۱) [بخاری، کتاب الوضوء، باب الاستحجار وترا (ح ۱۶۲) مسلم، کتاب الطہارة، باب کراة غمس

المتوضی (ح ۲۷۸) ترمذی (ح ۲۴) نسائی (ح ۱۶۱) ابن ماجہ (ح ۳۹۳) ابو داؤد (ح ۹۶)]

(۲) [بخاری، کتاب الوضوء، باب الوضوء من الثور (ح ۱۹۹) باب من مضمض واستنشق من غرفة واحدة

(ح ۱۹۱) مسلم، کتاب الطہارة (ح ۲۳۵) ابو داؤد (ح ۱۱۹) ترمذی (ح ۲۸-۳۲) ابن ماجہ (ح ۴۰۵،

ح ۴۳۴) نسائی (ح ۸۴) مؤطا (ح ۱۸۱)]

مسنون طریقہ سکھاتے ہوئے اس طرح کیا تھا: ((ثُمَّ مَضَمَصَ ثَلَاثًا وَاسْتَنْشَقَ ثَلَاثًا)) ”یعنی انہوں نے تین مرتبہ کلی کی اور تین مرتبہ ہی ناک جھاڑ کر صاف کیا۔“<sup>(۱)</sup>

کلی کرتے وقت مسواک بھی کر لی جائے تو اس سے منہ کی صفائی کے علاوہ نماز کا ثواب بھی بڑھ جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا مندی بھی حاصل ہوتی ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو نماز مسواک کر کے پڑھی جائے وہ بغیر مسواک والی نماز سے 70 درجے زیادہ فضیلت والی ہو جاتی ہے۔<sup>(۲)</sup>

ناک میں پانی ڈالتے وقت یہ بات بھی واضح رہے کہ اچھی طرح ناک میں پانی چڑھائیں البتہ اگر آپ حالتِ روزہ میں ہوں تو پھر ناک میں پانی چڑھاتے وقت مبالغہ نہ کریں کیونکہ اس طرح پانی حلق میں اترنے کا خدشہ ہے۔

### بائیں ہاتھ سے ناک جھاڑیں:

جس طرح بوقتِ استنجا دائیں ہاتھ سے پانی ڈالتے ہوئے بائیں سے صفائی کی جاتی ہے اسی طرح دورانِ

(۱) [ترمذی: کتاب الطہارۃ: باب ما جاء فی وضوء النسی کیف کان (ح ۴۸) یاد رہے کہ مذکورہ حدیث میں اگرچہ صراحت کے ساتھ یہ بات مروی نہیں کہ الگ الگ چلو لے کر کلی اور ناک صاف کرنے کا عمل کیا گیا ہے تاہم یہاں سیاق کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ کلی اور ناک کی صفائی کرنے میں الگ الگ چلو استعمال کیے گئے ہیں۔ فقہاء و محدثین اسے ’فصل‘ کی اصطلاح سے بیان کرتے ہیں جبکہ ایک ہی چلو لے کر آدھے سے کلی کرنا اور آدھے کو ناک میں ڈال کر ناک کی صفائی کرنے کو ’وصل‘ کی اصطلاح سے بیان کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں بعض روایات میں صریح طور پر ’فصل‘ کا ذکر موجود ہے اگرچہ ان کی اسناد پر کلام ہے۔ تاہم بعض اہل علم نے دونوں طریقوں کو جائز قرار دیتے ہوئے پہلے طریقے (وصل) کو افضل قرار دیا ہے۔ مسئلہ ہذا کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: زاد المسعد (ح ۱ ص ۱۹۱ تا ۱۹۳) فتح الباری (ح ۱ ص ۲۴۰) تلخیص الحیبر (ح ۱ ص ۷۹) تحفۃ الاحوذی (ح ۱ ص ۱۲۱ تا ۱۲۷) عون المعبود (ح ۱ ص ۵۳) سبیل السلام (ح ۱ ص ۵۴) علاوہ ازیں امام ترمذی رقمطراز ہیں کہ بعض اہل علم کے بقول ایک ہی چلو سے کلی اور ناک صاف کرنا کافی ہے جبکہ بعض کے بقول ان دونوں میں تفریق (فصل) بہتر ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص ایک ہی چلو سے دونوں کام (کلی اور ناک میں پانی داخل کرنا) کر لیتا ہے تو یہ جائز ہے اور اگر انہیں علیحدہ علیحدہ کرے تو یہ ہمیں زیادہ پسند ہے۔ دیکھیے ترمذی: (بذیل) باب ما جاء فی وضوء النسی]

(۲) [شعب الایمان للبیہقی، کتاب الطہارات، باب فضل الوضوء (ح ۲۷۷۳) احمد (۲۷۲/۶) ابن خزیمہ

(ح ۱۳۷) السنن الکبریٰ للبیہقی (۳۸/۱) حاکم (۱/۱۴۶/۱)]

وضو مناسب یہ ہے کہ دائیں ہاتھ سے پانی ناک میں چڑھایا جائے اور بائیں ہاتھ سے ناک کو جھاڑا اور صاف کیا جائے اس کی دلیل یہ ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو وضو کا مسنون طریقہ سکھانے کے لیے پانی منگوا یا تو ”انہوں نے کلی کے بعد ناک میں پانی چڑھایا اور اپنے بائیں ہاتھ سے ناک کو جھاڑا (اور صاف کیا) اور ایسا تین مرتبہ کیا۔ پھر (مکمل وضو کر کے دکھانے کے بعد) فرمایا کہ اللہ کے نبی ﷺ کا وضو اسی طرح ہوا کرتا تھا۔“<sup>(۱)</sup>

### چہرہ دھوئیں:

دونوں ہتھیلیوں میں پانی بھر کر اپنے چہرے پر ڈالیں اور اچھی طرح سے پورا چہرہ دھوئیں۔ واضح رہے کہ دائیں کان سے بائیں کان تک جبڑوں سمیت اور پیشانی (جہاں سے سر کے بال شروع ہوتے ہیں) سے لے کر ٹھوڑی کے نیچے تک کا حصہ حدود چہرہ میں داخل ہے۔

### کہنیوں تک دونوں بازو دھوئیں:

اس کے بعد کہنیوں سمیت دونوں بازو اچھی طرح مل کر دھوئیں۔ اور یہ بات مد نظر رکھیں کہ پہلے دایاں بازو دھوئیں پھر بائیں۔ جیسا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے مسنون طریقہ وضو سکھاتے ہوئے پہلے دایاں ہاتھ کہنی سمیت تین مرتبہ دھو یا پھر اسی طرح بائیں ہاتھ کہنی سمیت تین مرتبہ دھو یا۔<sup>(۲)</sup>

یاد رہے کہ اگر کسی برتن سے وضو کر رہے ہوں تو پھر بائیں ہاتھ سے چلو بھر کر دایاں بازو دھوئیں بعد میں دائیں چلو سے بائیں بازو دھوئیں۔ البتہ اگر ٹوٹی کھول کر وضو کر رہے ہوں تو پانی کے نیچے دایاں بازو پھیلا کر بائیں سے اچھی طرح مل لیں۔ پھر بائیں بازو پھیلا کر دائیں ہاتھ سے اسے مل کر صاف کریں۔ ٹوٹی کے نیچے تین مرتبہ بازو دھونے کی صورت میں ضروری نہیں کہ آپ چلتی ٹوٹی سے تین بار بازو ہٹا کر صاف کریں بلکہ اس طرح کرنے سے پانی کے ضیاع کا خطرہ ہے، اس لیے ایسی صورت میں مناسب یہی ہے کہ نلکے کے نیچے بازو پھیلا کر رکھیں اور اسی حالت میں تین مرتبہ بازو صاف کر لیں۔

### سر کا مسح کریں:

دونوں بازو کہنیوں تک دھونے کے بعد سر کا مسح کریں۔ سر کے مسح کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ تر کریں

(۱) [نسائی، کتاب الطہارۃ، باب الامر بالاستنشار عند الاستیطاق من النوم (ح ۹۱)]

(۲) [بخاری، کتاب الصوم، باب سواک الرطب والیابس للصلائم (ح ۱۹۳۴) مسلم، کتاب الطہارۃ (ح ۲۳۵)]

اور سر کے اگلے حصے (پیشانی کے بانوں سے) شروع کر کے پچھلی جانب گدی تک لے جائیں پھر پیچھے (گدی) سے اسی طرح آگے پیشانی کے باؤں تک واپس لے آئیں کہ جہاں سے مسح شروع کیا تھا۔<sup>(۱)</sup>

اسی طرح اگر سر پر مہندی لگی ہو تو عمامے پر قیاس کرتے ہوئے اس پر مسح کیا جاسکتا ہے۔ مہندی کو دھونے کی ضرورت نہیں۔

### کانوں کا مسح کریں:

کان چونکہ سر کا حصہ ہیں اس لیے سر کے مسح کے متصل بعد دونوں ہاتھوں کی شہادت کی انگلیاں کانوں کے درانوں میں ڈال کر اور دونوں انگوٹھے کانوں کی پشت پر رکھ کر مسح کریں جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مَسَحَ أُذُنَيْهِ دَاخِلَهُمَا بِالسَّبَابَتَيْنِ وَنَحَالَفَ إِنْهُمَا مِيَهُ إِلَى ظَاهِرِ أُذُنَيْهِ فَمَسَحَ ظَاهِرَهُمَا وَبَاطِنَهُمَا)) ”اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے کانوں کا مسح کرتے وقت دونوں سبابہ (شہادت والی) انگلیاں اپنے کانوں میں داخل کیں اور انگوٹھے کانوں کی پشت پر رکھتے ہوئے کانوں کے اندرونی و بیرونی دونوں جانب سے مسح فرمایا۔“<sup>(۲)</sup>

سر کے مسح کے بعد کانوں کے مسح کے لیے دوبارہ انگلیاں تر کرنا یا پہلے سے تر انگلیوں سے مسح کرنا دونوں ہی طرح احادیث سے ثابت ہے۔<sup>(۳)</sup>

### گردن اور بازوؤں کا مسح صحیح احادیث سے ثابت نہیں:

بعض حضرات سر اور کانوں کے مسح کے بعد دونوں ہاتھ الٹے کر کے گردن کا بھی مسح کرتے ہیں پھر اس کے بعد بائیں ہاتھ سے دائیں بازو اور دائیں ہاتھ سے بائیں بازو کا بھی مسح کرتے ہیں۔ اگرچہ اس سلسلہ میں کچھ روایات کتب احادیث میں موجود ہیں مگر ان میں سے کوئی ایک روایت بھی بسند صحیح ثابت نہیں۔ اس لیے گردن اور بازوؤں کے مسح سے اجتناب کیا جائے۔

- (۱) [بخاری، کتاب الوضوء، باب مسح الرأس كله (ح ۱۸۵) باب غسل الرجلين الى الكعبين (ح ۱۸۶) مسلم، کتاب الطہارۃ، باب فی وضو النبی (ح ۲۳۵)]
- (۲) [ابن ماجہ، کتاب الطہارۃ، باب ما جاء فی مسح الاذنين (ح ۳۶) نسائی (ح ۱۰۲) ترمذی (ح ۳۶) ابن خزیمہ (ح ۱۴۸) ابو یعلیٰ (ح ۲۴۸۶) بیہقی (۵۵/۱)]
- (۳) [سنن بیہقی، کتاب الطہارۃ، باب مسح الاذنين بماء جدید (۶۵/۱) حاکم (۱۵۱/۱، ۱۵۴) مؤطا (۳۴۱/۱) نیل الاوطار (۱۶۱/۱ - ۱۶۲) زاد المعاد (۱۹۴/۱ - ۱۹۵)]



## دونوں پاؤں دھوئیں:

سر اور کانوں کے مسح کے بعد پہلے دایاں پھر بائیں پاؤں ٹخنوں سمیت دھوئیں جیسا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے مسنون وضو کا طریقہ سکھاتے ہوئے سر کے مسح کے بعد پہلے اپنا دایاں پاؤں تین مرتبہ دھویا پھر بائیں پاؤں تین مرتبہ دھویا اور فرمایا کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو اسی طرح وضو فرماتے ہوئے دیکھا ہے۔<sup>(۱)</sup>

## پاؤں کی انگلیوں میں خلال کریں:

جس طرح ہاتھوں کی انگلیوں میں خلال کیا جاتا ہے اسی طرح پاؤں کی انگلیوں میں بھی خلال کیا جائے کیونکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: (( إِذَا تَوَضَّأْتَ فَخَلَّلْ بَيْنَ أَصَابِعِ يَدَيْكَ وَرِجْلَيْكَ )) ”جب تم وضو کرو تو اپنے ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کے درمیان خلال کرو۔“<sup>(۲)</sup> پاؤں کی انگلیوں کے درمیان خلال کے لیے ہاتھ کی چھنگلی انگلی استعمال کرنا سنت ہے۔<sup>(۳)</sup>

## وضو اور تکرار:

دوران وضو سر کے مسح کے علاوہ وضو کے تمام اعضا ایک مرتبہ سے لے کر تین مرتبہ تک دھونا جائز ہے۔ خواہ تمام اعضا ایک ایک مرتبہ دھولے جائیں یا تمام اعضا دو دو مرتبہ دھولے جائیں یا پھر تمام اعضا تین تین مرتبہ دھولے جائیں تینوں طرح درست ہے کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ نے تینوں طرح وضو فرمایا ہے۔<sup>(۴)</sup> یاد رہے کہ اگر دوران وضو بعض اعضا ایک مرتبہ، بعض دو مرتبہ اور بعض تین مرتبہ دھولے جائیں تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ آنحضرت ﷺ سے اس طرح بھی ثابت ہے۔<sup>(۵)</sup> البتہ کسی عضو کو دوران وضو تین بار سے زیادہ دھونے سے آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا ہے۔<sup>(۶)</sup>

(۱) [بخاری، کتاب الصوم، باب سواك الرطب واليابس للصائم (ح ۱۹۳۴) مسلم، کتاب الطهارة، باب صفة الوضوء وكماله (ح ۲۳۶)]

(۲) [ترمذی، کتاب الطهارة، باب ما جاء في تحليل الاصابع (ح ۳۹) ابن ماجہ، کتاب الطهارة (ح ۴۴۷)]

(۳) [ترمذی ایضاً (ح ۴۰) ابو داؤد، کتاب الطهارة، باب غسل الرجلين (ح ۱۴۸)]

(۴) [دیکھیے بخاری، کتاب الوضوء، باب الوضوء مرة مرة (ح ۱۵۷) ..... باب الوضوء ثلاثا ثلاثا (ح ۱۵۹)]

(۵) [ترمذی، کتاب الطهارة، باب ما جاء فيمن يتوضأ بعض وضوئه مرتين وبعضه ثلاثا (ح ۴۷)]

(۶) [ابو داؤد، کتاب الطهارة، باب الوضوء ثلاثا ثلاثا (ح ۱۳۵) نسائی، کتاب الطهارة (ح ۱۴۰)]

## وضو کے بعد کی دعائیں:

وضو کے بعد درج ذیل دعائیں پڑھنا مسنون ہے:

(1)..... ((أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ))

”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ اللہ تعالیٰ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔“

آنحضرت ﷺ سے مروی ہے کہ وضو کے بعد مذکورہ بالا دعا پڑھنے والے کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں کہ جس دروازے سے یہ شخص چاہے جنت میں داخل ہو جائے گا۔<sup>(۱)</sup>

(2)..... ((اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِينَ وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِينَ))

”یا اللہ! مجھے بہت زیادہ توبہ کرنے اور صفائی و پاکیزگی اختیار کرنے والا بنا دے۔“<sup>(۲)</sup>

(3)..... ((سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ))

”یا اللہ! تو اپنی ہر طرح کی تعریف کے ساتھ (ہر نقص و عیب سے) پاک ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ میں تجھ سے بخشش طلب کرتا ہوں اور تیرے حضور توبہ کرتا ہوں۔“<sup>(۳)</sup>

وضو کے شروع میں بسم اللہ اور آخر میں مندرجہ بالا تین دعاؤں کے علاوہ دوران وضو دعا کرنے کی کوئی صحیح حدیث مروی نہیں۔ اس لیے دوران وضو مختلف اعضا دھوتے وقت ضعیف روایات میں مروی دعائیں پڑھنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔ علاوہ ازیں وضو کے بعد کسی دعا کو آسمان کی طرف نظر یا انگلی اٹھا کر پڑھنے کے بارے میں کوئی صحیح حدیث موجود نہیں۔ بعض روایات میں آسمان کی طرف نظر اٹھا کر پہلی دعا یعنی اشہد ان لا الہ الا..... پڑھنا منقول ہے مگر سند اوہ سب روایات ضعیف ہیں۔ اس لیے دوران دعا انگلی یا نظر آسمان کی طرف اٹھانے سے اجتناب کیا جائے۔

(۱) [صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب الذکر المستحب عقب الوضوء (ح ۲۳۴) ابو داؤد (ح ۱۶۸) ابن ماجہ

(ح ۴۷۰) نسائی (ح ۱۴۸) ابن حبان (۳۲۶/۳) ابن خزیمہ (ح ۲۲۲)]

(۲) [ترمذی، کتاب الطہارۃ، باب فیما یقال بعد الوضوء (ح ۵۵) ابن السنی (۲۱) تاریخ بغداد (۲۷۰/۵) عبد

الرزاق (۱۸۶/۱ - ۱۸۷)]

(۳) [عمل الیوم واللیلۃ للنسائی (۸۱-۸۳) حاکم (۵۶۴/۱) عبدالرزاق (۱۸۶/۱) ابن ابی شیبہ (۱۳/۱)

تلخیص الحبیر (۱۰۱/۱ - ۱۰۲)]

## وضو کے بعد شرمگاہ پر پانی کا چھینٹنا مارنا:

وضو سے فارغ ہونے پر پانی کا چلو لے کر شرمگاہ پر چھینٹنا مارنا سنت ہے جیسا کہ حضرت حکم بن سفیان ثقفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ کو دیکھا کہ ”آپ ﷺ نے وضو کرنے کے بعد ایک چلو بھر پانی لیا اور اپنی شرمگاہ پر چھینٹ دیا۔“<sup>(۱)</sup>

یاد رہے کہ وضو کے بعد پانی کا چھینٹنا مارنے کی بعض اہل علم نے یہ حکمت بیان کی ہے کہ طہارت کے بعد آدمی کو بعض دفعہ یہ وسوسہ ہوتا ہے کہ شاید شرمگاہ سے پیشاب کا کوئی قطرہ نکلا ہے۔ پیشاب نکلنے سے اگرچہ وضو ٹوٹ جاتا ہے مگر محض وسوسے اور خیال سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اس لیے اگر پانی کا چھینٹنا مار لیا جائے تو پھر ایسا وسوسہ آتے ہی یہ خیال بھی پیدا ہو جائے گا کہ پانی کے چھیننے کی وجہ سے میرا کیڑا گویا ہوا ہے نا کہ پیشاب کے قطرے سے۔ اس طرح سنت پر بھی عمل ہو جائے گا اور وسوسہ بھی دور ہو جائے گا۔<sup>(۲)</sup>

## دوران وضو بعض ممنوعات:

- (1) ..... دوران وضو کسی عضو کو تین بار سے زائد نہ دھوئیں۔
- (2) ..... دوران وضو پانی ضائع نہ کریں۔
- (3) ..... اعضائے وضو میں سے کوئی عضو خشک نہ رہنے پائے۔
- (4) ..... وضو کے کسی عضو پر آنا، مٹی یا تار کول یا اسی طرح کی کوئی اور چیز لگی ہو تو اسے کھریج کر اتار دیں ورنہ متعلقہ عضو خشک رہ جائے گا۔ البتہ اگر کسی بیماری کی وجہ سے ایسا کیا گیا ہو تو پھر اس پر مسح کر لیں۔
- (5) ..... ناخنوں پر پینٹ یا نیل پالش لگی ہو تو بوقت وضو ریوڑ وغیرہ کی مدد سے اسے اتار کر ناخن صاف کر لیں۔ کیونکہ نیل پالش سے پانی ناخن کی جلد تک نہیں پہنچتا۔ البتہ مہندی چونکہ ناخن اور پانی کے درمیان رکاوٹ نہیں بنتی، اس لیے مہندی لگے ناخنوں کے ساتھ وضو درست ہے۔ اسی طرح ہونٹوں پر سرخی لگی ہو تو پھر بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ سرخی نیل پالش کی طرح پانی اور جلد کے درمیان رکاوٹ نہیں بنتی۔ البتہ اگر کوئی سرخی اتنی موٹی تہہ والی ہو کہ پانی اور جلد کے درمیان رکاوٹ بن جائے تو پھر وضو کے لیے اسے صاف کرنا ہوگا۔

(۱) [ابن ماجہ، کتاب الطہارۃ، باب ماجاء فی الضح بعد الوضو (ح ۴۶۱) ابو داؤد، کتاب الطہارۃ (۱۶۵، ۱۶۷)]

(۲) [ملاحظہ ہو تحفة الاحوذی (۱۶۷/۱) معالم السنن (۱۲۵/۱) عون المعبود (۲۸۵/۱ تا ۲۸۷)]

## [۲].....عورت اور مسنون غسل

مسنون غسل کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے شرمگاہ کو دھویا جائے اور جہاں کہیں نجاست لگی ہو اسے صاف کیا جائے۔ پھر وضو کیا جائے۔ البتہ دونوں پاؤں وضو کے آخر میں دھولے جائیں یا غسل کے آخر میں، دونوں طرح درست ہے۔ سر کے مسح کی بجائے تین مرتبہ چلو بھر کر سر میں ڈال کر بالوں کی جڑوں کو اچھی طرح تر کیا جائے۔ پھر سارے جسم پر پانی بہا لیا جائے۔ غسل مسنون کا یہ طریقہ کئی ایک احادیث میں بیان ہوا ہے۔ اس سلسلہ کی ایک روایت یہ ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ جب غسل جنابت فرماتے تو اس طرح کرتے کہ پہلے اپنے دونوں ہاتھ دھوتے پھر دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈال کر شرمگاہ دھوتے پھر اسی طرح وضو فرماتے جس طرح نماز کے لیے وضو فرماتے تھے۔ پھر ہاتھوں کی انگلیوں سے سر کے بالوں کی جڑوں کو پانی سے تر کرتے۔ پھر اپنے سر پر پانی کے تین چلو ڈالتے اور پھر سارے بدن پر پانی بہاتے، پھر اپنے دونوں پاؤں دھولیتے۔<sup>(۱)</sup>

### عورت کے لیے غسل میں سر کے بال کھولنا:

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے لیے غسل جنابت میں سر کے بال کھولنا ضروری نہیں۔ اس مسئلہ میں اہل علم کا بھی اتفاق ہے، البتہ حیض و نفاس کے غسل کے لیے عورت سر کے بال لازماً کھولے یا نہیں، اس میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ احادیث سے قریب تر رائے یہ ہے کہ غسل جنابت ہو یا غسل حیض، دونوں طرح کے غسل میں سر کے بال کھولنا ضروری نہیں، بشرطیکہ بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچ سکتا ہو۔ اس کی دلیل یہ حدیث ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم ﷺ سے کہا:

((يَسْأَلُ سَوَّلَ اللَّهِ! إِنِّي امْرَأَةٌ أَشَدُّ ضَفَرَ رَأْسِي أَفَأَنْقِضُهُ لِلْحَيْضِ وَالْجَنَابَةِ؟ قَالَ: لَا إِنَّمَا يَكْفِيكَ أَنْ تَحْتِئِي عَلَى رَأْسِكَ ثَلَاثَ حَنِيَّاتٍ ثُمَّ تُفِيضِي عَلَيْكَ فَتَطَهَّرِي))  
 ”اے اللہ کے رسول! میں اپنے سر کے بال (مینڈھیوں کی شکل میں) سختی سے باندھ لیتی ہوں، کیا میں

(۱) [مسلم، کتاب الحيض، باب صفة غسل الجنابة (ح ۲۱۷، ۲۱۶) نیز دیکھیے: بخاری، کتاب الغسل، باب

الوضوء قبل الغسل (ح ۲۴۹) نیز دیکھیے: (ح ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۵، ۲۸۴، ۲۷۶، ۲۸۱)]

انہیں غسل جنابت [بعض روایات میں ہے: غسل حیض] کے لیے کھولا کروں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں بلکہ یہی کافی ہے کہ تم اپنے سر پر پانی کے تین چلو انڈیل لیا کرو اور پھر باقی جسم پر پانی بہا لیا کرو۔“<sup>(۱)</sup>

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو پتہ چلا کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ عورتوں کو غسل جنابت اور غسل حیض کے لیے سر کے بال کھولنے کا حکم دیتے ہیں تو اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ عبد اللہ کو اس مسئلے کا علم ہی نہیں، وہ عورتوں کو غسل کے لیے سر کے بال کھولنے کا حکم کیوں دیتے ہیں۔ اس سے بہتر ہے کہ وہ عورتوں کو سر منڈانے کا حکم دے دیں۔ حالانکہ میں اور اللہ کے رسول ایک ہی برتن سے وضو کر لیا کرتے تھے، جبکہ میں صرف تین مرتبہ سر پر پانی ڈالتی تھی۔ (یعنی سر کے بال کھول کر دھونے کی ضرورت نہ سمجھتی تھی۔)<sup>(۲)</sup>

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ عورت کے لیے غسل جنابت اور غسل حیض کے لیے سر کے بال کھولنا ضروری نہیں، البتہ عورت کے بال چونکہ گھنے ہوتے ہیں اس لیے احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ سر کے بال کھول کر غسل کیا جائے۔ تاکہ بالوں کی جڑوں تک اچھی طرح پانی پہنچ جائے۔

### [۳]..... عورت کی طہارت سے متعلقہ چند اہم فتاویٰ

اس عورت کے وضو کا حکم جس کے ناخنوں پر پالش لگی ہو:

**سوال:** اس عورت کے وضو کا کیا حکم ہے جس کے ناخنوں پر پالش لگی ہوئی ہو؟

**جواب:** ایسی عورت کے لیے ناخن پالش استعمال کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ وضو کرتے وقت پانی کے ناخن تک پہنچنے میں رکاوٹ بنتی ہے اور ہر وہ چیز جو پانی پہنچنے سے روکتی ہو، اس کا استعمال وضو یا غسل کرنے والے کے لیے جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فَاعْغَسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ﴾ [المائدة: ۶] ”اپنے چہروں اور ہاتھوں کو دھو دو۔“

اور جس عورت کے ناخنوں پر پالش لگی ہو تو ناخنوں تک پانی نہ پہنچنے کی وجہ سے اس پر ہاتھوں کا دھونا صادق

(۱) [صحیح مسلم، کتاب الحيض، باب حكم ضفائر المغتسلة (ح ۲۳۰) ابو داؤد (ح ۲۵۱) ترمذی (ح ۵۰۱) ابن

ماجہ (ح ۶۰۳) احمد (ح ۶ ص ۳۱۵)

(۲) [صحیح مسلم، ایضاً (۳۳۱) احمد (ح ۶ ص ۴۳) ابن ماجہ (ح ۶۰۴) ابن خزیمہ (ح ۲۴۷)]

نہ آئے گا اور اس طرح وہ وضو یا غسل کے فرائض میں سے ایک فرض کی تارک ہوگی۔ البتہ جو عورت نماز نہیں پڑھ سکتی مثلاً حائضہ، تو اس کے لیے ناخن پالش استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، البتہ کوئی ایسا فعل جو کافرہ عورتوں کی خصوصیات میں سے ہو، اس کا ارتکاب کفار کی مشابہت کے سبب ناجائز ہے۔ [فتاویٰ

ورسائل شیخ ابن عثیمین: ج ۴ ص ۱۶۸، مرتب: فہد السلیمان، بحوالہ: فتاویٰ برائے خواتین اسلام]

**جس عورت کے ہاتھ پر مہندی لگی ہو، اس کے وضو کا حکم:**

**سوال:** افتاء کیمٹی سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ ﷺ سے ایک حدیث روایت کی جاتی ہے جس کا معنی و مفہوم یہ ہے کہ ”انگلیوں پر گوندھے ہوئے آٹے یا ناخن پالش یا مٹی لگنے کی صورت میں وضو صحیح نہیں ہے“ لیکن میں دیکھتی ہوں کہ بعض عورتیں جو اپنے ہاتھوں اور پاؤں میں مہندی لگائے ہوتی ہیں اور ہاتھوں میں گوندھے ہوئے آٹے بھی لگے ہوتے ہیں، ایسے ہی نماز پڑھتی ہیں۔ کیا ایسا عمل جائز ہے؟ واضح ہو کہ جب انہیں اس سے منع کیا جاتا ہے تو کہتی ہیں کہ یہ پاک ہے اور اس سے وضو پر کوئی اثر نہیں پڑتا؟

**جواب:** ہمارے علم کی حد تک مذکورہ الفاظ کے ساتھ کوئی حدیث مروی نہیں ہے۔ البتہ مہندی کا رنگ ہاتھ اور پاؤں میں باقی رہنے سے کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ مہندی کا رنگ غلیظ اور موٹا نہیں ہوتا اس کے برعکس گوندھا ہوا آٹا، ناخن پالش اور مٹی چونکہ غلیظ اور موٹی ہوتی ہے جو پانی کو چمڑے تک پہنچنے سے مانع ہوتی ہے، اس لیے ان کی موجودگی میں وضو صحیح نہیں ہوگا۔ اور اگر پسی ہوئی مہندی ہاتھ پاؤں میں لگی ہو تو چونکہ اس کی موٹی ہمیں پانی کو چمڑے تک پہنچنے میں مانع ہوتی ہیں لہذا ان کا ازالہ ایسے ہی ضروری ہے جس طرح گوندھے ہوئے آٹے کا۔ [ایضاً، بحوالہ: فتاویٰ اللجنة الدائمة للافتاء، ج ۵ ص ۲۱۷]

**عورت سر کا مسح کیسے کرے؟**

**سوال:** کیا عورت بھی مرد ہی کی طرح اپنے سر کا مسح کرے گی۔ یعنی سر کے اگلے حصہ سے شروع کر کے پچھلے حصہ تک ہاتھوں کو لیجائے پھر ہاتھوں کو اگلے حصہ تک واپس پلٹائے؟

**جواب:** ہاں، کیونکہ شرعی احکام کی اصل یہ ہے کہ جو چیز مردوں کے لیے ثابت ہے وہ عورتوں کے لیے بھی ہے اور اسی کے برعکس جو چیز عورتوں کے لیے ثابت ہے وہ مردوں کے لیے بھی ہے مگر یہ کہ استثناء کی کوئی دلیل موجود ہو۔ اور سر کے مسح کی کیفیت میں مرد اور عورت کے درمیان فرق ثابت کرنے والی کوئی دلیل مجھے

معلوم نہیں۔ [مجموع فتاویٰ و رسائل الشیخ ابن عثیمین: ۱۵۲/۴]

## دوپٹہ پر مسح کا حکم؟

**سوال:** کیا عورت کے لیے دوپٹہ پر مسح کرنا جائز ہے؟

**جواب:** امام احمد کے مشہور قول کے مطابق عورت دوپٹہ پر مسح کر سکتی ہے بشرطیکہ وہ دوپٹہ اس کی گردن کے نیچے سے لپیٹا گیا ہو بعض صحابیات سے بھی ایسا کرنا ثابت ہے۔ لہذا اگر دوپٹہ ہٹانے میں کوئی مشقت ہو، خواہ ٹھنڈک کے سبب یا ہٹانے اور پھر دوبارہ لپیٹنے کے سبب، تو ایسی صورت میں مسح جائز ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر کوئی مشقت نہ ہو تو دوپٹہ پر مسح نہ کرنا ہی بہتر ہے۔ [فتاویٰ و رسائل الشیخ محمد بن

ابراہیم: ۱۶۷/۲]

## مہندی لگے بالوں پر مسح:

**سوال:** اگر عورت اپنے سر کے بالوں کو مہندی یا اس جیسی دوسری چیز سے چپکالے تو کیا وہ اس پر مسح کر سکتی ہے؟

**جواب:** جب عورت نے سر پر مہندی لگائی ہو تو وہ اس پر مسح کر سکتی ہے، بالوں کو کھولنے اور مہندی کے اندر سے مسح کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ بحالت احرام سر کے بالوں کو (گوندنما دے سے) چپکائے ہوئے تھے۔ (ظاہر ہے ایسی حالت میں آپ نے جو نمازیں پڑھیں، ان میں ایسے ہی مسح کیا ہوگا) [فتویٰ از شیخ محمد بن ابراہیم، ایضاً: ۱۶۲/۲]

## کیا ننگے مرد یا ننگی عورت کی طرف دیکھنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

**سوال:** کیا ننگے مرد یا ننگی عورت یا اپنی ہی شرمگاہ کو دیکھنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

**جواب:** ننگے مرد اور ننگی عورت کو دیکھنے سے وضو نہیں ٹوٹتا اور نہ ہی اپنی شرمگاہ کو دیکھنا وضو کو فاسد کرتا ہے کیونکہ اس طرح وضو ٹوٹنے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ [ایضاً: ۲۷۰/۵]

## کیا ہیز کریم اور لپ اسٹک ناقض وضو ہے؟

**سوال:** کیا ہیز کریم اور لپ اسٹک ناقض وضو ہے؟

**جواب:** بالوں پر کریم ملنے یا تیل لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا اور نہ ہی روزہ ان چیزوں سے باطل ہوتا ہے

لیکن روزہ کی حالت میں اگر ہونٹوں پر ایسی سرخی لگائی جائے جس میں ذائقہ پایا جاتا ہو اور خدشہ ہو کہ یہ ذائقہ پیٹ تک جاترے گا، تو ایسی سرخی کا استعمال درست نہیں۔ [فتاویٰ و رسائل الشیخ ابن عثیمین: ۲۰۱/۴]

**بچوں کی نجاست دھونے سے کیا وضو ٹوٹ جاتا ہے؟**

**سوال:** میں نے وضو کے بعد اپنے بچوں کی نجاست دھوئی، کیا اس طرح میرا وضو ٹوٹ گیا ہے؟

**جواب:** با وضو یا بے وضو شخص کا جسم سے نجاست دھونا ناقض وضو نہیں ہے۔ ہاں اگر بچے کی شرمگاہ کو ہاتھ لگ جائے تو اس سے وضو ٹوٹ جائے گا، جس طرح اپنی شرمگاہ کو ہاتھ لگنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اسی طرح بچے کی شرمگاہ کو ہاتھ لگنے سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ [دارالافتاء کمیٹی، فتاویٰ برائے خواتین: مرتب محمد بن عبد العزیز (ص ۷۱)]

جبکہ ابن عثیمینؒ فرماتے ہیں کہ بچے کی شرمگاہ کو ہاتھ لگنے سے صرف ہاتھ دھولے جائیں، وضو کرنا واجب نہیں کیونکہ شرمگاہ کو بغیر شہوت کے چھونا ناقض وضو نہیں اور اس میں کوئی شک نہیں عورت اپنی اولاد کو غسل کراتے ہوئے شہوت سے اس کی شرمگاہ نہیں چھوتی۔ [مجموع فتاویٰ و رسائل لابن عثیمین: ج ۴ ص ۲۰۳]

### حیض و جنابت کا غسل اور عورت کا سر کے بال کھولنا؟

**سوال:** کیا مرد و عورت کے غسل جنابت میں کوئی فرق ہے؟ اور کیا عورت پر غسل کے لئے اپنے سر کے بال کھولنا ضروری ہے؟ کیا حدیث نبویؐ کی بنا پر تین لپ پانی ڈالنا ہی کافی ہے؟ نیز غسل جنابت اور غسل حیض میں کیا فرق ہے؟

**جواب:** مرد و عورت کے غسل میں کوئی فرق نہیں ہے اور کسی پر بھی غسل کے لیے بالوں کا کھولنا ضروری نہیں ہے، بلکہ بالوں پر تین لپ پانی ڈال کر باقی جسم کو دھولینا کافی ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ام سلمہؓ نے نبی اکرمؐ سے دریافت کیا:

”میں سخت گندھے ہوں بالوں والی عورت ہوں، کیا میں انہیں غسل جنابت کے لیے کھولا کروں؟ اس پر آپؐ نے فرمایا: نہیں تیرے لیے یہی کافی ہے کہ سر پر پانی انڈیل کر غسل کر لے۔“

رہا عورت کا غسل حیض، تو اس غسل میں بال کھولنے اور نہ کھولنے میں اہل علم کا اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ



غسل حیض میں بھی عورت پر سر کے بالوں کا کھولنا واجب نہیں ہے۔ کیونکہ صحیح مسلم میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی بعض روایات میں اس کی وضاحت ہے۔ یہ روایات اس بات پر نص ہیں کہ غسل حیض و جنابت میں سر کے بالوں کا کھولنا واجب نہیں لیکن احتیاط کے پیش نظر، اور اختلاف سے بچنے اور مختلف دلیلوں کو جمع کرنے کے خیال سے عورت غسل حیض میں بالوں کو کھول کر دھوئے۔ [دارالافتاء، کمیٹی، بحوالہ: فتاویٰ المرأة (ص ۷۴)]

**عورت کی طہارت کے بعد باقی ماندہ پانی کا حکم:**

**سوال:** عورت کے بچے ہوئے پانی سے مرد کا طہارت حاصل کرنا کیسا ہے؟

**جواب:** علماء کے ہاں اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ جمہور علماء کا موقف جس کی تائید امام احمد نے بھی اپنے ایک قول میں فرمائی ہے، یہ ہے کہ عورت خواہ تنہا برتن سے پانی استعمال کرے یا مرد کے ہمراہ اور خواہ اس کی طہارت حدث کے نتیجے میں ہو یا ناپاکی لگنے سے، بہر حال باقی ماندہ پانی سے مرد پاکی حاصل کر سکتا ہے اور یہی قول صحیح ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے غسل کرنے کے بعد ان کے بچے ہوئے پانی سے غسل کیا تھا۔ یہ حدیث منع والی حدیث یعنی: ”مرد عورت کے بچے ہوئے پانی سے طہارت حاصل نہ کرے“..... کے مقابلہ میں بلاشبہ زیادہ صحیح ہے۔ جبکہ بہت سے اہل علم منع کی روایت کی صحت کے قائل ہی نہیں ہیں، لہذا ایسی روایت سے دلیل پکڑنا صحیح نہیں۔ جمہور علماء کی تائید ان عمومی دلائل سے بھی ہوتی ہے جو بلا قید پانی سے پاکی حاصل کرنے کے سلسلہ میں مروی ہیں۔ لہذا ایسا پانی جسے نجاست نے متغیر نہ کیا ہو، وہ عام پانی کے حکم میں داخل ہے، نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا ﴾ [المائدة: ۶]

”یعنی، جب پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرو۔“

اس آیت میں تیمم کا جواز پانی نہ ملنے پر موقوف کیا گیا ہے۔ اور عورت کے استعمال کے بعد بچا ہوا پانی بہر حال پانی ہے اور شارع کسی چیز سے بلا سبب منع نہیں فرماتے، نیز یہ پانی جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا: ((إِنَّ الْمَاءَ لَا يَجْنُبُ)) ”بے شک پانی ناپاک نہیں ہوتا۔“ اس کی پاکی پر دلالت کرتا ہے۔ اگر واقعتاً مرد کے لیے عورت کے بچے ہوئے پانی کا استعمال جائز نہ ہوتا تو صحیح حدیثوں میں اس کی ممانعت ضرور وارد ہوتی۔ کیونکہ اس طرح کی نوبت گھروں میں عام طور پر پیش آتی ہے اور اس میں مرد کے لیے

مشقت بھی ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ یہی قول (یعنی جواز کا قول) صحیح ہے۔ [المجموعۃ الکاملۃ لمؤلفات

الشیخ ابن سعدي ج ۷ ص ۸۸، بحوالہ: فتاویٰ برائے خواتین اسلام، ص ۱۲، دارالکتاب والسنة، لاہور]

### کیا غسل جنابت یا غسل حیض کو طلوع فجر تک موخر کیا جاسکتا ہے؟

**سوال:** کیا غسل جنابت میں طلوع فجر صادق تک تاخیر جائز ہے؟ اور کیا عورتیں اپنے غسل حیض یا نفاس کو طلوع صبح صادق تک موخر کر سکتی ہیں؟

**جواب:** جب عورت فجر سے قبل پاک ہو جائے تو اس پر روزہ لازم ہے اور غسل کو طلوع فجر کے بعد تک موخر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن سورج نکلنے تک غسل کو موخر کرنا جائز نہیں ہے۔ بلکہ اس پر واجب ہے کہ سورج طلوع ہونے سے قبل غسل و نماز سے فارغ ہو جائے اور یہی حکم جنسی کا ہے، وہ سورج نکلنے تک اپنا غسل موخر نہیں کر سکتا بلکہ اس پر لازم ہے کہ طلوع آفتاب سے قبل غسل کر لے اور نماز ادا کرے، اور مرد پر غسل کرنے میں جلدی کرنا واجب ہے تاکہ فجر کی نماز باجماعت ادا کر سکے۔ [فتاویٰ الصیام للشیخ ابن

باز ص ۶۵، بحوالہ: فتاویٰ برائے خواتین اسلام، ص ۳۲]

### کیا غسل جنابت کر لینا، غسل جمعہ اور غسل نفاس کے لیے کافی ہوگا؟

**سوال:** کیا جنابت کا غسل، غسل جمعہ اور غسل حیض و نفاس کے لیے کافی ہوگا؟

**جواب:** جس پر ایک سے زیادہ غسل واجب ہوں، اس کے لیے صرف ایک ہی غسل کر لینا کافی ہے۔

[فتاویٰ اللجنة الدائمة للافتاء: ۳۲۸/۵]

### کیا جنسی کا بدن غسل سے قبل ناپاک ہوتا ہے؟

**سوال:** جب مرد و عورت جماع کریں تو کیا ان دونوں کے لیے غسل سے قبل کسی چیز کا چھونا جائز ہے؟ اور جب وہ کسی چیز کو چھوئیں تو کیا وہ ناپاک ہو جائے گی؟

**جواب:** جنسی شخص کے لیے جائز ہے کہ غسل سے قبل کپڑے، برتن، دیبگی اور اس جیسی دوسری چیزوں کو چھوئے، خواہ جنسی مرد ہو یا عورت۔ کیونکہ وہ ناپاک نہیں ہے اور نہ اس کے چھونے سے کوئی چیز ناپاک ہوتی ہے۔ اور یہی حکم حائضہ اور نفاس والی عورت کا بھی ہے۔ حیض و نفاس کے سبب وہ ناپاک نہیں ہوتی، اس کا بدن اور پسینہ بھی پاک ہے، لہذا اس کے بھی چھونے سے کوئی چیز ناپاک نہیں ہوتی۔ حائضہ اور نفاس والی

عورت سے خارج ہونے والا خون ہی صرف ناپاک ہے۔ [ایضاً: ۵/۳۷۷]

**کیا عمر دراز عورت مشقت سے بچنے کے لیے تیمم کر سکتی ہے؟**

**سوال:** ایک عمر دراز عورت جس کی عمر نوے سال ہے اور وہ اٹھ نہیں سکتی اور اسے غسل اور وضو میں مشقت ہوتی ہے، خاص کر جب سردی ہو اور وضو کے لیے دور جانا پڑے۔ کیا ایسی صورت میں اسے ہر نماز کے لیے تیمم کرنے کی رخصت ہے یا متعدد اوقات کی نمازوں کو وہ ایک ہی وضو سے جمع کر سکتی ہے؟

**جواب:** ایسی صورت میں اس عورت کو چاہیے کہ جہاں تک ممکن ہو وضو کرے، اگرچہ پانی اس کے قریب لانا پڑے۔ اور اگر وہ بذات خود یا دوسروں کے ذریعے وضو میں مشقت محسوس کرے تو اس کے لیے تیمم جائز ہے۔

ایسی عورت کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ وہ ظہر اور عصر کی نمازوں کو کسی ایک وقت میں اکٹھا ادا کر لے۔ اور مغرب و عشاء کو بھی کسی ایک وقت میں جمع کر لے کیونکہ وہ مریض کے حکم میں ہے۔ [ایضاً: ۵/۳۵۶]

**کپڑے پر بچہ پیشاب کر دے تو اسے کیسے پاک کیا جائے؟**

**سوال:** اگر چھوٹا بچہ کپڑے پر پیشاب کر دے تو ان کپڑوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟

**جواب:** اس مسئلہ میں صحیح فتویٰ یہی ہے کہ اگر پیشاب اس لڑکے کا ہو جو ابھی دودھ پیتا ہے (یعنی جس کی عمر دو سال سے زیادہ نہ ہو) تو اس کے پیشاب والی جگہ پر پانی کے چھینٹے مار دیئے جائیں، اتنا ہی کافی ہے، کپڑے دھونے اور اچھی طرح ملنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ احادیث میں یہ بات موجود ہے کہ آنحضرت ﷺ کے پاس ایک شیر خوار بچہ لایا گیا جس نے آپ ﷺ کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا تو آپ نے پانی منگوا لیا اور پیشاب والی جگہ پر پانی کے چھینٹے مار دیئے اور اس کپڑے کو دھویا نہیں۔ البتہ اگر دودھ پیتی بچی کپڑے پر پیشاب کر دے تو پھر اس کپڑے کو ضرور پانی سے دھویا جائے گا، محض پانی کے چھینٹے کافی نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پیشاب بنیادی طور پر نجس ہے تاہم شریعت نے بچے (لڑکے) کے پیشاب کو دھونے سے مستثنیٰ کیا ہے، بچی کے پیشاب کو مستثنیٰ نہیں کیا۔ [فتاویٰ از: ابن عثیمین، فتاویٰ امیر المسلمة

مرتب: ابو محمد اشرف بن عبد المقصود (ج ۱ ص ۱۸۹، ۱۹۰)]

## [۳].....حائضہ عورت کے شرعی مسائل

**حیض کی کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ مدت:**

**سوال:** حیض کی کم از کم اور زیادہ سے زیادہ مدت کتنی ہے؟

**جواب:** اس سلسلہ میں معروف تو یہ ہے کہ حیض کی کم سے کم مدت ایک دن اور ایک رات ہے اور زیادہ سے زیادہ مدت پندرہ دن ہے۔ لیکن راجح بات یہ ہے کہ اقل اور اکثر مدت کی کوئی حد مقرر نہیں ہے کیونکہ دونوں مدتوں کی تحدید و تعیین پر کوئی صحیح و ثابت دلیل موجود نہیں ہے۔ امام ابن تیمیہ کا بھی یہی موقف ہے۔

[فتویٰ از فضیلة الشيخ محمد بن ابراهيم آل شيخ، بحوالہ: فتاویٰ و رسائل الشيخ محمد بن ابراهيم، ج ۲ ص ۷۹]

**سوال:** شیخ ابن تیمین سے بھی یہی سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ:

**جواب:** صحیح بات یہ ہے کہ حیض کی اقل اور اکثر مدت کی تعیین ثابت نہیں ہے، قرآن مجید میں ہے:

﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذَىٰ فَأَعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرُبُوهُنَّ حَتَّىٰ يَطْهُرْنَ﴾ [البقرة: ۲۲۲]

”یعنی لوگ آپ سے حیض کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہہ دیجئے کہ وہ گندگی (ناپاک) ہے۔ حالت

حیض میں عورتوں سے علیحدہ رہو اور جب تک وہ ناپاک نہ ہو جائیں ان کے قریب نہ جاؤ۔“

اس آیت میں حائضہ سے الگ رہنے کی کوئی مدت مقرر نہیں کی گئی بلکہ یہ کہا گیا ہے کہ جب تک حیض رہے تم ان سے قربت نہ کرو، اور جب حیض ختم ہو جائے تب یہ حکم بھی ختم ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ بھی اس کی تحدید پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

**حیض کے خون کی پہچان:**

**سوال:** ایک عورت نے اپنی ماہواری کو ماہ رمضان میں روک لیا اور اب غسل کے کچھ دنوں بعد اسے خون رک رک کر آنے لگا مگر وہ خون ماہواری کے خون کے مثل نہیں ہے اور اب وہ غسل کر کے نماز ادا کرتی اور روزہ رکھتی ہے کیا اس کی نماز اور روزہ صحیح ہے اور اگر اس کی نماز اور روزے صحیح نہیں تو اس پر کیا لازم ہے؟

**جواب:** اگر جاری ہونے والا خون، دم حیض کی صفت پر جو اپنے رنگ، بو، حرارت و تکلیف کے سبب

پہچانا جاتا ہے تو وہ حیض کا خون ہوگا اگرچہ گزشتہ حیض اور طہر کے درمیان کی مدت تلیل کیوں نہ ہو۔ اور اگر اس خون پر حیض کے اوصاف منطبق نہ ہوتے ہوں تو یہ استحاضہ کا خون ہوگا جو نماز اور روزہ سے مانع نہیں ہوتا۔ علماء نے حیض کے خون کے تین اوصاف بیان کیے ہیں: (۱) حیض کا خون بدبودار ہوتا ہے۔ (۲) رنگ کالا ہوتا ہے (۳) بننے والا مادہ گاڑھا ہوتا ہے۔ اور بعض نے چوتھی علامت یہ بیان کی ہے کہ حیض کا خون منجمد نہیں ہوتا جبکہ حیض کے علاوہ دوسرا خون گرنے کے بعد جم جاتا ہے۔ [فتویٰ از: شیخ محمد بن صالح

العثیمین، بحوالہ: فتاویٰ برائے خواتین اسلام، ص ۵۲]

### پچاس سال کے بعد خون:

**سوال:** ایک عورت پچاس سال کی عمر کو پار کر چکی ہے اس کو خون، حیض کی معروف صفت پر آتا ہے اور اسی عمر کی دوسری عورت کو غیر معروف صفت پر خون آتا ہے یعنی اسے زردی مائل اور میا لے رنگ کا خون جاری ہوتا ہے، ان دونوں کا کیا حکم ہے؟

**جواب:** وہ عورت جس کا خون، حیض کی معلوم و معروف صفت پر آتا ہے اس کا خون، حیض کا خون ہوگا۔ یہی راجح قول کے مطابق صحیح ہے۔ کیونکہ حیض آنے کی اکثر عمر محدود نہیں ہے لہذا اس کے خون پر حیض کے خون کے معروف و مشہور احکام جاری ہوں گے یعنی وہ نماز، روزہ اور جماع سے پرہیز کرے گی اور اس پر (حیض کے بعد) غسل اور روزوں کی قضا اور اس طرح کے دوسرے احکام کی بجا آوری واجب ہوگی۔

رہا دوسری عورت کا معاملہ جسے زردی مائل اور میا لے رنگ کا خون آتا ہے تو اگر یہ خون اس کے ایام عادت میں جاری ہوتا ہے تو یہ حیض ہے اور اگر ایام حیض کے علاوہ دنوں میں آتا ہے تو یہ حیض نہیں ہے۔ اور اگر اس کا خون، حیض کا معروف خون ہو لیکن حیض آنے میں تقدیم و تاخیر ہوتی ہو تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا بلکہ وہ خون کے دنوں میں بیٹھی رہے گی اور جب خون رک جائے تو غسل کرے گی۔

یہ سب باتیں اس صحیح قول کی بنیاد پر ہیں کہ حیض جاری رہنے کی عمر متعین نہیں ہے۔ البتہ مذہب حنبلی کے مشہور قول کی بنا پر پچاس سال کی عمر کو پہنچنے کے بعد جاری ہونے والا خون کالا اور فطری طور پر حیض کا خون کیوں نہ ہو، وہ حیض نہیں سمجھا جائے گا اور اس قول کی بنا پر عورت روزہ رکھے گی اور نماز ادا کرے گی اور خون بند ہونے کے بعد اس پر غسل بھی واجب نہیں ہوگا لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے۔ [ایضاً، ص ۱۴۱]

## حیض میں بگاڑ:

**سوال:** شیخ ابن باز سے سوال کیا گیا کہ: ”میں ایک بیالیس سالہ عورت ہوں، ماہواری کے دوران میری مشکل یہ ہے کہ حیض چار دنوں تک جاری رہتا ہے پھر تین دنوں کے لیے ختم ہو جاتا اور ساتویں دن دوبارہ پہلی مرتبہ سے کم مقدار میں خون آنے لگتا ہے پھر خون کا رنگ کتھے رنگ میں تبدیل ہو جاتا ہے اور بارہویں دن تک جاری رہتا ہے۔ میں پہلے خون کی بیماری میں مبتلا تھی جو الحمد للہ علاج کے بعد ختم ہو گئی۔ میں نے اپنی مذکورہ حالت کا ذکر ایک طبیب سے کیا جو اہل صلاح و تقویٰ میں سے ہیں، انہوں نے مجھے مشورہ دیا کہ چوتھے دن کے بعد میں پاکی کا غسل کر لوں اور عبادات، نماز و روزہ انجام دوں اور عملاً میں طبیب کی نصیحت پر دو سال تک قائم رہی لیکن بعض عورتوں نے مجھے مشورہ دیا کہ میں آٹھ دنوں تک انتظار کروں (یعنی حیض سمجھوں) لہذا آنجناب سے گزارش ہے کہ درست بات کی طرف میری رہنمائی فرمائیں۔

**جواب:** پہلے چار اور آخری چھ دن، حیض کے ایام ہیں پس تمہیں ان ایام میں نماز اور روزہ چھوڑ دینا چاہیے اور تمہارے شوہر کے لیے مذکورہ ایام میں تمہارے ساتھ جماعت کرنی حلال نہیں ہے۔ تم پر لازم ہے کہ چار دنوں کے بعد غسل کر لو اور نماز ادا کرو اور چار دن اور اخیر کے چھ دن کے درمیان حاصل ہونے والی طہارت کی مدت میں شوہر کو جماعت کے لیے اپنے پاس آنے دو اور ان ایام میں روزہ بھی رکھ سکتی ہو۔ اگر ماہ رمضان ہو تو اس درمیان طہر میں روزہ رکھنا واجب ہے اور جب اخیر کے چھ دن کے حیض سے پاک ہو جاؤ تو غسل کرو، نماز پڑھو اور روزہ رکھو جس طرح دوسری پاک عورتیں کرتی ہیں کیونکہ حیض زیادہ اور کم ہوا کرتا ہے، اس کے ایام مجتمع اور متفرق بھی ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو اپنی رضا و خوشنودی کے کاموں کی توفیق بخشے اور ہمیں اور تمہیں اور تمام مسلمانوں کو دین کی صحیح سمجھ اور اس پر ثابت قدمی نصیب فرمائے۔ [فتویٰ (۱)، شیخ ابن باز، ج ۱، ص ۱۴۹]

## ماہواری کے ایام اور دیگر ایام میں قلیل مقدار میں آنے والا خون:

**سوال:** کبھی کبھار عورت خون کا معمولی اثر یا خون کے چند نقطے اور دھبے متفرق اوقات میں دیکھتی ہے کبھی تو یہ صورت ماہواری کے ایام میں ہوتی ہے حالانکہ ماہواری (کھل کر) نہیں ہوتی اور کبھی ماہواری کے ماہواری ایام میں ہوتی ہے۔ ان دونوں حالتوں میں اس کے روزے کا کیا حکم ہے؟

**جواب:** اگر تو خون کے یہ نفلے اور دھبے حیض کے ایام میں پائے جائیں جن کو عورت حیض کے معروف ایام شمار کرتی ہے، تو یہ بھی حیض شمار ہوں گے۔ (ورنہ نہیں) [فتویٰ از، شیخ ابن عثیمین، ایضاً، ص ۱۵۲]

**طہر کے بعد مسلسل زرد سیال مادہ خارج ہونا:**

**سوال:** ایک عورت جب پاک ہوتی ہے تو اس سے خالص سفید مادہ نہیں نکلتا بلکہ زرد سیال مادہ مسلسل جاری رہتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

**جواب:** جب عورت اس سفید سیال مادہ کو نہ دیکھے جو طہر کی علامت ہے تو زرد پانی ہی اس کے قائم مقام ہوگا کیونکہ سفید پانی ایک علامت ہے اور علامت کسی ایک مخصوص چیز میں متعین و محصور نہیں ہوتی۔ کیونکہ مدلول کسی ایک دلیل میں منحصر نہیں ہوتا۔ ہو سکتا ہے کہ اس کی معتدد دلیلیں ہوں، اگرچہ اکثر عورتوں میں سفید پانی کا نکلنا طہر کی علامت ہے لیکن کبھی علامت اس کے سوا بھی ہو سکتی ہے اور کبھی تو عورت نہ زردی پاتی ہے اور نہ سفیدی بلکہ خشکی قائم رہتی ہے یہاں تک کہ دوسرا حیض آ جائے اور ہر عورت کے لیے اس کے مقتضائے حال کے مطابق حکم ہے۔ [فتویٰ از، شیخ ابن عثیمین، ایضاً، ص ۱۵۵]

**حمل کے دوران جاری ہونے والا خون:**

**سوال:** فضیلۃ الشیخ عبدالرحمن سعدی سے پوچھا گیا: جب عورت کا حمل ظاہر ہو جائے پھر عادت شہریہ (ماہواری کے مقررہ ایام) میں وہ خون دیکھے تو کیا اس پر حیض کا حکم لگایا جائے گا؟

**جواب:** ایسی عورت جس کا حاملہ ہونا ظاہر ہو، اگر وہ حیض کے ایام میں خون دیکھے تو اس سلسلہ میں اختلاف ہے کہ حاملہ کو حیض آ سکتا ہے یا نہیں؟ پس وہ مذاہب جو بحالت حمل حیض آنے کو درست قرار نہیں دیتے، وہ حاملہ کے اس خون کو فاسد خون کہتے ہیں جس کی بنا پر عورت عبادت نہیں چھوڑے گی اور امام احمد کی دوسری روایت ہے کہ حاملہ کبھی حائضہ بھی ہو سکتی ہے اور یہ روایت صحیح ہے اور ایسا بہت دیکھا گیا ہے۔ اس بنا پر وہ حیض کا خون ہوگا اور اس کے لیے حیض کے جملہ احکام ثابت ہوں گے اور اسی رائے کو ہم بھی پسند کرتے ہیں۔ واللہ اعلم! [ایضاً، ص ۱۵۶]

**بچہ جننے والی عورت کے خون کا حکم جبکہ بچہ آ پریشن سے پیدا ہوا ہو:**

**سوال:** بغض عورتوں کے لیے وضع حمل مشکل ہوتا ہے تو آ پریشن کے ذریعہ تولید کے لیے مجبور ہونا

پڑتا ہے اور اس کے نتیجے میں بسا اوقات بچہ کا خروج فرج کے علاوہ راستہ سے ہوتا ہے۔ نفاس کے خون کے لحاظ سے ایسی عورتوں کا کیا حکم ہے اور ان کے غسل کا شرعی حکم کیا ہے؟

**جواب:** مذکورہ عورتوں کا حکم نفاس والی عورتوں کا ہے جب خون دیکھیں تو بیٹھ جائیں یہاں تک کہ پاک ہو جائیں اور اگر خون نہ دیکھیں تو دوسری پاک عورتوں کی طرح روزہ اور نماز ادا کرتی رہیں۔ [ایضاً، ص ۸۸]

### کیا نفاس والی عورتوں کا بدن ناپاک ہوتا ہے؟

**سوال:** ایک شخص کہتا ہے کہ میری بیوی کو ولادت ہوئی تو میرے ایک عزیز دوست نے میرے گھر میں داخل ہونا گوارا نہ کیا اور حجت یہ پیش کی کہ جب عورت نفاس والی ہوتی ہے تو انسان کے لیے اس کے ہاتھ کا کھانا حلال نہیں ہے۔ اور وہ ایسی عورت کو بدنی اور عملی طور پر ناپاک تصور کرتا ہے۔ اس کی اس بات نے مجھے شک میں مبتلا کر دیا ہے۔ امید ہے کہ آپ اس سلسلہ میں فائدہ پہنچائیں گے۔ میری معلومات کی حد تک نفاس والی عورتوں پر نماز، روزہ اور تلاوت قرآن ممنوع ہے۔

**جواب:** عورت حیض و نفاس کی وجہ سے ناپاک نہیں ہوتی۔ اس کے ساتھ کھانا اور فرج کے علاوہ جگہوں سے لطف اندوز ہونا یا چمٹنا حرام نہیں ہے البتہ ناف اور گھٹنے کے درمیان کی جگہ سے چمٹنا مکروہ ہے۔ امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

((إِنَّ إِلَهُهُدً كَانُوا إِذَا حَاضَتِ الْمَرْأَةُ فِيهِمْ لَمْ يُؤَاكِلُوهَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اِصْنَعُوا مِثْلَ شَيْءٍ إِلَّا النِّكَاحَ))

”یعنی یہودیوں میں جب کوئی عورت حائضہ ہوتی تو وہ اس کے ساتھ کھاتے پیتے نہیں تھے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ہر چیز کو سوائے صحبت کے۔“

اور بخاری و مسلم نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا:

((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَأْمُرُنِي فَأَتِرُهُ فَيُبَاشِرُنِي وَأَنَا حَائِضٌ))

”رسول اللہ ﷺ مجھے میرے حیض کے دنوں میں حکم دیتے تو میں تہہ بند باندھ لیتی پس آپ مجھ سے لگ کر سوتے۔“ لہذا حیض و نفاس کے دوران عورت کے لیے نماز، روزہ اور تلاوت قرآن کی حرمت کا اس کے ساتھ کھانے یا اس کے ہاتھ کا تیار کردہ کھانا تناول کرنے پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ [ایضاً]



## عورت اور تلاوت قرآن

عام طور پر انسان یا طہارت کی حالت میں ہوتا ہے یا عدم طہارت کی۔ طہارت کی حالت میں وہ قرآن کی تلاوت کرے یا نماز پڑھے اس میں تو کسی کو کوئی اختلاف نہیں۔ البتہ عدم طہارت میں اختلاف ہے۔ عدم طہارت کی تین صورتیں ہیں:

(۱)..... عدم وضو کی حالت (۲)..... جنابت کی حالت (۳)..... حیض و نفاس کی حالت۔

ان تینوں حالتوں میں دو طرح کا سوال پیدا ہوتا ہے ایک یہ کہ قرآن چھوئے بغیر زبانی طور پر قرآن کی تلاوت کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اور دوسرا سوال یہ ہے کہ ان حالتوں میں قرآن مجید کو چھونا جائز ہے یا نہیں؟ اب ہم ان سوالوں کا جواب دینے کے لیے بالترتیب مندرجہ بالا تینوں صورتوں کا ذکر کرتے ہیں:

(۱)..... عدم وضو کی حالت:

یعنی وہ حالت جب جنابت یا ماہواری کی حالت قائم ہوئے بغیر وضو ٹاٹا ہو، یعنی نیند سے یا ہوا خارج ہونے یا پیشاب پاخانہ وغیرہ کرنے سے۔ اس عدم وضو کی صورت میں قرآن مجید کو ہاتھ لگائے بغیر زبانی تلاوت کرنے کی ممانعت کی کوئی واضح دلیل قرآن و حدیث میں موجود نہیں ہے بلکہ اس حالت میں تلاوت قرآن مجید کے جواز کی دلیلیں موجود ہیں مثلاً ایک دلیل تو یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک مرتبہ اللہ کے رسول ﷺ کے ہاں رات گزاری، وہ فرماتے ہیں کہ

(( اسْتَيْقَظَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَجَلَسَ يَمْسُحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهِ بِيَدِهِ ثُمَّ قَرَأَ الْعَشْرَ الْآيَاتِ الْخَوَاتِيمِ مِنْ سُورَةِ آلِ عِمْرَانَ ثُمَّ قَامَ إِلَى شَيْءٍ مَعْلُوقَةٍ فَوَضَّأَ مِنْهَا فَكُمْتُ فَصَنَعْتُ مِثْلَ مَا صَنَعَ ثُمَّ ذَهَبْتُ فَكُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ))<sup>(۱)</sup>

www.KitaboSunnat.com

” (تقریباً آدھی) رات کا وقت تھا کہ اللہ کے رسول ﷺ نیند سے بیدار ہو کر بیٹھ گئے اور اپنے ہاتھ چہرے پر ل کر نیند دور کرنے لگے۔ پھر آپ ﷺ نے سورہ آل عمران کی آخری دس آیتوں کی تلاوت

(۱) [صحیح بخاری: کتاب الوضوء: باب قراءة القرآن بعد الحدث وغيره (ح ۱۸۳) مسلم (ح ۱۲۷۴)]

فرمائی۔ پھر آپ ﷺ (گھر میں) لٹکے ہوئے مشکبندے کی طرف بڑھے اور اس سے پانی لے کر وضو کیا اور بہت اچھی طرح آپ ﷺ نے وضو کیا پھر آپ نماز پڑھنے میں مشغول ہو گئے۔  
اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ بے وضو حالت میں بھی قرآن کی تلاوت جائز ہے۔ اگر یہ ناجائز ہوتی تو آنحضرت ﷺ وضو سے پہلے آل عمران کی آیت تلاوت نہ فرماتے۔ پھر آپ ﷺ کا یہ عمل آپ ہی کے ساتھ خاص بھی نہیں تھا، ورنہ جب عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی اسی طرح وضو سے پہلے سورہ آل عمران کی یہی آیات تلاوت فرمائی تھیں، تو آپ ﷺ انہیں بعد میں اس سے ضرور منع کر دیتے مگر آپ نے انہیں منع نہیں کیا۔ امام بخاری نے بھی اس حدیث سے یہی مسئلہ اخذ کیا ہے کہ عدم وضو کی حالت میں تلاوت قرآن جائز ہے، اسی لیے انہوں نے اس حدیث پر یہ عنوان قائم کیا ہے:

باب قراءة القرآن بعد الحدث وغيره "بے وضو وغیرہ ہو جانے کی حالت میں تلاوت قرآن کا بیان"

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَذْكُرُ اللَّهَ عَلَى كُلِّ أَحْيَانِهِ))

"اللہ کے رسول ﷺ ہر وقت اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے۔" (۱)

ظاہر ہے کہ ہر وقت با وضو رہنا مشکل ہوتا ہے۔ انسان کسی وقت بھی بے وضو ہو سکتا ہے اور جب ہر وقت اللہ کا ذکر کیا جائے گا تو لازمی بات ہے کہ اس بے وضو حالت میں بھی اللہ کا ذکر ہوگا۔ اگر اس حالت میں اللہ کا ذکر جائز نہ ہوتا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ فرماتیں کہ "بے وضو حالت کے علاوہ ہر حال میں حضور اللہ کا ذکر فرماتے تھے۔" مگر انہوں نے یہ الفاظ نہیں کہے۔ اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ بے وضو حالت میں اللہ کا ذکر اور تلاوت قرآن جائز ہے۔

## (۲)..... حالت جنابت اور حالت حیض و نفاس میں تلاوت قرآن:

جنابت اور حیض و نفاس بھی بے وضو (گ) (حدیث اکبر) کی حالتیں ہیں، تاہم ان میں فرق یہ ہے کہ ان سے طہارت کے لیے صرف وضو نہیں بلکہ مسنون غسل کرنا ضروری ہے۔ جہاں تک ان حالتوں میں قرآن مجید کی تلاوت کا مسئلہ ہے تو اس سلسلہ میں واضح رہے کہ ان حالتوں کو بھی چونکہ بے وضو والی حالت خیال کیا جائے گا، اس لیے جب بے وضو (حدیث اصغر) حالت میں قرآن مجید کی تلاوت اور ذکر باری تعالیٰ جائز

(۱) [صحیح مسلم: کتاب الحيض: باب ذكر الله تعالى في حال الجنابة وغيرها (ح ۳۷۳)]

ہے، تو ان دونوں حالتوں میں بھی اسے جائز کہا جائے گا۔ بشرطیکہ ان دو حالتوں میں تلاوت قرآن کی الگ سے ممانعت کی کوئی دلیل موجود نہ ہو۔ جب ہم اس مسئلہ کا جائزہ لیتے ہوئے احادیث کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں اس سلسلہ میں ممانعت پر مبنی چند احادیث ضرور ملتی ہیں، مگر ان سب کی سندیں ضعیف ہیں مثلاً ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

((لا تقرأ الحائض ولا الحنب شیئا من القرآن))  
 ”حائضہ اور جنبی قرآن مجید کی تلاوت نہ کریں۔“

یہ روایت ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہ میں موجود ہے مگر اس کی سند محدثین کے اصولوں کے مطابق ضعیف ہے۔ اسی طرح کی ایک روایت سنن دارقطنی وغیرہ میں موجود ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

((لا یقرأ الحائض ولا النفساء من القرآن شیئا))  
 ”حیض اور نفاس والی عورت قرآن مجید کی کچھ بھی تلاوت نہ کرے۔“

اس روایت کی بھی جتنی سندیں ہیں، وہ سب ضعیف ہیں جیسا کہ امام شوکانی نے نیل الاوطار (ج ۱ ص ۴۶) میں ذکر کیا ہے۔ اسی طرح کی ایک اور روایت میں ہے:

((عن علیؑ قال کان رسول اللہ ﷺ یقرئنا القرآن علی کل حال مالم یکن جنباً))  
 ”حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ ہمیں جنابت کے علاوہ ہر حالت میں قرآن پڑھا دیا کرتے تھے۔“<sup>(۱)</sup>

امام ترمذی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور فرماتے ہیں کہ ”بے شمار صحابہ و تابعین کا بھی یہی موقف ہے، نیز فرماتے ہیں کہ ان اہل علم کے بقول انسان بے وضو حالت میں تلاوت تو کر سکتا ہے مگر طہارت کے بغیر قرآن مجید پکڑ کر وہ تلاوت نہ کرے۔ امام ثوری، شافعی، احمد اور اسحاق کی بھی یہی رائے ہے۔“

لیکن اس حدیث کو امام شافعی، امام احمد اور شیخ البانی وغیرہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ اس کے علاوہ بھی اس سلسلہ میں جو روایات مروی ہیں، وہ سب کمزور ہیں۔<sup>(۲)</sup>

(۱) [ترمذی: کتاب الطہارۃ: باب ماجاء فی الرجل یقرأ القرآن علی کل حال مالم یکن جنباً (ح ۱۴۶)]

(۲) [دیکھیے: تمام المنہ از شیخ البانی (ص ۱۰۸، ۱۱۶، ۱۱۷)]

لہذا جب یہ روایتیں صحیح نہیں ہیں تو پھر ہم حیض و نفاس اور جنابت کی حالت میں تلاوت قرآن کی ممانعت و حرمت کا فتویٰ نہیں دے سکتے بلکہ سابقہ عنوان کے تحت قائم کیے گئے دلائل کی بنیاد پر اس کے بھی جواز ہی کا فتویٰ دیا جائے گا۔ خود امام ترمذی نے بھی مذکورہ بالا حدیث کے تحت چند کبار علماء کا یہی فتویٰ درج کیا ہے۔ اسی طرح امام بخاری فرماتے ہیں کہ

”ابریہم نخعی“ حائضہ عورت کے لیے قرآن کی آیت کی تلاوت کر لینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جنہی کے لیے تلاوت قرآن میں کوئی عیب نہیں سمجھتے تھے۔ اسی طرح ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہمیں (اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے) حکم دیا جاتا کہ ہم حائضہ عورتوں کو بھی (عید گاہ کی طرف) لے کر نکلیں چنانچہ وہ حائضہ عورتیں مسلمانوں کی تکبیروں کی طرح تکبیریں کہتیں اور دعائیں مانگتی تھیں۔“ (۱)

(۳)..... بے وضو حالتوں میں قرآن کو چھو نا:

یہ تو واضح ہو گیا کہ مذکورہ بالا تینوں حالتوں (یعنی جنابت، حیض و نفاس، اور بے وضوگی) میں زبانی طور پر قرآن مجید کی تلاوت جائز ہے، اب ہم اس پہلو پر غور کرتے ہیں کہ آیا ان تینوں حالتوں میں قرآن مجید کو چھونا بھی جائز ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں بعض دلائل اس نوعیت کے ہیں کہ ظاہر کے سوا کوئی اور قرآن کو نہ چھوئے مثلاً قرآن مجید میں ہے: ﴿لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ﴾

اس آیت میں لایمس کے صیغہ کی وجہ سے اس کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ یہ صیغہ نفی اور نہی دونوں معنی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اب یہاں نفی کے لیے ہے یا نہی کے لیے؟ اس میں دونوں طرح کی آراء موجود ہیں۔ بعض اہل علم کے نزدیک یہ نفی کا صیغہ ہے اور اس آیت میں فرشتوں کی طرف اشارہ ہے جب کہ فہکی ضمیر قرآن مجید کی بجائے لوح محفوظ کی طرف لٹوتی ہے اور معنی یہ ہے کہ ”لوح محفوظ کو فرشتوں کے سوا کوئی نہیں چھو تا۔“

جب کہ اسے نہی کا صیغہ قرار دینے والے اہل علم کی رائے یہ ہے کہ اس میں قرآن مجید کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ہم انسانوں سے یہ کہا گیا ہے کہ ”اس قرآن کو ظاہر لوگوں کے سوا کوئی اور نہ چھوئے۔“ اسی طرح ایک روایت میں ہے:

(۱) [صحیح بخاری، کتاب الحيض، باب تقضي الحائض المناسك كلها الا اطراف بالبيت، معلقا]

((لَا يَمَسُّ الْقُرْآنَ إِلَّا طَاهِرٌ)) ”اس قرآن کو طاہر لوگوں کے سوا کوئی اور نہ چھوئے۔“<sup>(۱)</sup>

اس روایت کی سند صحیح ہے اور اس میں مذکورہ بالا آیت کے مقابلہ میں واضح طور پر یہ کہا گیا ہے کہ ”طاہر کے سوا اور کوئی قرآن نہ چھوئے۔“ لیکن اس حدیث میں لفظ طاہر سے مراد کون ہے؟ اس میں بھی اہل علم کا اختلاف ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک اس طاہر سے مراد ہر وہ مسلمان ہے جو ناپاک اور بے وضو نہ ہو۔ گویا ان کی رائے یہ ہے کہ بے وضو، جنسی اور حیض و نفاس والی عورت چونکہ طاہر نہیں ہیں، اس لیے ان کے لیے قرآن کو چھونا اور پکڑنا جائز نہیں۔ ان کے مقابلہ میں چند ایک علماء کی رائے یہ ہے کہ طاہر سے مراد اس حدیث میں مسلمان ہے اور مطلب یہ ہے کہ مسلمان کے علاوہ کوئی اور (یعنی غیر مسلم) اس قرآن کو نہ چھوئے۔ لہذا مسلمان قرآن کو بے وضو حالتوں میں بھی چھو سکتا ہے کیونکہ وہ بے وضو ہونے کے باوجود نجس نہیں ہوتا، بلکہ طاہر رہتا ہے۔ اس کی دلیل وہ یہ دیتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، ایک مرتبہ حالت جنابت میں اللہ کے رسول ﷺ سے ملے اور انہوں نے بغیر غسل کے آنحضرت ﷺ کے ساتھ بیٹھنا مکروہ سمجھا تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا:

((سُبْحَانَ اللَّهِ إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يَنْجَسُ)) ”سبحان اللہ! مومن نجس نہیں ہوتا۔“<sup>(۲)</sup>

اس حدیث کی بنیاد پر معروف عرب عالم دین شیخ ناصر الدین البانی بھی اس رائے کے قائل تھے کہ مومن شخص ہر حال میں قرآن مجید کو چھو سکتا ہے۔<sup>(۳)</sup>

### رانج پہلو:

علامہ البانی وغیرہ کی رائے میں کوئی وزن معلوم نہیں ہوتا، اس لیے اس مسئلہ میں جمہور اہل علم کی رائے ہی درست معلوم ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ ان تینوں حالتوں میں قرآن مجید کو چھونا جائز نہیں، زبانی تلاوت جائز ہے۔ البتہ اگر کسی مجبوری کی وجہ سے قرآن کو چھونا پڑ جائے تو کسی صاف کپڑے وغیرہ کی آڑ لے کر چھو جا سکتا ہے۔ کئی اہل علم نے اس طرح قرآن چھونے کی اجازت بھی دی ہے۔<sup>(۴)</sup>

(۱) [مؤطا: کتاب النہاء للصلاة: باب الامر بالوضوء لمن مس المصحف (ح ۴۱۹) ارواء الغلیل از البانی (۱۲۲)

سنن بیہقی (ج ۱ ص ۷۸)]

(۲) [بخاری: کتاب العسل: باب عرق الحنظل وان المسلم لا ینجس (ح ۲۸۳) مسلم (ح ۳۷۱)]

(۳) [تمام المنہ از البانی (ص ۱۱۶)]

(۴) [شرح المہذب از نووی (ج ۲ ص ۳۷۲)]

## عورت اور نماز

نماز کے طریقہ کار اور اس کی شرائط وغیرہ میں مرد اور عورت کے درمیان کوئی زیادہ فرق نہیں، اس لیے ذیل میں ہم نماز سے متعلقہ وہی طریقہ پیش کر رہے ہیں جو مردوں کے لیے ہے جبکہ مرد و زن کی نماز میں فرق سے متعلقہ امور ہم آگے ”مرد و زن کی نماز میں فرق“ کے تحت) پیش کریں گے۔

### نماز کا مختصر طریقہ کار:

☆	قبلہ رخ ہو کر کھڑے ہوں۔
☆	ہاتھوں کو کندھوں یا کانوں کی لوتک بلند کر کے اللہ اکبر کہیں۔
☆	پھر انہیں سینے پر اس طرح باندھیں کہ بائیں کی پشت پر دایاں ہاتھ ہو۔
☆	جسم قدرے جھکا کر نگاہ زمین کی طرف سجدے والی جگہ کے قریب رکھیں۔
☆	دعائے استفتاح (ثنا) پڑھیں۔
☆	پھر اعموذ باندھیں اور بسم اللہ پڑھیں۔
☆	پھر سورت فاتحہ پڑھیں۔
☆	پھر کوئی اور سورت پڑھیں۔
☆	پھر رفع الیدین کرتے ہوئے اللہ اکبر کہیں۔
☆	پھر رکوع میں چلے جائیں۔
☆	حالت رکوع میں ہاتھوں سے گھٹنے تھام کر اور بازو تان کر رکھیں۔
☆	کمر بالکل سیدھی رکھیں۔
☆	سر کمر کے برابر ہو، نہ زیادہ اونچا ہو نہ زیادہ نیچا۔

☆.....	رکوع میں کم از کم تین مرتبہ تسبیحات (سبحان ربی العظیم، وغیرہ) پڑھیں۔
☆.....	پھر سمع اللہ لمن حمدہ پڑھتے اور رفع الیدین کرتے ہوئے سیدھے کھڑے ہو جائیں۔
☆.....	پھر بنا ولک الحمد پڑھیں۔ (اگر قوم کی دیگر دعائیں یاد ہوں تو وہ بھی پڑھی جاسکتی ہیں)
☆.....	پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدہ کے لیے جھک جائیں۔
☆.....	سجدہ ریز ہوتے وقت پہلے ہاتھ زمین پر رکھیں پھر گھٹنے۔
☆.....	سجدے میں کہنیاں زمین سے بلند اور رانوں اور پہلوؤں سے جدا رکھیں۔
☆.....	پھر سجدے میں تسبیحات (سبحان ربی الاعلیٰ، وغیرہ) پڑھیں۔
☆.....	پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے سیدھے ہو کر بائیں پاؤں کو بچھا کر اس پر بیٹھیں اور دایاں کھڑا کر کے اس کی انگلیاں قبلہ رخ رکھیں اور رب اغفر لی دو مرتبہ پڑھیں۔
☆.....	پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے دوسرا سجدہ کریں۔
☆.....	دوسرے سجدہ سے اللہ اکبر کہتے ہوئے اٹھ کر بیٹھیں پھر دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہو جائیں۔
☆.....	دوسری رکعت کے سجدے کر کے تشہد کے لیے بیٹھیں۔
☆.....	درمیانے تشہد میں بھی اسی طرح بیٹھیں جس طرح دو سجدوں کے درمیان بیٹھتے ہیں اور التحیات (دعائے تشہد) پڑھیں۔
☆.....	آخری تشہد میں سرین (چوترا) زمین پر رکھ کر بیٹھیں۔
☆.....	آخری تشہد میں التحیات کے ساتھ درود ابراہیمی بھی پڑھیں۔
☆.....	حالت تشہد میں انگشت شہادت سے اشارہ کریں۔
☆.....	پھر تشہد کی دعائیں پڑھیں۔
☆.....	آخر میں دونوں طرف سلام پھیر دیں۔

## نماز کا تفصیلی طریقہ کار

دعائے افتتاح (ثنا):

تکبیر تحریر کے بعد اور سورۃ الفاتحہ سے پہلے درج ذیل دعاؤں میں سے کوئی بھی دعا پڑھی جاسکتی ہے:

(1)..... ((سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ))

”یا اللہ! تو پاک ہے (ہم) تیری تعریف کے ساتھ (تیری پاکی بیان کرتے ہیں) تیرا نام بڑا بابرکت ہے، تیری شان بلند و بالا ہے اور تیرے سوا کوئی سچا معبود نہیں۔“<sup>(۱)</sup>

(2)..... ((اللَّهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اللَّهُمَّ نَقِّنِي مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنْقَى الثُّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ اللَّهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ))

”یا اللہ! میرے اور میرے گناہوں کے درمیان اس طرح دوری ڈال دے جس طرح تو نے مشرق و مغرب کے درمیان دوری ڈال رکھی ہے۔ الہی! مجھے گناہوں سے اس طرح پاک صاف کر دے جس طرح سفید کپڑا میل کچیل سے پاک صاف کیا جاتا ہے۔ اے اللہ! (اپنی بخشش کے) پانی، برف اور اولوں سے میرے گناہ دھو ڈال۔“<sup>(۲)</sup>

(3)..... ((اللَّهُ أَكْبَرُ كَثِيرًا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ كَثِيرًا وَسُبْحَانَ اللَّهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا))

”اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز سے بڑا ہے۔ ساری تعریف اللہ ہی کے لیے ہے۔ وہ (ہر عیب سے) پاک ہے۔ صبح و شام (ہم اس کی) پاکی بیان کرتے ہیں۔“<sup>(۳)</sup>

**پھر تعوذ پڑھیے یعنی:**

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ”میں شیطان مردود (کے شر) سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں“<sup>(۴)</sup>

(۱) [ترمذی، کتاب الصلاة، باب ما يقول عند افتتاح الصلاة (ح ۲۴۳) ابو داؤد، کتاب الصلاة، باب من رأى

الاستفتاح۔۔۔ (ح ۷۷۵-۷۷۶) ابن ماجہ (ح ۷۰۶) ابن خزيمة (ح ۴۷۰) حاکم (۲۳۵/۱)]

(۲) [بخاری، کتاب الاذان، باب ما يقول بعد التكبير (ح ۷۴۴) مسلم، کتاب المساجد (ح ۵۹۸)]

(۳) [مسلم، کتاب المساجد، باب ما يقال بين تكبيرة..... (ح ۶۰۱)]

(۴) [مصنف عبدالرزاق، کتاب الصلاة، باب منى يستعبد (ح ۲۵۸۹)]



## پھر تسمیہ اور فاتحہ پڑھیں:

(( بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مَلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ )) [آمین]

”شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان، نہایت رحم کرنے والا ہے۔ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ بڑا مہربان، نہایت رحم کرنے والا ہے۔ قیامت کے دن کا مالک ہے۔ ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور خاص تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ اُن لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا نہ کہ اُن لوگوں کا راستہ جن پر تیرا غضب نازل ہوا۔“ آمین! (۱) فاتحہ کے بعد قرآن مجید کی کوئی اور سورت مکمل یا چند آیات تلاوت کریں۔

## رکوع کی تسبیحات:

رکوع کی حالت میں درج ذیل تسبیحات پڑھنا ثابت ہے:

(1)..... ((سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ)) ”میرا عظمت والا پروردگار (ہر عیب سے) پاک ہے۔“ (۲)

(2)..... ((سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي))

”اے اللہ! اے ہمارے رب! تو پاک ہے، ہم تیری تعریف کرتے ہیں۔ الہی! مجھے بخش دے۔“ (۳)

(3)..... ((سُبُوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبِّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوْحِ))

”وہ تسبیح کے لائق، ہر عیب سے پاک ہے، وہ فرشتوں اور جبریل کا رب ہے۔“ (۴)

اس کے علاوہ تسبیحات بھی ثابت ہیں۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ تسبیح کے الفاظ کم از کم تین مرتبہ دہرانا

چاہئیں، مگر یہ روایتیں ضعیف ہیں (۵) جبکہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ تین سے کم مرتبہ بھی جائز ہے۔ (۶)

(۱) [بخاری، کتاب الاذان باب ما یقول بعد التکبیر (ح- ۷۴۳) مسلم (۳۹۹) ابن خزیمہ (۴۹۵) حاکم (۲۳۲/۱)]

(۲) [مسلم: کتاب صلاة المسافرين باب استحباب تطویل القراءة..... (۷۷۲) ابو داؤد (۸۶۹) ترمذی (۷۶۱)]

(۳) [بخاری: کتاب الاذان: باب الدعاء فی الرکوع (ح- ۷۹۴ - ۸۱۷) مسلم (ح- ۴۸۴)]

(۴) [مسلم: ایضا (۴۸۷) ابو داؤد (۸۷۲)]

(۵) [ضعیف ترمذی (ح- ۴۳ - ۲۶۱) ضعیف ابن ماجہ (ح- ۱۸۷) ضعیف ابو داؤد (ح- ۱۸۷ - ۸۹۰)]

(۶) [دیلمی (ح- ۴۸۴ - ۴۸۷) ابو داؤد (ح- ۸۶۹) ترمذی (ح- ۲۶۲ - ۲۶۳)]

## تومہ کی دعائیں:

رکوع سے سر اٹھاتے وقت سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ (اللہ تعالیٰ نے اپنی تعریف کرنے والی کی سن لی) پڑھتے ہوئے سیدھے کھڑے ہو جائیں۔ پھر درج ذیل دعاؤں میں سے کوئی دعا پڑھیں:

(1)..... ((رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ))<sup>(۱)</sup>

”اے ہمارے پروردگار! آپ کے لیے ہی ساری تعریف ہے بہت زیادہ، پاکیزہ اور بابرکت تعریف“  
(2)..... ((اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ)) [اس طرح پڑھنا بھی ثابت ہے۔]<sup>(۲)</sup>

(3)..... ((رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءُ السَّمَاوَاتِ وَمِلْءُ الْأَرْضِ وَمِلْءُ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدَ أَهْلِ السَّنَاءِ وَالْمَجْدِ أَحَقُّ مَا قَالِ الْعَبْدُ وَكُنَّا لَكَ عَبْدًا اللَّهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ))<sup>(۳)</sup>

”اے ہمارے پروردگار! تیرے ہی لیے ہر طرح کی تعریف ہے۔ آسمانوں اور زمین اور ہر اس چیز کے بھراؤ برابر (تیری تعریف ہے) جو تو چاہے۔ بندے نے تیری جو حمد و ثنا بیان کی تو ہی اس کا حقدار ہے اور ہم سب تیرے ہی بندے ہیں۔ یا اللہ! تو جو عطا کرے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جسے تو روک دے اسے کوئی عطا کرنے والا نہیں اور سعادت مند کو اس کی سعادت مندی تیرے ہاں فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔“

## سجدے کا طریقہ:

☆..... پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدہ ریز ہو جائیں۔

☆..... سجدہ میں جھکتے ہوئے پہلے ہاتھ پھر گھٹنے زمین پر رکھیں۔<sup>(۴)</sup>

☆..... گھٹنے پہلے زمین پر رکھنے سے متعلقہ احادیث ضعیف ہیں لہذا اس سے اجتناب کریں۔<sup>(۵)</sup>

☆..... حالت سجدہ میں دونوں ہاتھ کندھوں یا کانوں کے برابر رکھیں۔<sup>(۶)</sup>

☆..... حالت سجدہ میں پاؤں بھی ملا کر رکھیں۔<sup>(۷)</sup>

(۱) [صحیح بخاری (ح ۷۹۹)] (۲) [صحیح بخاری (ح ۷۹۶) صحیح مسلم (ح ۴۰۹)]

(۳) [صحیح مسلم (ح ۲۷۷-۴۷۸)]

(۴) [ابو داؤد (ح ۸۳۵) احمد (۳۸۱/۲) بیہقی (۹۹/۲) دارمی (۱۳۲۷)]

(۵) [دیکھیے صفة الصلاة از البانی (۱۰۷) اور تمام العنة از البانی (۱۹۴-۱۹۵)]

(۶) [ابو داؤد: کتاب الصلاة: باب افتتاح الصلاة (ح ۷۳۴، ۷۲۹) ابن خزیمہ (ح ۶۴۰) ابن حبان (ح ۴۸۵)]

(۷) [ابن خزیمہ (ح ۶۵۴) البیہقی (۱۱۶/۲) حاکم (۲۳۸/۱)]

☆.....سجدہ میں پیشانی اور ناک دونوں زمین پر رکھیں۔<sup>(۱)</sup>

☆.....سجدے میں دونوں ہتھیلیاں اور دونوں گھٹنے بھی زمین پر ٹکا کر رکھیں۔<sup>(۲)</sup>

☆.....سجدے میں پاؤں کی انگلیوں کے سرے قبلہ رخ موڑتے ہوئے دونوں قدم کھڑے کریں۔<sup>(۳)</sup>

☆.....سجدے میں ہاتھوں کی انگلیاں باہم ملا کر قبلہ رخ رکھیں۔<sup>(۴)</sup>

☆.....سجدے میں سینہ، پیٹ اور رانیں زمین سے اونچی رکھیں اور پیٹ کو رانوں سے اور رانوں کو پنڈلیوں سے جدا کر کے رکھیں۔<sup>(۵)</sup>

☆.....سجدے میں کہنیاں زمین پر نہ بچھائیں اور نہ ہی پہلوؤں اور رانوں سے ملا کر رکھیں بلکہ انہیں دونوں سے جدا اور زمین سے اونچا پھیلا کر رکھیں۔<sup>(۶)</sup>

☆.....سجدے میں یہ دعا پڑھیں:

((سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى)) ”میرا عظمت والا پروردگار (ہر نقص و عیب سے) پاک ہے۔“<sup>(۷)</sup>

☆.....سجدے میں اس کے علاوہ تسبیحات اور دعائیں کرنا بھی ثابت ہے۔<sup>(۸)</sup>

### دوسجدوں کے درمیان جلسہ:

☆.....پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدے سے سر اٹھا کر بیٹھ جائیں۔<sup>(۹)</sup>

☆.....بیٹھتے وقت بائیں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھیں اور دایاں پاؤں کھڑا رکھیں۔<sup>(۱۰)</sup>

☆.....دائیں پاؤں کی انگلیاں قبلہ رخ کریں۔<sup>(۱۱)</sup>

☆.....دونوں قدموں کو کھڑا کر کے ایڑیوں کے بل بیٹھنا بھی جائز ہے۔<sup>(۱۲)</sup>

(۱) [صحیح بخاری (ح ۸۱۲) مسلم (ح ۴۹۰) دارقطنی (ح ۳۴۸/۱) ابو داؤد (ح ۷۳۴) ترمذی (ح ۲۷۰)]

(۲) [ابو داؤد (ح ۸۵۹) ابن حزمہ (ح ۶۳۸) احمد (ح ۳۴۰/۴)]

(۳) [بخاری (ح ۸۲۸)]

(۴) [حاکم (ح ۲۲۷/۱) ابن حزمہ (ح ۶۵۴) بیہقی (ح ۱۱۲/۲) ابن حبان (ح ۲۶۰/۲۵)]

(۵) [ابو داؤد (ح ۷۳۰-۷۳۴) ترمذی (ح ۳۰۴)]

(۶) [بخاری (ح ۸۲۸)]

(۷) [مسلم (ح ۷۷۲)]

(۸) [بخاری (ح ۷۹۴-۸۱۷) مسلم (ح ۴۷۹-۴۸۳-۴۸۵-۴۸۷)]

(۹) [بخاری (ح ۷۸۹) مسلم (ح ۳۹۲)] (۱۰) [بخاری (ح ۷۲۸)]

(۱۱) [ابو داؤد (ح ۷۳۰) نسائی (ح ۱۱۵۸)] (۱۲) [مسلم (ح ۵۳۶) ابو داؤد (ح ۸۴۰)]

☆..... جلسہ میں دایاں ہاتھ دائیں ران اور بائیں ران پر رکھیں۔<sup>(۱)</sup>

☆..... دو سجدوں کے درمیان جلسہ میں یہ دعا پڑھنا مسنون ہے: ((رَبِّ اغْفِرْ لِي رَبِّ اغْفِرْ لِي)) ”اے میرے رب! مجھے بخش دے۔ اے میرے رب! مجھے معاف فرما دے۔“<sup>(۲)</sup>

☆..... بعض علماء کے بقول جلسہ میں یہ دعا بھی پڑھی جاسکتی ہے:

((اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي وَعَافِنِي وَاهْدِنِي وَارْزُقْنِي))

”یا اللہ! مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما، مجھے عافیت، ہدایت اور رزق عطا فرما۔“<sup>(۳)</sup>

### دوسرا سجدہ:

اللہ اکبر کہتے ہوئے دوسرا سجدہ کریں۔ دوسرے سجدہ کی مکمل کیفیت پہلے سجدہ ہی کی طرح ہونی چاہیے۔

### جلسہ استراحت:

پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدے سے سر اٹھا کر تھوڑی دیر کے لیے اطمینان سے بیٹھیں، پھر دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہو جائیں۔<sup>(۴)</sup>

### دوسری رکعت:

دوسری رکعت کے لیے اٹھتے وقت زمین پر ہاتھوں کا سہارا لے کر کھڑے ہوں۔<sup>(۵)</sup>

پہلی رکعت ہی کی طرح دوسری رکعت ادا کریں البتہ دوسری رکعت میں دعائے استفتاح (ثنا) نہ پڑھیں۔

### درمیانی تشہد:

☆..... دوسری رکعت کے سجدے مکمل کرنے کے بعد بائیں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھ جائیں اور دایاں پاؤں کھڑا رکھیں۔<sup>(۶)</sup>

☆..... دائیں ہاتھ کودائیں اور بائیں ہاتھ کو بائیں گھٹنے پر رکھیں۔<sup>(۷)</sup>

(۱) [ابو داؤد (۷۳۰)]

(۲) [ابو داؤد (ح ۸۶۹) ابن ماجہ (ح ۸۹۷) دارمی (ح ۱۳۲۵) حاکم (۲۷۱/۱)]

(۳) [ابو داؤد (ح ۸۵۰) ترمذی (ح ۲۷۴) وفیہ کلام]

(۴) [بخاری (ح ۸۰۳-۸۲۳) ترمذی (ح ۲۸۷) ابن حزمہ (ح ۶۷۶)]

(۵) [بخاری (ح ۸۲۴)]

(۶) [بخاری (ح ۸۲۷-۸۲۸)] (۷) [مسلم (ح ۵۷۹)]

☆..... دونوں ہاتھوں کو حسب ترتیب دونوں رانوں پر رکھنا بھی درست ہے۔<sup>(۱)</sup>

☆..... تمام انگلیاں بند کر کے شہادت والی انگلی کو قبلہ رخ کر کے التیحات میں اس کے ساتھ اشارہ کریں<sup>(۲)</sup>

☆..... انگوٹھے کو درمیانی انگلی پر رکھ کر شہادت والی انگلی سے اشارہ کرنا بھی درست ہے۔<sup>(۳)</sup>

☆..... حالت تشہد میں یہ دعا پڑھیں:

((الْتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلٰوٰتُ وَالطَّيِّبٰتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَىٰ عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ))

”قولی بدنی اور مالی عبادت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہیں۔ اے نبی! آپ پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی، اس کی رحمت اور برکتیں نازل ہوں۔ اور ہم پر بھی اور اللہ کے دوسرے نیک بندوں پر بھی سلامتی نازل ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔“<sup>(۴)</sup>

☆..... یاد رہے کہ پہلے التیحات کے ساتھ درود ابراہیمی اور کوئی دعا پڑھنا جائز ہے۔<sup>(۵)</sup>

### آخری تشہد:

☆ اگر نماز تین یا چار رکعات پر مشتمل ہو تو پھر دو مرتبہ تشہد کے لیے بیٹھنا پڑتا ہے۔ پہلے اور دوسرے تشہد میں دو فرق ہیں، ایک تو یہ کہ دوسرے تشہد کے لیے بیٹھتے وقت دایاں پاؤں کھڑا کر کے بائیں پاؤں اس کے نیچے بچھاتے ہوئے دائیں پنڈلی سے باہر نکالیں اور سرین پر بیٹھ جائیں۔<sup>(۶)</sup>

دوسرا فرق یہ ہے کہ دوسرے تشہد میں التیحات پڑھنے کے بعد درود (ابراہیمی) اور آخری تشہد کی دعا پڑھنا ضروری ہے۔ اگر نماز دو رکعت ہو تو پھر آخر میں ایک ہی مرتبہ تشہد کے لیے بیٹھا جائے گا اور اس کا طریقہ وہی ہوگا جو دوسرے تشہد میں اختیار کیا جاتا ہے۔ درود ابراہیمی یہ ہے:

(۱) [مسلم (ح ۵۷۹)]

(۲) [مسلم (ح ۵۸۰)]

(۳) [مسلم (ح ۵۷۹)]

(۴) [بخاری (ح ۸۳۱-۸۳۵) مسلم (ح ۴۰۲)]

(۵) [نسائی (ح ۱۱۶۳)]

(۶) [بخاری (ح ۸۲۸)]

(( اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مُّجِيْدٌ ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مُّجِيْدٌ ))

”یا اللہ! رحمت نازل فرما حضرت محمدؐ پر اور ان کی آل پر جس طرح تو نے رحمت فرمائی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر۔ بے شک تو تعریف والا اور بزرگی والا ہے۔ اے اللہ! برکت فرما حضرت محمدؐ اور ان کی آل پر جس طرح تو نے برکت نازل فرمائی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر۔ بلا شبہ تو تعریف والا اور بزرگی والا ہے۔“<sup>(۱)</sup>

☆..... آخری تشہد میں درود کے بعد یہ دعا بھی پڑھیں:

(( اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَالِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحِيَا وَالْمَمَاتِ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْمَآْثِمِ وَالْمَغْرَمِ ))

”یا اللہ! میں تجھ سے قبر کے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں۔ الہی! میں تجھ سے مسیح دجال کے فتنے سے پناہ مانگتا ہوں اور میں تجھ سے موت و حیات کے فتنے سے پناہ مانگتا ہوں۔ اے اللہ! میں تجھ سے گناہوں اور قرض (کے بوجھ) سے پناہ مانگتا ہوں۔“<sup>(۲)</sup>

☆..... اس کے علاوہ کوئی بھی پسندیدہ دعا پڑھی جاسکتی ہے مثلاً:

۱- (( اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَّلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْ لِيْ مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِكَ وَاَرْحَمِنِيْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ))

”یا الہی! میں نے اپنی جان پر بہت زیادہ ظلم کیا ہے اور تیرے سوا گناہوں کو بخشنے والا کوئی نہیں لہذا تو اپنی جناب سے مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما کیونکہ تو ہی بخشنہارا اور نہایت مہربان ہے۔“<sup>(۳)</sup>

۲- (( رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلَاةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءَ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ))

(۱) [بخاری (ح ۳۳۷۰) مسلم (ح ۴۵۰)]

(۲) [بخاری (ح ۸۳۲) مسلم (ح ۵۸۹)]

(۳) [بخاری (ح ۸۳۴) مسلم (ح ۲۷۰۵)]

”اے میرے رب! مجھے نماز قائم کرنے والا بنائے رکھ اور میرے اولاد کو بھی۔ اے ہمارے رب! تو دعا کو قبول فرما۔ اے ہمارے رب! مجھے بخش دے، میرے (مسلم) والدین اور تمام مسلمانوں کو بھی (اس دن) معاف فرما دے کہ جس دن حساب کتاب ہوگا۔“

### سلام:

پہلے دائیں اور پھر بائیں جانب رخسار پھیرتے ہوئے دونوں بار یہ کہیں:  
 ((السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ)) ”تم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی اور رحمت نازل ہو۔“<sup>(۱)</sup>

### نماز کے بعد اذکار:

- ☆..... سلام پھیرنے کے بعد اونچی آواز سے اللَّهُ أَكْبَرُ کہیں۔<sup>(۲)</sup>
- ☆..... پھر تین مرتبہ اَسْتَغْفِرُ اللَّهَ پڑھیں۔<sup>(۳)</sup>
- ☆..... 33 مرتبہ سُبْحَانَ اللَّهِ، 33 مرتبہ الْحَمْدُ لِلَّهِ اور 34 مرتبہ اللَّهُ أَكْبَرُ پڑھیں۔<sup>(۴)</sup>
- ☆..... اس کے علاوہ آیت الکرسی اور دیگر اذکار بھی مروی ہیں۔



(۱) [ابو داؤد (ح ۹۹۶) ترمذی (ح ۲۹۵)]

(۲) [بخاری (ح ۸۴۱) مسلم (ح ۵۸۳)]

(۳) [مسلم (ح ۵۹۱)]

(۴) [مسلم (ح ۵۹۶)]

## [۱]..... کیا مرد و زن کی نماز میں فرق ہے؟

اس مسئلہ میں ہمارے ہاں اہل علم کا اختلاف ہے۔ اہل حدیث علماء کے نزدیک مرد و عورت کی ادائیگی نماز کا ایک ہی طریقہ ہے لیکن حنفی علماء چند جگہوں پر عورت اور مرد کی نماز میں فرق کے قائل ہیں۔ کسی بھی اختلافی مسئلہ کے حل کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اس کے متعلقہ دونوں طرفہ دلائل ملاحظہ کر لیے جائیں۔ جس طرف قرآن و حدیث کے دلائل مضبوط اور واضح ہوں، انصاف کا تقاضا ہے کہ پھر اسی رائے کو اپنالیا جائے۔ مرد و زن کی نماز کے مسئلہ میں جہاں تک میرا مطالعہ ہے، میں یہ سمجھتا ہوں کہ شرائط نماز کے حوالے سے مرد و زن کے درمیان چند چیزوں میں اختلاف ہے اور یہ اختلاف قیاس کی بنیاد پر نہیں بلکہ احادیث کی بنیاد پر کیا گیا ہے۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلے تو یہ بات یاد رہے کہ نماز کے سلسلہ میں مرد اور عورت ہر ایک کے لیے آپ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی ہے کہ

((صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي)) ”نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے ہو“ (۱)

اب آپ ﷺ کی نماز کی جو کیفیت صحیح احادیث کے ذریعے ہم تک پہنچ جائے اس پر عمل کرنا ہی اتباع سنت ہے۔ آپ ﷺ نے جو طریقہ اپنایا ہے اس میں ادائیگی نماز کی کیفیت، لباس، جسم اور جگہ سے متعلقہ شرائط سب کچھ بیان کر دیا گیا ہے۔ اب ہم ان صحیح احادیث کی روشنی میں جائزہ لیتے ہیں کہ مرد و زن کی نماز میں کن کن چیزوں میں اختلاف رکھا گیا اور کن میں نہیں۔

### پہلا فرق..... سر ڈھانپنے میں:

مرد کے لیے نماز میں سر ڈھانپنا ضروری قرار نہیں دیا گیا، جبکہ عورت کے لیے آپ ﷺ نے سر ڈھانپ کر نماز پڑھنے کو ضروری قرار دیا ہے، جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَقْبَلُ اللَّهُ صَلَاةَ الْحَائِضِ إِلَّا بِحِمَارٍ))

”اللہ تعالیٰ بالذات عورت کی نماز اور زہنی (سر کے دوپٹہ) کے بغیر قبول نہیں فرماتے۔“ (۲)

(۱) | بخاری، کتاب الصلوة، باب الاذان للمسافرین اذا كانوا جماعاً..... (ح ۶۳۱) |

(۲) | ابوداؤد، کتاب الصلاة، باب المرأة تصلی بغیر حمار (ح ۶۴۱) | ترمذی (ح ۳۷۷) | ابن ماجہ (ح ۶۵۵) |



معلوم ہوا کہ ننگے سر عورت کی نماز نہیں ہوتی لیکن مرد اگر ننگے سر نماز پڑھ لے تو اس کی نماز ہو جاتی ہے۔

### دوسرا فرق..... پاؤں اور ٹخنے ڈھانپنے میں:

آنحضرت ﷺ نے جس طرح ایک عورت کے لیے حالت نماز میں سر ڈھانپنا ضروری قرار دیا ہے، اس طرح پاؤں ڈھانپنے کو ضروری قرار نہیں دیا، البتہ بعض کمزور درجہ کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کو حالت نماز میں ٹخنے اور پاؤں کے اوپر والا حصہ ڈھانپنا چاہیے جیسا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے جب دریافت کیا کہ نماز کے وقت عورت کا لباس کیسا ہونا چاہیے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

(( تَصَلِّي فِي الْخِمَارِ وَالذَّرْعِ السَّابِغِ الَّذِي يُغَيِّبُ ظَهْرَ قَدَمَيْهَا ))

” (عورت) اوڑھنی اور ایک ایسی لمبی چادر لے کر نماز پڑھے جس کے ساتھ اس کے پاؤں کا اوپر والا حصہ بھی ڈھانپا جائے۔“<sup>(۱)</sup>

اس روایت کی سند میں ضعف ہے۔ مشہور محدث شیخ ناصر الدین البانی اور بعض دیگر اہل علم اس روایت سمیت اس سلسلہ میں مروی دیگر روایات کو بھی ضعیف قرار دیتے ہیں، اس لیے عورت کے لیے نماز میں پاؤں ڈھانپنے کے حوالے سے شدت اختیار نہیں کرنی چاہیے۔ عورت کے لیے اسے زیادہ سے زیادہ مستحب قرار دیا جاسکتا ہے جبکہ مرد کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ ٹخنے ننگے کر کے نماز پڑھے۔ بلکہ ایک ضعیف روایت میں تو یہاں تک ہے کہ ایک شخص اپنا تہبند ٹخنوں سے نیچے لٹکائے نماز پڑھ رہا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے اسے دیکھا تو فرمایا: جاؤ وضو دوبارہ کرو۔ وہ شخص گیا اور دوبارہ وضو کر کے آیا۔ اس بار پھر آپ ﷺ نے اسے کہا جاؤ وضو دوبارہ کرو۔ وہ پھر وضو کے لیے چلا گیا۔ وہاں موجود ایک اور آدمی نے اللہ کے رسول ﷺ سے دریافت کیا کہ آپ نے اسے وضو دوبارہ کرنے کے لیے کیوں حکم دیا ہے؟ آپ ﷺ کچھ دیر خاموش رہے پھر آپ نے فرمایا: ”یہ شخص اپنا تہبند لٹکائے ہوئے نماز پڑھ رہا تھا اور اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز قبول نہیں فرماتے جو تہبند لٹکا کر نماز پڑھے۔“<sup>(۲)</sup>

شیخ البانی اور دیگر محدثین نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اس لیے یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ تہبند ٹخنوں

(۱) [ابوداؤد، کتاب الصلاة، باب فی کم تصلی السراة، (ح- ۶۳۹- ۶۴۰)]

(۲) [ابوداؤد، ایضاً: باب الاسال فی الصلاة (ح- ۶۳۸) مسند احمد (ج ۵ ص ۳۷۹) بیہقی (ج ۲ ص ۲۵۱)]

سے نیچے لٹکانے والے کی نماز نہیں ہوتی، البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ حالت نماز میں اسے ناپسند کیا گیا ہے کیونکہ ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ أَسْبَلَ إِزَارَهُ فِي صَلَاتِهِ خِيَلًا فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ جَلَّ ذِكْرُهُ فِي حِلِّ وَلَا حَرَمٍ))

”جس شخص نے تکبر سے نماز میں اپنا تہبند لٹکایا وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہ حلال کام میں ہے اور نہ حرام میں۔“<sup>(۱)</sup>

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کی حالت میں آپ ﷺ نے تہبند ٹٹننے سے نیچے لٹکانے کو پسند نہیں کیا۔

### تیسرا فرق..... امامت کے طریقے میں:

بعض صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت بھی عورتوں کی جماعت کرا سکتی ہے مگر وہ مردوں کی طرح اکیلی آگے ہو کر کھڑی نہیں ہوگی بلکہ مقتدی عورتوں کے ساتھ ہی صف کے درمیان میں کھڑی ہو کر امامت کرائے گی۔ اس سلسلہ میں مروی احادیث آئندہ سطور میں ”عورت کی امامت عورتوں کے لیے“ کے عنوان کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

### چوتھا فرق..... امام کو لقمہ دینے میں:

اگر جماعت کے دوران مرد امام بھول جائے تو اسے یاد دہانی کے لیے اس کے پیچھے کھڑے مرد مقتدی سبحان اللہ کہیں گے اور اگر عورت کو یہ ضرورت درپیش ہو تو وہ سبحان اللہ نہیں کہے گی۔ بلکہ تالی کے ساتھ امام کو متنبہ کرے گی۔ اس سلسلہ میں بخاری و مسلم کی صحیح احادیث میں آنحضرت ﷺ کا یہ فرمان موجود ہے کہ

((التَّسْبِيحُ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِيْقُ لِلنِّسَاءِ))

”امام کو لقمہ دیتے وقت (مردوں کے لیے سبحان اللہ کہنا ہے اور عورتوں کے لیے تالی بجانا ہے۔“<sup>(۲)</sup>

### کچھ مزید فرق:

اس کے علاوہ احادیث میں یہ بات بھی موجود ہے کہ مردوں کے پیچھے اگر عورتیں بھی باجماعت نماز پڑھیں تو عورتوں کے لیے افضل صف سب سے آخری ہے اور مردوں کے لیے پہلی صف افضل ہے۔ اسی طرح حیض و نفاس کی حالت میں عورتوں سے نماز ساقط ہو جاتی ہے اور ان کی قضائی لازم نہیں کی گئی جب کہ

(۱) [ابوداؤد (ح ۶۳۷)]

(۲) [صحیح بخاری، کتاب العمل فی الصلاة، باب التصفيق للنساء (ح ۱۲۰۳)]

مرد کے لیے حالت جنابت میں غسل کر کے نماز پڑھنا ضروری ہے۔ یہ مسائل وہ ہیں جن پر قریب قریب بیشتر علماء کا اتفاق ہے۔ البتہ اس کے علاوہ مرد و عورت کی نماز میں کچھ اور فرق بیان کیے جاتے ہیں مگر ان کی کوئی صحیح اور واضح دلیل موجود نہیں ہے مثلاً:

(۱)..... ایک فرق یہ بیان کیا جاتا ہے کہ نماز کے لیے رفع الیدین کرتے وقت مرد حضرات کانوں تک اپنے ہاتھ اٹھائیں اور عورتیں کندھوں تک۔ اس فرق کی کوئی دلیل نہیں ہے اس لیے رفع الیدین کے سلسلہ میں جو سنت طریقتہ مردوں کے لیے ہے، وہی عورتوں کے لیے ہے۔ صحیح بخاری کے مشہور شارح حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ

((لم یرد ما یدل علی التفرقة فی الرفع بین الرجل والمرأة))

”رفع الیدین کے سلسلہ میں مرد اور عورت کے لیے جو فرق بیان کیا جاتا ہے، اس بارے میں کوئی حدیث (دلیل) موجود نہیں ہے۔“<sup>(۱)</sup>

(۲)..... اسی طرح مرد و عورت کی نماز میں ایک فرق یہ بیان کیا جاتا ہے کہ مرد نماز میں اپنے ہاتھ ناف کے نیچے اور عورت اپنے ہاتھ سینے کے اوپر باندھے۔ حالانکہ یہ فرق بھی کسی صحیح حدیث میں موجود نہیں ہے لہذا ہاتھ باندھنے کا جو طریقتہ مردوں کے لیے مسنون ہے وہی عورتوں کے لیے بھی سنت ہے۔

(۳)..... ایک فرق یہ بیان کیا جاتا ہے کہ عورت جب سجدہ کرے تو اسے چاہیے کہ اپنا پیٹ رانوں کے ساتھ چپکالے جبکہ مرد اپنی رانیں پیٹ سے جدا رکھے۔ اس فرق کے بارے میں اگرچہ بعض روایات موجود ہیں مگر ان میں سے کوئی بھی صحیح نہیں ہے مثلاً ایک روایت میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

”جب عورت سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو رانوں کے ساتھ چپکالے کیونکہ یہ اس کے لیے زیادہ پردے والا طریقتہ ہے۔“

یہ روایت سنن بیہقی (ج ۲ ص ۲۲۲، ۲۲۳) میں موجود ہے مگر اس کی سند ضعیف ہے اور خود امام بیہقی نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ اسی طرح اس سلسلہ میں مروی دیگر روایات بھی ضعیف ہیں۔<sup>(۲)</sup>

لہذا جب یہ روایات ضعیف ہیں تو ہمیں دیکھنا پڑے گا کہ سجدے کا طریقتہ صحیح احادیث میں کیا بیان ہوا

(۱) [فتح الباری شرح صحیح بخاری، از حافظ ابن حجر (ج ۲ ص ۲۸۷)]

(۲) [دیکھیے: شیخ البانی کی کتاب: صفة صلاة النبي (ص ۱۸۹) اور سلسلة الاحادیث الضعیفة (ج ۲ ص ۲۶۵)]

ہے۔ ہم پچھلے صفحات میں وہ طریقہ بیان کر آئے ہیں، اس سلسلہ میں جو احادیث مروی ہیں، ان میں ایک تو یہ کہا گیا ہے کہ حالت سجدہ میں بازو زمین پر نہ بچھائے جائیں اور دوسری بات یہ بیان کی گئی ہے کہ ران اور پیٹ کو جدا جدا رکھا جائے۔ احادیث میں یہ حکم مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے بیان ہوا ہے۔ اس لیے عورت بھی مردوں ہی کی طرح سجدہ کرے گی۔

## [۲]..... عورت کی امامت

(۱)..... مرد، عورتوں کی امامت کرا سکتا ہے:

آنحضرت ﷺ کے دور میں عورتیں مسجد میں حاضر ہو کر باجماعت نماز ادا کرتی تھیں اور آنحضرت ﷺ نے کبھی اس سے منع نہیں فرمایا۔ اسی طرح صحیح بخاری میں روایت ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

(( صَلَّيْتُ أَنَا وَبَنَاتِي فِي بَيْتِنَا خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ وَأُمِّي أُمَّ سَلِيمَ خَلْفَنَا ))

”میں نے اور ایک یتیم لڑکے نے اللہ کے رسول ﷺ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور اس وقت میری والدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا ہمارے پیچھے کھڑی جماعت میں شریک تھیں۔“<sup>(۱)</sup>

(۲)..... عورت، مرد کی امامت نہیں کرا سکتی:

نماز کا تعلق عبادت سے ہے اور عبادات کے بارے میں علماء کا معروف قاعدہ یہ ہے کہ ہر عبادت اسی طریقے کے مطابق انجام دی جائے گی جو قرآن و سنت سے واضح طور پر ثابت ہو۔ قرآن و سنت میں کہیں عورت کا مردوں کا امام بننا مذکور نہیں بلکہ ہر موقع پر عورتوں اور مردوں کے اختلاط سے بچاؤ کی تدابیر اختیار کی گئی ہیں۔ عورت کو اگر مردوں کے ساتھ باجماعت نماز کی اجازت دی گئی تو وہاں بھی صورت یہ رکھی گئی ہے کہ عورت مردوں سے پیچھے رہ کر نماز پڑھے۔ مردوں کے ساتھ یا مردوں کے آگے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی اسے اجازت نہیں دی گئی تاکہ نماز کی روح اور اس کا مقصد فوت نہ ہو۔ البتہ ایک حدیث سے بعض لوگوں کو یہ شبہ ہوا کہ عورت مردوں کی جماعت کرا سکتی ہے۔ وہ حدیث درج ذیل ہے:

”حضرت ام ورقہ بنت نوفل رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب اللہ کے رسول ﷺ غزوہ بدر کے لیے نکلے

(۱) [بخاری: کتاب الاذان: باب المرأة وحدها تکون صفا (ح ۷۲۷)]

تو میں نے آپ ﷺ سے کہا کہ آپ مجھے بھی اپنے ساتھ اس غزوہ میں لے جائیں۔ میں آپ کے مریضوں کی تیمارداری کروں گی اور شاید اللہ تعالیٰ مجھے بھی شہادت کی موت عطا کر دے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: تم اپنے گھر میں ٹھہری رہو۔ یقیناً تمہیں اللہ تعالیٰ شہادت سے سرفراز فرمائیں گے۔ راوی کہتا ہے کہ پھر ام ورقہ کو شہیدہ کہہ کر پکارا جانے لگا۔ اس عورت نے چونکہ قرآن پڑھا ہوا تھا اس لیے اس نے نبی اکرم ﷺ سے اپنے گھر میں ایک مؤذن مقرر کرنے کی اجازت مانگی۔ آپ ﷺ نے اسے اجازت دے دی۔ راوی کہتا ہے کہ اس عورت نے اپنے ایک غلام اور لونڈی کو مدبر بنا دیا تھا۔ مدبر اسے کہتے ہیں جس کے بارے میں مالک نے یہ فیصلہ کر دیا ہو کہ یہ میری وفات کے بعد آزاد ہو جائے گا]

ان دونوں لونڈی، غلام نے ایک رات چادر کے ذریعے ام ورقہ کا گلا گھونٹ کر اسے قتل کر دیا اور بھاگ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی صبح لوگوں میں اعلان کر دیا کہ جس شخص کو ان دونوں لونڈی غلام کا علم ہو وہ انہیں میرے پاس لائے۔ چنانچہ جب وہ پکڑے گئے تو ان دونوں کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سولی دے دی۔ راوی بیان کرتا ہے کہ مدینہ میں یہ پہلے قاتل تھے جنہیں سولی دی گئی۔“<sup>(۱)</sup>

امام ابوداؤد نے اسی روایت کو ایک اور سند کے ساتھ بھی روایت کیا ہے اور اس میں یہ الفاظ ہیں:

((وجعل لہامؤذناؤ یوزن لہا و امرہا ان تؤم اهل دارہا.....))<sup>(۲)</sup>

”اللہ کے رسول ﷺ نے اس (ام ورقہ) کے لیے ایک مؤذن مقرر کر دیا تھا جو اذن دیا کرتا تھا اور ام ورقہ کو اجازت دی تھی کہ وہ اپنے گھر والوں کی امامت کرالیا کریں۔“ عبدالرحمن جنہوں نے یہ روایت ام ورقہ سے بیان کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کا مؤذن دیکھا تھا وہ ایک انتہائی بوڑھا شخص تھا۔

اس روایت میں اَہْلَ دَارِہَا کے الفاظ سے شبہ کھا کر بعض لوگوں نے یہ یہ رائے قائم کی ہے کہ ”جب انہیں یہ اجازت دے دی گئی کہ وہ اپنے گھر والوں کی امامت کرالیا کریں تو ظاہر ہے گھر والوں میں صرف عورتیں ہی نہیں بلکہ مرد بھی ہوتے ہیں اور وہ مرد بھی اس جماعت میں شریک ہوتے ہوں گے بلکہ وہ مؤذن بھی وہیں جماعت میں شرکت کرتا ہوگا۔“ پھر اس شبہ کی تائید کے لیے یہ بھی

[ایضاً (ح ۵۸۸)]

(۲)

(۱) [ابوداؤد، کتاب الصلاة، باب امامة النساء (ح ۵۸۷)]

کہا گیا کہ ”ذاؤ کے لفظ میں گھر اور محلہ بھی شامل ہے، لہذا محلے کے مرد بھی ان کے ہاں نماز پڑھتے ہوں گے۔“

حقیقت یہ ہے کہ یہ محض ایک گمان ہے اور جہاں یہ گمان ہے کہ مرد بھی ان کے پیچھے نماز پڑھتے ہوں گے وہاں یہ گمان بھی موجود ہے کہ مرد ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے ہوں گے، بلکہ وہ حضور ﷺ کی معیت میں مسجد نبوی میں جا کر نماز ادا کرتے ہوں گے۔ اب ان میں سے کون سا گمان حقیقت کے قریب تر ہے، اس کا فیصلہ مختلف قرآن سے کیا جائے گا۔ لہذا جب ہم مختلف قرآن کی تلاش کرتے ہیں تو ہمارے سامنے یہ چیزیں آتی ہیں:

(۱)..... امام دارقطنی نے یہی روایت اپنی سنن میں بھی نقل کی ہے اور وہاں یہ وضاحت بھی موجود ہے کہ ام ورقہ صرف عورتوں کو نماز پڑھایا کرتی تھیں، اس روایت کے الفاظ یہ ہیں:

((عن ام ورقة أنّ رسولَ اللَّهِ ﷺ أذنَ لَهَا أَنْ يُؤدِّنَ لَهَا وَيُعَامَ وَتُؤمُّ نِسَاءَهَا))

”ام ورقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ان کے لیے اجازت دے دی تھی کہ ان کے لیے اذان کہی جائے اور اقامت کہی جائے اور یہ اپنے گھر کی عورتوں کی امامت کروائیں۔“<sup>(۱)</sup>

جس طرح قرآن مجید کا بعض حصہ بعض کی تفسیر کرتا ہے اسی طرح احادیث بھی ایک دوسرے کی وضاحت کرتی ہیں، لہذا دارقطنی کی اس روایت سے واضح ہو گیا کہ گھر والوں سے مراد گھر کی عورتیں تھیں، مرد نہیں تھے۔

(۲)..... محدثین نے بھی اس حدیث سے یہی مسئلہ اخذ کیا ہے کہ ام ورقہ عورتوں ہی کی امامت کرواتی تھیں،

اس کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے اس روایت پر عورتوں کے لیے عورت کی امامت کے باب (عنوان)

قائم کیے ہیں مثلاً خود امام دارقطنی اس روایت کے وہی الفاظ جو ابوداؤد میں ہیں، اپنی سنن میں ایک جگہ

نقل کیے ہیں اور وہاں یہ عنوان قائم کیا ہے: باب صلاة النساء جماعة وموقف امامهن ”اس

چیز کا بیان کہ عورتیں بھی نماز کی جماعت کرا سکتی ہیں اور اس کا بیان کے ان کی امام کہاں کھڑی ہو“

اسی طرح امام ابوداؤد نے اس روایت پر یہ باب قائم کیا ہے: ((باب امامة النساء)) ”عورتوں کی

امامت کا بیان“۔ اسی طرح اس حدیث پر امام ابن خزيمة نے یہ باب قائم کیا ہے: ((باب امامة

(۱) [سنن دارقطنی، باب فی ذکر الجماعة واهلها ووصفة الامام (ج ۱ ص ۲۷۶، حدیث ۱۰۶۹)]

المرأة النساء في الفريضة)) ”فرض نماز کے لیے عورتوں کی نماز باجماعت کا بیان“ کسی بھی محدث اور فقیہ نے اس روایت کی بنا پر عورت کے لیے مردوں کی امامت کے جواز کا مسئلہ کشید نہیں کیا۔ البتہ ابن رشد نے امام طبری کی طرف اس کے جواز کی نسبت کی ہے مگر اس کی کوئی سند اور ثبوت پیش نہیں کیا۔ اس لیے یہ قول بلا دلیل ہے۔ اس کے برعکس امام ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں کہ

”اما المرأة فلا يصح ان ياتم بها الرجل بحال في فرض ولا نافلة في قول عامة الفقهاء“  
 ”کسی عورت کے لیے کسی مرد کی امامت کرنا صحیح نہیں ہے، خواہ فرض نماز ہو یا نفل۔ فقہاء کی رائے بالعموم یہی ہے۔“<sup>(۱)</sup>

(۳)..... آنحضرت ﷺ نے مردوں اور عورتوں کی نماز باجماعت کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ  
 ((خَيْرُ صُفُوفِ الرِّجَالِ أَوْلَاهَا وَشَرُّهَا آخِرُهَا وَخَيْرُ صُفُوفِ النِّسَاءِ آخِرُهَا وَشَرُّهَا أَوْلَاهَا))  
 ”مردوں کی بہترین صف وہ ہے جو سب سے آگے ہو اور بدترین صف وہ ہے جو پیچھے ہو اور عورتوں کی بہترین صف وہ ہے جو پیچھے ہو اور بدترین وہ ہے جو آگے ہو۔“<sup>(۲)</sup>

جب عام حالات میں آنحضرت ﷺ نے عورتوں کے لیے مردوں کے قریب صف بنانے کو انتہائی ناپسند کیا ہے تو پھر یہ توقع آخر کیسے کی جاسکتی ہے کہ آپ نے عورت کو مردوں کی امام بن کر آگے کھڑے ہونے کی اجازت دی ہوگی؟ لہذا امام ورقہ رضی اللہ عنہما کی امامت عورتوں ہی کے لیے مخصوص ہوگی، مردوں کے لیے نہیں۔

(۴)..... حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:  
 ((أَنْ لَا تُؤْمِنَ امْرَأَةٌ رَجُلًا))

(۱) [المغنی (ج ۳ ص ۳۲) دراصل بعض حنبلی اہل علم نے یہ رائے اختیار کی تھی کہ اگر عورت مردوں کے پیچھے (نہ آگے) کھڑے ہو کر صرف نفل نماز کی امامت کر لے تو وہ جائز ہے مگر امام ابن قدامہ نے ان کے اس موقف کا بھی رد فرمایا ہے۔ البتہ امام مہزی ”اور امام ابو ثور“ کے نزدیک اگر کوئی شخص بھول کر کسی عورت یا جنسی، بایاگل، یا کافر کے پیچھے نماز پڑھ لے تو اسے نماز دہرانے کی ضرورت نہیں، لیکن قصداً ایسا کرنے کے وہ بھی قائل نہ تھے۔ اس لیے معلوم یہ ہوا کہ فقہاء کی رائے یہی تھی کہ عورت مردوں کی امام نہیں بن سکتی۔]

(۲) [مسلم، کتاب الصلاة، باب تسوية الصفوف (ح ۴۴۰)]

”کوئی عورت ہرگز کسی مرد کی امامت نہ کرے۔“<sup>(۱)</sup>

اس حدیث کی سندا گرچہ کمزور ہے تاہم دیگر قرآن کے ساتھ اسے بھی ایک قرینہ شمار کیا جائے گا۔

(۵)..... مسلمانوں کا تعامل بھی بطور قرینہ یہی وضاحت کرتا ہے کہ عورت کبھی مردوں کی نماز کے لیے امام نہیں بنائی گئی۔ حتیٰ کہ صحابیات میں سے بعض صحابیات کو قرآن حفظ تھا مگر اس کے باوجود انہوں نے مردوں کی کبھی امامت نہیں کرائی، خواہ وہ محرم رشتہ دار ہوں یا غیر محرم۔

(۶)..... اسلام کی مجموعی تعلیمات بھی اس حقیقت کی ترجمانی کرتی ہیں کہ اسلام نے عورتوں اور مردوں کے دائرہ عمل میں تفریق کی ہے۔ قیادت و سیادت اور امامت وغیرہ سے متعلقہ اجتماعی نوعیت کے مسائل میں تو بالخصوص عورتوں کو مردوں سے علیحدہ رکھا گیا ہے۔ علاوہ ازیں عام حالات میں جب اسلام مرد و زن کا بے قیود اختلاط برداشت نہیں کرتا تو پھر نماز جیسے مقدس فرض کی تکمیل میں اسے کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ عورت مردوں کے شانہ بشانہ یا ان سے آگے کھڑے ہو کر نماز ادا کرے۔ اگر اللہ کے رسول ﷺ نے عورتوں کو مردوں کی موجودگی میں نماز باجماعت پڑھنے کی اجازت بھی دی تو اس کی کڑی شرائط عائد کر دیں کہ وہ مردوں سے پیچھے کھڑی ہوں، خوشبو لگا کر مسجد میں نہ آئیں، امام کو لقمہ دینے کے لیے بھی آواز نہ نکالیں پھر امام بن کر مردوں کو تلاوت سے محظوظ کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے!؟

(۷)..... ام ورقہ کی مذکورہ بالا حدیث کے بارے میں یہ بات بھی واضح رہنی چاہیے کہ بعض اہل علم کے نزدیک یہ روایت ضعیف ہے، لہذا اگر یہ روایت ہی ضعیف ہے تو پھر امامت نسواں کے جواز کے حوالے سے اس کے گرد گھومنے والی ساری بے کار توجیہات بھی از خود باطل قرار پاتی ہیں!

(۳)..... عورت کی امامت عورتوں کے لیے:

یاد رہے کہ امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ عورتوں کی نماز باجماعت کو مکروہ قرار دیتے ہیں۔ امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام اوزاعیؒ، امام ابراہیم نخعیؒ اور امام قتادہؒ کی رائے یہ ہے کہ عورت نفل نماز کی جماعت کروا سکتی ہے فرض نماز کی نہیں۔ حنفی فقہاء میں سے امام ابن ہمامؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی رائے کے برعکس یہ رائے دی ہے کہ عورتیں نماز باجماعت ادا کر سکتی ہیں اور اس میں کوئی کراہت نہیں۔

جہاں تک اس مسئلہ سے متعلقہ روایات کا تعلق ہے تو ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض صحیح روایات

(۱) [ابن ماجہ: کتاب اقامة الصلاة: باب فرض الجمعة (ح ۱۰۸۱)]



ایسی ہیں کہ عورتیں اپنی الگ جماعت کروا سکتی ہیں خواہ نماز فرض ہو یا نفل۔ اس صورت میں عورتوں کی امام عورت بھی مقتدی عورتوں کے ساتھ ایک ہی صف میں درمیان میں کھڑی ہوگی۔ اس سلسلہ میں مروی چند روایات درج ذیل ہیں:

(۱)..... ابو حازم سے مروی ہے کہ ریطہ حنفیہ بیان کرتی ہیں:

((أَنَّ عَائِشَةَ أُمَّتَهُنَّ وَقَامَتْ بَيْنَهُنَّ فِي صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ))

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرض نمازوں میں عورتوں کی امامت کے فرائض انجام دیئے اور وہ ان کے درمیان میں کھڑی ہوئیں۔“<sup>(۱)</sup>

(۲)..... ام حسن سے مروی ہے کہ

((أَنَّهَا رَأَتْ أُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ تَوْمَ النَّسَاءِ، تَقُومُ مَعَهُنَّ فِي الصَّفِّ))

”انہوں نے دیکھا کہ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عورتوں کی امامت کے فرائض انجام دیئے اور وہ ان کے ساتھ ایک ہی صف میں کھڑی ہوئیں۔“<sup>(۲)</sup>

(۳)..... اسی طرح تمیمہ بنت سلمہ بیان کرتی ہیں کہ:

((أَنَّهَا أَمَّتِ النَّسَاءَ فِي صَلَاةِ الْمَغْرِبِ فَقَامَتْ وَسَطَهُنَّ وَجَهَرَتْ بِالْقِرَاءَةِ))

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے (ایک مرتبہ) مغرب کی نماز میں عورتوں کی امامت کے فرائض انجام دیئے، تو وہ دوسری عورتوں کے درمیان کھڑی ہوئیں اور جہراً (بلند آواز سے) قراءت فرمائی۔“<sup>(۳)</sup>

(۴)..... حمیرہ بنت حصین فرماتی ہیں:

((أَمَّنَا أُمَّ سَلَمَةَ فِي صَلَاةِ الْعَصْرِ قَامَتْ بَيْنَنَا))

(۱) [مصنف عبدالرزاق، کتاب الصلاة: باب المرأة توم النساء (ج ۳ ص ۱۴۱-۱۴۲) دارقطنی (ج ۱ ص

۴۰۴) سنن بیہقی (ج ۳ ص ۱۳۱) تمام المنة از البانی (ص ۱۵۳) اس روایت کی سند صحیح ہے، علامہ نیوئی نے بھی

آثار السنن (ص ۵۱۴) میں اس کی سند صحیح قرار دیا ہے۔]

(۲) [مصنف ابن ابی شیبہ، الصلوات، باب المرأة توم النساء (ج ۱ ص ۴۳۰، حدیث ۴۹۵۳) امام ابن حزم اس

روایت کے متعلق فرماتے ہیں: ((هِيَ خَيْرَةٌ، ثِقَةٌ النَّفَاتِ - وَهَذَا إِسْنَادٌ كَالذَّهَبِ)) ”یہ بہترین سند ہے، اس کے

سب راوی انتہائی ثقہ ہیں، یہ سند گویا سونے کی ایک ٹڑی ہے۔“ [المحلی لابن حزم (ج ۴ ص ۲۲۰)]

(۳) [المحلی لابن حزم (ج ۴ ص ۲۱۹)]

”سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نماز عصر میں ہماری امامت کے فرائض انجام دیے اور آپ ہمارے درمیان میں کھڑی ہوئی تھیں۔“ (۱)

(۵)..... حضرت عکرمہ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((تَوَمَّ الْمَرْأَةُ النَّسَاءَ تَقُومُ فِيهِ وَسُطِهُنَّ))

”ایک عورت جب عورتوں کی امامت کروائے، تو وہ عورتوں کے درمیان ہی میں کھڑی ہوگی۔“ (۲)

(۶)..... اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ:

((أَنَّهُ كَانَ يَأْمُرُ جَارِيَةَ لَهُ، تَوَمَّ نِسَاءَهُ فِيهِ رَمَضَانَ))

”آپ اپنی لونڈی کو حکم دیتے تھے، چنانچہ وہ ماہ رمضان میں عورتوں کو باجماعت نماز پڑھاتی تھی۔“ (۳)

اس کے علاوہ بھی کچھ روایات موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ اور صحابیات عورتوں کی نماز باجماعت کے قائل تھے۔ اس لیے عورتیں آپس میں نماز باجماعت کا اہتمام کرنا چاہیں، تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

### (۴)..... عورت کی اذان و اقامت:

اس مسئلہ میں بعض عرب علماء کی رائے یہ ہے کہ عورت عورتوں کی جماعت تو کروا سکتی ہے مگر اس جماعت کے لیے اذان اور اقامت کہنا درست نہیں۔ اس سلسلہ میں ان علماء کا استدلال یہ ہے کہ اس بارے میں کوئی واضح حدیث موجود نہیں اور ام ورقہ کے لیے بھی جب عورتوں کو نماز باجماعت کی اجازت دی گئی تو اذان ایک بوڑھا مرد کہا کرتا تھا، خود ام ورقہ یا کوئی اور عورت اذان نہیں کہا کرتی تھی۔

اگر اس مسئلہ میں ایک دوسرے پہلو سے غور کیا جائے تو عورتوں کے لیے اذان و اقامت کا جواز بھی ملتا ہے۔ وہ یہ کہ مردوں کے لیے نماز کے سلسلہ میں جو احکام ہیں وہی عورتوں کے لیے ہیں اور جہاں فرق کی کوئی ضرورت تھی وہاں آنحضرت ﷺ نے خود اس فرق کی صاف وضاحت فرمادی ہے۔ مردوں کے لیے نماز باجماعت کے سلسلہ میں اذان و اقامت بعض فقہاء کے نزدیک سنت اور بعض کے نزدیک واجب

(۱) | مصنف عبدالرزاق، کتاب الصلاة، باب المرأة توم النساء (ج ۳ ص ۱۴۰ - ۱۴۲ ح ۵۰۸۲) | مصنف ابن ابی شیبہ،

کتاب الصلوات، باب المرأة توم النساء (ج ۱ ص ۴۳۰ - ۴۹۵ ح ۱)

(۲) | مصنف عبدالرزاق، کتاب الصلاة، باب المرأة توم النساء (ج ۳ ص ۱۴۰ - ۱۴۳ ح ۵۰۸۳) |

(۳) | المسحلی لابن حزم (ج ۴ ص ۲۲۰) |

ہے۔ لہذا عورتیں اگر نماز باجماعت کا اہتمام کرنا چاہیں تو ان کے لیے بھی اسی طرح اذان و اقامت کا جواز ہونا چاہیے۔ اگر اس جواز کی نفی کی جائے تو ضروری ہے کہ ایسی صحیح احادیث پیش کی جائیں جن میں اس کی نفی موجود ہو۔ میرے علم کی حد تک ایسی کوئی حدیث موجود نہیں جس میں عورتوں کے لیے اذان و اقامت کی نفی کی گئی ہو بلکہ اس کے برعکس عورتوں کی اذان و اقامت کا عمل بعض روایات میں ہمیں ملتا ہے مثلاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں معروف تابعی حضرت طاؤس فرماتے ہیں کہ

((كَانَتْ عَائِشَةُ تُؤَذِّنُ وَتُفِيمُ))<sup>(۱)</sup>

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (عورتوں کی جماعت کے لیے) اذان اور اقامت خود ہی کہہ لیا کرتی تھیں۔“  
یہی بات ایک اور تابعی حضرت عطاء نے اس طرح بیان کی ہے:

((انہا كانت تؤذن وتقوم النساء وتقوم وسطهن))

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اذان دیا کرتی تھیں اور عورتوں کی جماعت کروا تیں اور ان کے درمیان کھڑی ہوتی تھیں۔“<sup>(۲)</sup>

ان روایات کی بنیاد پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ عورت اپنی نماز باجماعت کے لیے اذان و اقامت کا اہتمام کر سکتی ہیں، بشرطیکہ ان کی آواز چار دیواری سے باہر نہ جائے۔ بالخصوص ایسی جگہ پر جہاں مسجد میں ہونے والی اذان کی آواز نہ پہنچتی ہو اور عورتیں جماعت کروانا چاہتی ہوں، تو وہاں وہ اذان دے لیں مگر اذان پست آواز کے ساتھ ہو اور غیر محرموں تک وہ آواز نہ پہنچتی ہو۔ پھر جماعت کے لیے اقامت بھی کہہ لیں۔ البتہ جہاں مسجد سے اذان کی آواز پہنچتی ہو، احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ وہاں اذان نہ دی جائے بلکہ صرف اقامت کہہ کر جماعت کروالی جائے۔

(۵)..... عورت کا نماز کے لیے مسجد میں جانا:

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ عبد نبوی میں خواتین بھی نماز کے لیے مسجد میں آیا کرتی تھیں اور آنحضرت ﷺ کی اقتداء میں باجماعت نماز ادا کرتی تھیں بلکہ آنحضرت ﷺ نے یہاں تک عورتوں کے بارے میں ارشاد فرما رکھا تھا کہ

(۱) [مصنف عبدالرزاق، کتاب الصلاة، باب هل علی المرأة اذان و اقامة (ج ۳ ص ۱۲۶) السنحلی (ج ۴ ص ۲۲۰)]

(۲) [مسند ترمذی حاکم (ج ۱ ص ۲۰۴)]

((اِذَا اسْتَأْذَنْتِ امْرَأَةً أَحَدِكُمْ فَلَا يَمْنَعُهَا))<sup>(۱)</sup>

”جب تم سے کسی کی بیوی (مسجد میں نماز کے لیے) جانے کی اجازت مانگے تو اسے چاہیے کہ اجازت دے دے۔“ ایک اور حدیث میں ہے کہ

((لَا تَمْنَعُوا امَاءَ اللَّهِ مَسَاجِدَ اللَّهِ))<sup>(۲)</sup>

”اللہ کی باندیوں (یعنی عورتوں کو) مسجد جانے سے منع نہ کرو۔“

بعض روایات میں ہے کہ عورتیں صبح اور شام کی نمازیں اللہ کے رسول ﷺ کے پیچھے آ کر ادا کرتی تھیں اور نماز پڑھتے ہی واپس چلی جاتی تھیں۔<sup>(۳)</sup>

اسی طرح حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ”جب اللہ کے رسول ﷺ نماز سے سلام پھیرتے تو عورتیں اٹھ کر واپس چلی جاتی تھیں جب کہ اللہ کے رسول ﷺ اٹھنے سے پہلے تھوڑی دیر اپنی جگہ پر اسی طرح بیٹھے رہتے اور میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ اس لیے بیٹھے رہتے تھے تاکہ عورتیں مردوں کے اٹھنے سے پہلے ہی چلی جائیں۔“<sup>(۴)</sup>

ان تمام احادیث کی روشنی میں اس مسئلہ کے بارے میں یہ نکات سامنے آتے ہیں:

(۱)..... عورت مسجد میں نماز کے لیے آ سکتی ہے بشرطیکہ پردے کا اہتمام ہو اور کسی فتنے کا خدشہ نہ ہو۔

(۲)..... مسجد میں آنے سے پہلے عورت کو اپنے شوہر یا سرپرست سے اجازت لینی چاہیے۔

(۳)..... نماز پڑھتے ہی عورت واپس چلی جائے بلا وجہ مسجد میں نہ ٹھہرے۔

(۴)..... عورتوں اور مردوں کی آمد و رفت کا راستہ الگ الگ ہوتا کہ اختلاط پیدا نہ ہو۔

(۵)..... عورتیں مردوں سے الگ (جگہ میں) ہو کر نماز پڑھیں۔

آج بھی اگر ان تمام شرائط کا لحاظ رکھا جائے تو عورت کے مسجد میں جا کر نماز پڑھنے کا فتویٰ دے دیا جائے گا اور اگر کسی جگہ واضح فتنے کا خدشہ ہو تو پھر وہاں مصلحت کی وجہ سے عورتوں کو روکا بھی جاسکتا ہے۔

(۱) [بخاری: کتاب الاذان: باب الاستیذان المرأة زوجها بالخروج الى المسجد (ح ۸۷۳)، بخاری کی حدیث نمبر

۸۶۵ میں مسجد کا ذکر بھی ہے]

(۲) [بخاری: کتاب الجمعة: باب ۱۳ (ح ۹۰۰)]

(۳) [بخاری: کتاب الاذان: باب سرعة انصراف النساء..... (ح ۷۸۲) باب خروج النساء الى المسجد..... (ح ۸۶۵)]

(۴) [بخاری: کتاب الاذان: باب صلاة النساء خلف الرجال (ح ۸۷۵)]

### [۳].....عورت اور نمازِ جنازہ میں شرکت

مردوں کی طرح عورتیں بھی فوت شدگان کی نمازِ جنازہ پڑھ سکتی ہیں جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں مروی ہے کہ جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو انہوں نے کہا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی میت مسجد میں لائی جائے، چنانچہ وہاں آپ رضی اللہ عنہا نے بھی ان کی نمازِ جنازہ پڑھی۔<sup>(۱)</sup>

البتہ آنحضرت ﷺ نے عورتوں کے لیے یہ بات پسند نہیں فرمائی کہ وہ جنازے کے ساتھ مردوں کے پیچھے پیچھے چلیں۔ اس سلسلہ میں حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

(( نُهَيْنَا عَنْ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ وَلَمْ يُعْزَمْ عَلَيْنَا ))<sup>(۲)</sup>

”ہم عورتوں کو جنازے کے ساتھ چلنے سے منع فرمایا گیا تھا، مگر اس ممانعت کے سلسلہ میں سختی نہیں کی گئی۔“

### [۴].....عورت اور زیارتِ قبور

اسی طرح عورتوں کے لیے قبرستان جانے کو بھی مکروہ قرار دیا گیا ہے۔ شروع شروع میں آنحضرت ﷺ نے تمام مرد و زن کے لیے قبرستان جانے سے منع فرمادیا تھا پھر بعد میں آپ ﷺ نے اس کی اجازت دے دی جیسا کہ حضرت بریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

(( كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَرُؤُوْهَا ))

”بے شک میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا اب تم بھی قبروں کی زیارت کر لیا کرو۔“<sup>(۳)</sup>

ایک روایت میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

(( وَاسْتَأْذَنَتْهُ فِي أَنْ أَرُورَ قَبْرَهَا فَادِنَ لِي فَرُؤُوا الْقُبُورَ فَانْهَأْتُكُمْ عَنْكُمْ الْمَوْتِ ))<sup>(۴)</sup>

”میں نے اللہ سے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی اجازت مانگی جو مجھے مل گئی۔ تم بھی قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ یہ تمہیں موت یاد دلائیں گی۔“ بعض روایات میں ہے کہ ”یہ تمہیں آخرت یاد دلائیں گی“

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک دن اپنے بھائی حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کی قبر کی

(۱) [مسلمہ، کتاب الجنائز، باب الصلاة على الجنائز في المسجد (ح ۹۷۳) ابو داؤد (۳۱۸۹) ترمذی (۱۰۳۳)]

(۲) [صحيح بخاری: کتاب الجنائز: باب اتباع النساء الجنائز (ح ۱۲۷۸)]

(۳) [مسلمہ: کتاب الجنائز: باب استئذان النبي ربه عز وجل في زيارة قبر امه (ح ۹۷۷)] (۴) [مسلمہ (ح ۹۷۶)]

زیارت کر کے واپس تشریف لارہی تھیں تو عبداللہ بن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: کیا اللہ کے رسول ﷺ نے قبروں کی زیارت کرنے سے منع نہیں فرمایا؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا:

(( نَعَمْ ثُمَّ أَمَرَ بِزِيَارَتِهَا ))

ہاں، مگر بعد میں آپ ﷺ نے زیارت قبور کی اجازت بھی دے دی تھی۔<sup>(۱)</sup>

ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ میں جب زیارت قبور کے لیے جاؤں تو فوت شدگان کے لیے کیا دعا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم یہ دعا کرو:

((السَّلَامُ عَلَى أَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ وَيَرْحَمُ اللَّهُ الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنَّا  
وَالْمُسْتَأْخِرِينَ وَأَنَا إِن شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَكَاحِقُونَ))

”اے قبروں والے مسلمان مرد و اور مسلمان عورتو! تم پر سلامتی ہو اور اللہ تعالیٰ ہم سے پہلے فوت ہونے والوں پر بھی رحم کرے اور بعد والوں پر بھی اور بے شک اللہ نے چاہا تو ہم بھی تمہارے ساتھ آلیں گے۔“<sup>(۲)</sup>

آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں روایات میں آتا ہے کہ وہ ہر جمعہ اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کیا کرتی تھیں۔<sup>(۳)</sup>

یہ تمام روایات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ خواتین زیارت قبور کے لیے قبرستان جاسکتی ہیں لیکن کثرت کے ساتھ قبرستان نہیں جانا چاہیے۔ کیونکہ کثرت کے ساتھ قبرستان جانے والی عورتوں پر آپ ﷺ نے لعنت کی ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لَعَنَ زَوَارَاتِ الْقُبُورِ))

”اللہ کے رسول ﷺ نے کثرت کے ساتھ قبرستان جانے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔“<sup>(۴)</sup>

(۱) [مستدرک حاکم (ح ۳۷۶۱) سنن بیہقی (ج ۴ ص ۷۸) احکام الجنائز (از علامہ البانی) (ص ۲۳۰)]

(۲) [مسلم: کتاب الجنائز: باب ما ینقل عند دخول القبور والدعاء لاهلها (ح ۹۷۴) بیہقی (ج ۴ ص ۷۸) ابن ماجہ

(ح ۱۰۴۶)]

(۳) [مستدرک حاکم (ح ۱ ص ۳۷۷)]

(۴) [نبیل الاوطار (ج ۳ ص ۶۳) احکام الجنائز (ص ۲۳۵)]

## عورت کی نماز سے متعلقہ چند اہم فتاویٰ

### حالت نفاس اور نماز:

**سوال:** نفاس والی عورتوں کی مدت نفاس کتنی ہے؟

**جواب:** نفاس والی عورتوں کی متعدد حالتیں ہیں:

**پہلی حالت:** چالیس دن پورا ہونے سے قبل خون منقطع ہو جائے اور اس کے بعد دوبارہ نہ آئے۔ ایسی صورت میں جب سے اس کا خون رک جائے، وہ غسل کرے اور نماز و روزہ کا اہتمام کرے۔

**دوسری حالت:** چالیس دن مکمل ہونے سے پہلے خون بند ہو جائے پھر چالیس کی مدت مکمل ہونے سے قبل دوبارہ خون آجائے تو ایسی صورت میں پہلی مرتبہ جب خون منقطع ہو جائے تو وہ غسل کرے اور نماز و روزہ کا اہتمام کرے اور جب پھر دوبارہ خون شروع ہو تو اس کو نفاس سمجھ کر بیٹھ جائے، نہ روزہ رکھے اور نہ نماز پڑھے۔ بعد میں روزہ کی قضا کرے اور نماز کی قضا نہ کرے۔

**تیسری حالت:** چالیس دنوں تک مسلسل خون جاری رہتا ہے تو اس پوری مدت میں نماز و روزہ چھوڑے رہے اور جب خون بند ہو جائے تو طہارت مکمل کرے اور روزہ رکھے اور نماز ادا کرے۔

**چوتھی حالت:** نفاس چالیس دنوں سے متجاوز ہو، اس کی دو صورتیں ہوں گی، پہلی صورت یہ کہ چالیس دن کے بعد ماہواری اپنی عادت کے مطابق شروع ہو جائے تو اس کو چاہیے کہ ماہواری (حیض) کے ایام بغیر نماز و روزہ کے گزارے، دوسری صورت یہ ہے کہ چالیس دنوں کے بعد آنے والا خون ماہواری کے ایام عادت کے موافق نہ ہو تو عورت چالیس دن پورا کر کے غسل طہارت کرے گی اور روزہ رکھے گی اور نماز ادا کرے گی اور اگر یہی عادت تین مرتبہ لگا تار دیکھے تو خون آنے کی کل مدت اس کی عادت نفاس سمجھی جائے گی اور اس درمیان رکھے گئے روزوں کی قضا کرے گی اور نمازوں کی قضا نہ ہوگی اور اگر یہ عادت مکرر نہ ہو تو چالیس دن کے بعد آنے والے خون کا اعتبار نہ ہوگا یعنی وہ استحاضہ کا خون ہوگا۔ [فتاویٰ از: شیخ محمد

بن ابراہیم: فتاویٰ و رسائل الشیخ، ج ۲ ص ۱۰۲، بحوالہ: فتاویٰ برائے خواتین اسلام، ص ۶۹]

**حامل ساقط ہونے کی صورت میں نماز کا مسئلہ:**

**سوال:** بعض حاملہ عورتوں کا حمل کسی عارضہ کے سبب ساقط ہو جاتا ہے اور ساقط ہونے والا بچہ کبھی ایسا

ہوتا ہے جس کی خلقت مکمل ہو چکی ہوتی ہے اور بعض اوقات مکمل نہیں ہوئی ہوتی، دونوں حالتوں میں نماز کے معاملہ کی وضاحت مطلوب ہے؟

**جواب:** جب عورت ایسے بچے کو ساقط کر دے جس میں انسانی خلقت ظاہر ہو چکی ہے یعنی سر یا ہاتھ یا پاؤں یا دوسرے اعضاء پیدا کر دیئے گئے ہیں تو وہ نفاس والی ہوگی اور اس کے لیے نفاس کے احکام ہوں گے۔ وہ نہ نماز ادا کرے گی نہ روزے رکھے گی اور نہ اس کے شوہر کے لیے اس سے جماعت حلال ہوگی تا وقتیکہ وہ پاک ہو جائے یا چالیس دن مکمل ہو جائیں اور جب چالیس دن سے قبل پاک ہو جائے تو اس پر غسل طہارت کرنا، نماز ادا کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا واجب ہے اور اس کے شوہر کے لیے اس سے جماع کرنا بھی حلال ہے نفاس کی کم سے کم مدت کی کوئی حد نہیں ہے اگر ولادت کے بعد دس دن یا اس سے کم یا زیادہ دنوں میں عورت پاک ہو جائے تو اس پر غسل طہارت واجب ہوگا اور پاک عورتوں کے احکام جاری ہوں گے جیسا کہ پہلے گذرا، چالیس دنوں کے بعد جاری ہونے والا خون فاسد خون ہے، لہذا یہ مستحاضہ کی طرح روزہ رکھے گی جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فاطمہ بنت ابی حمیش کو جو مستحاضہ تھیں، فرمایا:

((تَوَضَّعِي لِرُؤُوتِ كُلِّ صَلَاةٍ)) ”یعنی ہر نماز کا وقت داخل ہونے کے بعد وضو کر لیا کرو۔“

اور اگر چالیس دن کی مدت گزرنے کے ساتھ حیض شروع ہو جائے یعنی ماہواری کے معقدا ایام شروع ہو جائیں تو عورت کے لیے حائضہ کا حکم ثابت ہوگا اور اس پر نماز و روزہ حرام ہوگا یہاں تک کہ وہ پاک ہو اور اس مدت میں اس کے شوہر پر اس سے جماعت و ہمبستری کرنی حرام ہوگی۔

لیکن حمل سے ساقط ہونے والا بچہ اگر ناقص الخلق ہو اور اس میں انسانی اعضاء تیار نہ ہوئے ہوں مثلاً گوشت کا لٹھڑا ہو جس میں کوئی انسانی ڈھانچہ یا نقشہ نہ پایا جائے یا خون کی شکل میں ہو تو ایسی عورت مستحاضہ کے حکم میں ہوگی۔ اس پر نہ نفاس کا حکم جاری ہوگا نہ حیض کا۔ اور اس پر واجب ہے کہ ہر نماز کا وقت داخل ہونے کے بعد وضو کرے اور خون سے حفاظت کے لیے روئی یا کوئی دوسری چیز استعمال کرے جس طرح مستحاضہ کرتی ہے یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائے اور اس کے لیے دو نمازوں کو اکٹھا کر کے ادا کرنا بھی جائز ہے۔ ظہر کو عصر کے ساتھ اور مغرب کو عشاء کے ساتھ ملا کر پڑھ سکتی ہے۔ (ایضاً ص ۷۵)

**اگر عورت بھول کر ناپاک کپڑے میں نماز پڑھے؟**

**سوال:** جب میں بھول چوک سے ایسے کپڑے میں نماز ادا کرنے لگوں جس میں ناپاکی لگی ہو اور دوران



نماز مجھے یاد آئے تو کیا میرے لیے جائز ہے کہ میں نماز توڑ دوں اور کپڑے بدل دوں؟ اور وہ کون کون سے مواقع ہیں جن میں نماز توڑی جاسکتی ہے؟

**جواب:** جس کسی نے اس حال میں نماز ادا کی کہ نجاست اس کے کپڑے یا جسم میں تھی اور وہ اس کو جانتا بھی تھا تو اس کی نماز باطل ہے اور اگر نجاست کا اسے علم نہ تھا یہاں تک کہ اس نے نماز ادا کر لی تو اس کی نماز کافی ہوگی اور اس پر اعادہ لازم نہ ہوگا اور اگر درمیان نماز ناپاکی کا علم ہو جائے اور اس کا ازالہ جلد ممکن ہو تو وہ ایسا کرے اور اپنی نماز پوری کرے کیونکہ نبی اکرم ﷺ کے عمل سے ثابت ہے کہ جب جبریلؑ نے آپ کو خبر دی کہ آپ ﷺ کے جوتے میں گندگی لگی ہوئی ہے، تو آپ ﷺ نے اپنے جوتے نماز میں اتار دیئے۔ اور آپ ﷺ کی نماز کا اول حصہ باطل نہ ہوا۔

اسی طرح اگر کسی کے عمامہ میں گندگی لگی ہو اور جلدی سے اس کو اتار دے تو پڑھی ہوئی نماز باقی رہے گی اور باقی حصہ مکمل کر لے۔ (نماز توڑنے اور از سر نو پڑھنے کی ضرورت نہیں) لیکن اگر ناپاک کپڑے اتارنے میں کسی قدر طویل عمل درکار ہو، جیسے قمیص یا پاجامہ وغیرہ اتارنا ہو تو اسے اتارنے کے بعد از سر نو نماز پڑھنا ہوگی۔ اسی طرح اگر آدمی کو یاد آئے کہ وہ بے وضو ہے یا نماز میں بے وضو ہو گیا ہے، یا نہس دیا ہے یا اس قسم کی کوئی ایسی حرکت کرے جو نماز کے بطلان کا سبب بنتی ہے تو وہ نماز توڑ دے اور پھر سے نماز ادا کرے۔ [ایضاً، ص ۱۲۳، بحوالہ فتاویٰ المرأة، فتویٰ از: شیخ ابن جبرین]

**ایسے کپڑے میں عورت کی نماز جس میں بچے نے پیشاب کر دیا ہو:**

**سوال:** ہوائی جہاز سے سفر کے دوران اگر عورت کے کپڑے میں اس کے بچے کی نجاست لگ جائے اور عورت ان کپڑوں کو بدلنے پر قادر نہ ہو تو کیا وہ انہی ناپاک کپڑوں میں نماز ادا کر سکتی ہے یا وہ زمین پر اترنے اور کپڑے بدلنے تک انتظار کرے پھر نماز ادا کرے؟ خاص کر اس وقت جب اسے یقین ہو کہ وہ نماز کا وقت گذر جانے کے بعد ہی زمین پر اترے گی۔

**جواب:** عورت پر نماز کے وقت میں ہی نماز پڑھنا واجب ہے اگرچہ اس کے کپڑے ناپاک ہوں کیونکہ وہ ناپاکی کو دھونے یا کپڑے بدلنے سے معذور ہے اور اس پر نماز کا پلٹانا واجب نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ [التغابن: ۱۶] "اللہ تعالیٰ سے طاقت بھر ڈرو۔" اور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

((إِذَا أَمَرْتُمْ بِأَمْرِ فَأَتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَمَا نَهَيْتُمْ عَنْهُ فَأَنْتَهُوا))

”جب میں تمہیں کسی امر کے بجالانے کا حکم کروں تو اس کو طاقت بھر بجالاؤ اور اگر کسی چیز سے منع کروں تو اس سے (مکمل طور) پر باز رہو۔“ [افتاء کمیٹی، ایضاً]

**مردوں کی موجودگی میں عورت کی نماز:**

**سوال:** جب عورت کے پاس بہت سے اجنبی مرد ہوں مثلاً مسجد حرام میں، تو وہ کس طرح نماز ادا کرے؟ اسی طرح دوران سفر جب کہ راستہ میں کوئی ایسی مسجد نہ ہو جس میں عورتوں کا مصلى الگ ہو تو کیا حکم ہے؟

**جواب:** عورت پر نماز میں اپنے پورے بدن کا سوائے چہرہ اور ہتھیلیوں کے چھپانا واجب ہے۔ لیکن جب وہ اجنبی مردوں کی موجودگی میں نماز پڑھے اور لوگ اسے دیکھ رہے ہوں تو پھر پورا بدن (بشمول چہرہ اور ہتھیلیاں) چھپانا واجب ہے۔ [فتویٰ از: افتاء کمیٹی، ایضاً، ص ۱۲۴]

**نماز میں دونوں ہتھیلیوں اور قدموں کے چھپانے کا حکم:**

فضیلیۃ الشیخ عبداللہ الفوزان نے نماز میں ہتھیلیوں اور قدموں کے چھپانے سے متعلق فرمایا: علامہ ابن تیمیہ نے ذکر کیا ہے کہ ان دونوں کا چھپانا نماز میں لازم نہیں ہے کیونکہ یہ دونوں پردہ میں داخل نہیں ہیں اور ”الانصاف“ نامی کتاب میں اسی قول کو درست کہا گیا ہے۔ رہی ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کیا عورت لمبی چادر (کرتہ) اور دوپٹہ میں ازار بند کے بغیر نماز ادا کر سکتی ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا كَانَ الدَّرْعُ سَابِغًا يَغْطِي ظَهْرَ قَدَمَيْهَا))

”ہاں، جبکہ چادر لمبی ہو جو پاؤں کے اوپر والے حصوں کو بھی چھپا رہی ہو۔“

یہ حدیث نماز میں قدموں کے ڈھانپنے پر بطور دلیل پیش نہیں کی جاسکتی کیونکہ یہ ضعیف ہے اور اکثر و بیشتر اہل علم اسے ضعیف ہی کہتے ہیں۔ لہذا عورت کو نماز میں اپنے ہاتھوں اور قدموں کو چھپانے کا حکم دینا جبکہ اس کے پاس اجنبی مرد نہ ہوں محتاج دلیل ہے۔ عورت صرف قمیص کے ساتھ دوپٹہ استعمال کرنے کی مامور ہے لیکن نبی اکرم ﷺ کا عمومی فرمان یعنی: ((الْمَرْءَةُ عَوْرَةٌ)) ”عورت سراپا پردہ ہے“ دلالت کرتا ہے کہ

ہتھیلیوں اور قدموں کا چھپانا مبنی برا احتیاط ہے [ایضاً]

## بغیر دوپٹہ کے عورت کی نماز کا حکم:

فضیلۃ الشیخ عبداللہ الفوزان نے بغیر دوپٹہ کے عورت کی نماز سے متعلق فرمایا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بے شک نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَقْبَلُ اللَّهُ صَلَاةَ حَائِضٍ إِلَّا بِحِمَارٍ)) "اللہ تعالیٰ بالغیر دوپٹہ کے قبول نہیں کرتا،"

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ عورت کی نماز بغیر دوپٹہ کے قبول نہیں ہے۔ حدیث کا مفہوم مخالف یہ ہوا کہ

جب نابالغ نماز پڑھے تو اسے دوپٹہ میں نماز پڑھنا لازم نہیں ہے۔ [زینۃ المرأة، از شیخ فوزان، ایضاً]

## جب عورت عصر کے وقت پاک ہو تو کیا نمازِ ظہر ادا کرے گی؟

**سوال:** جب عورت حیض و نفاس سے عصر کے وقت پاک ہو تو کیا عصر کے ساتھ ظہر کی نماز بھی اس پر لازم ہوگی، یا صرف نماز عصر کی ادائیگی لازم ہوگی؟

**جواب:** اس مسئلہ میں راجح قول یہ ہے کہ اس کو صرف نماز عصر ادا کرنی لازم ہے کیونکہ نماز ظہر کے وجوب پر کوئی دلیل نہیں ہے اور شرعی قاعدہ 'براءة الذمہ' ہے (یعنی جب تک کسی چیز کی دلیل موجود نہ ہو انسان شرعاً اس کا مکلف نہیں ہے) علاوہ ازیں نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

((مَنْ أَدْرَكَ رَسْمَةَ مِنَ الْعَصْرِ قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَ الْعَصْرَ))

"یعنی جس نے سورج ڈوبنے سے پہلے نماز عصر سے ایک رکعت پالی تو یقیناً اس نے عصر پالی"

آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ اس نے ظہر پالی، اگر نماز ظہر واجب ہوتی تو ضرور نبی اکرم ﷺ اس کو بھی بیان فرمادیتے۔ نیز اس لیے بھی کہ اگر عورت نماز ظہر کا وقت داخل ہو جانے کے بعد حائضہ ہو تو اس پر صرف

ظہر کی قضا لازم ہے، عصر کی نہیں۔ [فتویٰ از: شیخ ابن عثیمین، بحوالہ: فتاویٰ برائے خواتین اسلام، ص ۱۲۹]

## جب عورت نماز کا وقت ختم ہونے سے پہلے پاک ہو:

**سوال:** شیخ ابن عثیمین سے سوال کیا گیا کہ: جب عورت وقت نماز داخل ہونے کے بعد حائضہ ہو جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اور کیا پاک ہونے کے بعد اس کے ذمہ اس نماز کی قضا واجب ہے، اور اسی طرح جب نماز کا وقت ختم ہونے سے پہلے پاک ہو تو کیا حکم ہے؟

**جواب:** جب نماز کا وقت داخل ہونے کے بعد عورت کو حیض آئے اور اس نے حیض آنے سے قبل نماز

نہ پڑھی ہو تو اس پر واجب ہے کہ اس نماز کی، جس کے وقت میں حیض آیا ہے، طہارت کے بعد قضا کرے کیوں کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ((من ادرك ركعة من الصلاة فقد ادرك الصلاة))  
 ”جس نے نماز سے ایک رکعت پالی بلاشبہ اس نے نماز پالی۔“

لہذا جب اس نے وقت نماز سے ایک رکعت ادا کرنے کی مقدار پالی پھر نماز کی ادائیگی سے قبل حائضہ ہوگئی تو جب وہ پاک ہوگی اس پر اس کی قضا لازم ہوگی۔

اور جب وقت نماز ختم ہونے سے پہلے عورت پاک ہو جائے تو اس پر واجب ہے کہ اس نماز کو ادا کرے، لہذا اگر سورج نکلنے سے ایک رکعت نماز ادا کرنے کی مقدار پہلے پاک ہو جائے تو اس پر نماز فجر واجب ہوگی اور اگر سورج ڈوبنے سے ایک رکعت نماز ادا کرنے کی مقدار پہلے پاک ہو جائے تو نماز عصر واجب ہوگی اور اگر آدھی رات گزرنے سے ایک رکعت ادا کرنے کی مقدار پہلے پاک ہو جائے تو اس پر نماز عشاء واجب ہوگی اور جب فجر کا وقت داخل ہو تو وہ نماز فجر ادا کرے گی۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَإِذَا أَطْمَأَنَّتُمْ فَاتِّمُوا الصَّلَاةَ إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا﴾ [النساء: ۱۰۳]  
 ”پس جب اطمینان حاصل ہو جائے تو نماز قائم کرو یقیناً نماز مومنوں پر مقررہ وقتوں پر فرض ہے۔“  
 لہذا یہ جائز نہیں کہ نماز کے وقت کو موخر کر کے یا وقت نماز شروع ہونے سے پہلے نماز کو ادا کیا جائے۔

### قضا نمازوں کی ادائیگی میں ترتیب:

**سوال:** افتاء کمیٹی سے دریافت کیا گیا کہ: جس وقت کسی آدمی کو یاد آئے کہ اس نے فجر، ظہر اور عصر کی نمازیں ادا نہیں کیں تو ان نمازوں کی قضا کی ترتیب کیا ہوگی؟

**جواب:** فوت شدہ نمازوں کی قضا فوراً واجب ہے اور اسی ترتیب سے یہ ادا کی جائیں گی جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے۔ یعنی پہلے فجر، پھر ظہر، پھر عصر۔ [فتاویٰ اللجنة، ج ۶ ص ۱۵۹، بحوالہ فتاویٰ برائے

خواتین اسلام، ص ۱۳۱]

### عورتوں کی نماز باجماعت کا کیا حکم ہے؟

فضیلۃ الشیخ صالح الفوزان نے عورتوں کی نماز باجماعت سے متعلق فرمایا کہ: ”عورتوں کی نماز باجماعت کے مسئلہ میں علماء کے درمیان اختلاف ہے۔ بعض اسے جائز سمجھتے ہیں اور بعض جائز نہیں سمجھتے، البتہ اکثر

علماء جواز ہی کے قائل ہیں کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے ام ورقہ کو اپنے گھر والوں کی امامت کا حکم دیا تھا۔ بعض اہل علم اس حدیث کی روشنی میں عورت کی امامت عورتوں کے لیے مستحب قرار دیتے ہیں اور بعض نے اس کو غیر مستحب اور بعض نے مکروہ کہا ہے جبکہ بعض نفل نمازوں میں اس کے جواز کے قائل ہیں فرض میں نہیں اور راجح قول یہ ہے کہ یہ ایک مستحب عمل ہے اور جب عورت کی قرأت کو غیر محرم نہ سنتے ہوں تو پھر وہ جہری نمازوں میں جہری قرأت کرے گی۔ [التنبیہات از شیخ فوزان، ص ۲۸]

### نماز کے لیے مسلمان عورت کا مسجد جانا:

**سوال:** افتاء کمیٹی سے دریافت کیا گیا: ایک سائل اپنی بابت کہتا ہے کہ وہ مسیحی پیدا ہوا پھر اسلام میں داخل ہوا اور اس کی بیوی بھی مسلمان ہو گئی کسی ایک جمعہ میں جب وہ اپنی بیوی کے ہمراہ مسجد جانے لگا تو اس سے کہا گیا کہ مسلمان عورت کا مسجدوں میں داخل ہونا ممنوع ہے؟ چنانچہ وہ ایک امام مسجد کے پاس گیا اور اس سے یہ مسئلہ پوچھا۔ اس امام نے جواب دیا کہ تمام عورتیں پاک نہیں ہوتیں اور مکہ مکرمہ میں بھی مسلمان عورتیں مساجد میں داخل نہیں ہوتیں اور نہ انہیں اس کی اجازت ہے۔

سائل دریافت کرتا ہے کہ کیا مذکورہ بات صحیح ہے اور کیا اس کا تعلق اسلام کے بنیادی امور سے ہے اور واضح رہے کہ مسیحی عورتیں گرجاؤں میں عبادت کے لیے جاتی ہیں۔ پھر مسلمان عورتیں دخول مسجد سے کیوں کر محروم ہوں گی؟

**جواب:** مسلمان عورت کے لیے مسجد میں نماز ادا کرنا جائز ہے، حتیٰ کہ اگر وہ شوہر سے مسجد جانے کی اجازت طلب کرے تو شوہر کے لیے اسے منع کرنا جائز نہیں بشرطیکہ وہ پردہ میں ہو اور اس کے جسم کا کوئی ایسا حصہ کھلا نہ ہو جسے دیکھنا اجنبیوں کے لیے حرام ہے، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(( اذا ستأذنکم نساؤکم الی المساجد فاذنوا لھن )) وفی روایة (( لاتمنعوا النساء حظوظھن من المساجد اذا ستأذنکم فقال بلال وهو ابن لعبد اللہ بن عمر، واللہ لئمنعھن، فقال لہ عبداللہ: اقول لک قال رسول اللہ وتقول انت: لئمنعھن )) [صحیح مسلم]

”یعنی جب تمہاری عورتیں مسجد جانے کی اجازت مانگیں تو انہیں اجازت دے دو۔“ ایک روایت میں

ہے کہ ”مسجد جانے کا جو حق عورتوں کو حاصل ہے، اس سے انہیں محروم نہ کرو، بشرطیکہ وہ تم سے اجازت مانگیں۔“ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بیٹے بلال نے جب ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت سنی تو کہا: قسم اللہ کی! ہم انہیں ضرور روکیں گے، تو عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں تم سے کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (کہ عورتوں کو مسجدوں سے نہ روکو) اور تم کہتے ہو کہ ہم ضرور روکیں گے!“

اگر عورت بے پردہ ہو یا خوشبو لگائے ہو تو ایسی حالت میں اس کا گھر سے باہر نکلنا ہی جائز نہیں تو پھر ایسی حالت میں نماز کے لیے مسجد جانا کیسے جائز ہو سکتا ہے کیونکہ اس صورت میں فتنہ پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلَا يَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ خُيُوبِهِنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا بِتُحَاتُّنَّ﴾ [النور: ۳۱]

”اور مومن عورتوں سے کہیے کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو ظاہر ہے اور اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رکھیں اور اپنی آرائش کو کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں سوائے اپنے خاوندوں کے۔“

حضرت زینب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((اذا شهدت احداكن العشاء فلا تطيب تلك الليلة)) وفي رواية ((اذا شهدت احداكن المسجد فلا تمس طيبا)) [رواهما مسلم]

”یعنی جب کوئی عورت عشاء کی نماز میں حاضر ہو تو اس رات خوشبو نہ ملے۔“ دوسری روایت میں ہے:

”جب تم میں سے کوئی عورت مسجد آئے تو خوشبو لگا کر نہ آئے۔“

عمرہ بنت عبد الرحمن فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا کہ انہوں نے کہا: اگر رسول اللہ ﷺ اس چیز (یعنی بے پردگی) کو دیکھ لیتے جو ان کے بعد عورتوں نے پیدا کی ہے تو آپ ﷺ انہیں ضرور مسجد آنے سے منع فرمادیتے، جس طرح بنی اسرائیل کی عورتیں منع کر دی گئیں۔ عمرہ سے پوچھا گیا کیا بنی اسرائیل کی عورتیں مسجد سے روک دی گئی تھیں؟ تو انہوں نے کہا: ہاں! [صحیح مسلم]

مذکورہ بالا دلائل واضح طور پر اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اگر مسلمان عورت اپنے لباس میں اسلامی آداب و شرائط کو ملحوظ رکھے اور فتنہ میں ڈالنے والے بناؤ سنگھار سے اجتناب کرے تو اسے مسجد میں نماز ادا

کرنے سے روکا نہیں جائے گا۔ اور اگر وہ شریکوں کے شر میں واقع ہونے اور مریض القلب لوگوں کے فتنہ میں پڑنے کا سبب بنتی ہو تو اسے مسجد میں داخل ہونے سے روک دیا جائے گا۔ بلکہ ایسی صورت میں گھر سے باہر نکلنے اور عام مجالس میں شریک ہونے سے بھی اسے روک دیا جائے گا۔

سوال میں مکہ مکرمہ میں عورتوں کے مسجد میں داخلہ پر پابندی کی جو بات کہی گئی ہے، وہ صحیح نہیں، کیونکہ انہیں مسجد حرام میں داخل ہونے اور نماز باجماعت ادا کرنے کی اجازت ہے، البتہ اس بات کا خاص خیال رکھا جاتا ہے کہ عورتیں اپنی متعینہ جگہوں اور گوشوں میں بیٹھیں تاکہ مردوں کے ساتھ نماز میں ان کا اختلاط نہ

ہو۔ [فتاویٰ اللجنة الدائمة: ج ۷ ص ۳۳۰-۳۳۲]

### نمازی کے آگے سے عورت کے گزرنے سے نماز ٹوٹ جائے گی:

**سوال:** حرم میں امام کے ساتھ یا کیلئے نماز ادا کرنے والے کے آگے سے عورت گزر جائے تو کیا اس کی نماز باطل ہو جائے گی؟

**جواب:** اس سلسلہ میں صحیح مسلم میں حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

(( يقطع صلاة المرأة المسلم اذالم يكن بين يديه مثل مؤخرة الرجل: المرأة والحمار والكلب الاسود))

”یعنی اگر نمازی کے سامنے سترہ (رکاوٹ) نہ ہو تو عورت، گدھا اور کالا کتا اس کی نماز کو باطل کر دیتے ہیں“ اور اگر اس کے سامنے سترہ (رکاوٹ) ہو مگر عورت، اس کے اور اس کے سترہ کے درمیان سے گزر جائے تو تب بھی اس کی نماز باطل ہو جائے گی اور اس پر از سر نو نماز کی ادائیگی واجب ہوگی۔ خواہ وہ آخری رکعت ہی میں کیوں نہ ہو۔ واضح رہے کہ نمازی کے آگے سے گزرنے سے گزرنے والا یہ جان لے کہ اس کا کتنا سخت گناہ ہے تو وہ نمازی کے آگے سے گزرنے کی بجائے چالیس (سال) تک انتظار کرنا بہتر سمجھے گا۔“ [آدروس و فتاویٰ الحرم المکی للشیخ

ابن عثیمین: ج ۲ ص ۲۳۳]

### عورت نماز جمعہ ادا کر لے تو کیا نماز ظہر ساقط ہو جائے گی:

**سوال:** جب عورت جمعہ کی نماز ادا کر لے تو کیا اس سے نماز ظہر ساقط ہو جائے گی؟

**جواب:** جب عورت امام کی اقتداء میں نماز جمعہ ادا کر لے تو یہ نماز ظہر سے کفایت کر جائے گا۔ لہذا اس کے لیے اس دن کی نماز ظہر پڑھنا درست نہیں۔ یاد رہے کہ تنہا ہونے کی صورت میں نماز جمعہ نہیں ہوتی بلکہ پھر نماز ظہر ہی ادا کرنا ہوگی۔ [فتاویٰ اللجنة الدائمة: ج ۸ ص ۲۱۲]

### مسلسل پیشاب میں مبتلا عورت کی نماز:

**سوال:** ایک حاملہ عورت حمل کے نوں مہینہ میں مسلسل پیشاب جاری ہونے کی بیماری میں مبتلا رہی اور اس ماہ اس نے نماز نہ پڑھی تو کیا یہ عمل ترک نماز سمجھا جائے گا اور اس عورت کو اب کیا کرنا چاہیے؟

**جواب:** ایسی حالت میں مبتلا کسی بھی عورت کے لیے نماز چھوڑنا درست نہیں ہے، بلکہ اس حالت میں بھی نماز ادا کرنا واجب ہے۔ ایسی عورت کو چاہیے کہ نماز کا وقت داخل ہونے کے بعد وضو کرے جس طرح مستحاضہ عورت وضو کرتی ہے اور پیشاب سے حفاظت اور بچاؤ کے لیے روئی وغیرہ کا استعمال کرے اور نماز کو اس کے وقت پر ادا کرے۔ اس کے لیے نوافل ادا کرنا بھی جائز ہے اور دو وقتوں کی نمازیں جمع کرنا بھی درست ہے، یعنی ظہر و عصر ایک ساتھ، مغرب و عشاء ایک ساتھ جیسا کہ مستحاضہ عورت کے لیے رخصت ہے۔ لہذا ایسی عورت پر لازم ہے کہ وہ متروکہ نمازوں کی قضا کرے اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے اور اپنی اس حرکت پر نادم ہو اور پختہ ارادہ کرے کہ آئندہ اس طرح کی حرکت نہیں کرے گی۔ [فتاویٰ الدعوة:

للشیخ ابن باز: ج ۱ ص ۱۴۹]

### دوران نماز اگر دروازے کی گھنٹی بجے؟

**سوال:** دوران نماز اگر دروازے کی گھنٹی بجے اور گھر میں میرے سوا کوئی نہ ہو تو میں کیا کروں؟

**جواب:** جب آپ نفل نماز میں مشغول ہوں تو پھر اس مسئلہ میں وسعت ہے، یعنی نماز توڑنے اور گھنٹی بجانے والے کی پہچان کرنے میں کوئی مانع نہیں، لیکن اگر آپ فرض نماز میں مشغول ہوں تو پھر جلدی کرنا مناسب نہیں ہے، الا یہ کہ کوئی نہایت اہم معاملہ ہو اور اس کے فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو۔ اور اگر گھنٹی بجانے والے کو تصفیق (یعنی دائیں ہتھیلی کے اندرونی حصے سے بائیں ہتھیلی کے پشت پر مارنے) کے ذریعے مطلع کرنا ممکن ہو تو ایسا کیا جائے اور اگر دوری کی وجہ سے یا دروازہ پر کھڑے شخص کے نہ سننے کی وجہ



سے یہ ممکن نہ ہو تو پھر ضرورتاً نماز توڑنے میں حرج نہیں ہے۔ البتہ فرض نماز کا از سر نو اعادہ کیا جائے گا۔

[فتویٰ از: شیخ ابن باز، بحوالہ: فتاویٰ المرأة، ج ۲ ص ۳۵]

### شوہر کی امامت:

**سوال:** کیا میرے لیے جائز ہے کہ میں نماز میں اپنے شوہر کی امامت کروں؟ چونکہ میں ان سے زیادہ پڑھی لکھی اور مسائل دینیہ سے واقف ہوں۔

**جواب:** عورت کے لیے مرد کی امامت جائز نہیں ہے خواہ وہ اس کا شوہر ہو یا بیٹا ہو یا باپ کیونکہ عورتوں کے لیے مردوں کی امامت شرعاً جائز نہیں ہے اور اسی لیے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((لن يفلح قوم ولو الامرهم امرأة))

”یعنی وہ قوم ہرگز کامیاب نہیں ہوگی جس نے اپنے معاملات کا ذمہ دار عورت کو بنایا ہو۔“

چاہے عورت مرد سے زیادہ تعلیم یافتہ ہو وہ اس کی امامت نہیں کر سکتی۔ [فتاویٰ المرأة ایضاً ص: ۳۸]

### کیا عورت ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر نماز پڑھ سکتی ہے؟

**سوال:** کیا عورت اپنے گھر میں ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر نماز کی قرات اور تکبیر سن کر امام کی اقتداء میں نماز ادا کر سکتی ہے؟

**جواب:** نہیں، ایسی صورت میں امام کی اقتداء جائز نہیں خواہ امام فرض نماز پڑھا رہا ہو یا نقل۔ اور خواہ وہ عورت امام کی قرات و تکبیر سن رہی ہو۔ [فتویٰ از: افتاء کمیٹی، بحوالہ: فتاویٰ اللجنة الدائمة، ج ۸ ص ۳۱]

### بغیر سر ڈھانچے سجدہ تلاوت:

**سوال:** جب عورت قرآن مجید کی تلاوت کے دوران سجدہ کی آیت سے گزرے تو کیا وہ بغیر سر ڈھانچے سجدہ تلاوت کر سکتی ہے؟ اگر نہیں، تو وہ کیا کرے؟

**جواب:** بہتر یہ ہے کہ ایسی صورت میں عورت سر ڈھانچے سے سجدہ تلاوت کرے۔ اور اگر بغیر اوڑھنی کے وہ سجدہ تلاوت کر لے تو ہم امید کرتے ہیں کہ اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ سجدہ تلاوت نماز کے حکم میں نہیں ہے، بلکہ یہ اسی طرح اللہ کا قرب حاصل کرنے کا ایک طریقہ ہے جس طرح دوسرے اذکار اور نیکی

کے کاموں سے اللہ کا قرب حاصل کیا جاتا ہے۔ [ایضاً: فتاویٰ اللجنة الدائمة، ج ۷ ص ۳۶۳]

### دوران نماز حرکت، اور آئینے یا تصویر وغیرہ کے سامنے نماز:

**سوال:** کیا عورت حالت نماز میں گردن میں ہار یا ہاتھ میں انگوٹھی پہن سکتی ہے؟ اسی طرح آئینے اور تصویر کے سامنے کھڑے ہو کر نماز ادا کر سکتی ہے؟

**جواب:** مسلمان پر واجب ہے کہ وہ حالت نماز میں ہر اس چیز سے دور رہے جو اس کی توجہ نماز سے ہٹانے کا ذریعہ بنے لہذا یہ مناسب نہیں ہے کہ آئینے کے سامنے یا کھلے ہوئے دروازے کی طرف یا کسی اور مشغول کرنے والی اور خیالات پیدا کرنے والی چیز کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی جائے۔ اسی طرح ایسی جگہ پر نماز پڑھنا بھی مناسب نہیں جہاں تصویریں لٹکانی گئی ہوں کیونکہ اس میں ایک لحاظ سے ان لوگوں سے مشابہت بھی ہے جو تصویروں کی پوجا کرتے ہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ تصویریں نماز میں توجہ ہٹانے کا باعث بنتی ہیں۔ اسی طرح عورت کا نماز کی حالت میں زیور پہننا بھی درست نہیں کیونکہ اس سے اس کی توجہ ہٹ جاتی ہے۔ لہذا یہ جائز نہیں کہ بحالت نماز وہ کوئی ایسا عمل کرے جو نماز سے اس کی توجہ ہٹادے، اس لیے زیور پہننے کے عمل کو نماز سے فارغ ہونے تک مؤخر کر دے، البتہ اگر نماز کی حالت میں ہی وہ کوئی ایسا زیور پہنے جس میں زیادہ وقت نہ ہو تو پھر اس کی نماز صحیح ہے کیونکہ معمولی عمل سے نماز کی صحت متاثر نہیں ہوتی جیسے کپڑے یا عمامہ کو سیدھا کرنا، یا گھڑی پہننا وغیرہ۔ [فتاویٰ از: افتاء کمیٹی، مجلۃ البحوث

الاسلامیة]



## عورت اور روزہ

اسلام کے بنیادی ارکان پانچ ہیں جن میں ایک 'روزہ' بھی ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: (۱) کلمہ توحید کا اقرار (۲) نماز کی پابندی (۳) زکاۃ کی ادائیگی (۴) رمضان کے روزے (۵) بیت اللہ کا حج۔“<sup>(۱)</sup>

'روزہ' اس بات کا نام ہے کہ انسان فجر صادق کے طلوع ہونے سے لے کر غروب شمس تک ہر قسم کے کھانے پینے سے رُکا رہے۔ اور شادی شدہ ہونے کی صورت میں جنسی تعلقات (جماع) سے بھی اس وقت میں گریز کرے۔ بھوکے پیاسے اور خواہشات سے دور رہنے کا یہ عمل انتہائی افضل عبادت کی شکل اختیار کر لیتا ہے بشرطیکہ اسے اللہ کی رضا کے لیے بجالایا جائے اور اسے ہی شرعی اعتبار سے 'روزہ' کہا جاتا ہے۔

### روزے کی فضیلت:

رمضان المبارک کے روزوں کی بہت زیادہ فضیلت احادیث میں بیان ہوئی ہیں مثلاً:

(۱)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ))

”جس شخص نے حالت ایمان میں اور حصول ثواب کے لیے رمضان کے روزے رکھے، اس کے گزشتہ تمام (صغیرہ گناہ) معاف کر دیئے جاتے ہیں۔“<sup>(۲)</sup>

(۲)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((كُلُّ عَمَلٍ بِنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا الصِّيَامَ فَإِنَّهُ لِيْ وَأَنَا أَجْزِيْ بِهِ ..... أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ إِنِّيْ أَمْرٌ وَصَائِمٌ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَخُلُوفٌ فِيمَ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ لِلصَّائِمِ فَرَحَتَانِ يَفْرَحُهَا إِذَا أَفْطَرَ فَرَحٌ وَإِذَا لَقِيَ رَبَّهُ فَرَحٌ بِصَوْمِهِ))

(۱) [بخاری: کتاب الایمان: باب: قول النبی ﷺ: بی: الاسلام علی حسن]

(۲) [بخاری: کتاب الصوم: باب: من صام رمضان ایماناً..... (ج ۱: ۹۰۱)]

”ابن آدم کا ہر عمل اسی کے لیے ہے سوائے روزہ کے۔ یہ (روزہ) خاص میرے لیے ہے اور میں ہی اسے اس کا اجر دوں گا..... روزہ (گناہوں کے مقابلہ میں) ڈھال ہے۔ لہذا جب تم میں سے کسی شخص کا روزہ ہو تو اسے چاہیے کہ گالی گلوچ اور شور و شغب نہ کرے۔ اگر کوئی اور شخص اسے گالی دے یا اس سے لڑائی جھگڑا کرے تو یہ اسے کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔ (اس لیے تمہیں جواب نہیں دوں گا) اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! بے شک روزہ دار کے منہ کی بوالہ تعالیٰ کو کستوری (مشک) کی خوشبو سے بھی زیادہ پسند ہے۔ روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں۔ ایک تو روزہ افطار کرتے وقت اور دوسری اس وقت ہوگی جب وہ اپنے رب سے ملاقات کرے گا اور اپنے روزے (کے اجر) سے خوش ہوگا۔“<sup>(۱)</sup>

(۳)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”ابن آدم کے ہر نیک عمل کا ثواب دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے البتہ روزے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ یہ خاص میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا اجر دوں گا کیونکہ روزہ دار میری خاطر اپنی شہوت اور کھانا پینا چھوڑتا ہے۔“<sup>(۲)</sup>

(۴)..... حضرت سہل رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”جنت کے ایک دروازے کا نام ’ریان‘ ہے (یعنی اچھی طرح سیراب کرنے والا) قیامت کے روز صرف روزہ دار حضرات اس دروازے سے گزر کر جنت میں جائیں گے۔ اعلان ہوگا کہ روزہ دار کہاں ہیں؟ چنانچہ روز دار کھڑے ہو جائیں گے اور ان کے علاوہ کوئی اور اس دروازے سے نہیں گزرے گا۔ جب روزہ دار اس دروازے سے گزر کر جنت میں چلے جائیں گے تو یہ دروازہ بند کر دیا جائے گا۔“<sup>(۳)</sup>

### رمضان کے روزے فرض ہیں:

رمضان المبارک کے روزے ہر عاقل، بالغ مسلمان پر فرض ہیں الا یہ کہ کوئی عذر لائق ہو۔ عذر سے

(۱) [بخاری: کتاب الصوم: باب هل يقول انى صائمه اذا شتمه (ح- ۱۹۰۴)]

(۲) [مسلم: کتاب الصيام: باب فضل الصيام (۱۱۵۱-۱۱۶۴)]

(۳) [بخاری: کتاب الصوم: باب الريان للفصائم (۱۸۹۶)]

کیا مراد ہے؟ اور عذر کی صورت میں روزے کے احکام پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟ اس کی تفصیل آگے آئے گی۔ جہاں تک رمضان کے روزوں کی فرضیت کا تعلق ہے تو اس کی دلیل یہ آیت مبارکہ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾

”اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم پر ہیزگار بن جاؤ۔“ [البقرہ: ۱۸۳]

اسی طرح صحیح احادیث میں یہ بات موجود ہے کہ آپ ﷺ نے رمضان کے روزوں کو اسلام کے ارکانِ شمسہ میں سے ایک رکن قرار دیا ہے۔<sup>(۱)</sup>

## صحتِ روزہ کی شرائط

روزہ کے درست ہونے کی بنیادی شرائط یہ ہیں: (۱) اخلاصِ نیت (۲) مفسداتِ روزہ سے اجتناب۔

### (۱)..... اخلاصِ نیت:

روزہ ایک عبادت ہے اور کسی بھی عبادت کی مقبولیت کے لیے نیت کا خالص ہونا ضروری ہے۔ یعنی وہ عمل صرف اور صرف اللہ کو راضی کرنے کی نیت سے کیا جائے، ارشادِ نبوی ہے:

(( إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ )) ”اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔“<sup>(۲)</sup>

واضح رہے کہ نیت کا تعلق دل سے ہے کیونکہ دل کے ارادے اور عزم کو نیت کہا جاتا ہے اور نیت کے لیے ضروری نہیں کہ زبان سے بھی انسان اپنی نیت (ارادے) کو دہرائے بلکہ روزمرہ معاملات میں کوئی شخص بھی ایسا آپ کو دکھائی نہیں دے گا جو اپنے ہر کام سے پہلے اسے زبان سے دہراتا ہو۔ اور بعض لوگوں نے روزے کی نیت کے لیے جو یہ الفاظ اختیار کر رکھے ہیں:

(( وَبَصُومٍ غَدِئَوْثِيَّتٍ مِّنْ شَهْرٍ رَّمَضَانَ )) ”میں نے ماہِ رمضان کے کل کے روزے کی نیت کی۔“

تو ان الفاظ کے بارے میں یاد رکھیے کہ کسی بھی صحیح حدیث سے ان کا ثبوت نہیں ملتا۔ اس لیے اسے حدیثِ نبویؐ خیال کر کے پڑھنا یا بیان کرنا یا کیلنڈروں وغیرہ پر تحریر کرنا انتہائی غلط بات ہے۔

(۱) [بخاری: کتاب الایمان (حدیث ۸)]

(۲) [بخاری: کتاب بدء الوحی: باب کیف کان بدء الوحی..... (ح ۱)]

روزہ رکھنے سے پہلے دل میں اس کی نیت کرنا ضروری ہے یعنی سحری کھانے سے پہلے آدمی یہ ارادہ کر لے کہ میں روزے کے لیے سحری کھا رہا ہوں کیونکہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ لَمْ يَجْمَعْ الصَّيَّامَ قَبْلَ الْفَجْرِ فَلَا صِيَّامَ لَهُ))

”جس شخص نے فجر سے پہلے روزے کی نیت نہ کی اس کا روزہ نہیں ہے۔“<sup>(۱)</sup>

اگر کوئی شخص روزے کی نیت کر کے سو جائے اور سحری کے وقت اٹھ نہ سکے تو جب وہ بیدار ہو، اس وقت نہ کچھ کھائے اور نہ پیئے اور افطاری تک اپنا روزہ پورا کرے۔

(۲)..... مفصلات روزہ (یعنی روزہ توڑنے والی چیزیں):

صحت روزہ کے لیے دوسری شرط یہ ہے کہ روزہ دار حالت روزہ میں ان تمام چیزوں سے اجتناب کرے جن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ روزہ توڑنے والی چیزوں کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱)..... قصداً کھانا پینا:

اس بات پر علمائے امت کا اجماع ہے کہ قصداً کھانے پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ روزہ کہتے ہی اس بات کو ہیں کہ روزہ دار فجر سے لے کر غروب آفتاب تک بھوکا پیاسا رہے۔ البتہ اگر کوئی شخص حالت روزہ میں بھول کر کھاپی لے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا نَسِيَ فَأَكَلَ وَشَرِبَ فَلَيْتِمَ صَوْمَهُ فَإِنَّمَا أَطْعَمَهُ اللَّهُ وَسَقَاهُ))

”جب روزہ دار بھول کر کچھ کھالے یا پی لے تو وہ اپنا روزہ پورا کرے کیونکہ اسے اللہ نے کھلایا اور اللہ نے پلایا ہے۔“<sup>(۲)</sup>

اگر روزہ دار بھول کر کھاپی رہا ہو تو دیکھنے والا شخص اسے یاد دہانی کروادے۔ اور ایسا کوئی مسئلہ احادیث سے ثابت نہیں کہ اسے دیکھنے والا جان بوجھ کر خاموش رہے۔

(۱) [ابو داؤد (ح ۲۴۵۴) ترمذی (ح ۷۳۰)]

(۲) [بحاری: کتاب الصوم: باب الصائم اذا اكل وشرب ناسياً (ح ۱۹۳۳)]

## (۲)..... قصد اُتے کرنا:

قصد اُتے کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((من ذرعه القیء وهو صائم فلیس علیہ قضاء وان استقاء فلیقض))<sup>(۱)</sup>

”جسے حالتِ روزہ میں خود بخود تے آجائے تو اس پر قضا نہیں (کیونکہ اس کا روزہ نہیں ٹوٹا) اور اگر کوئی شخص عمداً (جان بوجھ کر) تے کرے تو وہ روزے کی قضائی دے (کیونکہ اس کا روزہ ٹوٹ چکا ہے)“

## (۳)..... حیض و نفاس:

حالتِ روزہ میں اگر عورت کو حیض یا نفاس کا خون شروع ہو جائے تو اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، کیونکہ اس حالت میں روزہ رکھنے سے حضور ﷺ نے منع فرمایا ہے جیسا کہ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ عید الاضحیٰ یا عید الفطر کے موقع پر اللہ کے رسول ﷺ عورتوں کے پاس سے گزرے اور فرمایا:

((الَّيْسَ إِذَا أَحَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ؟ قُلْنَ بَلَى))

”کیا ایسا نہیں ہے کہ عورت ماہواری کے ایام میں نہ نماز پڑھتی ہے اور نہ روزہ رکھتی ہے؟ عورتوں نے کہا ہاں، ایسا ہی ہے۔“<sup>(۲)</sup>

واضح رہے کہ حالتِ حیض کی نمازیں تو عورت سے معاف کر دی گئی ہیں مگر اس حالت میں چھوڑے گئے روزے سے معاف نہیں کیے گئے بلکہ ان روزوں کی اسے بعد میں قضائی دینا ہوگی۔

## (۴)..... جماع:

اگر حالتِ روزہ میں میاں بیوی قصدِ جماع کریں تو ایسا کرنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس فعل کی سزا کی وجہ سے مرد کو کفارہ بھی ادا کرنا پڑے گا جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

”ہم اللہ کے رسول ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی آیا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! میں ہلاک ہو گیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: کیا ہوا؟ اس نے کہا کہ میں حالتِ روزہ میں اپنی بیوی سے جماع کر بیٹھا ہوں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: کیا تم ایک غلام آزاد کرنے کی استطاعت رکھتے

(۱) [ابوداؤد (ح ۲۳۸۰) ترمذی (ح ۷۱۶) ابن ماجہ (ح ۱۶۶۶)] (۲) [بخاری (ح ۳۰۴)]

ہو؟ اس نے کہا نہیں۔ پھر آپ نے پوچھا کیا تم دو ماہ کے مسلسل روزے رکھنے کی طاقت رکھتے ہو؟ اس نے کہا نہیں۔ پھر آپ نے پوچھا کیا تم اتنی استطاعت رکھتے ہو کہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکو؟ اس نے کہا نہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ خاموش ہو گئے۔ اسی اثنا آپ کے پاس کھجوروں کا ایک ٹوکرا لایا گیا، آپ نے پوچھا کہ مجھ سے سوال کرنے والا کہاں ہے؟ سائل نے کہا میں حاضر ہوں۔ آپ نے اس سے کہا کہ یہ کھجوریں لو اور جا کر انہیں صدقہ کر دو۔ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہاں دو پہاڑوں کے درمیان تو کوئی گھرانہ ایسا نہیں جو میرے گھرانے سے زیادہ محتاج ہو! نبی اکرم ﷺ اس بات پر اتنا ہنسے کہ آپ کی داڑھیں نظر آنے لگیں اور آپ نے فرمایا: جاؤ یہ کھجوریں اپنے گھر والوں کو کھلا دو۔<sup>(۱)</sup>

### حالتِ روزہ میں مباح (جائز) امور

#### (۱)..... غسل کرنا:

حالتِ روزہ میں غسل کرنا جائز ہے جیسا کہ ابو بکر بن عبدالرحمن سے مروی ہے کہ انہیں نبی اکرم ﷺ کے صحابہ میں سے ایک صحابی نے بیان کیا کہ

((لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بِالْعَرَجِ يَضُبُّ عَلَى رَأْسِهِ الْمَاءَ وَهُوَ صَائِمٌ مِنَ الْعَطَشِ أَوْ مِنَ الْحَرِّ))

”میں نے حضور نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ روزہ کی حالت میں تھے اور گرمی یا پیاس کی وجہ سے اپنے سر پر پانی بہا رہے تھے۔“<sup>(۲)</sup>

اسی طرح اگر کوئی شخص جنبی حالت میں صبح کرے اور وقت کی کمی کی وجہ سے غسل کرنے سے پہلے روزہ رکھ لے اور بعد میں غسل جنابت کرے تو ایسا کرنا جائز ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ اس طرح کر لیا کرتے تھے۔<sup>(۳)</sup>

#### (۲)..... مسواک (منجن) کرنا:

حالتِ روزہ میں مسواک کرنے میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

(۱) [بخاری (ح ۱۹۳۶)]

(۲) [ابوداؤد: کتاب الصیام (ح ۲۳۶۵)]

(۳) [دیکھیے: بخاری: کتاب الصوم: باب الصائم یصح جنبا، باب اغتسال الصائم]



((رأيت النبي ﷺ يستاك وهو صائم مالا احصى او اعد))<sup>(۱)</sup>

”میں نے حضور نبی کریم کو روزہ کی حالت میں اتنی مرتبہ سوال کرتے ہوئے دیکھا کہ گن نہیں سکتا۔“

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ((بستاك اول النهار و آخره))

”حضورؐ (روزہ کی حالت میں) دن کے پہلے حصہ میں بھی مسواک کرتے اور آخری حصہ میں بھی مسواک کر لیا کرتے تھے۔“<sup>(۲)</sup>

محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ

”ترسواک میں بھی کوئی حرج نہیں۔ کسی نے ان سے کہا کہ اس میں تو ذائقہ ہوتا ہے؟ آپ نے

کہا ذائقہ تو پانی میں بھی ہوتا ہے جبکہ تم حالت روزہ میں اس سے کلی کرتے ہو!“<sup>(۳)</sup>

اس سے معلوم ہوا کہ بعض مسواکین ذائقہ دار ہوتی ہیں مگر ان سے دانت صاف کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اسی پر قیاس کرتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ منجن (توتھ پیسٹ) کرنے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا بشرطیکہ یہ حلق سے معدہ میں نہ جائے۔

### (۳)..... ہنڈیا کا ذائقہ (نمک، مرچ) چکھنا:

منجن کی طرح ہنڈیا سے نمک، مرچ، مسالہ (ذائقہ) چکھنے کو بھی ذائقے والی مسواک پر قیاس کیا جاسکتا ہے۔ علاوہ ازیں بعض صحابہؓ سے بھی اس سلسلہ میں جواز کے فتوے موجود ہیں مثلاً حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((لاباس ان يتطعم القدر او الشىء)) [بخاری: ایضاً]

”روزہ دار ہنڈیا یا کسی اور دوسری چیز کا ذائقہ چکھ لے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔“

لیکن یہ احتیاط کی جائے کہ ذائقہ معلوم کرنے کے بعد متعلقہ چیز کو منہ میں نگلا نہ جائے بلکہ اسے تھوک دیا جائے اور کلی کر لی جائے۔

### (۴)..... قے آنا:

قصد اُتے کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے مگر خود بخود قے آنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ دلیل گزر چکی ہے۔

(۱) [بخاری: کتاب الصوم: باب سواك الرطب واليابس للصائم]

(۲) [بخاری: کتاب الصوم: باب اغتسال الصائم] (۳) [ایضاً]

(۵)..... غیر ارادی طور پر کسی چیز کا حلق میں جانا:

اگر غیر ارادی طور پر کوئی چیز مثلاً مکھی، مچھر، پانی وغیرہ (معدہ) میں چلا جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا جیسا کہ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں:

((اذا دخل حلقه الذباب فلا شيء عليه)) ”اگر حلق میں مکھی چلی جائے تو کوئی حرج نہیں۔“<sup>(۱)</sup>

اسی طرح اگر تالاب میں نہاتے یا وضو اور غسل کرتے ہوئے غیر ارادی طور پر پانی حلق سے معدہ میں اتر جائے تو اس سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔

(۶)..... سرمہ لگانا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ، حسن بصریؒ، اور ابراہیم نخعیؒ سے منقول ہے کہ وہ روزہ کی حالت میں سرمہ لگانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔<sup>(۲)</sup>

(۷)..... تیل لگانا، کنگھی کرنا:

روزے کی حالت میں تیل لگانے اور کنگھی کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

((اذا كان يوم صوم احدكم فليصبح دهينا متر جلا))

”جب تم میں سے کسی نے روزہ رکھا ہو تو اسے چاہیے کہ تیل لگا کر اور کنگھی کر کے صبح کرے۔“<sup>(۳)</sup>

(۸)..... میاں بیوی کی بوس و کنار بشرطیکہ:

حالت روزہ میں میاں بیوی کی باہمی بوس و کنار جائز ہے بشرطیکہ دونوں اپنی خواہش پر کنٹرول رکھ سکتے ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

((كان النبي يقبل ويباشر وهو صائم وكان املككم لاربه))

”اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم حالت روزہ میں اپنی بیوی سے مباشرت (بوس و کنار وغیرہ) کرتے تھے مگر وہ تم سب سے زیادہ اپنی خواہش پر کنٹرول رکھتے تھے۔“<sup>(۴)</sup>

(۱) [بخاری: کتاب الصوم: باب الصائم اذا اكل او شرب ناسيا]

(۲) [بخاری: کتاب الصوم: باب اغتسال الصائم]

(۳) [بخاری: ايضاً] (۴) [بخاری: کتاب الصوم: باب المباشرة للصائم (ح ۱۹۲۷)]

## (۹).....حالتِ روزہ میں ادویات کا استعمال:

حالتِ روزہ میں جسم کے بیرونی حصہ پر کسی بھی طرح کی دوا استعمال کی جاسکتی ہے بشرطیکہ وہ حلق، معدہ اور پیٹ تک نہ پہنچے مثلاً جسم کے کسی حصہ پر زخم ہو تو اس پر دوا لگائی جاسکتی ہے۔ ورم ہو تو اس پر مالش کی جاسکتی ہے۔ لیکن اگر ناک، کان، آنکھ وغیرہ میں ایسی دوا ڈالی جائے جو حلق (معدے) تک جا پہنچے تو اس سے روزہ ٹوٹے گا یا نہیں؟ اس میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ بہتر یہی ہے کہ حالتِ روزہ میں ایسی ادویات کے استعمال سے گریز کیا جائے۔ [اس سلسلہ میں مزید تفصیلات کے لیے ہماری کتاب: ”عبادات“ کی طرف رجوع فرمائیں]

## روزہ کی رخصتیں

## (۱).....حالتِ سفر میں روزہ رکھنا اور چھوڑنا دونوں طرح جائز ہے:

حالتِ سفر میں روزہ رکھنا اور چھوڑنا دونوں طرح درست ہے۔ البتہ روزہ چھوڑنے کی صورت میں بعد میں اس کی قضائی دینا ہوگی۔ اسی طرح اگر سفر میں روزہ رکھا ہو مگر مشقت کی وجہ سے روزہ توڑنا پڑ جائے تو اس صورت میں بھی صرف قضائی دینا ہوگی، کسی قسم کا کفارہ لازم نہیں آئے گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((ان حمزة بن عمرو الاسلمی قال للنبی: أوصوم فی السفر؟ وکان کثیر الصیام، فقال ان شئت فصم وان شئت فافطر))

”حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ، بکثرت روزہ رکھا کرتے تھے، انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھا: کیا میں سفر میں روزہ رکھ سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: اگر چاہا ہو تو رکھ لو اور چاہا ہو تو نہ رکھو۔“<sup>(۱)</sup>

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے (حالتِ سفر میں) روزہ رکھا بھی ہے اور روزہ چھوڑا بھی۔ اس لیے تم میں سے جو چاہے (حالتِ سفر) روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔“<sup>(۲)</sup>

## (۲)..... بیمار اور بوڑھا روزہ چھوڑ سکتے ہیں:

بیمار شخص روزہ چھوڑ سکتا ہے البتہ صحت یاب ہونے کے بعد چھوڑے ہوئے روزوں کی قضا دینا ہوگی جیسا

(۱) [بخاری: کتاب الصوم: باب الصوم فی السفر والافطار (ح-۱۹۴۳)]

(۲) [بخاری: کتاب الصوم: باب من افطر فی السفر (ح-۱۹۷۸)]

کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾ [البقرة: ۱۸۴]

”جو شخص مریض ہو یا سفر پر ہو، اسے چاہیے کہ دوسرے دنوں میں گنتی (یعنی روزوں) کو پورا کرے۔“

اگر بڑھاپے کے ضعف کی وجہ سے روزہ رکھنا ممکن ہی نہ رہے تو ایسی صورت میں چھوڑے گئے ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو بطور فدیہ (کفارہ) کھانا دینا پڑے گا جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

((الْشَيْخُ الْكَبِيرُ وَالْمَرْأَةُ الْكَبِيرَةُ لَا يَسْتَطِيعَانِ أَنْ يَصُومَا فَيَطْعِمَانِ مَكَانَ كُلِّ يَوْمٍ مِسْكِينًا))

”وہ بوڑھے مرد یا عورت جو روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے، وہ ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں۔“ (۱)

اسی طرح سنن دارقطنی وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں ہے کہ

((رخص للشيخ الكبير ان يفطر ويطعم عن كل يوم مسكيناً ولا قضاء عليه))

”بوڑھے شخص کو یہ رخصت دی گئی ہے کہ وہ ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دے اور اس پر قضا نہیں ہے۔“ (۲)

اگر کسی شخص کی بیماری کی نوعیت ہی ایسی ہو کہ آخردم تک صحت بحال نہ ہو سکے اور اس بیماری ہی میں انسان فوت ہو جائے تو اس کی طرف سے روزے کی قضا یا فدیہ بھی ضروری نہیں۔ کیونکہ اس شخص کو حالت صحت میں روزہ رکھنے کا وقت ہی نہیں ملا۔ اور جس چیز کا اسے وقت ہی نہیں ملا اس کی ادائیگی کا تقاضا اس سے نہیں کیا جاسکتا لہذا اس کے اولیاء اس کی طرف قضائی یا فدیہ کے پابند نہیں ہیں۔ البتہ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بوڑھا شخص بھی تو بیمار کی طرح معذور ہوتا ہے مگر اس کی طرف سے فدیہ کی ادائیگی ضروری ہے پھر اس پر بیمار رہ کر فوت ہونے والے شخص کو قیاس کیوں نہیں کیا جاسکتا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عبادات میں قیاس نہیں چلتا۔

(۱) [بخاری: کتاب التفسیر: باب فمن شهد منكم الشهر فليصمه (ح ۴۵۰۵) دارقطنی (ج ۲ ص ۲۰۵)]

(۲) [دارقطنی (ج ۲ ص ۲۰۵) حاکم (ج ۱ ص ۴۰۴)]

(۳)..... حاملہ اور مرضعہ عورت بھی روزہ چھوڑ سکتی ہے:

حاملہ اور بچے کو دودھ پلانے والی عورت اگر روزے کی استطاعت نہ رکھتی ہو یا روزہ رکھنے کی صورت میں بچے کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو وہ روزہ چھوڑ سکتی ہے اور اگر وہ چاہے تو بعد میں قضائی دے لے یا چاہے تو ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا دے دے جیسا کہ حدیث نبویؐ ہے:

((ان الله وضع شطر الصلاة او نصف الصلاة والصوم عن المسافر وعن المرضع او الحبلی))

”اللہ تعالیٰ نے مرضعہ اور حاملہ عورت کو نماز اور روزے میں رخصت دی ہے۔“<sup>(۱)</sup>

ایک روایت میں ہے کہ ”حاملہ اور مرضعہ عورت اپنے چھوڑے ہوئے ہر روزہ کے بدلے میں ایک مسکین کو کھانا دے۔“<sup>(۲)</sup>

## آداب روزہ

(۱)..... جھوٹ اور گناہ سے پرہیز:

روزے کی حالت میں جھوٹ، اور برے کاموں سے اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلُ بِهِ فَلَيْسَ لِلَّهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ))

”جو شخص حالت روزہ میں جھوٹی بات اور اس پر عمل نہیں چھوڑتا، تو اس کے بھوکے پیاسے رہنے کی اللہ کو کوئی پروا نہیں۔“<sup>(۳)</sup>

(۲)..... لڑائی جھگڑے اور گالی گلوچ وغیرہ سے پرہیز:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((الصيام جنة واذا كان يوم صوم احدكم فلا يرفث ولا يصخب فان سابه احد او قاتله

فليقل اني امر و صائم))<sup>(۴)</sup>

(۱) [ابوداؤد (ح ۲۴۰۷)]

(۲) [سنن دارقطنی (ج ۲ ص ۲۰۷)]

(۳) [بخاری: کتاب الصوم: باب من لم يدع قول الزور..... (ح ۱۹۰۳)]

(۴) [بخاری: کتاب الصوم: باب هل يقول اني صائم اذا شتم (ح ۱۹۰۴)]

”روزہ (گناہوں سے بچانے والی) ڈھال ہے۔ لہذا جب تم میں سے کوئی شخص روزہ رکھے تو وہ نچس گفتگو نہ کرے، بیہودہ پن کا مظاہرہ نہ کرے۔ اور اگر کوئی دوسرا شخص اس روزہ دار سے گالی گلوچ کرے یا لڑائی جھگڑا کرے تو روزہ دار اسے کہے کہ (بھائی!) میں روزے سے ہوں (اس لیے تمہاری باتوں کا جواب نہیں دوں گا)“

(۳)..... میاں بیوی کا بغلیگر ہونے سے اجتناب:

میاں بیوی کو حالتِ روزہ میں ایک دوسرے سے بغلیگر ہونے اور بوس و کنار کرنے سے احتیاط کرنی چاہیے کیونکہ عین ممکن ہے کہ وہ خواہشات سے مغلوب ہو کر حالتِ روزہ ہی میں جنسی تعلق قائم کر بیٹھیں اور نوجوان شخص سے اس کی زیادہ توقع ہوتی ہے۔ اسی لیے حضور نبی کریم ﷺ نوجوانوں کے لیے بوس و کنار بھی پسند نہیں فرماتے تھے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

((إِنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ عَنِ الْمُبَاشَرَةِ لِلصَّائِمِ؟ فَرَخَّصَ لَهُ وَأَتَاهُ آخِرُ فَسَأَلَهُ فَنَهَاهُ فَاذَّالَّذِي رَخَّصَ لَهُ شَبِيعٌ وَالَّذِي نَهَاهُ شَابٌ))

”ایک آدمی نے نبی کریم سے روزے کی حالت میں بیوی سے بغلیگر ہونے کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے اسے اس کی اجازت دے دی۔ پھر ایک اور آدمی آیا اور اس نے بھی وہی سوال کیا مگر آپ نے اس کو اجازت نہ دی۔ (ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں) جس شخص کو آپ نے اجازت دی تھی وہ بوڑھا شخص تھا اور جس کو اجازت نہ دی وہ جوان آدمی تھا۔“<sup>(۱)</sup>

(۴)..... کلی کرتے اور ناک صاف کرتے ہوئے احتیاط:

حالتِ روزہ میں دورانِ وضو کلی کرتے اور ناک صاف کرتے ہوئے احتیاط کرنی چاہیے اور منہ یا ناک میں اس طرح پانی نہیں ڈالنا چاہیے کہ اس کا حلق میں جا ترنے کا اندیشہ ہو جیسا کہ حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

((قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَخْبِرْنِي عَنِ الْوُضُوءِ قَالَ اسْبِغِ الْوُضُوءَ وَخَلِّ بَيْنَ الْأَصَابِعِ وَبَالِغِ فِي الْإِسْتِنْشَاقِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ صَائِمًا))<sup>(۲)</sup>

[ابو داؤد (ح ۲۳۶۶)] (۲)

(۱) [ابو داؤد (ح ۲۳۸۷)]

”میں نے کہا یا رسول اللہ! وضو کے بارے میں کچھ بتائیں۔ آپ نے فرمایا کہ وضو اچھی طرح کرو۔ انگلیوں کے درمیان خلال کرو اور ناک میں اچھی طرح پانی ڈالو لیکن اگر روزہ ہو تو پھر (ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ) نہ کرو۔“

## آدابِ افطاری

### (۱) کھجور یا پانی سے روزہ کھولنا:

سنت طریقہ یہ ہے کہ روزہ یا تو کھجور سے افطار کیا جائے یا پھر سادے پانی سے۔ جیسا کہ حضرت سلیمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا افْطَرَ أَحَدُكُمْ فَلْيَفْطِرْ عَلَيَّ تَمْراً فَإِنَّهُ بَرَكَةٌ فَإِنْ لَمْ يَجِدْ تَمْراً فَالْمَاءَ فَإِنَّهُ طُهُورٌ))<sup>(۱)</sup>

”جب تم میں سے کوئی شخص روزہ افطار کرنے لگے تو اسے چاہیے کہ کھجور سے روزہ افطار کرے کیونکہ اس میں برکت ہے اور اگر کھجور دستیاب نہ ہو تو پھر پانی سے افطار کر لے کیونکہ پانی پاک کرنے والا ہے۔“

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول نماز (مغرب) پڑھنے سے پہلے چند تازہ کھجوریں کھا کر روزہ افطار کرتے۔ اگر تازہ کھجوریں نہ ہوتیں تو خشک کھجوروں سے افطار کر لیتے اور اگر وہ بھی نہ ہوتیں تو پانی کے چند گھونٹ پی (کر روزہ افطار کر) لیتے۔“<sup>(۲)</sup>

### (۲)..... افطاری کی دعائیں:

روزہ افطار کرتے ہوئے بسم اللہ کے علاوہ درج ذیل دعائیں بھی پڑھنی چاہئیں:

(۱)..... ((ذَهَبَ الظَّمْأُ وَابْتَلَّتِ العُرُوقُ وَبَسَّتِ الأَجْرُنُ شَاءَ اللّهُ))

”پیاس ختم ہوگئی، رگیں تر ہو گئیں اور اگر اللہ نے چاہا تو اجر ثابت ہو گیا۔“<sup>(۳)</sup>

(۲)..... ((اللّهُمَّ إِنِّي لَكَ صُومْتُ وَعَلَى رِزْقِكَ أَفْطَرْتُ))

”یا اللہ! میں نے تیرے لیے روزہ رکھا اور تیرے رزق پر اسے افطار کر رہا ہوں۔“<sup>(۴)</sup>

(۱) [ترمذی (ح ۶۵۸)]

(۲) [ابوداؤد (ح ۲۳۵۶)]

(۳) [ابوداؤد (ح ۲۳۵۷)]

(۴) [ابوداؤد (ح ۲۳۵۸)]

اس کے علاوہ دین و دنیا کی بھلائی کی کوئی بھی دعا اس وقت کی جاسکتی ہے کیونکہ یہ قبولیت کا وقت ہے۔

(۳)..... غروب آفتاب کے بعد افطاری میں جلدی:

غروب آفتاب کے ساتھ ہی چونکہ افطاری کا وقت ہو جاتا ہے، اس لیے افطاری کا وقت ہو جانے کے بعد مزید تاخیر نہیں کرنی چاہیے جیسا کہ حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((لا يزال الدين ظاهرا ما عمل الناس الفطر لان اليهود والنصارى يؤخرون))

”یہ دین ہمیشہ غالب رہے گا جب تک کہ لوگ افطاری میں جلدی کرتے رہیں گے کیونکہ یہودی اور عیسائی افطاری میں تاخیر کرتے ہیں۔“<sup>(۱)</sup>

یاد رہے کہ افطاری میں جلدی کرنے کا یہ مطلب بھی نہیں کہ وقت ہونے سے پہلے ہی روزہ افطار کر لیا جائے۔



(۱) [ابوداؤد (ح ۲۳۵۳)]



## عورت کے روزہ سے متعلقہ چند اہم فتوے

**سوال:** ایک لڑکی پر روزہ کب واجب ہوتا ہے؟

**جواب:** کسی لڑکی پر روزہ اس وقت واجب ہوتا ہے جب وہ بلوغت کی عمر کو پہنچ جائے۔ بلوغت کی علامت یہ ہے کہ یا تو وہ پندرہ سال پورے کر لے یا اس کی شرم گاہ کے ارد گرد بال آگ آئیں یا انزال منی ہو یا حیض آنے لگے اور استقرا حمل ممکن ہو۔ جب کسی لڑکی میں ان میں سے کوئی علامت پائی جائے تو اس پر روزہ لازم ہو جاتا ہے، چاہے وہ دس سال کی عمر ہی میں کیوں نہ ہو، کیونکہ بہت سے لڑکیاں دس گیارہ سال میں حائضہ ہو جاتی ہیں، لیکن ان کے گھر والے سستی کرتے ہیں اور انہیں کم سن اور نابالغ سمجھ کر روزے کا حکم نہیں دیتے حالانکہ یہ بات غلط ہے، کیونکہ لڑکی جب حائضہ ہو جاتی ہے تو وہ عورت کے حکم میں جا پہنچتی ہے اور شرعی احکام کی مکلف ہو جاتی ہے۔ [فتاویٰ الصیام للشیخ عبداللہ بن جبرین، ص ۲۲۳]

**سوال:** میری بیٹی کی عمر تیس سال ہے، اس کے بچے بھی ہیں، لیکن گزشتہ چودہ سالوں سے وہ دماغی مرض میں مبتلا ہے۔ شروع میں اسے یہ مرض کبھی لاحق ہوتا اور کبھی ختم ہو جاتا تھا، لیکن اس مرتبہ خلاف معمول یہ مرض طویل ہو گیا ہے۔ تقریباً تین مہینوں سے وہ اس عارضہ میں مبتلا ہے، اس وجہ سے وہ اچھی طرح نہ نماز ادا کر پاتی ہے اور نہ وضو کر سکتی ہے مگر یہ کہ کوئی اسے ہر بات بتائے۔ اس ماہ رمضان میں اس نے صرف ایک دن روزہ رکھا اور وہ بھی اچھی طرح نہیں جبکہ بقیہ ایام کے روزے وہ نہیں رکھ سکی۔ آپ ہماری رہنمائی فرمائیں کہ مجھ پر اور میری بیٹی پر کیا واجب ہے؟ واضح رہے کہ اس وقت میں ہی اس کی ذمہ دار ہوں۔

**جواب:** سوال میں ذکر کردہ صورت حال کی رو سے اس پر نماز و روزہ کی ادائیگی یا اس کی قضا واجب نہیں ہے اور تمہارے لیے صرف اس کی نگہداشت کافی ہے کیونکہ تم اس کی ذمہ دار ہو۔ حدیث نبویؐ ہے:

((کلکم راع وکلکم مسؤل عن رعیتہ))

”تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور ہر ایک سے اس کی ذمہ داری کے متعلق سوال کیا جائے گا۔“

البتہ جب اسے مرض سے افاقہ ہو تو اس وقت جس نماز کا وقت ہوگا اس کی ادائیگی اس پر واجب ہوگی۔ اسی طرح رمضان میں وہ صرف انہی دنوں کے روزے رکھے گی جن دنوں میں اسے افاقہ ہوگا۔ [فتاویٰ

الصیام للشیخ عبداللہ بن جبرین (ص ۵۹)]

**سوال:** جب عورت طلوع فجر کے بعد حیض سے پاک ہو جائے تو کیا وہ اس دن کا روزہ رکھے گی؟ یا اس کو اس دن کی قضا کرنی ہوگی؟

**جواب:** جب عورت طلوع فجر کے بعد پاک ہو جائے تو اس دن روزہ رکھنے کے سلسلہ میں علماء کی دو آراء ہیں۔ پہلی یہ کہ عورت اس دن کھانے پینے سے باز رہے، لیکن یہ اس کا روزہ نہ ہوگا بلکہ اسے بعد میں اس کی قضا دینا ہوگی۔ امام احمد بن حنبل کا مشہور قول یہی ہے۔ اور دوسری رائے یہ ہے کہ اس پر اس دن کے بقیہ حصے میں کھانے پینے سے رکے رہنا لازم نہیں ہے کیونکہ اس کے لیے اس دن کا روزہ صحیح نہیں، کیونکہ روزے کے وقت میں وہ حائضہ ہی تھی اور حائضہ پر روزہ نہیں ہے..... اسی رائے کو ہم راجح سمجھتے ہیں۔ بہر حال دونوں صورتوں میں عورت کے ذمہ اس دن کے روزے کی قضا لازم ہوگی۔ [۵۲۱-۵۲۲ الاصل احکام

الحیض للشیخ ابن عثیمین: ص ۱۰۹]

**سوال:** ایک عورت نے روزہ رکھا اور سورج ڈوبنے کے وقت اور اذان سے کچھ دیر قبل اس کو حیض آ گیا۔ کیا اس کا روزہ باطل ہو جائے گا؟

**جواب:** سورج ڈوبنے سے قبل جب عورت کو حیض آ جائے تو روزہ باطل ہو جائے گا اور وہ اس کی قضا کرے گی اور اگر سورج ڈوبنے کے بعد حیض آئے تو روزہ صحیح ہے اور اس پر قضا نہیں ہے۔ [فتاویٰ اللحنۃ

الدائمة: فتویٰ از افتاء کمیٹی، ج ۱۰ ص ۱۵۵]

**سوال:** حالتِ روزہ میں سرمہ اور زیب و زینت کی دوسری چیزوں کے استعمال کا کیا حکم ہے؟

**جواب:** اہل علم کے دو اقوال میں سے صحیح قول یہ ہے کہ مرد و زن کے لیے سرمہ لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا لیکن بہتر یہ ہے کہ اس کا استعمال رات کو کیا جائے۔ اسی طرح وہ اشیاء جن سے چہرے میں حسن و جمال پیدا ہوتا ہے مثلاً صابن، تیل اور کریم وغیرہ جو جلد کے اوپر استعمال ہوتی ہیں، ان کے استعمال سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ البتہ اگر یہ چیزیں چہرے کے لیے نقصان دہ ہوں تو پھر ان کا استعمال مناسب نہیں۔ [کتاب

فتاویٰ الدعوة للشیخ ابن باز: ج ۲ ص ۱۷۰]

**سوال:** کیا نماز سے پہلے اور حالتِ روزہ میں مہندی لگانا جائز ہے؟ میں نے سنا ہے کہ مہندی لگانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

**جواب:** اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ مہندی لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اسی طرح حالتِ روزہ میں سرمہ

لگانا یا کان اور آنکھ میں دوا ڈالنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح مہندی لگانے سے وضو میں رکاوٹ نہیں ہوتی کیونکہ مہندی میں کوئی ایسی تہہ یا اجزاء نہیں ہوتے جو پانی کو جلد تک پہنچنے سے روکیں، بلکہ یہ تو صرف رنگ ہوتا ہے۔ البتہ کوئی ایسی موٹی اور تہہ والی چیز جو پانی کو جلد تک پہنچنے سے روکتی ہو، اسے لگا کر وضو نہیں کرنا چاہیے بلکہ وضو سے پہلے اسے صاف کرنا ضروری ہے۔ [فتاویٰ نور علی الدرب للشیخ ابن

عثمیں (ص ۴۶)]

**سوال:** افتاء کمیٹی سے دریافت کیا گیا کہ جو شخص اس حال میں فوت ہو کہ اس پر رمضان کے روزوں کی قضا ہو تو کیا اس کی طرف سے روزے رکھے جائیں گے یا مسکین کو کھانا دیا جائے گا؟ او اگر اس کے ذمہ نذر کے روزے ہوں، تو پھر اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

**جواب:** جب کوئی شخص اس حالت میں مرے کہ اس پر رمضان کے کچھ روزے باقی ہوں تو اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں: ایک صورت یہ ہو سکتی ہے کہ اس نے اس لیے روزے نہ رکھے کہ اسے مرض سے افاقہ نہ ہو۔ کا یہاں تک کہ وہ فوت ہو گیا، تو ایسی صورت میں اس پر کچھ بھی واجب نہیں ہے۔ نہ اس کی طرف سے روزوں کی قضا کی جائے گی اور نہ ہی مسکین کو کھانا کھلایا جائے گا، کیونکہ وہ بیماری کے سبب روزوں کی قضا سے معذور رہا۔

دوسری صورت یہ ہوگی کہ وہ اس بیماری سے جس کے سبب اس نے روزے ترک کئے، شفا یاب ہو گیا مگر اس نے روزے نہ رکھے حتیٰ کہ دوسرا رمضان آ گیا اور دوسرے رمضان کے بعد وہ فوت ہو گیا تو ایسی صورت میں واجب ہے کہ اس کی جانب سے ہر دن کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے، کیوں کہ اس نے قضا روزے رکھنے میں اپنی کوتاہی کے سبب اس قدر تاخیر کی کہ دوسرا رمضان آ گیا یہاں تک کہ وہ قضا کئے بغیر انتقال کر گیا۔ اس کی جانب سے فدیہ کے علاوہ روزہ رکھنے کے سلسلہ میں علماء کے مابین اختلاف ہے۔

رہا نذر اور منت کا روزہ، تو اس کی جانب سے ایسا روزہ رکھنا واجب ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ((من مات وعليه صوم صام عنه وليه)) ”جو شخص فوت ہو جائے اور اس کے ذمہ روزے ہوں تو اس کے اولیاء اس کی جانب سے روزے رکھیں۔“ اور ایک روایت میں ہے: ”اس (مرنے والے) کے ذمہ نذر کا روزہ ہو تو اس کی جانب سے اس کا ولی روزہ رکھے۔“ [فتاویٰ اللجنة الدائمة]

**سوال:** افتاء کمیٹی سے ایک سائل نے پوچھا کہ میری بوڑھی ماں رمضان سے کچھ دن پہلے ایسی بیمار ہوئی کہ مرض نے اسے انتہائی لاغر کر دیا۔ رمضان میں اس نے پندرہ دن روزے رکھے لیکن باقی روزے نہ رکھ سکی اور اب وہ ان چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا سے بھی عاجز ہے تو کیا اس کی طرف سے فدیہ دینا جائز ہے اور یومیہ کتنا فدیہ دینا ہوگا؟ واضح ہو کہ میں ہی اس کی کفالت کرتا ہوں تو کیا میں اس کی جانب سے فدیہ (صدقہ) ادا کر سکتا ہوں جب کہ اس کے پاس خود فدیہ دینے کے لیے کچھ نہیں ہے؟

**جواب:** جو کوئی بڑھا پے یا کسی ایسی بیماری کے سبب جس کے ختم ہونے کی امید نہ ہو، روزہ رکھنے سے عاجز آ جائے تو وہ روزہ چھوڑ دے اور ہر روزہ کے عوض ایک مسکین کو کھانا دے دے۔ اس سلسلہ میں قرآن مجید میں ہے:

﴿وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ﴾ [البقرة]

”اور ایسے لوگوں پر جن کے لیے روزہ باعثِ مشقت ہو، بطور فدیہ ایک مسکین کو کھانا دینا (لازم) ہے۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ آیت عمر دراز بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتوں کے لیے رخصت کے طور پر اتری ہے جو روزے نہ رکھ سکتے ہوں تو ہر دن کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں۔ (بخاری)

لہذا تمہاری ماں پر واجب ہے کہ ہر چھوڑے ہوئے روزہ کے عوض ایک مسکین کو کھانا دے اور اس کی مقدار عام استعمال کی جانے والی غذا کا آدھا صاع (تقریباً سو اکیلو) ہے۔ اور اگر وہ اپنی جانب سے (بذات خود) مسکین کو کھانا دینے سے عاجز ہے تو اس پر کچھ بھی واجب نہیں ہے اور اگر تم اس کی جانب سے کھانا کھلاتے ہو تو یہ احسان ہوگا اور اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔ [فتاویٰ از افتاء کمیٹی،

بحوالہ: فتاویٰ الصیام: ص ۵۸]

**سوال:** میں ایک ایسی عورت ہوں جسے اس ماہ رمضان میں ۲۵ تاریخ سے آخر ماہ تک ماہواری آتی ہے پس اگر میں ان یام میں حائضہ ہوگئی تو مجھ سے روزوں کا اجر عظیم فوت ہو جائے گا تو کیا میں حیض روکنے والی گولیاں استعمال کر سکتی ہوں؟

**جواب:** میں اس خاتون سے اور اس جیسی دیگر خواتین سے جنہیں رمضان میں حیض آتا ہے، یہ کہتا ہوں کہ اگر ان سے روزہ، نماز اور تلاوت فوت ہوگئی تو یہ اللہ تعالیٰ کے قضا و قدر کا نتیجہ ہے اور عورت پر لازم ہے کہ وہ صبر کرے اور یہی وجہ ہے کہ جب حضرت عائشہؓ حائضہ ہوئیں تو آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا:

((ان هذا شيء. كتبه الله على بنات آدم))

”یہ ایک ایسی چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی بیٹیوں پر لکھ دیا ہے۔“

اس لیے ہم اس عورت سے کہتے ہیں کہ جو حیض سے آیا ہے، وہ من جانب اللہ بنات آدم کے لیے مقدر ہے۔ لہذا اسے چاہیے کہ وہ صبر کرے اور اپنے آپ کو خطرہ میں نہ ڈالے کیونکہ میں یقینی طور پر یہ کہہ سکتا ہوں کہ مانع حیض گولیاں عورت کی صحت اور رحم (بچہ دانی) پر اثر انداز ہوتی ہیں اور بسا اوقات ان گولیوں کے سبب جنین (پیٹ کے بچے) کی شکل بگڑ جاتی ہے۔ [درس و فتاویٰ للشیخ ابن عثیمین ج ۳ ص ۲۷۳]

**سوال:** کیا عورت حالتِ روزہ میں کھانا کچھ سکتی ہے؟

**جواب:** ہاں اس میں کوئی حرج نہیں جبکہ ضرورت اس کی متقاضی ہو لیکن کھانا کچھ کر تھوک دینا چاہیے۔

[۵۲ سوال الاحکام الحيض للشيخ ابن عثيمين (ص ۲۰)]

**سوال:** ایک عورت نے منت مانی کہ اگر وہ سلامتی کے ساتھ ولادت کے عمل سے گزری اور اس کا بچہ ایک سال تک زندہ رہا تو وہ ایک سال کے روزے رکھے گی۔ پھر اس نے واقعی سلامتی کے ساتھ بچہ جنا اور اب وہ بچہ ایک سال سے بڑا ہو گیا ہے لیکن وہ عورت کہتی ہے کہ اب میں روزے سے عاجز ہوں، ایسی صورت میں اسے کیا کرنا چاہیے؟

**جواب:** اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ نیک کاموں کی نذر ایک عبادت ہے، اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

﴿يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا﴾ [سورة الدهر: ۷]

”وہ اپنی نذریں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی آفت ہر طرف پھیلی ہوگی۔“  
اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((من نذران يطيع الله فليطعه ومن نذران يعص الله فلا يعصه))

”جس نے اللہ کی اطاعت کی نذر مانی تو اس کو چاہیے کہ اس کی اطاعت کرے اور جس نے اللہ کی نافرمانی کی نذر مانی تو اس کو چاہیے کہ وہ اس کی نافرمانی نہ کرے۔“

ایک شخص نے نذر مانی تھی کہ وہ مقامِ بوانہ پر اونٹ فوج کرے گا چنانچہ وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اس سے پوچھا: کیا اس مقام (بوانہ) پر دور جاہلیت میں کسی بت کی پوجا تو نہیں ہوتی تھی؟ آپ سے کہا گیا: نہیں۔ پھر آپ نے پوچھا: کیا وہاں دور جاہلیت میں کوئی میلہ تو نہیں لگتا تھا؟ کہا گیا: نہیں، تو آپ نے فرمایا: تم اپنی نذر پوری کرو کیونکہ اللہ کی نافرمانی و معصیت کی نذر پوری نہیں کی

جاسکتی اور نہ ایسی چیز کی نذر پوری کرنا لازم ہے جس کی طاقت ہی نہ ہو۔“

چونکہ سوال کرنے والی عورت نے ذکر کیا ہے کہ اس نے ایک سال کے روزے رکھنے کی نذر مانی اور ایک سال کا روزہ ’صوم دھر‘ (یعنی مسلسل روزہ) ہے جس سے منع کیا گیا ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((من صام الدهر فلا صام ولا افطر))

”جس نے ہمیشہ روزہ رکھا اس نے نہ روزہ رکھا اور نہ افطار کیا۔“

اور بلاشبہ مکروہ عبادت اللہ تعالیٰ کی معصیت ہے، جسے پورا کرنا جائز نہیں۔ شیخ ابن تیمیہ نے فرمایا کہ اگر کوئی مکروہ عبادت مثلاً پوری رات نفل ادا کرنے کی نذر مانے یا بیہوشی کے روزوں (صوم دھر) کی نذر مانے تو اس پر اس نذر کا پورا کرنا واجب نہیں ہے۔

اس بنا پر مسئلہ پر واجب ہے کہ وہ اپنی نذر چھوڑ دے اور اس کے بدلے قسم کا کفارہ ادا کرے یعنی دس مساکین کو اوسط درجہ کا کھانا کھلائے، یا اوسط درجہ کے کپڑے مہیا کرے یا ایک گردن آزاد کرے۔ اگر یہ سب اس کی طاقت سے باہر ہو تو پھر تین دن لگا تار روزے رکھے۔ [فتاویٰ اللجنة الدائمة: ص ۴۵]

**سوال:** شیخ عبدالعزیز بن باز سے سوال کیا گیا کہ: آج کل مسلمان عورت ٹیلی ویژن، ویڈیو اور ڈش اینٹینا کے پروگراموں کے سامنے بیٹھ کر، بازاروں میں مشگشت کر کے اور سو کر رمضان گزرتی ہے، ایسی مسلمان عورت کو آپ کیا نصیحت کرتے ہیں؟

**جواب:** ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ ماہ رمضان کا احترام کرے اور اس کو اللہ کی عبادت و پرستش سے آباد رکھے اور ہمہ وقت اور بالخصوص رمضان میں اس ماہ کی حرمت و تقدس کے پیش نظر گناہوں اور برائیوں سے دور رہے۔ سینما، ٹیلی ویژن، ویڈیو فلم یا ڈش اینٹینا کے ذریعہ پیش کیے جانے والے ڈراموں، فلموں کو دیکھنے یا بولہب اور گانے سننے کے لیے شب بیداری حرام ہے جبکہ یہی کام اگر رمضان میں کیا جائے تو اس کا گناہ اور زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ اور جب اس طرح کے کاموں میں مشغول ہو کر فرائض و واجبات ضائع کیے جائیں اور نمازوں سے غفلت کا مظاہرہ کرتے ہوئے سویا جائے تو یہ بجائے خود مزید گناہوں کا ارتکاب ہے۔ گناہوں کا یہی نتیجہ ہے کہ ایک گناہ دوسرے کو کھینچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی عافیت میں رکھے۔

بغیر ضرورت عورتوں کا بازاروں میں نکلنا حرام ہے اور جب کسی ضرورت کے لیے نکلنا ہو تو پارہ ہو کر اور عزت و وقار کے ساتھ نکلیں اور مردوں سے اختلاط یا ان کے ساتھ ہمکناری سے پرہیز کریں، البتہ حسب

ضرورت اور فتنہ سے بچتے ہوئے بات کی جاسکتی ہے۔ [مجموع فتاویٰ ومقالات متنوعہ للشیخ ابن باز]

**سوال:** شیخ صالح الفوزان سے پوچھا گیا کہ: وہ اہم امور کون سے ہیں جو عورتوں کے لیے ماہ رمضان میں اللہ کی بندگی میں مدد کرتے ہیں؟

**جواب:** وہ امور حسب ذیل ہیں:

(۱)..... اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا خوف اور یہ اعتقاد کہ وہ بندے کے تمام افعال، اقوال اور نیتوں پر مطلع ہے اور یہ کہ وہ ان چیزوں کا اس سے عنقریب حساب لے گا۔ جب مسلمان کو اس کا صحیح شعور ہو جاتا ہے تو وہ نیکی کے کاموں میں مشغول ہو جاتا ہے، برائیوں سے دور رہتا ہے اور معصیوں سے جلد توبہ کر لیتا ہے۔

(۲)..... بکثرت اللہ کا ذکر اور قرآن کی تلاوت کرنا، کیوں کہ یہ دل کو نرم کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿الذین آمنوا وتطمئن قلوبہم بذكر اللہ الا بذكر اللہ تطمئن القلوب﴾ [الرعد: ۲۸]

”ایمان لانے والوں کے دل اللہ کے ذکر سے مطمئن ہو جاتے ہیں۔ یاد رکھو! دل اللہ کے ذکر سے ہی مطمئن ہوتے ہیں۔“ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبہم﴾ [الانفال: ۲]

”سچے مومن وہ ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں۔“

(۳)..... اللہ کی بندگی سے پھیرنے والی چیزوں سے اجتناب کرنا جو دل میں قساوت و سختی اور اللہ سے دوری پیدا کرتی ہیں اور یہ جملہ معاصی ہیں۔ نیز برے لوگوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، حرام کھانا پینا، اللہ عزوجل کی یاد سے اعراض کرنا اور فاسد فلمیں وغیرہ دیکھنا..... یہ چیزیں انسان کو اللہ سے دور کرتی ہیں۔

(۴)..... عورت کا اپنے گھر کو لازم پکڑنا، بلا ضرورت گھر سے باہر نہ جانا اور حاجت پوری کر کے جلدی گھر لوٹنا۔

(۵)..... رات میں سونا کیونکہ یہ آخر شب میں بیدار ہونے اور تہجد ادا کرنے پر معاون بنتا ہے اور دن میں نیند کے غلبہ کو کم کرتا ہے تاکہ نمازوں کو ان کے مقررہ اوقات میں ادا کرنے پر قدرت حاصل ہو اور آدمی اللہ کی بندگی کے لیے اپنے وقت کا بھرپور استعمال کر سکے۔

(۶)..... غیبت، چغلی، جھوٹ اور حرام گفتگو سے زبان کی حفاظت کرنا اور اس کو ذکر الہی میں مشغول رکھنا۔

[کتاب المنقہ من فتاویٰ الشیخ الفوزان۔ بحوالہ: فتاویٰ برائے خواتین اسلام]



## عورت اور زکاة

’زکوة‘ اسلام کے ارکانِ خمسہ میں شامل ایک اہم رکن ہے جس کا تارک و منکر بلاشبہ کافر و مرتد ہے جیسا کہ قرآن مجید میں کافر و مشرک لوگوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ

﴿فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخِوَانُكُمْ فِي الدِّينِ﴾ (التوبہ: ۱۱)

’اگر وہ (کافر و مشرک سے) توبہ کر لیں اور نماز قائم کرنے اور زکوة ادا کرنے لگیں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔‘ گویا امتِ مسلمہ میں شمولیت اور مسلم برادری کا حصہ بننے کے لئے ضروری ہے کہ (i) کافر و مشرک سے توبہ کی جائے، (ii) نماز ادا کی جائے اور (iii) زکوة ادا کی جائے۔

زکوة ایسا اہم دینی فریضہ ہے کہ سستی اور کاہلی کی وجہ سے اگر کوئی صاحبِ نصاب شخص زکوة ادا نہ کرے تو حکومت وقت جبری طور پر اس سے زکوة وصول کرنے کی مجاز ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں جب بعض قبائل نے زکوة دینے سے انکار کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان کے خلاف قتال کیا۔

### شروطِ زکوة:

جمہور فقہاء نے زکوة کی فرضیت کے حوالے سے جن شروط کو متفقہ طور پر بیان کیا ہے، وہ یہ ہیں:

- ① زکوة سے متعلقہ مال، متعین فرد کی ملکیت ہو۔
- ② اس مال پر اسے ملکِ تام حاصل ہو۔
- ③ وہ مال، نامی (یعنی نشوونما کا متحمل) ہو۔
- ④ وہ مال ضروریاتِ زندگی (حاجاتِ اصلیہ) سے زائد ہو۔
- ⑤ اس مال پر ایک سال کا وقفہ گزر چکا ہو۔
- ⑥ زکوة ادا کرنے میں کوئی مانع (قرض وغیرہ کی موجودگی) نہ ہو۔
- ⑦ وہ مال مقررہ نصاب کو پہنچ چکا ہو۔



## زیورات پر زکوٰۃ:

سونے چاندی کے زیورات پر زکوٰۃ کے حوالہ سے اہل علم میں شروع سے اختلاف چلا آ رہا ہے اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ فقہاء کی ایک بڑی تعداد نے زیورات کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ اور اس سلسلہ میں انہوں نے دو طرح سے استشہاد کیا ہے ایک تو بعض روایات سے استشہاد کیا ہے اور دوسرا سے ذاتی استعمال کی اشیاء پر قیاس کیا ہے۔ جبکہ ان کے برعکس بعض فقہاء جن میں امام ابوحنیفہ بھی شامل ہیں، زیورات پر زکوٰۃ کو فرض قرار دیتے ہیں اور بعض احادیث بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔

مذکورہ بالا مسئلہ میں راقم کی تحقیق یہ ہے کہ زیورات پر عدم زکوٰۃ کے حوالہ سے جن روایات سے استشہاد کیا جاتا ہے ان میں سے کوئی بھی بسند صحیح ثابت نہیں جب کہ اس کے مقابلہ میں بعض ایسی صحیح احادیث موجود ہیں جن میں زیورات پر وجوب زکوٰۃ کی صاف تائید ہوتی ہے اور ان احادیث کی موجودگی میں زیورات کو ذاتی استعمال کی اشیاء پر قیاس کر کے زکوٰۃ سے خارج قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اس سلسلہ میں جو احادیث ملتی ہیں، ان میں سے ایک درج ذیل ہے:

”عمر بن شعیب اپنے والد اور اپنے دادا کے حوالہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت اپنی بیٹی کو لے کر نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوئی اور اس کی بیٹی کے ہاتھوں میں سونے کے دو موٹے کنگن تھے۔ آنحضرت ﷺ نے اس سے پوچھا کہ تم ان کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟ اس نے جواب دیا: نہیں! تو آپ نے فرمایا: کیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں روز قیامت ان کنگنوں کے بدلے آگ کے کنگن پہنا دیں؟ تو اس نے وہ کنگن اتار کر آپ ﷺ کی خدمت میں ڈال دیئے اور کہا کہ میں انہیں اللہ اور اس کے رسول کے لیے پیش کرتی ہوں۔“ (۱)

واضح رہے کہ سعودی عرب کے جید علماء کا بھی یہی فتویٰ ہے کہ زیورات پر زکوٰۃ دی جائے گی بشرطیکہ وہ نصاب کو پہنچ جائیں۔ فتوے کا ترجمہ آگے آ رہا ہے۔

## سونے چاندی کا نصاب:

اگر پانچ اوقیہ (مساوی دو سو درہم یعنی ساڑھے باون تولہ) چاندی یا ۲۰ مثقال (تقریباً ۲۰ دینار یعنی ساڑھے سات تولہ) سونا سال بھر موجود رہے ہوں تو ان کا چالیسواں حصہ (یعنی چاندی کے پانچ درہم اور

(۱) [ابوداؤد: کتاب الزکوٰۃ: باب الکنز مامو (ح ۱۰۶۳) نسائی (ح ۲۴۷۹) احمد (۱۷۸۱/۲) بیہقی (۱۴۰۱۴)]

سونے کا آدھا دینار) بطور زکوٰۃ دیا جائے گا جیسا کہ درج ذیل احادیث سے ثابت ہے:

(۱)..... حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

(( ليس فيما دون خمس اواق من الورق صلقة ))

”پانچ اوقیہ (یعنی دو سو درہم) سے کم (چاندی) پر زکوٰۃ فرض نہیں۔“ (۱)

(۲)..... حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا:

”جب تمہارے پاس دو سو درہم ہوں اور ان پر ایک سال کا عرصہ گزر جائے تو ان میں سے پانچ درہم بطور زکوٰۃ دو اور اسی طرح اگر تمہارے پاس بیس دینار سونا سال بھر رہا ہو تو اس میں نصف دینار زکوٰۃ ہے، اگر ایسا (یعنی یہ دونوں شرائط یا ان میں سے کوئی ایک شرط پوری) نہ ہو تو پھر زکوٰۃ فرض نہیں۔“ (۲)

ہیرے جواہرات وغیرہ پر زکوٰۃ کا مسئلہ:

ہیرے جواہرات وغیرہ اگر تجارت کے لئے رکھے ہوں تو پھر بلا اختلاف اموال تجارت کی طرح ان پر بھی زکوٰۃ فرض ہوگی لیکن اگر یہ ذاتی استعمال (مثلاً زیب و زینت کے لئے) یا کاروباری استعمال مثلاً آلات کے لئے ہوں تو پھر بلا نزاع ان پر کوئی زکوٰۃ نہیں، خواہ یہ کتنے ہی قیمتی کیوں نہ ہوں۔ جمہور ائمہ سلف کا یہی موقف ہے۔

زکاۃ کے سلسلہ میں خواتین کے لیے چند اہم فتوے

زیورات میں زکاۃ؟

**سوال:** سونے کے زیورات میں زکاۃ کا کیا حکم ہے؟

**جواب:** سونا اور ریشم، عورتوں کے لیے حلال کیے گئے ہیں مگر مردوں کے لیے یہ حلال نہیں ہیں جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

((احل الذهب والحریر لاناث امتی وحرم علی ذکورھا)) [احمد، نسائی، ترمذی]

(۱) [مسلم: کتاب الزکاۃ: لیس فيما دون خمسة اوسق صدقة (ح ۹۸۰) احمد (۲۹۶/۳)]

(۲) [ابوداؤد: کتاب الزکاۃ: باب فی زکاۃ السائمة (ح ۱۰۷۳) واضح رہے کہ اس حدیث کی سند میں اگرچہ ضعف ہے تاہم

یہی مسئلہ اجماع امت سے بھی ثابت ہے: دیکھئے: الاجماع لابن المنذر (ص ۴۴) موسوعة الاجماع (۱/۴۸۳)]

”یعنی سونا اور ریشم میری امت کی عورتوں کے لیے حلال اور مردوں کے لیے حرام کئے گئے ہیں۔“  
 علماء نے زیورات میں زکاۃ واجب ہونے اور نہ ہونے کے سلسلہ میں اختلاف کیا ہے۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ جن زیورات کو عورت خود پہنتی اور دوسروں کو پہننے کے لیے (ادھار) دیتی ہے، ان میں زکاۃ واجب نہیں ہے جبکہ بعض علماء زیورات پر وجوب زکاۃ کے قائل ہیں اور یہی موقف درست ہے یعنی زیورات جب سونے کے نصاب کو پہنچ جائیں اور ان پر ایک سال گزر جائے تو سونے پر زکاۃ سے متعلقہ عمومی دلائل کی روشنی میں اس پر زکاۃ واجب ہے۔ سونے کا نصاب بیس مثقال (یعنی ساڑھے سات تولہ) اور چاندی کا نصاب ایک سو چالیس مثقال (ساڑھے باون تولہ) ہے۔

ایک عورت آپ ﷺ کے پاس آئی، اس کی لڑکی کے ہاتھ میں سونے کے دو کنگن تھے۔ آپ نے فرمایا:  
 ((اتعطين زكاة هذا)) ”کیا تم اس کی زکاۃ ادا کرتی ہو؟“  
 اس نے جواب دیا نہیں۔ آپ نے فرمایا:

((ايسرك ان يسورك الله بهما يوم القيامة سوارين من نار)) [ابوداؤد]

”کیا تم کو یہ بات پسند ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کنگنوں کے بدلے تمہیں قیامت کے دن آگ کے دو کنگن پہنائے؟“ اس حدیث کے راوی عبداللہ بن عمرو بن اعاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس نے دونوں کنگن اتار کر نبی اکرم ﷺ کے پاس ڈال دیئے اور کہا کہ یہ دونوں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے ہیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سونے کا پازیب پہنتی تھیں۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ کیا یہ کنز ہے؟  
 آپ ﷺ نے فرمایا:

((ما بلغ ان تؤدى زكاته فزكى فليس بكنز)) [ابوداؤد، حاکم و صححہ]

”جو اس مقدار کو پہنچ جائے جس کی زکاۃ ادا کی جاتی ہو (یعنی نصاب کو پہنچ جائے) اور اس کی زکاۃ ادا کر دی جائے تو وہ کنز نہیں ہے۔“

امام ابوداؤد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: آنحضرت ﷺ میرے پاس تشریف لائے، اس وقت میرے ہاتھ میں چاندی کی انگوٹھیاں تھیں۔ تو آپ نے فرمایا:  
 ”اے عائشہؓ یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! انہیں میں نے بنوایا ہے تاکہ آپ کے لیے

زینت اختیار کروں، آپ نے فرمایا کہ تم ان کی زکاۃ ادا کرتی ہو؟ میں نے کہا: نہیں، آپ نے فرمایا:  
(هو حسبك من النار)) ”پھر تو یہ تیرے جہنم میں جانے کے لیے کافی ہے!“

اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ جس مال کی زکاۃ نہیں نکالی جاتی وہ کنز ہے اور اس کے سبب صاحب مال  
قیامت کے دن عذاب سے دوچار ہوگا۔ انبیاء بالذہ | مصحح فتاویٰ ومقالات لتفصیح ابن باز، ج ۴، ص ۱۲۴ |  
عورت اپنے زیور کی زکاۃ شوہر کو دے سکتی ہے؟

**سوال:** کیا عورت اپنے زیور کی زکاۃ اپنے شوہر کو دے سکتی ہے؟ واضح ہو کہ شوہر ملازمت پیشہ ہے  
اور اس کی تنخواہ تقریباً چار ہزار ریال ہے لیکن وہ تیس ہزار ریال کا مقروض ہے۔

**جواب:** اہل علم کے صحیح قول کے مطابق عورت کے لیے اپنے زیور یا اس کے علاوہ دیگر اشیاء کی زکاۃ  
اپنے شوہر کو دینے میں کوئی حرج نہیں ہے، بشرطیکہ وہ فقیر محتاج یا مقروض ہو اور قرض کی ادائیگی پر قادر نہ  
ہو۔ عمومی دلائل سے یہ بات ثابت ہے، ایک دلیل یہ ہے:

﴿انما الصدقات للفقراء والمساكين﴾ [التوبة: ۶۰]

”صدقات (زکاۃ) تو فقیروں اور مسکینوں کے لیے ہیں۔“ [فتاویٰ المرأة، از شیخ ابن باز، ج ۲، ص ۴۳]

بہن کے بیٹے کو زکاۃ دی جاسکتی ہے؟

**سوال:** کیا یہ جائز ہے کہ میرا شوہر میری جانب سے زکاۃ نکالے جبکہ اسی نے مجھے مال دیا ہے  
اور کیا زکاۃ میری بیوہ بہن کے بیٹے کو دینی جائز ہے جو جوانی کی عمر گزار رہا ہے اور شادی کی فکر میں ہے؟

**جواب:** تم پر تمہارے مال میں زکاۃ واجب ہے جبکہ وہ تمہارے پاس بقدر نصاب یا اس سے زیادہ ہو  
خواہ سونا ہو یا چاندی یا ان دونوں کے علاوہ کوئی اور مال ہو جس میں زکاۃ واجب ہوتی ہے۔ اور اگر تمہاری  
جانب سے تمہارا شوہر تمہاری اجازت سے زکاۃ نکال دے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح تمہاری  
جانب سے تمہارے والد یا بھائی یا ان کے علاوہ کوئی تیسرا شخص تمہاری اجازت سے زکاۃ ادا کر دے تو اس  
میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ اور تمہاری بہن کے بیٹے کو اس کی شادی میں مدد و تعاون کی خاطر زکاۃ دینا جائز  
ہے بشرطیکہ وہ شادی کے اخراجات سے عاجز ہو۔ [ایضاً: بحوالہ: فتاویٰ برائے خوانین اسلام، ص ۲۱۴]

## ماں کو زکاۃ:

**سوال:** کیا سگی ماں کو زکاۃ دینا جائز ہے؟

**جواب:** کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ اپنی زکاۃ اپنے والدین یا اپنی اولاد پر خرچ کرے، بلکہ جب وہ خرچ کے محتاج ہوں تو اس پر واجب ہے کہ ان پر زکاۃ کے علاوہ اپنے دیگر مال میں سے خرچ کرے اور وہ ان پر خرچ کرنے کی قدرت بھی رکھتا ہو۔ [ایضاً]

## شادی شدہ محتاج بیٹی کو زکاۃ دینا:

**سوال:** کیا میں اپنی شادی شدہ محتاج بیٹی کو زکاۃ دے سکتا ہوں؟

**جواب:** اصول یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو استحقاق زکاۃ کی صفت سے متصف ہو اسے زکاۃ دینی جائز ہے۔ اس بنا پر اپنی شادی شدہ بیٹی اور اس کی اولاد (کہ جن کے اخراجات کا ذمہ دار اب باپ نہیں بلکہ لڑکی کا شوہر ہے) کو زکاۃ دے سکتا ہے۔ ویسے افضل و احوط اور برأت ذمہ کے لحاظ سے زیادہ بہتر یہ ہے کہ بیٹی کی بجائے اس کے شوہر کو زکاۃ دے۔ [دروس و فتاویٰ الحرم المکیٰ لمشیخ ابن عثیمین (ج ۲ ص ۳۹۷)]

## سگی بہن کو زکاۃ دینا:

**سوال:** جب کسی کی سگی بہن غریب محتاج شخص سے بیاہ دی گئی ہو تو کیا اس کے لیے اپنے بھائیوں کی زکاۃ سے کچھ لینا جائز ہے؟

**جواب:** عورت کا خرچ اس کے شوہر پر واجب ہے۔ لیکن شوہر فقیر محتاج ہو تو اس کی بیوی کے بھائیوں کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی بہن کو اپنے مالوں سے زکاۃ دیں تاکہ وہ اس میں سے اپنی ذات پر اور اپنے محتاج شوہر اور اس کی اولاد پر خرچ کرے۔ [مجلد البحوث الاسلامیة (ج ۸، ص ۱۵۷)]

**سوال:** کیا ایسی قریبی رشتہ دار شادی شدہ عورتیں (مثلاً چچا زاد، ماموں زاد اور خالہ زاد بہن) جن کے شوہر تنگ دست ہوں اور ان کی بعض ذاتی ضروریات کی فراہمی میں کمی کرتے ہوں، تو کیا ان رشتہ دار عورتوں کو زکاۃ کا مال دینا جائز ہوگا؟

**جواب:** اس بات میں کوئی شک نہیں کہ مستحقین زکاۃ میں فقراء اور مساکین وغیرہ شامل ہیں۔ جن عورتوں کے متعلق سوال کیا گیا ہے، ان کے فقراء اور مساکین میں داخل ہونے کی تحقیق ان کے احوال کی

معرفت پر موقوف ہے۔ لہذا اگر ان کی یہ ذاتی ضروریات خوراک و پوشاک سے تعلق رکھتی ہوں اور ان کے شوہر اس پر قادر نہ ہوں تو ان کو زکاۃ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر خاص ضرورتوں سے مراد حسن و جمال کی چیزیں خریدنا ہو مثلاً سونا یا اس جیسی دوسری چیز خریدنی ہو تو ان کو زکاۃ کی رقم دینی جائز نہ ہوگی ایضاً ص ۱۷۶ شوہر کو بتائے بغیر صدقہ کرنا:

**سوال:** کیا عورت کے لیے جائز ہے کہ شوہر کو بتائے بغیر اپنے ذاتی مال سے اپنے کسی مردہ رشتہ دار کی جانب سے صدقہ کرے؟ اور اگر وہ اپنے شوہر کے مال میں سے صدقہ کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟

**جواب:** عورت کے لیے اپنے خاص مال سے اپنے فوت شدہ رشتہ داروں کی جانب سے صدقہ کرنا اللہ کی رضا و خوشنودی کے لیے جائز ہے تاکہ اس کا ثواب اور نفع ان کو حاصل ہو۔ کیونکہ وہ اپنے ذاتی مال میں سے تصرف کرتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی مشروع و مقررہ حدود کے اندر رہ کر وہ اپنے مال میں تصرف کے لیے آزاد ہے۔ صدقہ عمل صالح ہے اور اس کا ثواب اس شخص کو پہنچتا ہے جس کی جانب سے صدقہ لیا جائے جبکہ وہ بارگاہ رب العزت میں درجہ قبولیت کو پہنچ جائے۔

رہا شوہر کے مال سے عورت کا صدقہ کرنا تو اگر شوہر اس کو اس سے منع نہ کرتا ہو اور اس بات کو اس نے اپنے شوہر کی طبیعت سے معلوم کیا ہو تو اس میں کوئی مانع نہیں۔ لیکن اگر شوہر اس سے منع کرتا ہو تو یہ تصرف جائز نہ ہوگا۔ [ایضاً بحوالہ فتاویٰ برائے خواہن]



## ☆ عورت اور حج

### محرم کی عدم موجودگی میں عورت کے حج کا مسئلہ:

**سوال:** شیخ محمد بن ابراہیم سے سوال کیا گیا کہ ایک عورت کا محرم نہیں ہے جبکہ اس کا تیرہ سالہ بیٹا اس کے ساتھ ہے، کیا وہ ہمارے قافلے کے ساتھ حج کر سکتی ہے جبکہ اس قافلے میں خواتین کے علاوہ مرد بھی ہے؟

**جواب:** الحمد للہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ وہ اپنا حج کا فریضہ تم لوگوں کی معیت میں ادا کرے جبکہ اس قافلہ میں ثقہ اور قابل اعتماد عورتوں کی ایک جماعت ہو اور ساتھ ہی اس کا تیرہ سالہ لڑکا بھی موجود ہو۔ اگرچہ لڑکے کے اندر محرم ہونے کی شرطیں پوری نہیں ہیں مگر اس کی تلافی ثقہ عورتوں کی ایک جماعت ساتھ ہونے سے ممکن ہے، کیونکہ اہل علم کی ایک جماعت کے نزدیک صرف قابل اعتماد عورتوں کی موجودگی ہی کافی ہے۔

[فتاویٰ و رسائل الشیخ محمد صالح بن ابراہیم]

**سوال:** شیخ محمد بن ابراہیم سے ایسی عورت کے حج کے متعلق پوچھا گیا جو حج میں مامون و محفوظ عورتوں کی ایک جماعت کے ساتھ حج کرنا چاہتی ہے، کیا وہ ایسا کر سکتی ہے؟

**جواب:** بعض اہل علم کے بقول بعض حالات میں وہ ایسا کر سکتی ہے اور حالات چونکہ بدلتے رہتے ہیں، لہذا حالات کے بدلنے سے احکام بھی بدل جاتے ہیں۔ موجودہ زمانے میں شرف و فساد پھیلنا جو اسے اس لیے یہ قول ادنیٰ درجہ کا بھی مستحق نہیں کیونکہ عورتیں جب کسی مرد و اپنے درمیان مداخلت کرتا ہوا دیکھتی ہیں تو اس سے دھوکہ کھا جاتی ہیں اور اپنی غیرت کھو بیٹھتی ہیں، لیکن جب بے حیائی اور فساد کم ہو تو بعض اہل علم نے صورت مسؤلہ کو جائز کہا ہے اور اس پر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی بیوی کے اکیلے مدینہ سے باہر نکلنے والے واقعہ سے دلیل پکڑی ہے اور امر واقعہ بھی یہی ہے، لیکن یہ حکم حالات کے سبب بدلتا رہتا ہے۔ [ایضاً]

ہذا... اس حصے میں ہم سوال و جواب (فتوے) کی صورت میں صرف ایسے اہم مسائل ذکر کر رہے ہیں جن کا تعلق عورت کے ساتھ ہے۔ اس حصہ میں زیادہ تر ”فتاویٰ برائے خواتین اسلام“ حصہ: کتاب الحج، طبع دارالکتب والسنۃ، لاہور سے استفادہ کیا گیا ہے مگر ترمیم و تہذیب کے ساتھ، مزید تفصیلات کے لیے ہماری کتاب ”عبادات“ کا مطالعہ فرمائیں۔ مصنف |

**سوال:** شیخ عبدالعزیز بن باز سے سوال کیا گیا: ایک بے بس عورت نے کچھ اجنبی لوگوں کے ساتھ حج کیا، اس لیے کہ اس نے اپنے قریبی محرم رشتہ داروں سے سفر حج میں چلنے کی درخواست کی مگر سب نے انکار کر دیا۔ بالآخر وہ ایک ایسے آدمی کے ساتھ گئی جس کے ساتھ دو عورتیں بھی تھیں، کیا اس کا حج صحیح ہوگا؟

**جواب:** اس کا حج تو صحیح ہوگا مگر وہ بلا محرم سفر کرنے کے سبب گنہگار سمجھی جائے گی، کیونکہ بے شمار دلائل سے ثابت ہے کہ سفر میں محرم کی موجودگی ضروری ہے۔ لہذا اس عورت پر لازم ہے کہ وہ اللہ کے حضور توبہ کرے۔ [فتاویٰ المرأة: ص ۴۷]

### نابالغ بچہ محرم بن سکتا ہے؟

**سوال:** فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین سے سوال کیا گیا: جب عورت بغیر محرم کے حج کرے تو کیا اس کا حج صحیح ہے اور کیا سن شعور کو پہنچا ہوا بچہ محرم بن سکتا ہے؟

**جواب:** اس کا حج تو صحیح ہے لیکن محرم کے بغیر اس کا سفر کرنا حضور ﷺ کی نافرمانی ہے، آپ نے فرمایا:

((لاتسافر امرأة الا مع ذی محرم)) ”عورت سفر نہ کرے مگر محرم کے ساتھ۔“

اور نابالغ بچے کا محرم ہونا صحیح نہیں ہے، کیوں کہ وہ بچہ تو ابھی خود دوسرے کی ولایت و نگرانی کا محتاج ہے اور جس کی یہ حالت ہو وہ بھلا دوسرے کا ولی اور نگران کیوں کر ہو سکتا ہے۔ محرم کے لیے شرط ہے کہ وہ مرد، بالغ اور عاقل ہو، اور جب وہ ان شرطوں پر پورا نہ اترتا ہو تو محرم نہیں ہو سکتا۔ اس مقام پر ایک معاملہ جو ہمارے لیے بے حد افسوس ناک ہے وہ بعض عورتوں کا بغیر محرم کے ہوائی جہاز سے سفر کرنے کی لاپرواہی ہے۔ عورتیں اس معاملہ میں غفلت برتی ہیں۔ آپ ہوائی جہاز میں تنہا عورت کو پائیں گے اور اس فعل کی علت و توجیہ یہ بتائی جاتی ہے کہ اس کے محرم نے اس ہوائی اڈے سے اس کو رخصت کیا جہاں سے ہوائی جہاز اڑا، اور دوسرا محرم اس ہوائی اڈے پر موجود ہوگا جہاں جہاز اترے گا حالانکہ یہ توجیہ درحقیقت کمزور ہے، کیوں کہ جس محرم نے اس کو رخصت کیا ہے وہ اس کو ہوائی جہاز میں داخل نہیں کرتا بلکہ اس کو وینٹنگ ہال تک پہنچا دیتا ہے اور بعض اوقات جہاز کے اڑان بھرنے میں تاخیر ہوتی ہے ایسی حالت میں یہ عورت بے یار و مددگار ہوتی ہے اور بعض اوقات جہاز اگلے ایئر پورٹ پر جب اترتا ہے تو اس کا محرم کسی وجہ سے وہاں موجود نہیں ہوتا مثلاً کہیں سو پارہ گیا یا بیمار ہو گیا یا بیٹھرا اور رکاوٹ اس کے ایئر پورٹ پہنچنے میں حائل ہوگئی اور



اگر یہ تمام موانعات نہ بھی ہو اور جہاز اپنے وقت پر پہنچ جائے اور اس کا محرم بھی استقبال کے لیے موجود ہو تو سوال یہ ہے کہ وہ شخص جو جہاز میں اس کے بغل میں بیٹھا ہے وہ کیسا آدمی ہے؟ ہو سکتا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے بندوں سے ڈرنے والا نہ ہو۔ ایسی صورت میں وہ اسے بہ کائے گا اور عورت اس سے دھوکہ کھا جائے گی اور فتنے یا حرام کام کا وقوع ممکن ہو جائے گا۔ لہذا عورت پر واجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور بغیر محرم کے سفر نہ کرے اور مردوں پر بھی جنہیں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کا نگران بنایا ہے، واجب ہے کہ وہ اللہ سے ڈریں اور اپنے محارم کی حفاظت و نگہداشت میں کوتاہی نہ کریں تاکہ ان کی غیرت اور دین کی حفاظت ہو کیونکہ مرد اللہ کے ہاں جواب دہ ہیں اور عورتیں ان کے پاس اللہ کی امانت ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ﴾ [التحریم: 6]

”اے ایمان والو! تم اپنے گھر، اولوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں، جس پر سخت دل منبوظ فرشتے مقرر ہیں جنہیں جو حکم اللہ تعالیٰ دیتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ جو حکم دیا جائے، اسے بجا لاتے ہیں۔“ [طاہری الحج، شیخ ابن عثیمین ص ۱۹۹، ۲۰۸]

**سوال:** شیخ محمد بن ابراہیم سے سوال کیا گیا: جب عورت کا محرم حج میں گم ہو جائے تو وہ کیا کرے؟

**جواب:** اگر ظن غالب یہ ہو کہ محرم فناں جائے ہوگا تو اسے تلاش کیا جائے گا ورنہ وہ تنہا محرم کے بغیر ہی سفر کر لے بشرطیکہ اس کا سفر ایسا نہ ہو جو اس کے لیے خطرہ کا باعث ہو۔ [انصاف]

**دوامد کے ساتھ حج کرنا:**

**سوال:** افتاء کمیٹی سے سوال کیا گیا: میں ایک شادی شدہ عورت ہوں اور حج کرنا چاہتی ہوں میں نے اپنے شوہر کے ساتھ چالیس سال زندگی بسر کی جب بھی میں ان سے حج کرنے کا ارادہ ظاہر کرتی ہوں تو وہ اس پر موافقت کرتے ہیں مگر جب حج یا عمرہ کا وقت آتا ہے تو وہ مجھے منع کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میرے موشیوں کی دیکھ بھال کے لیے گھر میں رہوں، حالانکہ خود انہوں نے پانچ مرتبہ حج کیا ہے۔ کیا میں اپنے کسی داماد کے ساتھ حج کے لیے جا سکتی ہوں؟ یاد رہے کہ میرے شوہر اس بات پر بھی راضی نہیں ہیں۔

**جواب:** جب تمہارا معاملہ تمہارے شوہر کے ساتھ واقعی ایسا ہی ہے جیسا کہ تم نے ذکر کیا اور تازہ تو تم نے فریضہ حج یا عمرہ ادا نہیں کیا تو تم پر واجب ہے کہ جن محارم (داماد) کا تم نے ذکر کیا ہے ان کے ساتھ سفر کر لو۔ چاہے تمہارا شوہر اس بات کی اجازت دے یا نہ دے، کیونکہ ادائیگی حج پر قدرت رکھنے کے باوجود تمہارا حج نہ کرنا گناہ اور خالق کی نافرمانی ہے اور خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے۔ [فتاویٰ منحة النساء (ج ۱۱، ص ۱۹، صدوی سنہ: ۱۳۵۹)]

### طواف شروع کرنے سے پہلے حجرِ اسود کو بوسہ دینا؟

**سوال:** ساحتہ الشیخ محمد بن ابراہیم سے سوال کیا گیا: طواف شروع کرنے سے قبل حجرِ اسود کو بوسہ دینے کا کیا حکم ہے؟

**جواب:** سنت یہ ہے کہ اس میں مزاحمت نہ کی جائے اور ایسے بھی حجرِ اسود کو بوسہ دینا عورتوں کے لیے ضروری نہیں، بالکل اسی طرح جس طرح ’زامل‘ (طواف کے ابتدائی تین چکروں میں پہلوانوں کی طرح چلنے) کا حکم عورتوں کے لیے نہیں۔ اسی طرح بیت اللہ سے دورہ کر طواف کرنا ان کے حق میں مشروع ہے، زیادہ نزدیک سے طواف کرنا ضروری نہیں اور ایسا اس لیے ہے کہ عورتیں مردوں سے اختلاط سے دور رہیں۔ [فتاویٰ و مسائل للشیخ محمد بن ابراہیم، ج ۵ ص ۱۲۴]

### مقامِ ابراہیم کے پیچھے عورت کی نماز کا حکم؟

**سوال:** ساحتہ الشیخ محمد بن ابراہیم سے سوال کیا گیا: مقامِ ابراہیم کے پیچھے عورت کی نماز کا کیا حکم ہے؟

**جواب:** جب بھیجیے ہو تو اس نماز کو چھوڑنا اسی طرح جائز ہے جس طرح حجرِ اسود کا بوسہ چھوڑنا جائز ہے۔ [فتاویٰ و مسائل للشیخ محمد بن ابراہیم]

### کیا عورت صفامروہ پر نہ پڑھے؟

**سوال:** ساحتہ الشیخ محمد بن ابراہیم سے سوال کیا گیا کہ بعض کتابوں میں لکھا ہے: (( العسرة والمرأة لا ترقی الصفراء والمرأة )) ”عورت صفامروہ پر نہ پڑھے“ اس کا کیا مطلب ہے؟

**جواب:** اس مسئلہ میں اختلاف ہے، بلکہ کے قول کے مطابق احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ عورت صفامروہ میں سے کسی ایک پر پڑھے، اگرچہ اس کے لیے اس میں مشقت ہو، قابل معافی ہے۔ لیکن احتیاط کا تقاضا یہ

ہے کہ عورت کوئی ایسی چیز نہ چھوڑے، جس کے جواز کے بعض علماء قائل ہوں تاکہ اسے کوئی پریشانی اور فکر و تردد لاحق نہ ہو، کیونکہ عامی اور جاہل شخص بعض دفعہ کسی مسنون عمل کو چھوڑ دیتا ہے تو وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس کا حج ہی باطل ہے اور اس کا نفس خوشی و اطمینان محسوس نہیں کرتا۔ [ایضاً]

### اگر عورت حج و عمرہ کے بعد قبر رسول کی زیارت نہ کر سکے؟

**سوال:** فضیلۃ الشیخ ابن عثیمین سے ایک عورت نے سوال کیا کہ: میں نے عمرہ کی نیت سے مکہ کی زیارت کی، لیکن مکہ میں ایک دن قیام کرنے کے بعد بیمار پڑ گئی اور عمرہ کے پورے ارکان و شعائر ادا نہ کر سکی۔ میں نے کعبہ کے گرد طواف کے سات چکر لگائے اور صفا و مرہ کی سات مرتبہ سعی کی، مگر اس مرض کے سبب قبر رسول کی زیارت کے لیے مدینہ نہ جاسکی اور اپنے ملک لوٹ آئی۔ اس طرح لوٹ آنے کی وجہ سے میں اضطراب محسوس کرتی ہوں، کیا میرا عمرہ معتبر اور مقبول ہے؟

**جواب:** جب عورت تین کام یعنی طواف، سعی اور بالوں کو کاٹنا انجام دے دے تو گویا اس نے عمرہ مکمل طور سے ادا کر لیا۔ رہی زیارت مدینہ تو یہ نہ تو عمرہ کے فرائض میں سے ہے اور نہ ہی اس کا عمرہ سے کوئی تعلق ہے۔ بلکہ مسجد نبوی کی زیارت ایک مستقل سنت ہے جسے انسان حسبِ سہولت حاصل کرتا ہے۔ اس عورت کے سوال کے مطابق اس کے عمرہ میں بالوں کی کٹائی باقی ہے، کیوں کہ اس نے عمرے سے فارغ ہو کر بال نہیں کاٹے۔ اور یاد رہے کہ بال کاٹنے کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے، پس اگر ابھی بھی کاٹ لے تو اس کا عمرہ مکمل ہو جائے گا اور اگر اس نے فوراً سفر نہ کیا ہو تو پھر وہ طواف و اداع بھی کرے، لیکن جب سعی اور تقصیر (سر کے بال کاٹنے) کے فوراً بعد وہ مکہ سے سفر کر جائے تو اس پر طواف و اداع نہیں ہے۔ [فتاویٰ الحج لشیخ

ابن عثیمین: ۱/۳۶۱، ۳۵]

### کیا عورت کے لیے حج و عمرہ کا کوئی مخصوص لباس ہے؟

**سوال:** فضیلۃ الشیخ صالح الفوزان سے سوال کیا گیا: کیا یہ ضروری ہے کہ عورت مناسک حج ادا کرنے کے لیے مخصوص کپڑے پہنے؟

**جواب:** عورت کے لیے مناسک حج کی ادائیگی کے لیے کوئی کپڑے مخصوص نہیں، بلکہ جس طرح کے کپڑے پہننے کی پہلے سے اس کی عادت ہے ویسے ہی ساتر (بدن کو ڈھانپنے والے) کپڑے پہننے کی جن

میں زینت اور مردوں سے مشابہت نہ ہو، البتہ احرام والی عورت کے لیے برقعہ، نقاب اور دستانے پہننا ممنوع ہے مگر اس کا یہ معنی نہیں کہ عورت کو حالت احرام میں چہرہ اور ہتھیلیاں ڈھانپنے سے مطلقاً منع کیا گیا بلکہ صرف، برقع و نقاب اور دستانوں کے ساتھ پردہ کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ [کتب المستفی من فتاویٰ

نشیخ صالح الفوزان، ج ۳، ص ۱۷۶، ۱۷۷]

**سوال:** فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین سے سوال کیا گیا: کیا حج کا احرام باندھنے والی عورت کے لیے جائز ہے کہ اپنا لباس جب چاہے تبدیل کر لے اور کیا احرام کے لیے کوئی متعین لباس ہے اور محرّمہ کے لیے نقاب اور دستانوں کا کیا حکم ہے؟

**جواب:** محرّمہ کے لیے ضرور تاپا بلا ضرورت اپنے کپڑے بدل کر دوسرے کپڑے پہننا جائز ہے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ دوسرے کپڑے بے پردگی اور بناؤ سنگھار کو مردوں کے سامنے نمایاں کرنے کا ذریعہ نہ ہوں۔ ایسی صورت میں اگر عورت اپنے اس لباس کو جس میں اس نے احرام باندھا ہے تبدیل کرتی ہے تو اس پر کوئی حرج نہیں ہے۔ عورت کے احرام کے لیے کوئی مخصوص لباس نہیں ہے، بلکہ جو کپڑے چاہے زیب تن کر سکتی ہے مگر نقاب اور دستانے استعمال نہ کرے۔ [فتاویٰ النسخ لشیخ ابن عثیمین (ص ۱۱۱)]

### بھیڑکی صورت میں عورت کی طرف سے رمی جمار کوئی اور کر سکتا ہے؟

**سوال:** افتاء کمیٹی سے سوال کیا گیا کہ: ایک حاجی کے ساتھ چند جوان عورتیں ہیں جو بھیڑ سے پریشانی محسوس کرتی ہیں، تو کیا وہ خود رمی جمار کی کوشش کریں گی یا سخت بھیڑ کی حالت میں اپنی طرف سے کسی قرہ ہی آدمی کو رمی جمار کے لیے بھیج سکتی ہیں؟ اسی طرح عید کے دن کیا سورج طلوع ہونے سے پہلے وہ جمرہ عقبہ کو کنکریاں مار سکتی ہیں؟ اور بقیہ ایام میں رمی کے لیے کسی اور کو وکیل بنا سکتی ہیں؟

**جواب:** جو شخص رمی جمار سے عاجز ہو تو وہ اپنی طرف سے رمی کے لیے کسی کو وکیل بنا سکتا ہے اور اس حکم میں جمرہ عقبہ اور دیگر جمرات کے درمیان فرق نہیں ہے۔ اور کسی ثقہ آدمی کو جو اس سال حج کر رہا ہو وکیل بنانا چاہیے۔ جن جوان عورتوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ اور ان جیتے دوسرے لوگوں کے لیے بھیڑکی وجہ سے کسی اور کو اپنا وکیل بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اسی طرح ان پر عید کی رات کے آخری حصہ میں اور عید کی صبح طلوع آفتاب سے قبل جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے

نہ کمزرواں کو اس کی اجازت دی ہے۔ [فتاویٰ النسخۃ السانۃ، ج ۱، ص ۱۸۶]

## دورانِ حج میں بیوی کی مباشرت؟

**سوال:** فضیلۃ الشیخ صالح الفوزان سے سوال کیا گیا: اس شخص کا کیا حکم ہے جس نے حج کے وقت اپنی بیوی سے اختلاط کیا؟

**جواب:** محرم کے لیے اپنی بیوی سے لطف اندوز ہونا، مباشرت وجماعت کرنا یا شہوت آمیز گفتگو کرنا جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَمَنْ قَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ﴾ [البقرة: ۱۹۷]

”جو شخص ان (حج کے مہینوں) میں حج لازم کر لے تو وہ اپنی بیوی سے میل ملاپ (صحبت وجماع) کرنے، گناہ کرنے اور لڑائی جھگڑا کرنے سے بچتا ہے۔“

البتہ جب مناسک حج کی ادائیگی کے بعد مرد احرام کھول کر حلال ہو جائے یعنی جمرہ عقبہ کو عید کے دن نکلیں اور اپنا سر منڈوا لے یا بال چھوٹے کر والے اور طوافِ افاضہ اور اگر صفا و مروہ کی سعی طوافِ افاضہ کے بعد اس پر لازم ہو، کر چکے، تو ان تینوں کاموں سے فارغ ہو جانے کے بعد اس کے لیے بیوی سے لطف اندوز ہونا جائز ہے۔ [کتاب المنتقی من فتاویٰ صالح الفوزان (ج ۳، ص ۱۸۶، ۱۸۷)]

## دورانِ حج چہرے کا پردہ:

**سوال:** ساحتہ الشیخ محمد بن ابراہیم سے سوال کیا گیا: عورت کا اپنی پیشانی پر لکڑی یا پٹی و عمامہ باندھنا تاکہ چہرہ پر پڑی چادر یا پردہ کو اٹھا سکے، کیسا ہے؟

**جواب:** عورت پر لازم نہیں ہے کہ چہرہ سے پردہ ہٹانے کے لیے لکڑی یا پٹی باندھے۔ بعض عورتیں غیر مستنون اعمال کرتی ہیں مثلاً لکڑی یا پیشانی پر رکھتی یا سر پر عمامہ باندھتی ہیں اور یہ دونوں بدعت ہیں۔ اور بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ ”چہرے کا پردہ چہرے کو مس نہ کرے۔“ یہ بات کسی عالم یا فقیہ نے نہیں کہی اور نہ ہی اس کی کوئی دلیل ہے۔ واضح ہو کہ یہ دعویٰ:

((احرام المرأة فی وجہها)) ”یعنی عورت کا احرام اس کے چہرہ میں ہے۔“

صحیح نہیں ہے۔ لہذا صحیح یہی ہے کہ پردہ جب عورت کے چہرے سے چھو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ جب مردوں کا گزر ہو تو چہرہ چھپانا واجب ہے، چاہے پردے کا کپڑا چہرے سے مس ہو جائے۔ اس

پر کوئی فدیہ نہیں اور نہ ہی اس میں کوئی حرج ہے۔

صحیح بات یہ ہے کہ چہرہ کو ڈھانپنا مطلقاً ممنوع نہیں ہے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ((كان الركبان يمرون بنا ونحن مع رسول الله ﷺ محرمات فاذا حاذوا بنا سدلت احدانا جلبابها من اعلى رأسها وجهها فاذا جاوزونا كشفناها))

”یعنی سواروں کا قافلہ ہم سے گزرتا تھا اور ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ احرام میں ہوتی تھیں، پس جب وہ قافلے ہمارے مقابل آجاتے تو ہم میں سے ہر عورت اپنی چادر سر کے اوپر سے چہرے پر لٹکاتی اور جب قافلے ہم سے گزر جاتے تو ہم چہرہ کھول لیتیں۔“ [فتاویٰ و رسائل لشیخ محمد بن ہمام]

**سوال:** فضیلۃ الشیخ ابن شیبین سے سوال کیا گیا: احرام کی حالت میں عورت کے برقع پہننے اور گھونگٹ کرنے کا کیا حکم ہے؟

**جواب:** برقع سے نبی اکرم ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ محرمہ عورت نقاب نہ ڈالے، برقع بدرجہ اولیٰ ممنوع ہے، لہذا جب اس کے ارد گرد اجنبی مرد ہوں تو اپنی اور عورتی یا چادر سے اپنے چہرہ کو مکمل ڈھانپ لیا کرے اور جب اس کے ارد گرد اجنبی مرد نہ ہوں تو اپنا چہرہ کھول لے، یہی افضل اور سنت ہے۔

[الفتاویٰ المکیۃ لشیخ ابن عثیم (ص ۳۶)]

### حائضہ عورت کا حج و عمرہ:

**سوال:** افتاء کی دائمی کمیٹی سے دریافت کیا گیا: حائضہ کے حج کا کیا حکم ہے؟

**جواب:** حیض، حج سے مانع نہیں ہے اور جو عورت حالت حیض میں احرام باندھے اس کو تمام اعمال حج ادا کرنے چاہئیں، البتہ حیض ختم ہونے اور غسل کرنے تک بیت اللہ کے طواف سے رکی رہے۔ یہی حکم نفاس والی عورتوں کا ہے، پس جب وہ ارکان حج ادا کر لے تو اس کا حج صحیح ہے [عدوی النجلیۃ ج ۱ ص ۱۷۲]

**سوال:** فضیلۃ الشیخ ابن شیبین سے سوال کیا گیا: ایک عورت نے اپنے شوہر کے ساتھ حالت حیض میں احرام باندھا اور جب پاک ہوئی تو شوہر کے بغیر عمرہ ادا کیا اور عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد خون دوبارہ جاری ہو گیا، کیا وہ دوبارہ عمرہ کرے گی؟ اور اسی طرح اپنے حیض کے دوران وہ حرم کے عمن میں رہی تو کیا اس کے سبب وہ گنہگار ہوگی؟

**جواب:** ہم کہتے ہیں کہ اس عورت کا جو معاملہ ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ جب وہ مکہ آئی تو اس کے ساتھ اس کا محرم تھا اور اس نے میقات سے بحالت حیض احرام باندھا تھا، اس کا حیض کی حالت میں میقات سے احرام باندھنا صحیح احرام ہے، اس لیے کہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم ﷺ سے مقام ذوالخلفیہ میں فتویٰ طلب کیا کہ اے اللہ کے رسول! مجھے نفاس آ گیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا:

((اغتسلی واستنفری بثوب واحرمی))

”یعنی غسل کر لو اور کوئی کپڑا (شرمگاہ) پر مضبوط باندھ لو اور احرام میں آ جاؤ۔“

لہذا (مذکورہ عورت) کا احرام صحیح ہے اور جب وہ مکہ آئی اور پاک ہو گئی اور عمرہ بغیر محرم کے ادا کیا تو اس پر ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ وہ شہر کے وسط میں ہے۔ لیکن اس کے خون کا دوبارہ آنا اس طہارت میں اشکال پیدا کرتا ہے جسے اس نے دیکھا اور پایا ہے۔ ایسی حالت میں ہم اس عورت سے یہ کہتے ہیں کہ اگر تم نے یقینی طور پر طہر دیکھا تو تمہارا عمرہ صحیح ہے، اور اگر تمہیں اس میں شک ہے تو از سر نو عمرہ کا اعادہ کر لو، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ میقات جا کر احرام باندھے گی بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ بیت اللہ میں جائے اور طواف، سعی اور تقصیر (بال کاٹنے) کا عمل کر لے۔ [دروس و فتاویٰ لابن عثیمین ۳-۱۲۳]

### طواف و داع حائضہ سے ساقط ہے:

**سوال:** فضیلۃ الشیخ محمد بن شمیمین سے سوال کیا گیا: میں نے پچھلے سال فریضہ حج ادا کیا اور طواف افاضہ اور طواف و داع کے علاوہ تمام شعائر حج ادا کیے۔ ان دنوں طواف سے مجھے شرعی عذر نے روک دیا اور میں اپنے گھر مدینہ طیبہ اس ارادہ سے لوٹ آئی کہ کسی دن مکہ لوٹ کر طواف افاضہ اور طواف و داع کر لوں گی۔ اور دینی امور سے اپنی ناواقفیت کے سبب میں ہر چیز سے حلال ہو گئی اور وہ تمام کام کر لیے جو بحالت احرام ممنوع ہیں اور جب میں نے طواف کے لیے مکہ لوٹنے کے سلسلہ میں دریافت کیا تو مجھے کہا گیا کہ تمہارے لیے طواف کرنا صحیح نہیں ہے تمہارا حج فاسد ہو گیا اور تم پر اعادہ حج لازم ہے۔ یعنی آئندہ سال میں دوبارہ حج کروں اور ایک گائے یا اونٹ ذبح کروں تو کیا یہ صحیح ہے یا اس کا کوئی دوسرا صل ہے؟ کیا میرا حج فاسد ہو گیا اور مجھ پر اعادہ لازم ہے؟ مجھ پر جو چیز واجب ہے اس کی وضاحت فرمائیں۔

**جواب:** یہ بھی ایک مصیبت ہے جو بلا علم فتویٰ دینے سے حاصل ہوئی ہے۔ تم پر اسی حالت میں مکہ لوٹ

کر صرف طواف افاضہ کرنا واجب ہے، رہا طواف وداع تو اگر مکہ سے نکلنے وقت تم حائضہ تھی تو طواف وداع تم پر واجب نہیں ہے، کیونکہ طواف وداع حائضہ کو لازم نہیں، ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے:

(( امرالناس ان یکون آخر عہدہم بالبیت الا انہ خفف عن الحائض )) وفی ابی داؤد:

(( ان یکون آخر عہدہم بالبیت الطواف ))

”یعنی لوگوں کو حکم دیا گیا کہ ان کا آخری عمل طواف کعبہ ہو مگر حائضہ کے لیے اس میں تخفیف کر دی گئی ہے۔“

چونکہ تم بوجہ جہالت تمام چیزوں سے حلال ہو گئی ہو اس لیے یہ تمہارے لیے کچھ نقصان دہ نہیں، کیونکہ ناواقف شخص جب ممنوعات احرام میں سے کسی ممنوع چیز کا ارتکاب کر لے تو اس پر کچھ لازم نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ولیس علیکم جناح فیما اخطاتم بہ ولکن ماتعمدتم قلوبکم﴾ [الاحزاب: ۵]

”اور تم سے بحول چوک میں جو کچھ ہو جائے اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے، البتہ گناہ اس پر ہے جس کا تم دل سے ارادہ کرو۔“

لہذا وہ تمام ممنوعات جنہیں اللہ تعالیٰ نے محرم کے لیے حرام فرمایا ہے، اگر کوئی ان کو بوجہ جہالت یا نسیان یا بحالتِ اکراہ و مجبوری کر لے تو اس پر کوئی فدیہ لازم نہیں ہے۔ لیکن جب عذر ختم ہو جائے تو اس سے باز

رہنا واجب ہے۔ [۵۲ سوالا عن احکام الحيض للشيخ ابن عثيمين (ص ۴۰۳۹)]

**سوال:** ساحتہ الشیخ عبدالعزیز بن باز سے سوال کیا گیا: جب یوم ترویہ (آٹھویں ذی الحجہ) کو نفاس والی عورت کا نفاس شروع ہوا اور وہ طواف وسعی کے علاوہ دیگر ارکان حج مکمل کر لے پھر دس دنوں کے بعد خیال کرے کہ وہ پاک ہو گئی ہے تو کیا وہ طہارت اور غسل کے بعد باقی ماندہ طواف افاضہ کر سکتی ہے؟

**جواب:** ہاں، عورت مثلاً آٹھویں ذی الحجہ کو نفاس والی ہو جائے تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ حج کرے اور لوگوں کے ساتھ عرفات و مزدلفہ میں ٹھہرے اور جس طرح لوگ رمی جمار، بالوں کی تقصیر اور قربانی کا جانور ذبح کرتے ہیں، اسی طرح وہ بھی یہ تمام کام انجام دے البتہ پاک ہونے تک طواف وسعی اس کے ذمہ باقی رہے گی، جب دس دنوں کے بعد یا اس سے زیادہ یا کم مدت میں وہ پاک ہو جائے تو غسل کرے اور نماز ادا کرے، روزہ رکھے اور طواف وسعی کرے۔ نفاس کی اقل مدت محدو نہیں ہے، کبھی عورت دس دن میں



پاک ہو جاتی ہے اور کبھی اس سے کم اور کبھی زیادہ مدت میں۔ لیکن نفاس کی اکثر مدت اور آخری حد چالیس دن ہے۔ جب چالیس دن پورے ہو جائیں اور خون بند نہ ہو تو وہ خود کو پاک عورتوں کے حکم میں شمار کرے۔

[کتاب فتاویٰ الدعوة للشیخ ابن باز ۱-۱۳۴]

### عدت کے دوران حج:

**سوال:** فضیلہ الشیخ ابن شمیمین سے سوال کیا گیا: جس عورت کا خاوند انتقال کر جائے، کیا وہ عدت کے دوران حج کر سکتی ہے؟ اور جو وفات کے علاوہ (طلاق کی) عدت گزار رہی ہو، اس کا کیا حکم ہے؟

**جواب:** نہیں، ایسی عورت کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ حج کے لیے گھر سے باہر نکلے اور سفر کرے، جب تک کہ اس کی عدت پوری نہ ہو جائے کیونکہ وہ اس حالت میں حج کی مکلف نہیں، بلکہ اس حالت میں اس کے لیے گھر میں باقی رہ کر عدت گزارنی واجب ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَالَّذِينَ يَتوفون منكم ويذرون ازواجاً يتربصن بانفسهن اربعة اشهر وعشراً﴾

”تم میں سے جو لوگ فوت ہو جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں وہ عورتیں اپنے آپ کو چار مہینے اور دس دن عدت میں رکھیں۔“ [البقرة: ۲۳۴]

پس ضروری ہے کہ وہ اپنی عدت ختم ہونے کا انتظار گھر میں رہ کر کرے۔ البتہ وفات کے علاوہ عدت گزارنے والی مطلقہ رجعیہ ہو تو وہ بیوی کے حکم میں ہے، لہذا وہ شوہر کی اجازت کے بغیر سفر نہ کرے۔ مرد پر کوئی حرج نہیں ہے کہ جب مصلحت دیکھے تو اس کو حج کی اجازت دے دے بشرطیکہ وہ اپنے محرم کے ساتھ حج کرے۔ [فتاویٰ الحج للشیخ ابن عثیمین، ص ۱۵۰]

### والدین کی طرف سے حج:

**سوال:** افتاء کی وائگی کمیٹی سے دریافت کیا گیا: کیا کسی مسلمان کے لیے جائز ہے کہ اپنے والدین کی طرف سے حج و عمرہ کرے جبکہ وہ بقید حیات ہوں؟

**جواب:** یہ مسئلہ تفصیل طلب ہے، اگر فرض حج اور فرض عمرہ ہو تو زندہ شخص کی طرف سے ان کی ادائیگی میں نیابت جائز نہیں ہے، الا یہ کہ وہ دائمی طور پر حج و عمرہ کی ادائیگی سے عاجز ہو تو اس کی طرف سے حج ہو سکتا ہے مثلاً ایسا مریض جسے مرض نے سواری پر بیٹھنے کے لائق نہ چھوڑا ہو اور وہ بذات خود اعمال حج ادا نہ کر سکتا

ہو یا بہت بوڑھا ہو جائے، تو ایسے لوگوں کی طرف سے نیابت ہو سکتی ہے۔ اس پر وہ حدیث دلالت کرتی ہے جس میں آیا ہے کہ ایک عورت نے نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا کہ میرے والد پر اللہ تعالیٰ کا فریضہ حج ثابت ہے مگر وہ سواری پر بیٹھنے کی طاقت نہیں رکھتے، کیا میں ان کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ نبی اکرم ﷺ نے اس سے فرمایا:

((حجی عن ابیک)) ”ہاں، تم اپنے باپ کی طرف سے حج ادا کرو۔“

اگر حج نفل ہو تو اس میں وسعت ہے علماء کی ایک جماعت کے نزدیک استطاعت رکھنے والے کی طرف سے بھی نفل حج کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ [فتاویٰ اللجنة الدائمة (ج ۱ ص ۵۶۰۵۵)]

### بیوی کی طرف سے حج:

**سوال:** افتاء کی دائمی کمیٹی سے سوال کیا گیا: کیا میرے لیے جائز ہے کہ اپنی بیوی کی طرف سے عمرہ ادا کروں جبکہ وہ بقید حیات ہے؟

**جواب:** اگر حج و عمرہ اس پر فرض ہو تو اس میں نیابت جائز نہیں مگر یہ کہ جس کی جانب سے حج یا عمرہ کیا جا رہا ہے وہ بذات خود اسے انجام دینے سے عاجز ہو، خواہ درازی عمر یا سخت بڑھاپے کی وجہ سے عاجز و ناتواں ہو یا ایسے دائمی مرض کے سبب جس کے ہوتے ہوئے وہ حج و عمرہ نہیں کر سکتا اور صحت یابی کی توقع بھی نہ ہو تو ایسی صورت میں اسلام کے فریضہ حج و عمرہ کی ادائیگی اس کے لیے چونکہ مشکل ہے، لہذا وہ اپنی جانب سے حج و عمرہ کے لیے کسی کو نائب بنا سکتا ہے۔ البتہ نفل حج و عمرہ میں وسعت ہے۔ پس اگر نفل حج و عمرہ کے لیے کسی کو وکیل بنا دے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اگرچہ افضل [بلکہ بعض علماء کے نزدیک واجب] یہ ہے کہ ایسا شخص جو بذات خود حج و عمرہ کرنے پر قادر ہو خواہ نفل حج و عمرہ ہی کیوں نہ ہو، وہ خود ہی انہیں انجام دے۔

### دوران حج مانع حمل گولیوں کا استعمال:

**سوال:** فضیلۃ الشیخ ابن عثیمین سے سوال کیا گیا: فرض عمرہ یا حج کی ادائیگی کے پیش نظر مانع حمل گولیوں کے استعمال کا کیا حکم ہے؟

**جواب:** میں عورتوں کے لیے مانع حمل گولیوں کا استعمال مناسب نہیں سمجھتا مگر یہ کہ ضرورت اس کی

مستقاضی ہو مثلاً عورت کمزور جسم یا مریضہ ہو یا اس کے مثل کوئی اور عذر ہو جو اسے ان گولیوں کے استعمال پر مجبور کر دے۔ اور جب حمل سے نقصان پہنچنے کے سبب ان گولیوں کا استعمال جائز ہو جائے تو اس کے لیے شوہر کی موافقت ضروری ہے، کیونکہ نسل میں مرد کا اسی طرح حق ہے جس طرح عورت کا حق ہے، اسی لیے علماء نے کہا ہے کہ مرد کے لیے آزاد عورت سے عزل کرنے میں اس کی رضا مندی ضروری ہے، اور عزل بھی عدم حمل کے اسباب میں سے ایک سبب ہے، لہذا تمام عورتوں کو میری نصیحت ہے کہ اس سے پرہیز کریں۔ جب اولاد کی کثرت ہوگی تو یہ زیادہ برکت و نفع کا ذریعہ اور نبی ﷺ کے حکم کی زیادہ تکمیل ہوگی، رواج و عمرہ کی ادائیگی پر متمکن و قادر ہونے کے لیے گولیوں کا استعمال، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ ایک وقتی اور عارضی معاملہ ہے۔ مگر ان حالتوں میں سے کسی بھی حالت میں مائع حمل گولیوں کے استعمال کے لیے طیب کی رائے لینا ضروری ہے۔ [دروس و فتاویٰ الحرم المکی للشیخ ابن عثیمین (ج ۳، ص ۲۳۶، ۲۳۷)]

### کیا عورت قربانی کا جانور خود ذبح کر سکتی ہے؟

**سوال:** ساحتہ الشیخ عبدالعزیز بن باز سوال کیا گیا: کیا عورت کے لیے جائز ہے کہ خود قربانی کا جانور ذبح کرے اور کیا اس کے ذبح کیے ہوئے جانور میں سے کھانا جائز ہے؟

**جواب:** عورت کے لیے ایسا کرنا جائز ہے۔ اس سلسلہ میں صحیح احادیث موجود ہیں۔ اور اس جانور سے کھانا بھی اس کے لیے جائز ہے بشرطیکہ وہ مسلمان ہو یا کتابیہ (یعنی یہودیہ و نصرانیہ) ہو اور جانور شرعی طریقہ سے ذبح کیا گیا ہو، اگرچہ وہاں ایسا مرد موجود ہو جو عورت کے قائم مقام ہو سکتا ہے کیونکہ عورت کا ذبیحہ حلال ہونے کے لیے مرد کی عدم موجودگی شرط نہیں ہے۔ [فتاویٰ الدعویۃ للشیخ ابن باز ج ۲ ص ۱۸۳]



## عورت کی ازدواجی و خانگی زندگی

عورت کی زندگی کا سب سے اہم حصہ شادی کے بعد شروع ہوتا ہے۔ شادی سے پہلے کی زندگی جو ایک عورت اپنے والدین اور بہن بھائیوں کے ساتھ گزارتی ہے، اسے عورت کی تربیتی زندگی کہا جاسکتا ہے جبکہ شادی کے بعد اسے ایک ذمہ دار خاتون کی حیثیت حاصل ہو جاتی ہے۔ اب اسے ایک ذمہ دار بیوی، ایک ذمہ دار بہو، ایک ذمہ دار ماں اور پھر ایک ذمہ دار ساس کا کردار ادا کرنا ہوتا ہے۔ اگر اس کی تعلیم و تربیت ایک اچھے اور صالح ماحول میں ہوئی ہے تو وہ اپنی ان تمام ذمہ داریوں کو نہایت اچھے طریقے سے انجام دے سکتی ہے اور اگر اس کی تعلیم و تربیت میں کمی رہ گئی ہے تو اب باشعور اور ذمہ دار ہونے کی وجہ سے اسے ان کمیوں کو تاحیوں پر قابو پا کر اپنے آپ کو کامیاب بنانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ہم یہاں بتائیں گے کہ ایک عورت اپنی ذمہ داری کس طرح حسن اسلوب سے ادا کر سکتی ہے اور دنیا و آخرت کی کامیابیاں پاسکتی ہے۔

### (۱)..... صالح اور خوش اخلاق شوہر کا انتخاب:

ایک مسلمان خاتون کو اس بات کا علم ہونا چاہیے کہ اسلام نے اسے یہ حق دیا ہے کہ وہ شادی کے لیے اپنی رضامندی یا عدم رضامندی کے بارے میں رائے دے سکتی ہے۔ لہذا اگر اس کے والدین اس کے سامنے ایسا رشتہ پیش کریں جو اسے پسند نہ ہو تو وہ اس رشتے سے انکار کر سکتی ہے اور اس کے انکار پر والدین اس پر زبردستی نہیں کر سکتے۔ جب ایک مسلمان عورت کو اسلام نے یہ حق عطا کیا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے اس حق کو اسلام ہی کے لیے استعمال کرے۔ یعنی ایسے شخص کی بیوی بننا پسند کرے جو دیندار ہو، نمازی ہو، پرہیز گار ہو، خوش اخلاق اور صالح کردار کا مالک ہو۔

ان خوبیوں کے ساتھ اگر وہ مالدار، خوبصورت اور عالی نسب و معزز بھی ہو تو یہ نور علی نور اور سونے پر سہاگہ ہے لیکن اگر یہ ساری خوبیاں نہ ہوں مگر دینداری و خوش اخلاقی کا وصف موجود ہو تو مسلمان خاتون کو ایسا رشتہ ضائع کر کے کسی ایسے شخص کے ساتھ عقد نکاح نہیں باندھنا چاہیے جو خوبصورت، مالدار اور عالی نسب تو ہو مگر

دین و تقویٰ کا اس میں دور دور تک کوئی نام و نشان نہ ہو۔ کیونکہ ایسے شخص سے نکاح کے بعد اسے راہِ راست پر لانا بہت مشکل ہے بلکہ قوی اندیشہ ہے کہ ایسا شخص دیندار عورت کو بھی اس کے دین کے سلسلہ میں آزمائش میں ڈال دے گا۔ ہمارے سامنے ایسی کئی مثالیں موجود ہیں مثلاً میں جانتا ہوں کہ ایسے ہی ایک شخص نے اپنی نیک صالح بیوی کو محض اس وجہ سے طلاق دے دی کہ وہ اس کے کہنے پر اس کے دوستوں اور غیر محرم رشتہ داروں کے سامنے بے پردہ ہو کر نہیں آتی تھی!

اسی طرح ایک شخص کی شادی اس کے والدین نے ایک عالم، فاضلہ اور دیندار لڑکی سے کر دی مگر اسے نمازی، پرہیزی اور باپردہ عورت پسند نہ آئی۔ شادی کے کچھ ہی عرصہ بعد اس نے اس دیندار عورت کو طلاق دینے بغیر چھوڑ دیا اور خود اپنے دفتر میں کام کرنے والی ایک ماڈرن اور بے دین عورت سے لومیرج کر لی۔ ایسے بے دین شوہروں کے مقابلہ میں اگر شوہر دیندار ہوگا تو وہ دیندار خاتون کی قدر بھی کرے گا اور اسے ایسا ماحول بھی مہیا کرے گا، جہاں وہ خاتون دینی تعلیمات پر پورا پورا عمل کر سکے اور اگر شوہر تو نیک صالح ہو مگر عورت دینی تعلیمات سے ناواقف ہو تو پھر بھی اسے نیک شوہر کی بیوی بننا چاہیے کیونکہ اس طرح دیندار شوہر کی رفاقت سے وہ خود بھی آہستہ آہستہ دینی تعلیمات پر عمل شروع کر دے گی۔ مجھے یاد ہے کہ ایک بہت بڑے عالم دین تھے مگر ان کی بیوی ماڈرن تھی۔ البتہ ایک بات تھی کہ وہ شوہر کی وفادار اور اطاعت شعاری کے وصف سے متصف تھی۔ چنانچہ نیک صالح خاندان کی رفاقت سے وہ خود بھی صالح خاتون بنیں اور آگے ان کی اولاد بھی نیک صالح ثابت ہوئی۔

## (۲)..... شوہر کی اطاعت گزاری:

ایک مسلمان خاتون کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کی جسمانی ساخت میں کچھ امتیازات اور نمایاں فرق رکھے ہیں۔ مرد اور عورت دونوں مل کر ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں۔ دونوں کے ملاپ سے ایک خاندان وجود میں آتا ہے اور اس نئے خاندان کی تعمیر و تشکیل میں دونوں اپنا اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔ گھر اور اس سے متعلقہ ضروری سامان، اشیائے خورد و نوش اور دیگر ناگہانی مسائل سے نمٹنے کے لیے مرد ذمہ دار ہے اور گھر کے اندرونی معاملات یعنی گھر کی صفائی ستھرائی، بچوں کی نگہداشت اور کھانے پکانے کی ذمہ داری عورت ادا کرتی ہے۔ مرد اگر عورت کا کام سنبھال لے یا عورت مرد کا کام سنبھال لے تو گھر یلو ظلم و نسق تباہ و برباد ہو کر رہ جاتا ہے، میاں بیوی کا باہمی اعتماد ختم ہو جاتا ہے، بچے

والدین کی شفقت اور توجہ سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اس لیے مرد و زن کو چاہیے کہ وہ اپنی طبعی ساخت کی مناسبت سے وہی ذمہ داری انجام دیں جو ان پر عائد ہوتی ہے۔ اس ذمہ داری کو بحسن و خوبی پورا کرنے کے لیے دونوں کو آپس میں ایک دوسرے پر اعتماد کے ساتھ ساتھ کسی ایک کو فاضل اتھارٹی تسلیم کرنا ہو گا اور ظاہر ہے طبعی و فطرتی اعتبار سے مرد ہی اس کا اہل قرار پاتا ہے چنانچہ اسلام نے مرد کو گھریلو نظم و نسق میں سربراہ تسلیم کیا ہے اور سربراہ تسلیم کرنے کے ساتھ بیوی بچوں کی رہائش، نان و نفقہ اور دیگر اخراجات کا اسے ذمہ دار مقرر کیا ہے۔

دوسری طرف عورت کو یہ تاکید کی ہے کہ وہ اپنے خاوند کو اپنی جنت سمجھے، اس کی حد درجہ اطاعت کرے، اس کی ترقی و کامیابی کو اپنی ترقی و کامیابی اور اس کی خوشی کو اپنی خوشی سمجھے۔ ظاہر ہے اگر خاوند نیک ہو گا تو وہ اپنی بیوی کو خلاف شریعت کاموں کا حکم نہیں دے گا۔ اس لیے بیوی کو چاہیے کہ وہ شوہر کی اتنی اطاعت گزار بن جائے کہ شوہر کا دل جیت لے اور اسے اتنا راضی کر لے کہ وہ اپنی بیوی کے مشورے کے بغیر کوئی قدم نہ اٹھائے، اپنی بیوی سے کوئی بات نہ چھپائے، اور اپنی بیوی کی اطاعت گزاری پر اللہ کا شکر ادا کرے۔ اگر عورت اطاعت گزار بن جائے تو واقعی اس کا شوہر ایک مثالی شوہر بن سکتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ پہلے وہ مثالی بیوی بن کر دکھائے۔ ایک مسلمان خاتون کے لیے اپنے شوہر کی اطاعت اور اس کی خدمت کس قدر ضروری ہے اس کے لیے ذیل میں دی گئی آیات و احادیث کا ذرا بغور مطالعہ فرمائیں:

(۱)..... قرآن مجید میں ہے:

﴿الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ﴾

”مرد عورتوں پر قوام (نگران و ذمہ دار) ہیں اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے (بھی) کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کئے ہیں۔“ (النساء- ۳۴)

خاوند کو اس کی مردانہ ساخت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے گھر کا حاکم مقرر کیا ہے، لہذا جس طرح عوام حاکم کی مطیع ہوتی ہے اسی طرح عورت اپنے خاوند کی مطیع ہے اور اگر وہ خود حاکم بن کر خاوند کو مطیع بنانے کی کوشش کرے گی تو گھر کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ جبکہ خاوند کی اطاعت سے گھر کا نظام مستقل بنیادوں پر استوار ہوتا ہے۔

(۲)..... خاوند کی اطاعت کرنے والی عورت کے بارے میں حدیث نبوی ہے کہ

(( إِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَةُ حَمْسَهَا وَصَامَتْ شَهْرَهَا وَحَصَّنَتْ فَرْجَهَا وَأَطَاعَتْ بَعْلَهَا دَخَلَتْ مِنْ أَيْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَاءَتْ ))

”جو عورت پانچ وقت کی نماز پڑھے، رمضان کے روزے رکھے، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے خاوند کی اطاعت کرے تو وہ جنت میں جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے گی۔“ (۱)

(۳)..... ایک روایت میں ہے کہ جس عورت کی وفات اس حال میں ہوئی کہ اس کا خاوند اس سے راضی تھا تو وہ عورت جنت میں داخل ہوگی۔ (۲)

(۴)..... حضرت حصین بن محسنؓ سے مروی ہے کہ مجھے میری پھوپھی نے بتایا کہ وہ کسی کام سے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آنحضرتؐ نے پوچھا:

”یہ کون ہے؟ کیا شوہر دیدہ عورت ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! پھر آپؐ نے پوچھا کہ تیرا اپنے شوہر کے ساتھ رویہ کیسا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میں نے کبھی اس کی اطاعت میں کمی نہیں کی، سوائے اس کے جو میری استطاعت میں نہ ہو۔ تو آنحضرتؐ نے فرمایا: (یہ دیکھو کہ) خاوند کی نگاہ میں تم کیسی ہو؟ کیونکہ وہی تمہاری جنت ہے یا جہنم!“ (۳)

(۵)..... نبی اکرمؐ سے پوچھا گیا کہ بہترین عورت کون سی ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا:

(( أَلَّتِي تَسْرُهُ إِذَا نَظَرَ وَتُطِيعُهُ إِذَا أَمَرَ وَلَا تُخَالِفُهُ فِي نَفْسِهَا وَمَالِهَا بِمَا بَكَرَهُ ))

”سب سے بہترین وہ عورت ہے کہ جب اس کا شوہر اس کی طرف دیکھے تو وہ اسے خوش کر دے، جب وہ اسے کسی بات کا حکم دے تو اس کی اطاعت کرے اور اس کے مال اور جان کے حوالے سے اس کا شوہر جس چیز کو ناپسند کرتا ہو اس میں وہ اپنے شوہر کی مخالفت نہ کرے۔“ (۴)

(۱) [صحیح ابن حبان: کتاب النکاح: باب ذکر ایجاب النجاة للمرأة إذا اطاعت زوجها..... (ح ۱۶۶۳)]

صحیح الجامع الصغیر للالبانی (ح ۶۸۳)]

(۲) [ترمذی (ح ۱۱۶۱) ابن ماجہ (ح ۱۸۵۴)]

(۳) [مصنف ابن ابی شیبہ (ج ۷ ص ۴۷) عشرة النساء للنسائی (۱۰۶-۱۰۹) احمد (۳۴۱/۴) ابن سعد (۴۵۹/۸)]

المعجم الاوسط (۲۹۱/۷) امام منذری فرماتے ہیں کہ اس روایت کو احمد اور نسائی نے جید سند سے روایت کیا۔ دیکھیے:

الترغیب والترہیب (۷۴۳) امام حاکم اور ذہبی نے بھی اسے صحیح قرار دیا ہے۔ مستدرک حاکم (۱۸۹/۲)]

(۴) [صحیح سنن نسائی (ح ۳۰۳۰) مسند احمد (ج ۲ ص ۴۳۲، ۴۳۸)]

(۶)..... ایک روایت میں ہے کہ

((خَيْرُ فَائِدَةٍ آفَاذَهَا الْمَرْءُ الْمُسْلِمُ بَعْدَ إِسْلَامِهِ امْرَأَةٌ جَمِيلَةٌ تَسْرُهُ إِذَا نَظَرَ إِلَيْهَا وَتَطْبِيعُهُ إِذَا أَمَرَهَا وَتَحَفَظُهَا فِي غَيْبَتِهِ فِي مَالِهَا وَنَفْسِهَا))

”اسلام قبول کرنے کے بعد مسلمان شخص کے لیے سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس کی بیوی (ایسی) خوبصورت ہو کہ جب وہ اس کی طرف دیکھے تو وہ اسے خوش کر دے اور جب وہ اسے حکم دے تو وہ اس کی اطاعت کرے اور اس کی عدم موجودگی میں وہ عزت اور مال کی حفاظت کرے۔“<sup>(۱)</sup>

(۳)..... اپنے سسرال سے حسن سلوک:

ایک نیک مسلمان خاتون صرف اپنے خاوند کی خدمت پر اکتفا نہیں کرتی بلکہ خاوند کے والدین یعنی اپنے سسر، ساس اور نندوں کے ساتھ بھی حسن سلوک کا مظاہرہ کرتی ہے۔ ساس اور سسر کی خدمت اگرچہ اس پر اس طرح فرض نہیں، جس طرح بیٹا ہونے کی وجہ سے اس کے شوہر پر ہے لیکن اپنے شوہر کی اطمینان قلبی اور اللہ کی رضا و خوشنودی کی خاطر وہ شوہر کے تمام گھر والوں سے نیک سلوک کرتی ہے۔ بوڑھے ساس سسر کی خدمت کرتی ہے۔ ان کے آرام کا خیال رکھتی ہے۔ اپنے شوہر کو بھی اس بات پر آمادہ کرتی ہے کہ وہ اپنے والدین کے حقوق کا خیال رکھے اور اپنے بہن بھائیوں سے بھی حسن سلوک کرے۔

نیک صالح بیوی وہ نہیں جو خود غرضی کا مظاہرہ کرتے ہوئے شوہر کو بوڑھے والدین سے جدا کرنے کی کوشش کرے۔ شوہر کی ساری آمدنی پر قبضہ جمالے اور اسے والدین کے لیے کچھ خرچ نہ کرنے دے۔

اسی طرح نیک صالح عورت اپنی نندوں، دیورانیوں اور جھٹھانیوں سے بھی اچھا سلوک کرتی ہے۔ ان کی خیر خواہ بن کر رہتی ہے۔ گھر کے تمام کام کاج میں ان کا ہاتھ بٹاتی ہے۔ ان پر طعن و تشنیع نہیں کرتی۔ طنزیہ جملے نہیں کہتی اور اگر ان میں سے کوئی اسے برا بھلا کہے یا اس پر ظلم کرے تو یہ اسے اللہ کی رضا کی خاطر معاف کر دیتی ہے اور ہمیشہ ان سے محبت بھر سلوک کرتی ہے۔

(۴)..... بچوں کی تربیت:

نیک عورت اپنے بچوں کی بھی اچھی تربیت کرتی ہے۔ انہیں دین و اخلاق سکھاتی ہے۔ ان سے محبت

(۱) [سنن سعید بن منصور: باب الترغیب فی النکاح (ج ۱ ص ۱۴۱)]



بھرا سلوک کرتی ہے۔ ان میں عدل و انصاف کرتی ہے۔ سگے اور سوتیلے کا فرق نہیں کرتی۔ لڑکے اور لڑکی کا امتیاز نہیں برتی بلکہ عدل و انصاف سے کام لیتی ہے۔ ہر بچے کو اس کا حق دیتی ہے۔ اس کی صفائی ستھرائی کا خیال رکھتی ہے۔ اس کے لباس اور خوراک کا اہتمام کرتی ہے۔ بچوں کو یہ ادب سکھاتی ہے کہ بڑوں کا احترام کریں، دوسروں کو گالی نہ دیں، کسی سے بدتمیزی نہ کریں۔ وہ اپنے بچوں کا ہر دم خیال رکھتی ہے۔ ان میں کوئی بری عادت دیکھے تو ان کی اصلاح کرتی ہے۔ اپنے بچوں کو اسلام کا راہی اور دین کا سپاہی بنانے کی بھرپور کوشش کرتی ہے۔

### (۵)..... اپنی بہو کے ساتھ مشفقانہ برتاؤ:

نیک صالح عورت ساس ہونے کے ناطے اپنی بہو کے ساتھ اچھا رویہ اختیار کرتی ہے۔ بہو کے انتخاب کے وقت دین و اخلاق کو ترجیح دتی ہے، بہو کو بیٹی کا درجہ دیتی ہے، بہو کی غلطیوں کو نظر انداز کرتی ہے۔ بہو کو سمجھانے کے لیے ایسا مصلحانہ انداز اختیار کرتی ہے، جیسا سگی بیٹی سے کیا جاتا ہے۔ بہو کی ازدواجی زندگی میں دخل نہیں دیتی۔ بہو کی خوشی کا احترام کرتی ہے۔ بہو کے حقوق پورا کرنے کے لیے بیٹے کو نصیحت کرتی ہے۔

### (۶)..... داماد کے ساتھ حسن برتاؤ:

نیک عورت اپنی بیٹی کے لیے بھی نیک شوہر ڈھونڈتی ہے۔ نیک و دیندار شخص کو اپنا داماد بناتی ہے۔ اسے اپنے بیٹوں کی طرح عزیز سمجھتی ہے۔ اس کا احترام کرتی ہے۔ اس سے مشفقانہ برتاؤ کرتی ہے۔ اپنی بیٹی کو تاکید کرتی ہے کہ وہ اس کے ساتھ نیک بیوی بن کر رہے۔ اس کے حقوق پورے کرے۔ اس کی خوب اطاعت و فرمانبرداری کرے۔ اس سے لڑائی جھگڑا نہ کرے۔ اس کی سختیوں اور زیادتیوں کو بھی برداشت کرے۔ اگر بیٹی غلطی کرے تو یہ بیٹی کو ٹوکتی اور سمجھاتی ہے۔ اگر کبھی داماد اور بیٹی میں کوئی جھگڑا ہو جائے تو یہ ان میں منصفانہ طریقے سے صلح کرواتی ہے۔ بیٹی کو صبر، حوصلے اور برداشت کا سبق دیتی ہے۔ سسرال کے ساتھ حسن سلوک کا رویہ اپنانے کی تلقین کرتی ہے۔

☆..... [ازدواجی و خانگی احکام و مسائل کی تفصیلات چونکہ ہم اصلاح خاندان کی سیریز میں شامل اپنی دوسری کتاب "ہدیۃ

العروس" میں پیش کر چکے ہیں، اس لیے یہاں اسی پر اکتفا کیا جا رہا ہے۔ مصنف]

## عورت کا دائرہ عمل اور دورِ جدید کے مسائل

عقائد و عبادات کے بعد اسلام کا ایک عورت سے اصلاً تقاضا یہ ہے کہ وہ اپنے گھر کو رونق بخشنے۔ خاوند کی اطاعت و خدمت کرے اور اسے پرسکون ماحول مہیا کرے۔ بچوں کی دیکھ بھال کرے اور امور خانہ داری بہتر طور پر انجام دے۔ جہاں تک گھر سے باہر قدم نکالنے کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں بعض معقول وجوہات کی بنا پر کچھ صورتوں میں عورت کے لیے گنجائش بھی موجود ہے۔ البتہ وہ تمام صورتیں جو فتنہ و فساد اور معاشرتی بگاڑ یا خاندانی زندگی کی تباہی کا سبب بن سکتی ہیں، ان میں اسلام عورت کو گھر سے باہر دیکھنا پسند نہیں کرتا۔ آئندہ سطور میں ہم ان مختلف صورتوں پر روشنی ڈالیں گے۔

### (۱)..... حاجت و ضرورت کے لیے باہر نکلنا:

ایک عورت کو اپنی زندگی میں بعض ایسے مسائل کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے جن میں گھر سے باہر نکلنا اس کی مجبوری اور ضرورت بن جاتا ہے مثلاً وہ بیمار ہو جائے تو دوا کے لیے ڈاکٹر کے پاس جانا، یا عزیز واقارب سے ملاقات کے لیے نکلنا یا حج اور عمرہ کے لیے سفر کرنا۔ اگر ان تمام صورتوں میں ہر عورت کو گھر میں ٹکے رہنے کا پابند کر دیا جاتا تو اس سے یا تو عورت انتہائی مشقت میں مبتلا ہو جاتی یا پھر ان پابندیوں کی کوئی پروا نہ کی جاتی۔ اسلام نے عورت کے حقوق کا خیال رکھتے ہوئے اس پر یہ احسان کیا ہے کہ ایسی ضروریات کے لیے اسے گھر سے باہر جانے کی اجازت دی ہے۔ خود صحابیاتؓ سے ثابت ہے کہ وہ عہد نبویؐ میں اپنی ضروریات کے لیے گھر سے باہر نکلا کرتی تھیں، اس سلسلہ میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ”پردے کا حکم نازل ہونے کے بعد حضرت سودہؓ اپنی کسی حاجت کے لیے (پردہ کر کے) گھر سے باہر نکلیں، ان کا جسم چونکہ مونا تھا اس لیے جو انہیں پہلے سے پہچانتا تھا (پردے کے باوجود) اس کے لیے انہیں پہچاننا مشکل نہ تھا۔ چنانچہ راستے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھ لیا اور کہا اے سودہ! اللہ کی قسم! آپ تو ہم سے چھپ نہیں سکتیں، پھر آپ کیوں گھر سے باہر نکلی ہیں؟ حضرت سودہؓ لٹے پاؤں واپس آ گئیں۔ اللہ کے رسول ﷺ میرے حجرہ میں تشریف فرماتے اور رات کا کھانا تناول

فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ کے ہاتھ میں اس وقت گوشت والی ایک ہڈی تھی۔ سودہ بنتی رضی اللہ عنہا نے داخل ہوتے ہی کہا یا رسول اللہ! میں اپنی کسی ضرورت کے لیے گھر سے باہر نکلی تھی اور عمرؓ نے مجھ سے یہ کہا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ پر وحی کا نزول شروع ہو گیا پھر جب نزول وحی کی کیفیت دور ہوئی تو تھوڑی دیر بعد آپ ﷺ نے فرمایا:

((أِنَّهُ قَدْ أَدِنَ لَكُمْ أَنْ تَخْرُجْنَ لِحَاجَتِكُنَّ))

”اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنی ضروریات کے لیے گھر سے باہر جانے کی اجازت دے دی ہے۔“ (۱)

البتہ گھر سے باہر نکلنے کی اسلام نے کچھ حدود متعین کی ہیں اور یہ حدود دراصل خود عورت کے تحفظ اور معاشرہ کی اصلاح کی ضامن ہیں۔ اس لیے ایک مسلمان عورت کو چاہیے کہ وہ ان کی پابندی کرے۔

(۲)..... گھر سے باہر نکلنے کی حدود و شرائط:

کسی ضرورت کی وجہ سے گھر سے باہر نکلنے وقت جن حدود و شرائط کو مدنظر رکھنا ایک عورت کے لیے ضروری ہے وہ یہ ہیں:

(۱)..... عورت بے پردہ ہو کر باہر نہ نکلے: اس لیے کہ ایک بے پردہ عورت کو دیکھ کر مردوں کے جذبات مشتعل ہوں گے اور معاشرے میں فحاشی پھیلے گی۔ اسلام یہ نہیں چاہتا کہ فحاشی بے حیائی کے ذرائع کو آزادانہ پنپنے دے بلکہ اسلام کا مزاج یہ ہے کہ ایسا طرز عمل اختیار کیا جائے جس سے برائی کا سدباب ہو اور اس کے ذرائع کی روک تھام ہو۔ آنحضرت ﷺ نے عریانی کا مظاہرہ کرنے والی عورتوں کو جہنمی قرار دیا ہے۔ (۲)

(۲)..... عورت خوشبو لگا کر باہر نہ نکلے: بے حجاب ہو کر گھر سے باہر نکلنا تو دور کی بات اسلام یہ بھی برداشت نہیں کرتا کہ ایک عورت اندرون پردہ خوشبو لگا کر باہر نکلے کیونکہ عورت جب خوشبو بکھیرتی غیر محرموں کے پاس سے گزرے گی تو لامحالہ غیر محرموں کی توجہ اس عورت کی طرف جائے گی اور جب توجہ عورت کی طرف ہوگی تو پھر ظاہر ہے اس سے مردوں کی ذہنی پاکیزگی میں خلل واقع ہوگا۔ اگرچہ اس ذہنی پاکیزگی کے خلل کو اسلام گناہ شمار نہیں کرتا لیکن اس کے باوجود آپ دیکھیں کہ اسلام یہ پسند نہیں کرتا کہ عورت

(۱) [بخاری: کتاب التفسیر: باب قولہ لا تَدْخُلُوْا بَیْتِ الْمَسْجِدِ (ح ۴۷۹۵)]

(۲) [صحیح مسلم (۱۵۳: ۶) موطأ (۹۱۳: ۲)]

اجنبی مردوں کے پاس سے خوشبو لگا کر گزرے بلکہ آنحضرت ﷺ نے تو اسے اتنا ناپسند فرمایا کہ ایک حدیث میں ایسی عورت کے بارے میں یہاں تک کہا:

(( إِذَا اسْتَعَطَّرَتْ فَمَرَّتْ بِالْمَجْلِسِ فَهِيَ كَذَا وَكَذَا يَعْنِي زَائِنَةٌ ))<sup>(۱)</sup>

”وہ عورت جو خوشبو لگا کر مردوں کی جگہ سے گزرتی ہے وہ ایسی اور ایسی ہے۔ آپ کی مراد یہ تھی کہ وہ بدکارہ اور فاحشہ ہے۔“ (یعنی یہ کام بدکارہ اور فاحشہ عورتوں کا ہے۔)

(۳)..... حسن کی نمائش نہ کرے: گھر سے باہر نکلنے والی خاتون کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ وہ اپنے حسن کی نمائش نہ کرتی پھرے۔ ممکن ہے آپ کے ذہن میں یہ بات آئے کہ جب ایک عورت باپردہ ہو کر اور خوشبو وغیرہ لگائے بغیر باہر نکلے گی تو پھر حسن کی نمائش کا سوال کیسے پیدا ہو سکتا ہے؟ میں سمجھتا ہوں کہ اس کے باوجود یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے۔ اس لیے کہ عورت کی یہ فطری مجبوری ہے کہ وہ دوسروں کی نگاہ میں اپنے آپ کو حسین بنانا چاہتی ہے۔ پردہ اور نقاب کرنے کے باوجود ممکن ہے کہ وہ اپنی اداؤں اور چال ڈھال سے قصد ایسا نواز اختیار کرے جس سے اس کے نسوانی حسن کی نمائش ہوتی ہو۔ وہ اپنے جوتے سے ایسی آواز پیدا کرے جس سے سامعین کی نگاہیں اس کی طرف اٹھتی ہوں۔ وہ اپنی گفتگو میں ایسا لہجہ اختیار کرے جس سے سامعین حلاوت محسوس کرتے ہوں۔ ایک عورت ان چیزوں میں تبھی احتیاط کر سکتی ہے جب اس کے دل میں اللہ کا خوف اور دینی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کا جذبہ موجود ہوگا۔

(۴)..... سر پرست کی اجازت ہو: عورت کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے سر پرست کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہ نکلے۔ ظاہر ہے غیر شادی شدہ عورت کے لیے سر پرست والد یا بھائی ہوتے ہیں اور شادی شدہ عورت کے لیے اس کا خاوند، اس لیے ضروری ہے کہ گھر سے باہر دور کہیں سفر کے لیے عورت اپنے سر پرست کی اجازت کے بغیر قدم نہ اٹھائے، خواہ ساتھ میں کوئی دوسرا محرم رشتہ دار موجود ہی کیوں نہ ہو۔ اگر بالفرض کوئی عورت شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نکلتی ہے تو جہاں خاندانی نظام متاثر ہونے کا خدشہ ہے وہاں شوہر کی نافرمانی سے متعلقہ روایات کی روشنی میں ایسی عورت کو ملعون بھی قرار دیا جا سکتا ہے۔

(۱) [ترمذی: کتاب الادب: باب ماجاء فی کراهیة خروج المرأة متعطرة (ح ۲۷۸۶)]

(۵)..... دور کے سفر میں محرم کی موجودگی: اگر کسی فتنے کا خوف نہ ہو تو عورت کچھ مسافت تک اکیلی گھر سے باہر جاسکتی ہے بشرطیکہ وہ ستر و حجاب کی مذکورہ بالا شرائط کا لحاظ رکھے۔ عہد نبویؐ میں عورتیں گھر سے قریب فصلوں میں اکیلی چلی جاتی تھیں، محلے میں دوسری عورتوں سے ملاقات کے لیے ایک دوسرے کے ہاں آتی جاتی تھیں۔ البتہ اگر ایک دن اور رات کے لیے عورت کو باہر جانا پڑ جائے یا دور کا سفر کرنا پڑے جس میں پورا دن تو صرف نہ ہو مگر راستے میں اکیلے ہونے کی وجہ سے کسی فتنے کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں ضروری ہے کہ عورت اپنے کسی محرم رشتہ دار مرد کو ساتھ لے کر نکلے اور اکیلی سفر نہ کرے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے عورت کے لیے محرم کے بغیر سفر کرنے سے ممانعت فرمائی ہے۔ اس سلسلہ میں مختلف احادیث مروی ہیں بعض میں یہ الفاظ ہیں:

((لَا تُسَافِرُ امْرَأَةٌ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ))<sup>(۱)</sup>

”کوئی عورت اپنے محرم کے بغیر تین راتوں سے زائد کا سفر نہ کرے۔“ بعض روایات میں یہ الفاظ ہیں:

((لَا تُسَافِرُ الْمَرْأَةُ يَوْمَيْنِ إِلَّا وَمَعَهَا زَوْجُهَا أَوْ ذُو مَحْرَمٍ))

”کوئی عورت اپنے شوہر یا محرم کے بغیر دو دن کا سفر اکیلی نہ کرے۔“<sup>(۲)</sup>

بعض روایات میں ایک دن اور ایک رات کا ذکر ہے مثلاً حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَحِلُّ لِمَرْأَةٍ تَوَمَّنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُسَافِرَ مَسِيرَةَ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ لَيْسَ مَعَهَا حُرْمَةٌ))

”جو عورت اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہے اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ محرم کے بغیر ایک دن اور رات کا سفر اکیلی کرے۔“<sup>(۳)</sup>

بعض روایات میں دن یا رات کی قید کے بغیر لمبی مسافت کا ذکر ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((لَا تُسَافِرُ الْمَرْأَةُ بَرِّيْدًا إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ))

(۱) | مسلم، کتاب الحج، باب سفر المرأة مع محرم، ص ۱۳۳۸ (ح ۱۳۳۸)؛ اب داؤد (ح ۱۷۲۶) ترمذی

(ح ۱۱۶۹) ابن ماجہ (ح ۱۸۹۸) |

(۲) | بخاری: کتاب العمل فی الصلاة، باب مسجديت القدس (ح ۱۱۹۷) مسلم (ح ۱۳۳۸) |

(۳) | بخاری: کتاب تفصیر الصلاة، باب فی کم یقصر الصلاة (ح ۱۰۸۸) مسلم (ح ۱۳۳۹) |

”عورت اپنے محرم کے بغیر ایک برید بھی سفر نہ کرے۔“ (۱)

واضح رہے کہ ایک برید اس دور کے بارہ میل کے برابر سمجھا جاتا تھا۔ (۲)

دراصل یہ روایات مختلف مواقع کی ہیں۔ جب کسی سائل نے تین دن رات کا سوال کیا تو آپ نے تین کا عدد بول کر وضاحت فرمائی۔ جہاں دو دن یا ایک دن کا مسئلہ پیش آیا، وہاں دو اور ایک کا عدد بول کر وضاحت فرمائی جبکہ بعض روایات میں لمبی مسافت کا مطلق طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ ان سب روایات کا حاصل یہی ہے کہ لمبی مسافت کا سفر بغیر محرم کے عورت کے لیے درست نہیں۔

(۳)..... تعلیمی اداروں میں خواتین کا رہائش اختیار کرنا:

یہاں یہ مسئلہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ آیا گھر سے باہر کسی تعلیمی ادارہ میں ایک خاتون کے لیے بغیر محرم کے اقامت اختیار کرنا درست ہے یا نہیں؟ اللہ کے رسول ﷺ کے دور میں اس طرح کا کوئی واقعہ ہمیں نہیں ملتا۔ زیادہ سے زیادہ یہ ملتا ہے کہ جنگ خندق کے موقع پر عورتوں کو ایک قلع میں جمع کر دیا گیا تھا جب کہ ان کے محرم رشتہ دار باہر جنگ میں شریک تھے اور قلع کی حفاظت کے لیے کچھ مردوں کی ذمہ داری لگا دی گئی۔ یہ اگرچہ ایک ہنگامی حالت تھی تاہم اس سے یہ استدلال کیا جاسکتا ہے کہ کسی ضرورت کے لیے خواتین محرم رشتہ داروں کے بغیر مدرسوں اور تعلیمی اداروں کے ہاسٹلوں میں رہائش اختیار کر سکتی ہیں بشرطیکہ وہاں ہر طرح کا امن وامان اور تحفظ حاصل ہو۔

بعض لوگ سفر والی حدیث پر قیاس کرتے ہوئے اس سلسلہ میں یہ رائے دیتے ہیں کہ جب ایک عورت محرم کے بغیر ایک دن رات کا سفر اکیلی نہیں کر سکتی تو پھر ہفتوں اور مہینوں بغیر محرم کے کسی مدرسہ یا ہاسٹل میں اکیلی کیسے رہ سکتی ہے؟ لیکن حقیقت یہ ہے کہ مدرسہ میں رہائش کو سفر پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے کہ سفر میں غیر محرموں سے سامنا ہوتا ہے، بس، ریل یا ہوائی جہاز وغیرہ کی خرابی یا حادثہ سے خطرناک صورتحال پیدا ہو سکتی ہے، اس کے علاوہ بھی سفر میں ظن غالب یہی ہوتا ہے کہ اکیلی عورت کے لیے کوئی نہ کوئی ایسا مسئلہ ضرور پیدا ہوگا کہ جہاں اسے محرم مرد کی ضرورت ہو لیکن یہ حالات اور صورتیں مدرسہ کے ہاسٹل میں

(۱) [صحیح ابن حبان (ج ۵ ص ۱۷۶) ابو داؤد: کتاب المناہک: باب فی المرأة تحج بغیر محرم (ح ۱۷۲۵) سنن

بیہقی (ج ۳ ص ۱۳۹) مستدرک حاکم (ج ۱ ص ۴۴۲)]

(۲) [النهاية فی غریب الحدیث (ج ۱ ص ۱۱۶)]

رہائش کے دوران عام طور پر پیدا نہیں ہوتیں۔ لیکن اگر کسی جگہ ایسی کوئی صورت ہوگی تو پھر صاف ظاہر ہے کہ وہاں اس فتنہ کے پیش نظر یہ رائے بدل جائے گی۔ عام طور پر خواتین کے دینی مدارس کے ہاسٹلوں میں ایسی صورت چونکہ پیدا نہیں ہوتی بلکہ ممکنہ حد تک تحفظ فراہم کیا جاتا ہے اس لیے بیشتر اہل علم عورتوں کے لیے ان میں رہائش اختیار کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں۔

### (۴)..... ملازمت کے لیے باہر نکلنا:

اسلام نے عورت پر یہ احسان کیا ہے کہ پیدائش سے لے کر وفات تک اس کے جملہ اخراجات کی ذمہ داری اس کے سر پرستوں اور شوہر پر ڈال دی ہے۔ شادی سے پہلے اس کا باپ یا بھائی یا چچا وغیرہ اس کے اخراجات کے ذمہ دار ہیں اور شادی کے بعد اس کا شوہر۔ گویا عورت کو فکر معاش سے آزاد کر دیا گیا ہے تاکہ وہ پوری یکسوئی سے اپنے خانگی وظائف کو پورا کر سکے۔ اب ایک عورت اگر اپنی خانگی ذمہ داریوں کو حسن و خوبی سے انجام دے تو عام طور پر اس کے لیے پھر یہ ممکن نہیں ہوتا کہ وہ روزانہ آٹھ دس گھنٹے گھر سے باہر گزار کر ملازمت کی مشقت بھی اٹھائے۔ اور اگر وہ بلا ناغہ اتنا وقت گھر سے باہر صرف کرے گی تو لازمی بات ہے کہ پھر وہ اپنے خانگی وظائف پورے کر سکے گی نہ شوہر کے حقوق کا حقہ ادا کر سکے گی۔ اگرچہ بعض استثنائی صورتیں ایسی بھی ہو سکتی ہیں جہاں ایک عورت گھر سے باہر ملازمت کی ذمہ داریاں بھی انجام دے لے اور خانگی فرائض کو بھی پورا کر لے لیکن عمومی نتیجہ یہ نہیں ہوگا کیونکہ ہمارے معاشرے میں تین قسم کی خواتین ہیں:

ایک قسم وہ ہے جو درمیانے طبقے سے تعلق رکھتی ہے۔ اس قسم کی خواتین کو اول تو معاشی مسائل درپیش نہیں ہوتے بلکہ شوہر کی آمدنی اتنی ہوتی ہے کہ گھر کا خرچہ باآسانی چلتا رہتا ہے۔ اس طبقہ کی خواتین کو گھر کا سارا کام کاج تقریباً خود ہی کرنا پڑتا ہے۔ شوہر کے بروقت کھانے، لباس اور دیگر چھوٹی موٹی چیزیں مہیا کرنا، بچوں کی دیکھ بھال اور خانہ داری کے چھوٹے موٹے کام کرنا ان کے لیے ضروری ہوتا ہے۔ اس دوران عورت بیمار بھی ہوتی ہے، تھکاوٹ کا سامنا بھی کرتی ہے۔ دودھ پیتے بچے کو بھی اٹھائے پھرتی ہے۔ اگر اس عورت کو یہ کہا جائے کہ یہ روزانہ صرف چار گھنٹوں کے لیے تنہا گھر سے باہر وقت دے تو یہ اس کے لیے ممکن ہی نہیں ہوتا۔ کیونکہ ایسا کرنے سے یا تو خانگی امور سخت متاثر ہوں گے یا پھر دوہری مشقت اٹھا کر خود عورت اپنا نقصان کر بیٹھے گی۔

یاد رہے کہ ہمارے معاشرے کی بیشتر خواتین کا تعلق اسی طبقے سے ہے۔ دوسری قسم وہ ہے جو خوشحال طبقے سے تعلق رکھتی ہے۔ اس قسم کی خواتین کو نہ معاشی مسائل کا سامنا ہوتا ہے اور نہ ہی گھریلو کام کاج کی زیادہ مشقت ہوتی ہے۔ کیونکہ خاوند کے وظیفہ زوجیت اور بچوں کی نگہداشت کے علاوہ قریب قریب باقی سارے کام نوکر چاکر اور خادما نئیں وغیرہ انجام دیتی ہیں۔ اس طبقے کی خواتین کے لیے ممکن ہوتا ہے کہ یہ گھر سے باہر وقت بھی صرف کر سکیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ جب انہیں ہر طرح کی آسودگی حاصل ہے تو پھر انہیں گھر سے باہر ملازمت کرنے کی کیا ضرورت؟

میری رائے میں اس کی ضرورت صرف اور صرف حرص و جاہ اور سیر و تفریح ہے۔ یعنی یہ خواتین یا تو مزید مالی لالچ کی وجہ سے ملازمت کرتی ہیں یا پھر شہرت، ریای کاری اور دکھاوے اور سیر و تفریح کے لیے۔ اس کے علاوہ دنیوی ملازمتوں کے لیے اس طبقے کی خواتین کی شمولیت کی کوئی اور وجہ سمجھ نہیں آتی۔ اگر کوئی دینی و تبلیغی نقطہ نظر سے ایسا کرتی ہیں تو وہ بمشکل دو تین فیصد ہوں گی۔

تیسری قسم وہ ہے جو غریب طبقے سے تعلق رکھتی ہے۔ اس قسم کی خواتین کو سخت معاشی مسائل کا سامنا ہوتا ہے اور پھر گھر کے تمام کاج بھی انہوں نے خود انجام دینے ہوتے ہیں۔ شوہر کی آمدنی تو کم ہوتی ہے مگر گھریلو اخراجات کی فہرست طویل ہوتی ہے چنانچہ شوہر کے ساتھ بیوی کو بھی کوئی نہ کوئی ملازمت کرنا پڑتی ہے، خواہ گھر میں رہ کر وہ کرے یا گھر سے نکل کر۔ حتیٰ کہ ان کے بچے بھی بلوغت سے پہلے ہی ان کے ساتھ محنت مزدوری شروع کر دیتے ہیں۔ ہمارے معاشرے میں اس طبقے کی بھی کمی نہیں ہے۔

یہ تو تھی ہمارے معاشرے کی واقعاتی صورتحال، اب ہم اسلامی نقطہ نظر سے اس مسئلہ کا جائزہ لیتے ہیں۔

### (۵)..... عورت کی ملازمت اور اسلام:

اسلام نے اگرچہ عورت کے نان و نفقہ کی ذمہ داری شوہر یا شوہر کی عدم موجودگی کی صورت میں عورت کے سرپرستوں پر ڈالی ہے مگر اس کے ساتھ اسلام عورت کے مالی حقوق کا بھی قائل ہے۔ عورت کو اگر تحفے، وراثت یا مہر وغیرہ کی شکل میں مال ملتا ہے تو اس پر اسی کا حق ملکیت ہے۔ اس مال کو بڑھانے کے لیے اگر وہ کسی جائز کاروبار میں لگانا چاہے تو شرعی حدود کی پابندی کرتے ہوئے وہ ایسا بھی کر سکتی ہے۔ اسی طرح اگر ایک عورت یہ سمجھتی ہے کہ وہ خانگی ذمہ داریاں پوری کرنے کے ساتھ ساتھ گھر میں رہ کر یا گھر سے باہر نکل کر کوئی کام کاج (ملازمت) بھی کر سکتی ہے تو اسے چند حدود و شرائط کے ساتھ ایسا کرنے کی یقیناً



گنجائش حاصل ہے اور وہ حدود یہ ہیں کہ

(۱)..... عورت ستر و حجاب کی پوری پابندی کرے۔

(۲)..... اپنے شوہر کی اجازت کے ساتھ ملازمت کرے۔

(۳)..... ملازمت کے سلسلے میں بغیر محرم کے لمبا سفر نہ کرے۔

(۴)..... ایسی ملازمت سے اجتناب کرے جہاں مردوں سے اختلاط رہتا ہے اور اگر بوقت ضرورت مردوں

سے گفتگو کرنا پڑے تو لوچ دار انداز اختیار نہ کرے۔

(۵)..... یہ ملازمت اس کی خانگی ذمہ داریوں کو درہم برہم نہ کرے۔

عورت اگر ان حدود کی پابندی کرے تو وہ ملازمت اور تجارت وغیرہ کر سکتی ہے، اس کے چند دلائل یہ ہیں:

(۱)..... حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

”زبیر بن عوامؓ نے مجھ سے شادی کی تو ان کے پاس ایک اونٹ اور گھوڑے کے سواروے زمین پر کوئی

مال، کوئی غلام اور کوئی چیز نہ تھی۔ میں ہی ان کا گھوڑا چراتی، اسے پانی پلاتی، ان کا ڈول سیتی اور آنا

گوندھتی۔ میں اچھی طرح روٹی پکانا بھی نہیں جانتی تھی چنانچہ کچھ انصاری لڑکیاں جو بڑی سچی تھیں، میری

روٹیاں پکا جاتی تھیں۔ زبیر رضی اللہ عنہ کی وہ زمین جو اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں دی تھی، میں اس سے

کھجور کی گھٹلیاں سر پر لاد کر لایا کرتی تھی جبکہ یہ زمین گھر سے دو میل دور تھی..... اس کے بعد میرے

والد (یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) نے ایک غلام ہمارے پاس بھیج دیا جو گھوڑے کی دیکھ بھال کا

سب کام کرنے لگا اور میں بے فکر ہو گئی۔ گویا والد ماجد نے (غلام بھیج کر) مجھ کو آزاد کر دیا۔“ (۱)

(۲)..... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

پردے کا حکم نازل ہونے کے بعد حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اپنی کسی حاجت کے لیے (پردہ کر کے) گھرتے

باہر نکلیں، ان کا جسم چونکہ مونا تھا اس لیے جو انہیں پہلے سے پہچانتا تھا (پردے کے باوجود) اس کے

لیے انہیں پہچاننا مشکل نہ تھا۔ چنانچہ راستے میں حضرت عمرؓ نے انہیں دیکھ لیا اور کہا اے سودہ! اللہ کی

قسم! آپ تو ہم سے چھپ نہیں سکتیں، پھر سوچیے آپ کیوں گھر سے باہر نکلی ہیں؟ حضرت سودہؓ اٹکے

(۱) [بخاری: کتاب النکاح: باب الغیرہ..... (ح ۵۲۲۴) مسلم: کتاب السلام: باب حواجز ارفاد النساء

(ح ۲۱۸۲) احمد (۵۲۲۴)]

پاؤں واپس آ گئیں۔ اللہ کے رسول ﷺ میرے حجرہ میں تشریف فرما تھے اور رات کا کھانا تناول فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ کے ہاتھ میں اس وقت گوشت کی ایک بڈی تھی۔ سوڈہ نے داخل ہوتے ہی کہا: یا رسول اللہ! میں اپنی کسی ضرورت کے لیے گھر سے باہر نکلی تھی اور عمر نے مجھ سے یہ کہا ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ پر وحی کا نزول شروع ہو گیا پھر جب نزول وحی کی کیفیت دور ہوئی تو تھوڑی دیر بعد آپ نے فرمایا:

((أَنَّهُ قَدْ أَدِنَ لَكُمْ أَنْ تَخْرُجْنَ لِحَاجَتِكُنَّ))

”اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنی ضروریات کے لیے گھر سے باہر جانے کی اجازت دے دی ہے۔“<sup>(۱)</sup>

(۳)..... حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میری خالہ کو جب تین طلاقیں ہو گئیں تو وہ (دورانِ عدت) اپنے بھجوروں کے درخت کاٹنے کے لیے گھر سے باہر چلی گئیں۔ ایک آدمی نے راستے میں انہیں دیکھا تو اس نے انہیں (دورانِ عدت) گھر سے باہر نکلنے پر منع کیا۔ چنانچہ آپ اللہ کے رسول کے پاس آئیں اور یہ بات آنحضرت ﷺ سے بیان کی۔ آنحضرت ﷺ نے ان کی بات سن کر فرمایا:

((أُخْرِجِي فَجَلِّي نَخْلِكَ لَعَلَّكَ أَنْ تَصَلِّيَ مِنْهُ أَوْ تَفْعَلِي خَيْرًا))

”تم باہر (اپنے کھیت کی طرف) ضرور جا سکتی ہو شاید تم اس (درخت کے پھل سے) صدقہ کرو یا کوئی اور بھلائی کا کام کرو۔“<sup>(۲)</sup>

(۴)..... حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

”ہمارے دور میں ایک صحابیہ خاتون تھی جس کا اپنا کھیت تھا اور وہ اس کی پانی کی نالیوں کے اطراف میں چقندر کی کاشت کیا کرتی تھی۔ جمعہ کے دن وہ اس چقندر کو جڑوں سے اکھاڑتی اور ایک ہنڈیا میں اسے پکاتی۔ پھر اوپر سے لیک مٹی جو کا آنا اس پر چھڑک دیتی۔ اس طرح یہ چقندر گوشت کی طرح ہو جاتا۔ جمعہ سے واپسی پر ہم اس کے ہاں جاتے اور اسے سلام کرتے۔ وہ یہی پکوان ہمارے آگے کر دیتی اور ہم اسے چاٹ جاتے۔ ہم لوگ ہر جمعہ اس کے اس کھانے کے آرزو مند رہا کرتے تھے۔“<sup>(۳)</sup>

(۱) | بخاری: کتاب التفسیر: باب قوله لا تدخلوا بيوت النبي الا..... (ح- ۴۷۹۵)

(۲) | ابو داؤد: کتاب الطلاق: باب في المسنونة تحرخ بالنهار (ح- ۲۲۹۴) مسندہ (ح- ۱۴۸۳)

(۳) | بخاری: کتاب الجمعة: باب قول الله تعالى: فاذا قضيت الصلاة فانتشروا..... (ح- ۹۳۸)

(۵)..... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی بیوی بعض ہنر جانتی تھی۔ ایک دفعہ وہ اللہ کے رسول ﷺ کے پاس حاضر ہوئی اور کہا کہ میں ایک ہنر جانتی ہوں اس لیے میں چیزیں بنا کر فروخت کرتی ہوں۔ مگر میرے شوہر اور بچوں کا کوئی ذریعہ آمدن نہیں تو کیا میں اپنے کمائے مال سے ان پر خرچ کر سکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں بلکہ تمہیں اس پر ثواب ملے گا۔<sup>(۱)</sup>

(۶)..... امام ابن سعد نے اپنی کتاب 'الطبقات' میں اس طرح کے کچھ اور واقعات بھی نقل کیے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد نبویؐ میں عورتیں چھوٹے موٹے کام کاج کیا کرتی تھیں۔ بعض عورتیں عطر بنا کر فروخت کرتی تھیں۔

(۷)..... اسی طرح امام بخاریؒ نے ایک روایت نقل کی ہے جس میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک لوٹھی خریدی تھی۔ اس روایت پر امام بخاری نے یہ باب قائم کیا ہے: "باب الشراء والبيع مع النساء،" یعنی عورتوں کے ساتھ تجارت کا بیان۔

### (۶)..... عورت کی ملازمت اور ہمارا معاشرہ:

عورت کی ملازمت کے حوالے سے اصولی طور پر ہم یہ بات واضح کر چکے ہیں کہ ستر و حجاب کے احکام کا لحاظ رکھتے ہوئے ایک مسلمان عورت ملازمت یا تجارت کر سکتی ہے۔ اس اصول کا جب ہم اپنے معاشرہ پر اطلاق کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو ہمیں بڑی پریشانی ہوتی ہے اس لیے کہ پورے ملک میں اختلاط مرد و زن کی ایسی لہرائی ہوئی ہے کہ کوئی شعبہ بھی اس کے مضر اثرات سے محفوظ نہیں۔ یہ بات درست ہے کہ سائنس، طب، قانون، ہوشیالوگی، اسلامیات اور اس طرح کے بے شمار شعبوں میں خواتین کی ضرورت ہے۔ لیکن اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے انتظامات مناسب نہیں۔ سب سے پہلے تو یہ ضروری تھا کہ مرد و زن کا اختلاط روکنے کے لیے الگ الگ ادارے قائم کیے جاتے۔ خواتین کی یونیورسٹیاں الگ بنائی جاتیں۔ پھر خواتین سے متعلقہ اداروں کا انتظام و انصرام عورتوں ہی کے پاس ہوتا مگر ایسا نہیں کیا گیا اور اب بھی اسے انتہائی دشوار کہہ کر نظر انداز کر دیا جاتا ہے حالانکہ نیت درست ہو تو یہ کچھ دشوار نہیں۔ اگر خواتین کے لیے الگ یونیورسٹیاں اور دیگر ادارے بنانا ہر جگہ ممکن نہیں تو کم از کم خواتین کے شعبے ہی الگ بنا دیئے جائیں اور وہاں مردوں کے اختلاط کو ختم کر دیا جائے۔

(۱) [طبقات ابن سعد (ج ۸ ص ۲۱۲)]

## (۷)..... بیوی کی کمائی پر شوہر کا حق ہے یا نہیں؟

عورت کی ملازمت کے ساتھ یہ مسئلہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ بیوی ملازمت یا تجارت وغیرہ کے ذریعے جو مال حاصل کرتی ہے اس کی وہ اکیلی مالکہ ہے یا اس کا شوہر بھی اس کا حقدار ہے؟ جہاں تک عورت کو ملازمت کے علاوہ دیگر ذرائع (مثلاً وراثت، مہر، ہبہ وغیرہ) سے حاصل ہونے والے مال کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں یہ واضح رہے کہ اس پر شوہر کا کوئی حق نہیں۔ عورت ہی اس مال کی مالکہ ہے۔ ہاں اگر وہ اپنی خوشی سے شوہر کو کچھ دیتی ہے تو یہ الگ بات ہے۔ البتہ اگر عورت شادی کے بعد مال کماتی ہے تو اس مال کے بارے میں سب سے پہلے تو یہ دیکھا جائے گا کہ آیا اس مال کمانے کی محنت میں شوہر کے حقوق میں کمی تو نہیں ہوئی۔ اگر شوہر کے حقوق میں کسی طرح کی کمی واقع نہیں ہوئی تو پھر اس مال پر قانونی طور پر شوہر اپنے حق ملکیت کا دعویٰ نہیں کر سکتا مثلاً عورت کو وراثت میں ایک مکان یا دکان ملی جسے اس نے کرائے پر اٹھا دیا ہے اور بغیر محنت یا وقت صرف کیے اس کی کمائی اسے حاصل ہو رہی ہے، تو اس کمائی پر خاوند کا قانونی طور پر کوئی حق نہیں ہے۔

اگر عورت کسی ملازمت یا دستکاری وغیرہ کے ذریعے مال کماتی ہے اور اس میں محنت اور وقت صرف کرنے کی وجہ سے خانگی ذمہ داریاں متاثر ہوتی ہیں تو صاف ظاہر ہے کہ قانوناً شوہر کو اس پر اعتراض ہوگا اور ہونا بھی چاہیے۔ اور شوہر اگر اعتراض کرے تو اس کے نتیجے میں میاں بیوی کے درمیان کوئی ایسا معاہدہ طے کیا جائے گا جس پر دونوں رضامند ہوں۔ ایسی صورت میں خاوند اپنی بیوی کی کمائی سے کچھ حصے کا دعویٰ بھی کر سکتا ہے اور اس ملازمت کو چھوڑنے پر اسے مجبور بھی کر سکتا ہے۔ اور اگر بالفرض خاوند ایسا کوئی اعتراض نہ کرے تو الگ بات ہے۔ پھر بھی اخلاقی طور پر عورت کو چاہیے کہ اپنے اس مال سے خاوند کے ساتھ تعاون کرے۔

یہ تو تھا اس مسئلے کا قانونی حل، لیکن ضروری نہیں کہ ہر مسئلے کو قانونی انداز سے دیکھا جائے بالخصوص میاں بیوی کے درمیان جو رشتہ ہے وہاں صرف قانونی تقاضوں ہی کو اگر مد نظر رکھا جائے تو یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ اکثر شادیاں ناکام ہو جائیں اور خاندانی زندگی کا امن و سکون تباہ و برباد ہو جائے۔ ازدواجی زندگی میں قانونی پہلوؤں کے ساتھ اخلاقی پہلوؤں کا کردار نہایت بنیادی ہے۔ ان اخلاقی پہلوؤں کی رعایت کرتے ہوئے میاں بیوی میں سے ہر ایک کو اپنے شریک حیات کا خیر خواہ بن کر رہنا چاہیے۔ مرد نان

ونفقہ کا ذمہ دار ہے لیکن اس کی معاشی حالت اگر کمزور ہے اور بیوی کی معاشی حالت اچھی ہے تو بیوی کو از خود خاوند کی مدد کرنی چاہیے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مالدار تھیں اور شادی کے بعد انہوں نے آنحضرت ﷺ کی جس طرح اپنے مال سے دل کھول کر مدد کی، وہ قابل اتباع ہے۔ اور اگر بیوی بھی غریب ہو تو پھر اسے خاوند کے ساتھ صبر و شکر کی زندگی گزارنی چاہیے۔

دراصل ہمارے معاشرے میں یہ سوالات پہلے نہیں تھے۔ مغربی تہذیب کے اثرات قبول کرنے کی وجہ سے یہ پیدا ہو رہے ہیں۔ مغربی دنیا میں میاں بیوی کا تعلق باہمی وفاداری اور عفت و عصمت کے تحفظ پر چونکہ قائم نہیں ہوتا اور آئے دن شادیاں ٹوٹی رہتی ہیں، اس لیے عورت کی ملازمت کا مسئلہ بھی انہی حالات کی پیداوار ہے اور ملازمت کے سلسلہ میں عورت کی کمائی پر خاوند کا جھگڑا اسی کا نتیجہ ہے۔

### (۸)..... دعوت و تبلیغ کے لیے گھر سے باہر نکلنا:

اسلامی تعلیمات پر خود عمل کرنا اور اسے دوسروں تک پہنچانا ہر مسلمان پر اس کی استطاعت کے مطابق فرض ہے۔ خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ اس سلسلہ میں قرآن مجید میں اکثر جگہ مذکر کے صیغوں کے ساتھ یہ بات بیان ہوئی ہے، جمہور اہل علم کے نزدیک ان میں عورتیں بھی شامل ہیں جیسے سورۃ العصر میں ہے اور لیس جگہ پر مذکر اور مؤنث کے الگ الگ صیغوں کے ساتھ یہ بات بیان ہوئی ہے مثلاً مومن مردوں اور مومن عورتوں دونوں کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ وَعَدَدَ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّتِ نَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا﴾ [التوبة: ۷۰، ۷۱]

”مومن مرد اور مومن عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں، وہ بھلائیوں کا حکم دیتے اور برائیوں سے روکتے ہیں، نمازوں کو پابندی سے بجالاتے ہیں، زکاۃ ادا کرتے ہیں، اللہ کی اور اس کے رسول کی بات مانتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ بہت جلد رحم فرمائے گا، بے شک اللہ غلبے والا اور حکمت والا ہے۔ ان ایمان دار مردوں اور عورتوں سے اللہ نے ان جنتوں کا وعدہ فرمایا ہے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، جہاں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔“

عہد نبویؐ میں صحابیات اور ازواجِ مطہراتؓ کے طرزِ عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ انفرادی طور پر دعوت و تبلیغ کا کام کیا کرتی تھیں۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے کوئی الگ تنظیم تو نہیں بنائی تھی اور نہ ہی دعوت و تبلیغ کے سلسلہ میں وہ دور دراز کا سفر اکیلے کیا کرتی تھیں۔ لیکن ان باتوں کا یہ مطلب نہیں کہ ایسا کرنا اب غیر شرعی ہوگا کیونکہ اُس وقت تو ان چیزوں کی ضرورت ہی پیدا نہ ہوئی تھی۔ آج اگر ان چیزوں کی ضرورت ہے تو اس کے لیے ستر و حجاب کی حدود کا لحاظ رکھتے ہوئے عورتوں کی تبلیغی و اصلاحی انجمنیں بھی بنائی جاسکتی ہیں اور محرم کی معیت میں ایک عورت درس و تدریس کے لیے ایک شہر سے دوسرے شہر کا سفر بھی کر سکتی ہے۔ لیکن اس بات کا خیال رکھتے ہوئے کہ ان دینی کوششوں سے عورت کی خانگی ذمہ داریاں متاثر نہ ہوں۔

اگر عورت مذکورہ شرائط پوری نہ کر پائے تو پھر بھی انفرادی طور پر دعوتِ دین کی ذمہ داری بقدر استطاعت اس پر فرض رہے گی۔ لہذا ایک مسلمان خاتون کو چاہیے کہ وہ اپنی اولاد، اپنے شوہر، اپنے قریبی رشتہ دار اور محلہ دار عورتوں کو اپنے علم و استطاعت کی حد تک وعظ و نصیحت کرتی رہے۔ جہاں دین سے دوری اور بے عملی دیکھے وہاں اصلاح کی ممکنہ کوشش کرے۔ افسوس ہے کہ ہمارے مذہبی گھرانوں سے بھی دین کے لیے محنت کا جذبہ ختم ہی ہوتا چلا جا رہا ہے۔ نہ مرد اس سلسلہ میں اپنی ذمہ داری انجام دیتا ہے اور نہ عورت اپنی اس ذمہ داری کا احساس کرتی ہے۔ اللہ ہمیں ہدایت دے اور دین کے لیے محنت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

### (۹)..... سیاسی سرگرمیوں کے لیے باہر نکلنا:

سیاسی سرگرمیوں سے میرے نزدیک کسی معروف روایتی سیاسی نظام یا پارٹی کی سرگرمیاں مراد نہیں اور نہ ہی سیاست سے مراد میرے پیش نظر اس کا عرفی مفہوم ہے بلکہ میرے نزدیک اس کا وسیع تر مفہوم ہے جس میں اقامتِ دین اور سیاستِ مدن دونوں شامل ہیں۔ اقامتِ دین کی ذیل میں دعوت و تبلیغ، نفاذِ شریعت، امر بالمعروف و نہی عن المنکر وغیرہ اور سیاستِ مدن کی ذیل میں اصلاحِ معاشرہ، عدل و انصاف کا قیام، ملکی و ملی استحکام وغیرہ کے تمام پہلو داخل ہیں۔ اس وسیع تر مفہوم میں جب یہ سوال اٹھایا جائے گا کہ آیا عورت سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لے سکتی ہے یا نہیں تو ظاہر ہے اس سوال کا جواب پھر صرف ہاں یا نہ میں نہیں دیا جاسکتا بلکہ اس کی تفصیلات کو پیش کرتے ہوئے ایک ایک پہلو پر رائے قائم کرنا ضروری ہے، اختصار کے پیش نظر میں اس مسئلہ میں چند اصولی باتیں پیش کرتا ہوں۔

امر بالمعروف ونبی عن المنکر، دعوت و تبلیغ اور اقامت دین کے لیے جدوجہد ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔ اس سلسلہ میں جہاں مردوں کے لیے کچھ شرائط ہیں وہاں عورتوں کے لیے بھی کچھ حدود ہیں اور وہ یہ ہیں:

عورتیں ستر و حجاب کے احکام کی پابندی کریں، ان کا دائرہ عمل بنیادی طور پر خواتین تک محدود ہو، ان کی خانگی ذمہ داریاں متاثر نہ ہوں، دور کے سفر کے لیے محرم ساتھ ہو۔

اگر سیاسی سرگرمیوں کو اپنے وسیع تر تناظر میں دیکھا جائے تو جہاد میں عورت کی شرکت بھی اس قبیل میں شمار کی جائے گی۔ لہذا اگر کسی مسلم ملک پر دشمن حملہ آور ہو جائے تو ایسے ہنگامی حالات میں دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے عورتوں کو بھی اپنی حیثیت و استطاعت کے مطابق جہاد میں حصہ لینا ہوگا کیونکہ ایسی صورت میں اس ریاست کے ہر شہری پر جہاد فرض عین ہو جاتا ہے۔ یہ تو تھی دفاعی جہاد کی مثال، جہاں تک اقدامی جہاد کا تعلق ہے تو اس میں بھی عورت شرکت کر سکتی ہے۔ بشرطیکہ اسے شوہر کی اجازت حاصل ہو اور فوجی قافلے میں شرکت کے لیے محرم رشتہ دار موجود ہو اور ضروری تحفظات بھی حاصل ہوں۔ آنحضرت ﷺ کے دور میں اقدامی اور دفاعی دونوں طرح کے جہاد میں عورتوں کی شرکت عملاً ثابت ہے۔ بطور مثال چند روایتیں پیش کی جاتی ہیں۔

(۱)..... حضرت ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا، اللہ کے رسول ﷺ کی رضاعی خالہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی خالہ تھیں اور ماں کی طرح آپ پر شفقت فرمایا کرتی تھیں۔ یہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں، فرماتی ہیں ایک مرتبہ اللہ کے رسول ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے، میں نے کھانا پیش کیا پھر آپ سو گئے اور میں آپ کے سر سے جو نمیں نکالنے لگی۔ آپ ﷺ نیند سے بیدار ہوئے تو مسکرا رہے تھے۔ میں نے آپ سے مسکرانے کی وجہ پوچھی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

(( نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي عَرَضُوا عَلَيَّ عُرَاةً فَمَنْ سَبَّيْلَ اللَّهِ يَرَكِبُونَ تَبِعَ هَذَا الْبَحْرَ مَلُوكًا عَلَى الْأَسِيرَةِ أَوْ مُثْلَ الْمُلُوكِ عَلَى الْأَسِيرَةِ ))

”میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے پیش کیے گئے کہ وہ اللہ کے راستے میں جہاد کے لیے سمندر کے سینے پر اس طرح سوار ہیں جس طرح بادشاہ تخت پر سوار ہوں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ اللہ سے دعا فرمائیں کہ وہ مجھے بھی انہیں میں شامل فرمادے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے میرے لیے دعا

فرمادی۔ پھر آپ اپنا سر رکھ کر سو گئے۔ کچھ دیر بعد پھر بیدار ہوئے تو آپ مسکرا رہے تھے۔ میں نے پوچھا: یا رسول اللہ! اب کس بات پر مسکرا رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے اس طرح پیش کیے گئے کہ وہ اللہ راہ میں جہاد کے لیے جا رہے ہیں۔ جس طرح آپ ﷺ نے پہلے لوگوں کے متعلق فرمایا تھا۔ میں نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ! دعا فرمائیں اللہ مجھے بھی ان میں شامل کر دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم پہلی فوج کے ساتھ ہوگی۔ (اس دوسری کے ساتھ نہیں، راوی بیان کرتا ہے) چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں آپ بحری جنگ میں شریک ہوئیں اور واپسی پر اپنی سواری سے نیچے گرنے کی وجہ سے فوت ہوئیں۔“<sup>(۱)</sup>

(۲)..... حضرت ربیع بنت معوذہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

((كُنَّا نَغْزُو مَعَ النَّبِيِّ فَنَسَقِي الْقَوْمَ وَنَحْدُمُهُمْ وَنَزِدُ الْقَتْلَى وَالْحَرْحَى إِلَى الْمَدِينَةِ))

”ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ جہاد میں شریک ہوتی تھیں اور ہم مجاہدین کو پانی پلاتیں، ان کی خدمت کرتیں اور شہید اور زخمی ہونے والوں کو مدینہ لوٹاتی تھیں۔“<sup>(۲)</sup>

(۳)..... ایک روایت میں ہے کہ حضرت ربیع فرماتی ہیں کہ

((وَنُدَاوِي الْحَرْحَى))

”ہم زخموں کی مرہم پٹی کیا کرتی تھیں۔“<sup>(۳)</sup>

(۴)..... حضرت انس رضی اللہ عنہ، جنگ احد کے حوالے سے بیان فرماتے ہیں کہ ”میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا (یہ حضرت انس کی والدہ تھیں) کو دیکھا کہ یہ اپنے ازار سمیٹے ہوئے تھیں اور (تیز چلنے کی وجہ سے) پانی کے مشکیزے چھلکاتی ہوئی لئے جا رہی تھیں اور یہ مشکیزے انہوں نے اپنی پشتوں پر اٹھار کھے تھے۔ اور یہ مجاہدین کو اس میں سے پانی پلاتی تھیں، پھر واپس پلٹیں اور مشکیزے بھر کر لے جاتیں اور مجاہدین کو پانی پلاتیں۔“<sup>(۴)</sup>

(۵)..... حضرت ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ”میں نے اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ سات

(۱) [بخاری: کتاب الجہاد، باب الدعاء بالجہاد والشہادۃ للرجال والنساء (ح) ۲۷۸۸، ۲۷۸۹] (۲۷۸۸)

(۲) [بخاری: کتاب الجہاد، باب رد النساء الحرخی والقنلی (ح) ۲۸۸۳] (۲۸۸۳)

(۳) [ایضاً (ح) ۲۸۸۲] (۲۸۸۲)

(۴) [بخاری: کتاب الجہاد، باب حمل النساء القرب الی الناس فی الغزو (ح) ۲۸۸۱] مسلم (ح) ۱۸۱۱



غزوات میں شرکت کی۔ میں مجاہدین کے سامان کی حفاظت کرتی، ان کے لیے کھانا تیار کرتی، زخمیوں کی مرہم پٹی اور بیماریوں کی تیمارداری کرتی تھی۔“ (۱)

مندرجہ بالا سطور میں ہم نے بخاری اور مسلم کی چند روایات پیش کی ہیں ورنہ اس سلسلہ میں بے شمار روایات موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں حربی و عسکری سرگرمیوں میں شریک ہوتی تھیں لیکن ان کی شرکت کا دائرہ مرایضوں اور زخمیوں کی مرہم پٹی، مجاہدین کا کھانا تیار کرنے اور اس نوعیت کے دیگر کاموں تک محدود تھا۔ عہد نبوی یا عہد خلفائے راشدین میں کبھی کسی عورت کو کمانڈر کی حیثیت نہیں دی گئی اور آج بھی ضرورت کے پیش نظر چند شرائط کے ساتھ عورت کو جنگی و عسکری معاملات میں شریک تو کیا جاسکتا ہے مگر اسے فوج کا سربراہ نہیں بنایا جاسکتا۔

### (۱۰)..... عورت کی سربراہی کا مسئلہ:

سربراہی دو طرح کی ہوتی ہے ایک پورے ملک کی سربراہی اور ایک ہے کسی ادارے اور شعبے کی سربراہی۔ جہاں تک کسی شعبے کی سربراہی کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں واضح رہے کہ اگر وہ شعبہ عورتوں ہی سے تعلق رکھتا ہے تو اس کا عملہ بھی عورتوں پر مشتمل ہونا چاہیے اور عملہ کی سربراہی بھی عورت ہی کے پاس ہونی چاہیے۔ لیکن اگر وہ شعبہ مردوں سے متعلق ہو تو اس کا انتظام و انصرام اور سربراہی مردوں کے پاس ہی ہونی چاہیے، ایسے شعبے میں کسی عورت کی سربراہی کی کوئی ضرورت نہیں۔

اگر کسی شعبے کا تعلق مردوں اور عورتوں دونوں سے ہو تو اس میں تفریق کر کے مردوں سے متعلقہ امور مردوں کو اور عورتوں سے متعلقہ امور عورتوں کو تفویض کر دینے چاہئیں۔ اس کے باوجود اگر کچھ پہلو اشتراک کا تقاضا کریں تو اس میں سربراہی مردوں کو دی جائے گی کیونکہ انتظامی معاملات میں مرد فطری، جسمانی اور شرعی ہر اعتبار سے عورت سے زیادہ اہلیت رکھتا ہے۔

مذکورہ بالا تقسیم کی بنیاد اس شرعی اصول پر ہے کہ عورت اور مرد کا اختلاط کم سے کم ہو اور ستر و حجاب کی حدود کا اہتمام زیادہ سے زیادہ ہو اور ظاہر ہے ایک ہی جگہ مرد و زن کو لاگھسیب کرنے سے یہ اصول پامال ہوتا ہے۔ جہاں تک تعلق ہے ایک ملک کی سربراہی کا تو اس میں کوئی شک نہیں کہ آنحضرت ﷺ نے عورت کے لیے سربراہ مملکت بننے کو سخت ناپسند کیا ہے۔ اس سلسلہ میں صحابی رسول حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

(۱) [مسلم: کتاب الجہاد: باب النساء الغازیات یرضخ لهن..... (ح ۱۸۱۲)]

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

(( لَنْ يُفْلِحَ قَوْمٌ وَلَوْ أَمَرَهُمْ إِلَىٰ امْرَأَةٍ ))

”وہ قوم کبھی فلاح یاب نہیں ہوگی جس نے اپنے امور کسی عورت کے سپرد کر دیئے۔“ (۱)

صحیح بخاری کی اسی روایت میں یہ وضاحت بھی ہے کہ یہ بات آنجناب ﷺ نے اس وقت فرمائی تھی جب آپ ﷺ کو معلوم ہوا کہ اہل فارس (ایرانیوں) نے کسریٰ کی بیٹی کو اپنا سربراہ مملکت مقرر کر لیا ہے۔ علاوہ ازیں یہ روایت صحیح بخاری کے علاوہ اور کتب احادیث میں بھی موجود ہے اور محدثانہ اصولوں کے مطابق اس کی سند و متن میں کسی قسم کا شبہ نہیں۔ متن و سند کے اعتبار سے بھی یہ بالکل صحیح ہے اور اپنے معنی و مفہوم کے اعتبار سے بھی اس میں کوئی ابہام نہیں کہ اس میں عورت کی سربراہی کو سخت ناپسند کیا گیا ہے۔

آنحضرت ﷺ کو جب ایرانیوں کے بارے میں یہ خبر ملی تو آپ نے صرف ان کے لیے یہ نہیں کہا کہ وہ فلاح نہیں پائیں گے بلکہ آپ نے عمومی انداز میں یہ ارشاد فرمادیا کہ جو قوم بھی عورت کو سربراہ بنائے گی وہ ناکامی کا سامنا کرے گی۔ اس حدیث کے پیش نظر اہل علم کا اس بات پر ہمیشہ اتفاق رہا ہے کہ ایک مسلم ملک کی سربراہی عورت کے سپرد کرنا حرام ہے۔ ماضی قریب میں بعض تجدد پسندوں نے اس مسئلہ میں اختلاف رائے کا اظہار کیا اور مغربی نظریہ مساوات مرد و زن سے متاثر ہو کر اس حدیث نبوی کو تسلیم کرنے سے انکار کرنے لگے۔ ان کا نقطہ نظر معلوم کرنے کے لیے اس موضوع پر لکھی گئی کتابوں کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ یہاں ہم اس مسئلہ کے بارے میں سعودی عرب کے نامور مفتی شیخ ابن بازؒ کا ایک فتویٰ پیش کر رہے ہیں:

### شیخ ابن بازؒ کا فتویٰ:

**سوال:**..... اگر کوئی خاتون ملک کی وزیراعظم، وزارت یا کسی اور بڑے منصب کے لیے بنفس نفیس خود کو پیش کرے تو اسلام کا اس سلسلے میں کیا موقف ہے۔ ازراہ کرم جواب دے کر ممنون فرمائیں؟

**جواب:**..... کسی خاتون کا ملک کا وزیراعظم بنانا یا جانا یا کسی اور بڑے منصب پر تعین، اسلام میں جائز نہیں ہے۔ اس سلسلے میں قرآن حکیم، سنت نبی کریم ﷺ اور اجماع کی وضاحتیں بصراحت موجود ہیں۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ﴾ اس آیت میں حکم عام ہے۔ مرد کو اللہ تعالیٰ نے قوم بنایا ہے۔ خاندان میں بھی، ریاست

(۱) [بخاری: کتاب المغازی: باب کتاب النبی الی کسری وقصر] (ح ۴۴۲۵)

میں بھی۔ اس آیت کریمہ سے صاف واضح ہے کہ مرد کو اللہ تعالیٰ نے عورت پر افضلیت عطا فرمائی ہے۔ اس میں عقل کی، رائے کی اور ہر طرح کی افضلیت شامل ہے..... اور ذخیرہ حدیث نبویؐ سے ہمیں صحیح بخاری

کی یہ حدیث ملتی ہے کہ ”وہ قوم تباہ و برباد ہوئی جس نے عورت کو اپنا حاکم اور سربراہ بنایا۔“

اس صحیح حدیث کے بعد اس بات میں کوئی شک نہیں رہتا کہ کسی خاتون کو صاحب امر بنانا یا اس کی تولیت میں مملکت کی زمام کار دے دینا، احکام رسول کریم ﷺ کی کتنی بڑی خلاف ورزی اور جسارت کی بات ہے۔ اس حدیث کی خلاف ورزی میں کئی ایسی حدیثوں کا متن بھی شامل ہو جاتا ہے جن میں بتایا گیا ہے کہ جانتے بوجھے سنت رسول کا بطلان کفر کی حدوں تک پہنچتا ہے اور صورت حال سے واقف ہونے کے بعد کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ احکام رسول کی خلاف ورزی کرے۔

اجماع کے سلسلے میں عرض ہے کہ خلفائے راشدینؓ اور ان کے بعد کی تین صدیوں تک علمائے کرام کا یہی عمل رہا کہ کسی خاتون کو امارت یا عہدہ قضا پر مامور نہیں کیا گیا۔ اس دور کی خواتین میں اکثر ایسی تھیں جنہوں نے کتاب و سنت کی روشنی میں خود اس بات کی وضاحت فرمائی کہ خواتین کے لیے یہ مناصب مناسب نہیں۔ اس کے علاوہ بھی شرعی احکام واضح ہیں۔ حکام وقت کا بیشتر وقت دیگر مردوں اور اعمال حکومت سے گفت و شنید، دوروں، ملاحظوں، افواج کی قیادت و اجتماعات میں شرکت اور ان کی رہبری و رہنمائی اور خطبات و تقاریر میں گزرتا ہے۔ انہیں دیگر ممالک کے دورے بھی کرنے ہوتے ہیں۔ مختلف ممالک سے معاہدے (Pact) ہوتے ہیں اور دوسرے ملکوں کے صدور و وزراء اور سفراء سے معانقے، دعوتیں، غرض ایسے بے انتہا کام ہیں جن میں وزیر اعظم، صدر مملکت یا ملک کے اہم مناصب پر فائز لوگوں کو دن رات مشغول رہنا ہوتا ہے۔ اس لیے دینی، عقلی اور علمی کسی بھی طرح مناسب نہیں کہ کسی خاتون یا خواتین کو ایسے مناصب دیے جائیں جو ان کے لیے مناسب نہیں ہیں۔

مزید برآں اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی عقل کی روشنی میں بھی یہ بات بالکل واضح ہے کہ عورت کے مقابلہ میں مرد کی عقل، فہم، حسن تدبیر اور دیگر سارے قوائے جسمانی زیادہ بہتر ہیں۔ لہذا ملک کے متذکرہ بالا اعلیٰ مناصب کے لیے مرد ہی زیادہ مناسب ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں دین حنیف اور سنت رسول ﷺ کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے۔<sup>(۱)</sup>

(۱) [مجلة "المجتمع" (کویت) تلخیص و ترجمہ، ہفت روزہ "تکبیر" کراچی]

## عورت کے بارے میں چند شبہات اور ان کا ازالہ

عورت ہمیشہ افراط و تفریط کا شکار رہی ہے۔ کہیں تو اس کے ساتھ حیوانوں سے بھی بدتر سلوک کیا جاتا اور کہیں اسے مردوں سے بھی اونچا بٹھادیا جاتا۔ اسلام نے عورت کے مقام و مرتبہ اور حقوق و فرائض کے حوالے سے انتہائی متوازن رائے قائم کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب تک اسلام سر بلند رہا اور مسلم معاشروں میں اسلامی تعلیمات کے مطابق عمل ہوتا رہا تب تک عورت کی طرف سے کبھی حق تلفی کا شکوہ نہیں کیا گیا۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ عورتوں نے اپنے حقوق کے لیے انجمنیں (Ngo) بنا کر وادیا کیا ہو اور مردوں کے خلاف احتجاج کیا ہو۔ اس لیے کہ عورت کے حقوق و فرائض کے حوالے سے اسلام کی دی گئی تعلیمات پر عمل کرنے سے کبھی ان چیزوں کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہو سکتی۔

لیکن اسلامی تعلیمات سے روگردانی اور مغرب کی الحادی تہذیب کے اثرات کی وجہ سے اب صورتحال بدل چکی ہے۔ مغربی دنیا میں عورت ہمیشہ ظلم و ستم کا نشانہ رہی تھی اور پچھلے دو سو سال سے اس کا رد عمل یہ سامنے آیا کہ عورت کو ہر میدان میں مردوں کے ساتھ اب یکساں طور پر شریک کار تسلیم کر لیا گیا ہے۔ اسے مرد کے مقابلہ میں ایک عورت تسلیم کرنے کی بجائے مرد ہی سمجھا جا رہا ہے۔ اسے گھر میں رہ کر بچے پالنے اور گھر سنبھالنے کی بجائے اپنی فطرت کے منافی امور سوچنے جارہے ہیں۔ گویا عورت کو اب ایک دوسری انتہا پر پہنچا دیا گیا ہے اور اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے نقصانات سے چشم پوشی کی جا رہی ہے بلکہ النایہ دلائل دیئے جا رہے ہیں کہ عورت کے لیے گھر کی چار دیواری تک محدود رہنے سے اس کی حق تلفی ہوتی ہے اور مردوں کے شانہ بشانہ نہ چلنے سے معاشرتی ترقی میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔ پھر اس سے آگے بڑھ کر اسلام کے خلاف یہ اعتراضات اٹھائے جا رہے ہیں کہ اسلام نے عورتوں کو کمتر درجہ دیا ہے۔ انہیں گھر کی چار دیواری میں قید کر کے ان کی آزادی چھین لی ہے۔ انہیں مردوں کے تابع بنا کر ان کی حق تلفی کی ہے۔ انہیں مرد کے مقابلہ میں آدھی مخلوق کہا ہے۔ انہیں وراثت، دیت اور شہادت ہر جگہ مردوں کے مقابلہ میں آدھا درجہ دے کر ان پر ظلم کیا ہے۔ مغربی تہذیب سے مرعوب ہمارے بعض متجددین مغربی نقطہ نظر کی

کمزوری سمجھنے کی بجائے الطان کی ہاں میں ہاں ملار ہے ہیں اور معذرت خواہانہ انداز اختیار کر کے اسلام کی غلط تعبیر پیش کر رہے ہیں۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلے ہمیں یہ سمجھنا چاہیے کہ ہر تہذیب کے پیچھے ایک فکر ہوتی ہے اس فکر پر ایک نظام قائم ہوتا ہے اور اس نظام کے جملہ اجزاء اس فکر کو تقویت دیتے ہیں۔ ایسے اجزاء اس نظام میں نہیں ٹھہر سکتے جو اس کی بنیادی فکر سے ہم آہنگ نہ ہوں۔ یا تو یہ اجزاء تقویت پا کر آہستہ آہستہ اس فکر کو مردہ بنا دیں گے یا پھر اس تصادم میں خود مردہ ہو جائیں گے۔ فکر و نظام کے اس عملی مظہر کو تہذیب کہا جاتا ہے گویا یہ نظریہ و عمل کے اشتراک ہی کی ایک صورت ہوتی ہے۔

موجودہ مغربی تہذیب کی بنیاد مادہ پرستی (Materialism) پر ہے۔ اس میں مذہب کی بنیادی تعلیمات (یعنی خوف خدا، فکرِ آخرت وغیرہ) کی بجائے صرف اسی کام کو وقعت دی جاتی ہے جو مادی اعتبار سے مفید ہو۔ گویا افادیت پسندی (Utilitarianism) اس تہذیب کی روح ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مغربی تہذیب ایک بالغ شخص کو ہر طرح کی کھلی چھٹی دینے کی قائل ہے۔ وہ حیوانیت پر اتر آئے اور اخلاقی قدروں کی پامالی کرے تو یہ اس کا حق آزادی شمار کیا جاتا ہے۔ وہ حلال و حرام کی پروا کیے بغیر مال کمائے تو یہ اس کا معاشی حق تسلیم کیا جاتا ہے۔ عورت مردوں کے شانہ بشانہ کام کرے تو یہ اس کا تمدنی حق سمجھا جاتا ہے۔ مرد و زن بے راہ روی پر اتر آئیں تو یہ ان کا جنسی حق تسلیم کیا جاتا ہے۔ مغربی جمہوریت میں بھی یہی سوچ کارفرما ہے۔ یعنی معاشرے کی اکثریت اپنی کسی لذت اور خواہش کی تکمیل کے لیے ایک ناجائز کام کو جائز کروانا چاہے تو حق جمہوریت کی رو سے وہاں یہ بھی ممکن ہے۔

مغربی تہذیب کی انہی فکری بنیادوں پر جب عملدرآمد ہوا تو معاشرے میں بے شمار بگاڑ پیدا ہوئے۔ میں ان کی تفصیلات یہاں پیش کرنا نہیں چاہتا البتہ آپ خود غور کر لیں کہ ہر فرد کو اپنی ہر خواہش کی تکمیل کی اگر کھلی چھٹی دے دی جائے اور اس پر قانونی بندشوں کو ختم کر کے اخلاقی و مذہبی پابندیاں بھی اٹھادی جائیں تو پھر یہ کیسے توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ بہیمیت پر نہ اترے۔ آپ اپنے محلے کے ایک اوباش کو ذرا کھلی چھٹی دے کر دیکھ لیں۔ نہ کسی کی عزت محفوظ رہے گی اور نہ مال اور جان!

مغرب نے سیاسی اور معاشی طور پر پوری دنیا میں بہیمیت پھیلا رکھی ہے اور سماجی طور پر تو وہ خود بھی محفوظ نہیں رہا۔ وہاں خاندان کا ادارہ تباہ و برباد ہو چکا ہے۔ نوجوانی میں تو ہر کوئی عیش کر لیتا ہے مگر بڑھاپے میں

اولاد بھی اٹھا کر اولڈ ہاؤس پھینک آتی ہے۔ خاندانی نظام کی تباہی کی وجہ سے عورت کو اپنا معاش خود تلاش کرنا پڑتا ہے۔ اپنے اخراجات کے ساتھ بچوں کے اخراجات بھی عام طور پر عورت ہی پورے کرتی ہے۔ ان حالات میں اگر عورت کو وراثت میں سے آدھا حصہ دیا جائے، تنخواہ بھی مردوں سے کم ہو اور ملازمت کے دروازے بھی بند ہوں تو یقیناً اسے اپنی حق تلفی کا رونا رونا چاہیے۔ مگر یہ مغربی تہذیب کی ضرورتیں ہیں۔ اسلامی تہذیب کے ساتھ انہیں قیاس کرنا ہمارے روشن خیالوں کی جہالت کا نتیجہ ہے۔

اسلامی تہذیب میں تو عورت کو اتنی بڑی رعایت حاصل ہے کہ ساری زندگی اسے فکرِ معاش سے آزادی مل جاتی ہے۔ بچپن میں اس کا والد، یا بھائی، یا چچا وغیرہ اس کی کفالت کے ذمہ دار ہوتے ہیں اور شادی کے بعد اس کا شوہر۔ اگر بالفرض کسی عورت کا کوئی کفیل نہ ہو تو حکومت وقت اس کی کفالت کی ذمہ دار ہوتی ہے۔ اس کے باوجود اگر اسے وراثت میں سے کچھ مل جاتا ہے تو یہ اس پر مزید احسان ہے نہ کہ اس کی حق تلفی۔ اسے حق تلفی وہی سمجھے گا جو اسلامی تہذیب کے مبادیات سے نا آشنا ہے یا اس پر اس کا دل مطمئن نہیں ہے۔

یہاں یہ بات بھی واضح دینی چاہیے کہ مغربی تہذیب کا مسلمانوں کی موجودہ صورتحال سے تقابل درست نہیں۔ اس لیے کہ آج بھی اگرچہ مسلمانوں کے پاس اپنی تہذیب کی بنیادیں تو موجود ہیں مگر مسلمانوں کے عمل کی عمارت پوری طرح ان بنیادوں پر قائم نہیں ہے جبکہ موجودہ مغربی تہذیب اپنے فکر و عمل کے پورے اشتراک کے ساتھ کھڑی ہے۔ اس لیے اس کے نتائج و اثرات کا تقابل اگر کیا جاسکتا ہے تو اسلام کے اس دور کے ساتھ جب اسلام بھی اپنے فکر و عمل کے اشتراک کے ساتھ قائم تھا۔ کیونکہ تقابل تو تبھی ہوگا جب دو طرفہ برابری ہو۔ اس لیے مغربی تہذیب کا اگر اسلام کے خلافتِ راشدہ سے تقابل کیا جائے، یا اسلامی تاریخ کے خیر القرون سے تقابل کیا جائے، یا اموی اور عباسی دورِ حکومت کے ساتھ تقابل کیا جائے تو صاف معلوم ہو جائے گا کہ اپنے اپنے میسر وسائل کے ساتھ کس نے زیادہ ترقی کی، کس کی بنیادیں گہری ہوئیں، کس کی سیاست عادلانہ اصولوں پر قائم ہوئی، کس کا سماج اخلاقی قدروں کا محافظ بنا، کس کی معیشت مضبوط ہوئی، کس کا علمی رسوخ زیادہ ہوا۔

آج بھی اگر مسلمان اپنی تہذیب اپنی اسلامی بنیادوں پر قائم کر لیں، ان بنیادوں پر اٹھنے والی دیواروں کے جھول درست کر لیں، ان میں پڑنے والے شگاف دور کر لیں تو پورے یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ

پھر یہی مسلمان پوری دنیا کو عادلانہ نظام اور منصفانہ تہذیب و تمدن دے سکتے ہیں۔ ان شاء اللہ!

مسلمان عورت کے حوالے سے اٹھائے جانے والے شبہات و اعتراضات کے سلسلہ میں سب سے پہلے یہ غور کرنا چاہیے کہ ان اعتراضات کی حقیقت کیا ہے؟ بطور اعتراض جو بات کی جارہی ہے اس کا کوئی وجود ہے بھی یا نہیں؟ جس بات پر اعتراض کیا جا رہا ہے قرآن و سنت میں اس سلسلہ میں کوئی بات کہی گئی ہے یا وہ مسلمانوں کے اپنے طرز عمل سے پیدا ہوئی ہے؟ بہت سارے اعتراضات تو ایسے ہیں جن کا ہماری دینی تعلیمات کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ یعنی یا تو وہ بالکل بے بنیاد ہیں یا پھر بعض مسلمانوں کے غلط طرز عمل کا نتیجہ ہیں۔ ظاہر ہے ان اعتراضات کی کوئی حیثیت نہیں۔ مسلمانوں نے اپنے طرز عمل سے اگر اعتراض کا موقع دیا ہے تو انہیں اپنا طرز عمل بدلنا چاہیے اور اگر خدا نخواستہ مسلمان اپنا طرز عمل نہیں بدلتے تو پھر بھی اسلام ان اعتراضات سے پہلے ہی سے بری ہے۔

البتہ بعض اعتراضات وہ ہیں جو اسلامی تعلیمات کی بنیاد پر اٹھائے جاتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ہمیں سب سے پہلے تو یہ تحقیق کرنی چاہیے کہ جس بات پر اعتراض کیا گیا ہے کیا قرآن و سنت میں وہ موجود ہے؟ مثلاً قرآن مجید کی اگر کسی آیت پر اعتراض کیا گیا ہے تو یہ دیکھنا چاہیے کہ کیا اس آیت کا وہی مفہوم ہے جو اعتراض کرنے والا پیش کر رہا ہے۔ کیا ہمارے مفسرین نے اس سے وہی مراد لیا ہے یا کچھ اور۔ اسی طرح اگر کسی حدیث پر اعتراض کیا گیا ہے تو ہمیں پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ محدثین کے ہاں وہ حدیث صحیح اور حسن درجہ کی ہے یا ضعیف اور موضوع۔ اگر حدیث صحیح اور قابل اعتماد ہے تو آیا اس کا مفہوم وہی ہے جو اعتراض کرنے والا پیش کر رہا ہے یا کچھ اور۔ ہمارے محدثین و شارحین نے اس کا وہی مفہوم پیش کیا ہے یا کچھ اور۔ بہت سارے شبہات تو اسی تحقیق کے دوران رفع ہو جائیں گے اور اگر کچھ باقی رہ جائیں گے تو آپ پہلے یہ یقین کر لیجیے کہ واقعی قرآن و حدیث میں وہ بات موجود ہے جو اعتراض کرنے والے نے اٹھائی ہے۔ اگر ہے تو ایسی صورت میں بحیثیت مسلمان آپ کا یہ ایمان ہونا چاہیے کہ یہ بات اس کائنات کے خالق و مالک نے یا تو خود فرمائی ہے یا وحی کے ذریعے اپنے محبوب پیغمبر کی زبان پاک سے کہلوائی ہے۔ دونوں صورتوں میں یہ خدا ہی کی طرف سے کہی گئی ہے اور جو بات خالق کائنات کی طرف سے آئی ہو وہی حق ہے۔ اگر سائنسی تجربات و مشاہدات اور انسانی دل و دماغ اسے تسلیم نہیں کرتے تو سمجھ لیجیے کہ ان سبھی ذرائع میں ابھی نقص ہے۔ سائنس اور مشاہدے کو ابھی مزید تحقیق کی ضرورت ہے۔ دل و دماغ کو ابھی مزید غور و فکر

کی ضرورت ہے۔ پھر یہ بات بھی یاد رکھیے کہ خالق کائنات نے جو کہہ دیا اور جس کا تقاضا کر دیا ہے اسی کو اپنانے اور اسی پر عمل پیرا ہونے میں ہماری دنیوی و اخروی کامیابی ہے۔ اس سے روگردانی اس دنیا میں بھی ہمیشہ برے نتائج پیدا کرے گی اور آخرت میں بھی عذاب میں مبتلا کرنے کا باعث ثابت ہوگی۔ ان بنیادی باتوں کے بعد ہم عورت کے حوالے سے پیدا کیے جانے والے شبہات و اعتراضات کا جائزہ لیتے ہیں۔

### (۱)..... کیا عورت کی عقل آدمی ہے؟

عورت کی عقل کے حوالے سے اسلام پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اسلام عورت کی آدمی عقل کا قائل ہے اور یہ عورت کی توہین ہے کہ اس کی عقل کو مرد کی عقل سے کمتر سمجھا جائے۔

اس سلسلہ میں جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ آیا قرآن و حدیث میں کوئی ایسی بات بیان ہوئی ہے یا نہیں، تو صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی ایک مستند حدیث ہمارے سامنے آتی ہے جسے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ عید الاضحیٰ یا عید الفطر کا موقع تھا۔ اللہ کے رسول ﷺ عید گاہ تشریف لائے۔ جب آپ عورتوں کے پاس سے گزرے تو آپ نے ان سے یہ ارشاد فرمایا:

(( يَامَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ فَإِنِّي أُرِيكُمْ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ، فقلنَّ وِمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ تُكْفِرْنَ اللَّعْنَ، وَتُكْفِرْنَ الْعَشِيرَ، مَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَدِينٍ أَذْهَبَ لِلْبَّ الرَّجُلِ الْحَازِمِ مِنْ إِحْدَاكُنَّ، قُلْنَ: وَمَا نَقِصَانِ دِينِنَا وَعَقْلِنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ أَلَيْسَ شَهَادَةُ الْمَرْأَةِ مِثْلَ نِصْفِ شَهَادَةِ الرَّجُلِ؟ قُلْنَ: بَلَى، قَالَ: فَذَلِكَ مِنْ نَقْصَانِ عَقْلِهَا، أَلَيْسَ إِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ؟ قُلْنَ: بَلَى، فَذَلِكَ مِنْ نَقْصَانِ دِينِهَا))

”اے عورتوں کی جماعت! تم (کثرت سے) صدقہ کیا کرو، اس لیے کہ (جب مجھے جہنم دکھائی گئی تھی تو) میں نے دیکھا کہ جہنمیوں کی اکثریت تم عورتوں پر مشتمل ہے۔ عورتوں نے کہا، اللہ کے رسول! ایسا کیوں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس لیے کہ تم لعن طعن زیادہ کرتی ہو اور خاوند کی ناشکری کرتی ہو۔ عقل اور دین میں کم ہونے کے باوجود سمجھدار آدمی کی عقل کو ماؤف کرنے والا تم سے بڑھ کر کسی اور کو میں نے نہیں دیکھا۔ عورتوں نے پوچھا: اللہ کے رسول! ہمارے دین اور ہماری عقل میں کیا کمی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا عورت کی گواہی مرد کی گواہی سے آدمی نہیں؟ عورتوں نے کہا ہاں! کیوں



نہیں۔ آپؐ نے فرمایا یہ عورت کی عقل کی کمی ہے۔ (پھر آپؐ نے فرمایا) کیا ایسا نہیں ہے کہ جب عورت کے ایام حیض شروع ہوتے ہیں تو وہ نماز پڑھتی ہے نہ روزے رکھتی ہے؟ عورتوں نے کہا، ہاں! کیوں نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: پس یہ اس کے دین کی کمی ہے۔<sup>(۱)</sup>

یہ بخاری و مسلم کی صحیح حدیث ہے اس لیے اس بات میں کوئی شک نہیں کیا جاسکتا کہ عورت کی عقلی و ذہنی صلاحیت میں مرد کے مقابلہ میں نقص و کمی پائی جاتی ہے۔ آنحضرتؐ نے اپنی بات کی تائید میں سائنسی و مشاہداتی دلائل پیش کرنے کی بجائے قرآن مجید کے اس حکم کی طرف اشارہ کر دیا، جس کی رو سے عورت کی گواہی مرد کے مقابلہ میں آدھی ہے۔ گویا آپؐ یہ فرمانا چاہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کی عقل مردوں کے مقابلہ میں کم رکھی ہے اور یہ اللہ کا فیصلہ ہے جسے تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں۔

دراصل آنحضرتؐ نے ایک بہت بڑی حقیقت کو بیان فرمایا ہے۔ اس حقیقت کو سمجھنے کے لیے آپؐ پہلے مردوں کے بارے میں ذرا غور کریں تو معلوم ہوگا کہ ہر آدمی سائنس دان، ڈاکٹر، انجینئر نہیں بن سکتا۔ ہر آدمی میں بیج بننے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ ہر شخص کے لیے ماہر نفسیات بن جانا ممکن نہیں۔ ہر شخص کے لیے آسان نہیں کہ وہ ماہر ریاضی دان بن جائے۔ گویا کسی مرد کی عقل زیادہ ہے کسی کی کم۔ کسی کا دماغ فلکیات میں کام کرتا ہے تو کسی کا طب میں۔ کوئی قائدانہ صلاحیتیں رکھتا ہے اور کوئی شاعرانہ۔ اگر ہر شخص قائدانہ صلاحیتوں کا مالک ہوتا اور لیڈر بننا ہی پسند کرتا تو ملکی نظم و نسق کیسے چلتا؟ اگر ساری قوم طب میں چلی جاتی تو انجینئر کہاں سے آتے؟ یہ دماغی و عقلی صلاحیتوں کی کمی بیشی دراصل اس کارخانہ فطرت کے نظام کو خوبصورتی سے چلانے کے لیے رکھی گئی ہے۔

گویا مردوں میں بھی تمام مردوں کی عقل کا معیار ایک جیسا نہیں اور یہ اللہ حکیم و دان کا فیصلہ ہے۔ یہی صورت حال عورتوں کی بھی ہے۔ بعض عورتیں حکمت و دانش میں دوسری عورتوں سے آگے ہوتی ہیں حتیٰ کہ بعض عورتیں مردوں سے بھی زیادہ دانا ہوتی ہیں لیکن مجموعی طور پر جب مردوں اور عورتوں کا تقابل کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ مردوں کا معیار عقل عورتوں سے بلند تر ہے اور یہ فطری طور پر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بے شمار حکمتوں کی وجہ سے ایسا کیا ہے۔ وہ حکمتیں ہمیں سمجھ آ جائیں تو بہت اچھا، نہ سمجھ آئیں تو پھر بھی کیا ہم اللہ تعالیٰ پر اعتراض

(۱) [صحیح بخاری: کتاب الحيض، باب ترك الحائض الصوم، (ح ۲۰۴) صحیح مسلم: کتاب الايمان: بابيان

نقصان الايمان بنقص الطاعات..... (ح ۸۹)]

شروع کر دیں گے؟ کیا ہم اللہ کو ظالم و جابر سمجھتے ہیں کہ اللہ کو یہ فرق نہیں کرنا چاہیے تھا؟ (معاذ اللہ!) ان حکمتوں پر غور کرنے سے پہلے واقعات کی دنیا میں نظر دوڑا کر یہ بھی دیکھ لیجیے کہ دنیا کی تاریخ میں جتنے انبیاء و رسل آئے وہ سب مرد تھے۔ جتنے بڑے بڑے فلسفی گزرے ہیں، وہ سب مرد تھے۔ دنیا میں جتنے سائنس دان ہوئے، ان کی واضح اکثریت مردوں پر مشتمل تھی۔ دنیا میں جتنے حکمران، بادشاہ، لیڈر اور کمانڈر گزرے، ان کی بڑی تعداد مرد تھی۔ انسانی تاریخ میں ہمیشہ مردوں کو ذہنی تفوق حاصل رہا ہے اور آج بھی صورتحال ایسے ہی ہے۔ چند ملکوں کے علاوہ باقی ہر جگہ مرد حکمران ہیں۔ انگلی پر گنی جانے والی چند عورتوں کے سوا باقی سب سائنس دان، مہاندان، قانون دان، دانشور، حکیم، ڈاکٹر، وغیرہ مرد ہیں۔

اب تو سائنسی تحقیقات نے بھی یہ بات ثابت کر دی ہے کہ مجموعی طور پر مردوں میں ذہنی صلاحیتیں عورتوں سے زیادہ ہیں اور یہ فرق حیاتیاتی بنیادوں پر ہے جسے تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔ بطور مثال امریکہ کے ہفتہ وار میگزین 'ٹائم' (۲۰ مارچ ۱۹۷۲ء) اور 'نیوزویک' (۱۸ مئی ۱۹۸۱ء) وغیرہ میں شائع ہونے والی مفصل تحقیقی رپورٹیں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔ اسی طرح ماہر نفسیات ڈاکٹر ہارڈنگ (M. Esther Hardings) کی کتاب 'The way of all women' بھی اس حقیقت کی ترجمانی کرتی ہے۔ گویا یہ ایک سائنسی حقیقت تھی کہ عورتوں کی ذہنی صلاحیتیں مردوں سے کم ہوتی ہیں اور آنحضرت ﷺ نے وحی الہی کی بنیاد پر اس حقیقت کو چودہ صدیاں پہلے ہی بیان کر دیا۔ اب کیا آنحضرت ﷺ کی احادیث پر اس بنیاد پر اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ ان میں یہ حقیقت کیوں بیان کی گئی ہے؟ اگر کسی کو اعتراض ہے تو وہ اس حقیقت کو بدل دکھائے۔ کم از کم اپنی عورتوں کو مردوں سے زیادہ ذہین ثابت کر دکھائے!

جہاں تک میں سمجھتا ہوں اس فرق میں اللہ تعالیٰ کی بہت سی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ عورت کو اگر ذہنی صلاحیتیں اس قدر دے دی جاتیں کہ وہ سائنسی، ریاضی اور طبی تحقیقات میں تخلیقی کارنامے انجام دے سکتی تو پھر خاندان کا ادارہ کیسے چلتا؟ بچوں کی دیکھ بھال کون کرتا؟ خاندان کی تھکاوٹ دور کرنے اور راحت مہیا کرنے کی ذمہ داری کون انجام دیتا؟ عورت کو اللہ تعالیٰ نے وہ ذہنی صلاحیت ضرور عطا کی ہے جو ایک گھر کو جنت کا نمونہ بنا دے۔ جو ایک بچے کو کامیاب لیڈر بنا دے۔ جو ایک بچی کو کامیاب بیوی اور مثالی ماں بنا دے۔ یہ کام جس حسن و خوبی سے ایک عورت انجام دے سکتی ہے، اس طرح دنیا کا کوئی مرد یہ کام انجام نہیں دے سکتا۔

ذہنی تفاوت کی وجہ سے عورت میں بھول چوک مرد کی نسبت زیادہ ہے اور یہ نقص بھی دراصل عورت ہی کے فائدے کے لیے ہے۔ یہ بھول چوک ہی ہے جو اسے خاوند کی سختی برداشت کر کے پھر سے اسے خاوند کی اطاعت و خدمت پر آمادہ کر دیتی ہے۔ یہ بھول چوک ہی ہے جو اسے ایک بچے کی پیدائش و تربیت کی ساری مشقتیں بھلا کر پھر سے ایک بچے کی پیدائش و تربیت کے لیے تیار کر دیتی ہے۔ پھر یہ بھول چوک ہی ہے جو اس میں ماں کی ممتا اور بیوی کا پیار پیدا کرنے میں مدد دیتی ہے۔

## (۲)..... کیا عورت ٹیڑھی ہوتی ہے؟

ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ اسلام نے عورت کو ٹیڑھا یعنی کج رج اور کج مزاج قرار دیا ہے جو اس کی توہین ہے۔

پچھلے اعتراض کی طرح یہ بھی اپنے اندر کوئی وزن نہیں رکھتا کیونکہ یہاں بھی وہی صورتحال ہے کہ ایک حقیقت کو اسلام نے بیان کر دیا ہے پھر بیان ہی نہیں کیا بلکہ یہ تاکید بھی کی ہے کہ عورت کے اس مزاج کی رعایت کرتے ہوئے اس سے حسن سلوک کا برتاؤ کرو۔ اس سلسلہ میں پہلے ہم عورت کے ٹیڑھ پن سے متعلق روایات پر غور کریں گے پھر ان کا مفہوم و مدعا واضح کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس سلسلہ میں دو چیزیں لائق بحث ہیں، ایک حضرت حوا کی تخلیق کا مسئلہ اور دوسری تمام عورتوں کے مزاج سے متعلق روایات۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی بیوی حضرت حوا کو کس طرح پیدا فرمایا، تو اس بارے میں قرآن و سنت میں صریح معلومات نہیں ملتیں، تاہم قرآن مجید کی درج ذیل آیت سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ حضرت حوا کی تخلیق آدم ہی سے ہوئی تھی، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً﴾ [النساء- ۱]

”اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا فرمایا اور اسی جان سے اس کی بیوی (حوا) کو پیدا فرمایا (پھر) ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں۔“

مذکورہ آیت کے یہ الفاظ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا میں مِنْهَا سے مراد متقدم مفسرین (مثلاً ابن کثیر، قرطبی، شوکانی وغیرہ) کے نزدیک حضرت آدم ہیں کیونکہ ان کے بقول اس ’ہا‘ (ضمیر) کا مرجع اسی

آیت میں مذکور لفظ 'نفس' ہے اور مراد یہ ہے کہ حضرت حوا کو حضرت آدمؑ کی پسلی سے پیدا کیا گیا جبکہ بعض مفسرین (مثلاً مولانا اصلاحیؒ) کے بقول اس 'ہا' ضمیر کا مرجع نفس نہیں بلکہ 'جنس' ہے، اور مراد یہ ہے کہ جو جنس آدمؑ کی تھی، اسی جنس سے حوا کو پیدا کیا گیا ہے، نہ کہ حضرت آدمؑ کے وجود اور ان کی پسلی سے۔ پہلی رائے کی تائید میں کئی روایات سے اشارہ بھی ملتا ہے مثلاً ایک صحیح حدیث میں یہ بات مذکور ہے کہ

(( اِسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ فَإِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلْعٍ وَأَنْ أَعْوَجَ شَيْءٌ وَفِي الضِّلْعِ أَعْلَاهُ فَإِنَّ ذَهَبَتْ تَقِيْمُهُ كَسَرْتَهُ وَإِنْ تَرَكْتَهُ لَمْ يَزَلْ أَعْوَجَ فَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ ))

”عورتوں کے بارے میں میری وصیت کا ہمیشہ خیال رکھنا کیونکہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے۔ پسلی میں بھی سب سے زیادہ ٹیڑھا اوپر کا حصہ ہوتا ہے، تم میں سے اگر کوئی شخص اسے بالکل سیدھا کرنے کی کوشش کرے گا تو نتیجہ اے توڑ بیٹھے گا (ایک روایت میں ہے کہ اسے توڑنے سے مراد طلاق ہے) اور اگر اسے یونہی چھوڑ دے گا تو پھر یہ ہمیشہ ٹیڑھی ہی رہے گی۔ لہذا عورتوں کے بارے میں میری نصیحت مانو، عورتوں سے اچھا سلوک کرو۔“ (۱)

اس حدیث کے پیش نظر مفسرین کی ایک تعداد کا یہ کہنا ہے کہ حضرت آدمؑ کی پسلی سے حوا کو پیدا کیا گیا تھا اور اس حدیث میں پسلی سے عورت کی تخلیق سے مراد تخلیق حوا ہی کی طرف اشارہ ہے۔ بعض اسرائیلی روایات میں بھی یہ بات ملتی ہے کہ حضرت حوا کو حضرت آدمؑ کی دائیں جانب کی تیرہویں پسلی سے پیدا کیا گیا تھا۔

بعض اہل علم اس حدیث کو حقیقت کی بجائے تشبیہ پر محمول کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس حدیث میں عورت کی طبیعت کی اس کجی کی طرف اشارہ ہے جسے بدلنا نہایت مشکل ہے۔ گویا حضرت حوا کے بارے میں اہل علم کا اس بات پر تو اختلاف ہے کہ وہ حقیقی طور پر حضرت آدمؑ کی پسلی سے پیدا کی گئیں یا یہ محض تمثیل ہے لیکن اس بات پر تقریباً سب کا اتفاق ہے کہ دیگر عورتوں کے مزاج کی کجی کی طرف بعض احادیث میں اشارہ کیا گیا ہے۔ اس کی تائید جن احادیث سے ہوتی ہے ان میں اس طرح کے الفاظ بیان ہوئے ہیں:

(۱)..... (( اِنَّمَا الْمَرْأَةُ كَالضِّلْعِ )) (۲)

”عورت پسلی کی طرح ہے۔“ یعنی عورت کا مزاج بالعموم اس طرح ٹیڑھا ہوتا ہے جس طرح پسلی ٹیڑھی

(۱) [بخاری: کتاب احادیث الانبیاء: باب خلق آدم و ذریعہ (ح ۳۳۳۱) مسلم: کتاب الرضاع: باب الوصیة

[بخاری: کتاب النکاح: باب المدارة مع النساء] (۲)

[النساء (ح ۵۹)]

ہوتی ہے۔ اس حدیث میں کاف تشبیہ کے لیے ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کا مقصود عورت کے کج زد ہونے کی طرف ہے۔

(۲)..... ((اَسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا فَإِنَّهُنَّ خُلُقُنَّ مِنْ ضِلَعٍ))

”میں تمہیں عورتوں کے بارے میں بھلائی کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ پسلی سے پیدا کی گئی ہیں۔“ (۱)

### عورت کے ٹیڑھا ہونے کا مطلب:

معلوم ہوا کہ احادیث کی رو سے یہ بات ثابت ہے کہ مجموعی طور پر عورت کے مزاج میں کج روی پائی جاتی ہے اور ہمارا مشاہدہ بھی اس کی تائید کرتا ہے۔ لیکن ایسا کیوں ہے، اس کی حکمتیں ہمیں نہیں بتائی گئیں۔ تاہم غور کرنے سے اس کی کئی حکمتیں نمایاں ہو سکتی ہیں مثلاً ایک حکمت تو یہ سمجھ آتی ہے کہ ایک عورت میں ماں کی ممتا اور شوہر کی محبت پیدا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے عورت کا مزاج ایسا بنایا ہے کہ وہ بہت جلد جذباتی ہو جاتی ہے۔ اور اس کے جذبات میں جوشدت ہوتی ہے وہ عام طور پر مرد کے مزاج میں نہیں ہوتی۔ جذبات کی یہ شدت عورت کو ایک اچھی ماں بنانے میں گہرا کردار ادا کرتی ہے۔ لیکن دوسری طرف ظاہر ہے فرط جذبات سے متاثر ہو کر ایک نارمل آدمی بھی کوئی نہ کوئی غلطی کر بیٹھتا ہے۔ چنانچہ فرط جذبات سے پیدا ہونے والے اس رویے کو عورت کی کج مزاجی سے تعبیر کیا گیا ہے اور مرد کو تلقین کی گئی کہ وہ عورت کے اس مزاج کی ضرورت کو سمجھے اور اس کی کج روی کو مار پیٹ سے نہیں بلکہ حکمت و دانش سے کنٹرول کرنے کی کوشش کرے۔

معلوم ہوا کہ عورت پر احسان کرتے ہوئے اسلام نے مردوں کو یہ ہدایت کی ہے کہ وہ عورتوں کی نفسیاتی اور فطری کمزوری کو یاد رکھیں اور ہمیشہ ان سے درگزر سے کام لیں۔ ایک باپ، بیٹے کی غلطی پر جس طرح کی سختی کرتا ہے اس طرح کی سختی اگر وہ بیٹی پر بھی کرے گا تو نقصان ہوگا۔ بیٹی اور ماں پر سختی کرنے سے ان کا دل ٹوٹ جائے گا اور بیوی پر سختی کرنے سے ازدواجی زندگی کی گاڑی تباہ ہو جائے گی۔

### (۳)..... عورت کی وراثت آدمی کیوں؟

اسی طرح اسلام پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اسلام نے عورت کو مرد کے مقابلہ میں آدمی وراثت دے کر اس سے غیر منصفانہ سلوک کیا ہے۔ حالانکہ اسلامی تہذیب کے مجموعی نظام کی روشنی میں اگر اس مسئلہ

(۱) [بخاری: ایضا: باب الوصاة بالنساء (ح ۵۱۸۶)]

پر غور کیا جائے تو اس میں کسی قسم کی غیر انصافی کی بات دکھائی نہیں دے گی۔ سب سے پہلے ہم اس مسئلہ کی شرعی حیثیت دیکھتے ہیں۔

وراثت کے سلسلہ میں قرآن مجید نے عام صورتوں میں یہ فیصلہ کیا ہے کہ مرد کو جتنا حصہ ملے گا عورت کو اس سے نصف دیا جائے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَىٰ﴾ [النساء: ۱۱]

”اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں یہ وصیت کرتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے۔“

بعض صورتیں ایسی بھی ہیں جہاں مرد اور عورت کو برابر حصہ ملتا ہے مثلاً میت کے ماں باپ ہوں اور اولاد اور بیوی بھی ہو تو ایسی صورت میں ماں اور باپ کو برابر درجے میں چھٹا چھٹا حصہ ملتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالأَبَوَانِ لِلْأُمِّ وَالآبِ مِثْلُ حَظِّ ابْنِهَا وَإِذَا مَاتَ زَوْجٌ وَكَانَ لَهَا وَارثَةٌ مِنَ الْمَالِ فَاللَّيْطَةُ مِمَّا تَرَكَتْ إِنْ كَانَ لَهَا وَارثَةٌ مِنَ الْمَالِ﴾ [النساء: ۱۱]

”اس (میت) کے ماں اور باپ میں سے ہر ایک کے لیے اس کے چھوڑے ہوئے مال میں سے چھٹا حصہ ہے بشرطیکہ میت کی اولاد بھی ہو۔“

بعض صورتیں ایسی بھی ہیں جن میں ورثا میں سے عورت کا حصہ مرد سے زیادہ ہو جاتا ہے مثلاً ایک شخص فوت ہو جائے اور پیچھے صرف ایک بیٹی اور دو بھائی زندہ ہوں تو اس صورت میں بیٹی کو کل مال کا آدھا ملے گا اور باقی آدھا دونوں بھائیوں میں تقسیم ہوگا۔ میت کی اولاد چونکہ زیادہ حقدار ہوتی ہے اور یہاں اولاد میں سے صرف بیٹی ہے اور ایسی صورت میں بیٹی کو قرآن مجید نے نصف حصہ کا حقدار بنا دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِنْ كَانَ ذُو عِرْقٍ ذَكَرًا مَاتَ وَآلٌ مِنْهُ فَالْأُورَثَةُ مِنَ الْمَالِ﴾ [النساء: ۱۱]

”اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اس کے لیے نصف حصہ ہے۔“

جن صورتوں میں عورت کو مرد کے مقابلہ میں نصف حصہ دیا گیا ہے، ان میں عورت کے ساتھ نا انصافی نہیں بلکہ عین احسان و اکرم کیا گیا ہے کیونکہ عورت کو معاشی ذمہ داریوں سے آزاد کیا گیا ہے۔ اس کی معاشی کفالت باپ، بھائی، شوہر اور بیٹوں وغیرہ کے ذمہ ہے جب کہ ان میں سے کسی کی کفالت کا بوجھ عورت پر نہیں ہے۔ پھر ان تمام رشتوں میں عورت ان کی وراثت میں بھی مفت کی حصہ دار بنا دی گئی ہے۔

پھر مہر کی صورت میں شادی کے موقع پر خاوند کی طرف سے بھی وہ مال وصول کرتی ہے جب کہ شادی کے

انتظام و انصرام کی ذمہ داری اور اخراجات بھی اس کے سرپرستوں پر فرض کیے گئے ہیں۔ دوسری طرف مرد کی صورت حال یہ ہے کہ اسے شوہر ہونے کے ناطے بیوی، باپ ہونے کے ناطے بچوں اور بیٹا ہونے کے ناطے والدین کے نان و نفقہ کی ذمہ داریاں پوری کرنا ہوتی ہیں۔ اس لیے اسے ان ذمہ داریوں کے عوض وراثت میں زیادہ حصہ دیا گیا اور عورت کو ان ذمہ داریوں سے بری ہونے کی وجہ سے تھوڑا حصہ دیا گیا ہے۔ اگر ذمہ داریوں کی اس تقسیم کے ساتھ مرد و عورت کے حصے برابر مقرر کر دیے جاتے تو یقیناً عورت بہت فائدے میں رہتی مگر دوسری طرف مرد سخت نقصان سے دوچار ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے کمال حکمت سے ایسی تقسیم کر دی کہ کسی پر بھی ظلم نہ ہونے پائے۔

### (۴)..... عورت کی دیت آدمی کیوں؟

اگر کسی شخص سے غلطی کی وجہ سے دوسرا شخص مارا جائے تو اس غلطی کے تاوان میں قاتل سے بطور دیت کچھ تاوان لے کر مقتول کے ورثا کو دیا جاتا ہے۔ اگر ورثا معاف کر دیں تو یہ الگ بات ہے۔ اگر غلطی سے قتل ہونے والا مرد ہے تو اس کی دیت میں پانچ مختلف قسم کے سوانٹ یا ان کی قیمت دینا ہوگی اور اگر مقتول عورت ہے تو پھر پچاس اونٹ اس کی دیت میں دینا ہوں گے۔ اگر کوئی شخص عمدہ اور سرفراز قتل کر دے تو اس کے بدلہ میں قاتل کو بطور قصاص قتل کی سزا دی جائے گی بشرطیکہ مقتول کے ورثا معاف نہ کریں۔

اس سزا میں قاتل اور مقتول کے درمیان اسلامی تعلیمات کی رو سے مرد اور عورت کا فرق کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ قاتل مرد ہو یا عورت ہر صورت میں قصاص میں قتل ہی کی سزا جاری کی جائے گی۔ البتہ جہاں تک قتل خطا میں عورت اور مرد کے درمیان دیت کی کمی بیشی کا سوال ہے تو ظاہر ہے اگر یہ کمی بیشی قرآن و حدیث کے واضح دلائل سے ثابت ہوئی ہو تو اس میں ضرور کوئی نہ کوئی خالق کائنات کی حکمت کا رفرما ہوگی!

جہاں تک اس فرق کے دلائل کا ذکر ہے تو اس سلسلہ میں ایک حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

www.KitaboSunnat.com

((عَقْلُ الْمَرْأَةِ مِثْلُ عَقْلِ الرَّجُلِ حَتَّى يَبْلُغَ الثَّلَاثَ مِنْ دِيَّتِهَا))

”عورت کی دیت مرد کی دیت کی طرح ہے یہاں تک کہ وہ اپنی دیت کے ثلث کو پہنچ جائے۔“<sup>(۱)</sup>

یعنی ثلث (تہائی) کے بعد پھر عورت کے لیے مرد کی طرح برابر دیت نہیں ہوگی۔ ثلث کے بعد کتنی دیت

(۱) [نسائی: کتاب القسامۃ: باب عقل المرأة (ج ۹، ص ۴۸۰)]

ہوگی اس کی وضاحت دیگر روایتوں میں موجود ہے مثلاً ایک روایت میں ہے کہ ”عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے۔“ (۱)

ان دونوں روایات میں کچھ نہ کچھ اسنادی کمزوری پائی جاتی ہے تاہم کچھ اور روایات کی بنیاد پر اہل علم ان روایات کو حسن اور قابل استدلال تسلیم کرتے ہیں مثلاً ماضی قریب کے مشہور محدث شیخ ناصر الدین البانی نے ان روایات کی سندوں کو کمزور کہا ہے مگر دیگر آثار کی بنیاد پر اس مسئلہ کو صحیح قرار دیا ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت سے آدھی ہے۔ ان آثار میں سے ایک روایت انہوں نے یہ ذکر کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((فَدِيَةُ الْمَرْأَةِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ دِيَةِ الرَّجُلِ))

”عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہے۔“ (۲)

عورت کی دیت مرد سے نصف رکھنے میں قریب قریب وہی حکمتیں ہیں جو وراثت میں نصف حصہ مقرر کرنے میں کارفرمایاں۔ ایک مرد کے فوت ہو جانے سے اس کا پورا خاندان معاشی اعتبار سے سخت مسائل سے دوچار ہوتا ہے اس لیے اس کی دیت زیادہ رکھی گئی تاکہ اس کی بیوہ اور بچوں کی معاشی اعتبار سے سختی زیادہ سے زیادہ دلجوئی ممکن ہو، کی جائے۔ لیکن ایک عورت کے قتل ہونے پر ایسے مالی مسائل بالعموم پیدا نہیں ہوتے۔ کیونکہ عورت پر تو پہلے ہی معاشی کفالت کا بوجھ نہیں ڈالا گیا۔ اس کے مرنے کے بعد بھی اس کے بچوں کی کفالت باپ کے ذمہ ہے۔ اس لیے عورت کے قتل خطا میں زیادہ دیت مقرر کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

## (۵)..... عورت کی شہادت آدھی کیوں؟

عورت کی گواہی (شہادت) کے سلسلہ میں بھی اسلام پر خواہ مخواہ اعتراضات کیے جاتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ہم اسلامی تعلیمات کا خلاصہ درج کرتے ہیں۔

سب سے پہلے تو یہ بات یاد رہے کہ گواہی ایک ذمہ داری ہے۔ گواہی کی بنیاد پر کسی پر سزا (حد) جاری کی جاسکتی ہے، کسی پر تاوان لاگو کیا جاسکتا ہے، گواہی کے غلط ہونے پر کسی پر بہت بڑا ظلم ہو سکتا ہے حتیٰ کہ گواہی کسی کی جان لینے کی بنیاد بھی بن سکتی ہے۔ اسلام نے گواہی کے سلسلہ میں عورت پر زیادہ بوجھ نہیں

(۱) [السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الديات، باب دية المرأة (ج ۸ ص ۹۵)]

(۲) [ارواء الغليل، ج ۷ ص ۳۰۷ (بديل حديث ۲۲۵۰) ابن ابي شيبة (ج ۱۱ ص ۲۱۸)]



ڈالا اور اگر گواہی کا کہیں تقاضا کیا ہے تو اس کی جسمانی، فطری اور ذہنی صلاحیتوں کو مد نظر رکھ کر کیا ہے۔ اس لحاظ سے عورت کی گواہی کی تین صورتیں ہمارے سامنے آتی ہیں:

(۱) دیوانی معاملات میں گواہی

(۲) فوجداری معاملات میں گواہی اور

(۳) عورتوں سے متعلقہ مخصوص مسائل میں گواہی۔

ان تینوں قسم کی گواہیوں کی تفصیلات میں ہمارے علماء و فقہاء کا اختلاف رہا ہے۔ جس کا حاصل ہم یہاں پیش کرتے ہیں۔

(۱)..... پہلی قسم کی گواہی: اسلام نے دیوانی مقدمات میں دو مرد گواہوں کی گواہی کو ضروری قرار دیا ہے۔ اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ضروری ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿وَأَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ أَنْ تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى﴾ [البقرة: ۲۸۲]

”اور اپنے میں سے دو مرد گواہ رکھ لو، اگر دو مرد نہ ہوں تو پھر ایک مرد اور دو عورتیں جنہیں تم گواہوں میں سے پسند کرو، تاکہ ایک کی بھول چوک کو دوسری یاد دلا دے۔“

یہ قرآن مجید کا ایک واضح حکم ہے اور مالی معاملات کے پس منظر میں بیان ہوا ہے، اس لیے فقہاء کی اکثریت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ایک مرد اور دو عورتیں ہوں تو گواہی پوری ہو جاتی ہے۔ لیکن آگے یہ اختلاف ہے کہ پہلے ہی دو مرد گواہ لانا ضروری ہے اور مرد نہ ملنے کی صورت میں عورتوں کی گواہی قبول ہوگی یا اگر دو مرد گواہ موجود ہوں تو انہیں چھوڑ کر بھی چار عورتیں گواہ لائی جاسکتی ہیں؟ بہر صورت اتنی بات طے ہے کہ مرد نہ ہو تو ایک مرد کی جگہ دو عورتیں پیش کرنا ضروری ہے۔

(۲)..... دوسری قسم کی گواہی: دوسری صورت یہ ہے کہ فوجداری مقدمات (حدود و قصاص) میں بھی گواہی کی مذکورہ بالا صورتیں قابل قبول ہیں یا نہیں؟ بیشتر فقہاء اس بات کے قائل ہیں کہ فوجداری مقدمات میں عورت کی گواہی بالکل قبول نہیں کی جائے گی خواہ مرد موجود ہوں یا نہ۔ اس سلسلہ میں ان کی ایک دلیل یہ ہے کہ حدود و قصاص کے سلسلہ میں قرآن مجید نے چار مرد گواہوں کا ذکر کیا ہے، عورتوں کا نہیں۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ بعض کمزور روایات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے اور تیسری دلیل یہ ہے کہ عورت

چونکہ ذہنی صلاحیتوں میں کمزور ہے اور جرائم میں تو بہت اندیشہ ہے کہ وہ واقعہ کو صحیح طور پر دیکھ ہی نہ پائے، اس لیے اس کی گواہی سے مزید الجھنیں پیدا ہوں گی جبکہ حدود و قصاص میں شبہات کی بنیاد پر فیصلہ جاری کرنے سے روکا گیا ہے۔ لہذا حدود و قصاص میں عورت کی گواہی کو غیر معتبر قرار دینے میں ہی بہتری ہے۔ البتہ بعض اہل علم حدود و قصاص میں بھی گزشتہ اصول کی روشنی میں یہ رائے رکھتے ہیں کہ عورتوں کی دو گنا تعداد کے ساتھ ان کی گواہی لی جاسکتی ہے۔ بالخصوص ایسے موقع پر جہاں صرف عورتیں ہی موجود ہوں، مرد موجود نہ ہوں اور کوئی جرم پیش آ جائے۔ ایسے موقع پر موجود خواتین کی تعداد اگر گواہی کے مطلوبہ معیار تک پہنچ جائے تو ان کی گواہی کو محض عورت ہونے کے ناطے رد نہیں کیا جاسکتا۔ یاد رہے کہ امام ابن تیمیہ، امام ابن قیم، امام ابن حزم وغیرہ کی بھی یہی رائے ہے۔

(۳)..... تیسری قسم کی گواہی: جہاں تک تیسری قسم کی گواہی کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں یہ یاد رہے کہ جمہور فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ وہ مسائل جو خاص عورتوں سے متعلق ہوں ان میں عورت کی گواہی کو قبول کیا جائے گا بلکہ اگر ایک عورت بھی کسی ایسے مسئلے کی گواہی دے دے تو اس ایک عورت کی گواہی پر فیصلہ کیا جائے گا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ خود آنحضرت ﷺ نے ایسے بعض خاص مسائل میں ایک عورت کی گواہی پر بھی فیصلہ کیا ہے جیسا کہ حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ام یحییٰ بنت ابی اہاب رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو ایک عورت آئی اور اس نے کہا کہ میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا تھا (یعنی تم دونوں رضاعی بہن بھائی ہو) تو عقبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرم ﷺ کے پاس گیا اور یہ بات آپ کے سامنے پیش کی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ((كَيْفَ وَقَدْ قِيلَ؟))

”جب اس عورت نے تم دونوں کے رضاعی رشتے کی خبر دی ہے تو پھر کیسے تم اسے نکاح میں رکھ سکتے ہو؟“ چنانچہ عقبہ نے اسے طلاق دے دی اور بعد میں اس عورت نے کسی اور مرد سے شادی کر لی۔<sup>(۱)</sup> اب دیکھیے نکاح جیسے اہم ترین مسئلے میں آنحضرت ﷺ نے صرف ایک ثقہ عورت کی گواہی پر میاں بیوی میں جدائی کرادی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گواہی کے سلسلہ میں عورت کے ساتھ غیر منصفانہ سلوک نہیں کیا گیا بلکہ جہاں عورت کی گواہی کی ضرورت تھی وہاں اس کی گواہی کا اعتبار کیا گیا اور جہاں عورت کے مقابلہ میں مرد گواہ موجود تھے وہاں عورت کو گواہی کی ذمہ داری سے بچانے کی کوشش کی گئی۔

(۱) [بخاری: کتاب الشهادات: باب شهادة المرضعة (ح ۲۶۵۹، ۲۶۶۰) ابو داؤد (ح ۴۶۰۴) احمد (ج ۴ ص ۸)]

ہم یہ واضح کر چکے ہیں کہ عورت کی ذہنی صلاحیت مرد سے کم ہوتی ہے اور بھول چوک کا مادہ عورت میں زیادہ ہوتا ہے، اس لیے عام حالات میں دو عورتوں کی گواہی کو ایک مرد کی گواہی کے برابر قرار دیا گیا اور خود قرآن مجید نے بھی اس فرق کا یہی جواب دیا ہے۔

### (۶)..... عورت کے بغیر ترقی؟

عورت کے حوالے سے ایک بڑا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ عورت کو اگر گھر میں بٹھا دیا جائے تو کل آبادی کا تقریباً نصف حصہ ملک کی تعمیر و ترقی سے علیحدہ ہو جائے گا اور ملکی ترقی کی رفتار کم از کم پچاس فیصد کم ہو جائے گی، لہذا اس تنزلی کے دور میں عورت کو مرد کے شانہ بشانہ لے کر ملکی و ملی خدمات میں شرکت ضروری ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مغرب نے تبھی ترقی کی جب عورت بھی مرد کے شانہ بشانہ کھڑی ہوئی۔

ملک کی تعمیر و ترقی میں عورت کو بھی حصہ لینا چاہیے یا نہیں؟ اس سوال کا جواب کوئی بھی دانشور نفی میں نہیں دے گا۔ اور عملاً یہ ممکن بھی نہیں کہ عورت کی شکل میں موجود نصف آبادی ملکی تعمیر و ترقی سے کٹ جائے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ ملکی تعمیر و ترقی میں عورت کی شرکت کی نوعیت کیا ہوگی؟ کیا وہ اپنی گھریلو ذمہ داریاں چھوڑ کر مردوں کے ساتھ باہر میدانِ عمل میں نکل آئے یا باہر کے کاموں کے ساتھ گھریلو ذمہ داریاں بھی سنبھال کر دگنی محنت کرے؟

دگنی محنت تو عورت کے لیے ممکن نہیں اور گھریلو چھوڑ کر ملکی سرگرمیوں میں شرکت سے گھریلو نظام کی تباہی بھی یقینی ہے۔ پھر مردوں کے ساتھ آزادانہ اختلاط سے اخلاقی قدروں کی جو پامالی ہوگی، وہ بھی مخفی نہیں۔ مغرب نے یقیناً عورت کو ملکی تعمیر و ترقی میں مردوں کے ساتھ یکساں طور پر شریک کرنے کی پوری کوشش کی ہے مگر اس کے جو نتائج لازمی طور پر نکلتا تھے، وہ اب مغرب بھگت رہا ہے۔ جہاں تک سوال ہے مغرب کی ترقی کا تو اس کی وجہ یہ ہرگز نہیں کہ مرد و زن کے آزادانہ اختلاط سے ایسا ہوا ہے بلکہ مغرب کی معاشی و سائنسی ترقی تو ایک زوال کے ردعمل میں پیدا ہونے والے جذبات اور ان کے نتیجے میں کی جانے والی مسلسل انتھک محنت سے ممکن ہوئی اور یہ تاریخی حقیقت ہے کہ مغربی دنیا میں ترقی کی بنیادیں تو اس وقت ہی مستحکم ہو چکی تھیں جب وہاں ابھی تک عورت کو ووٹ کا حق بھی نہیں ملا تھا۔ اس کے باوجود اگر یہ کہا جائے کہ مغرب کی ترقی مرد و زن کے شانہ بشانہ کام کرنے سے ممکن ہوئی ہے، تو یہ تاریخی حقائق سے جہالت کا ثبوت ہوگا۔

دراصل ترقی معاشرتی ارتقاء کی ایک کامیاب شکل کا نام ہے۔ جب کوئی معاشرہ ترقی کرتا ہے تو اس کے تمام شعبے اس ترقی میں شریک ہوتے ہیں۔ ہر شعبہ اپنی ذمہ داریوں کو انجام دے تو یہ کامیاب ترقی ہوتی ہے اور اگر تمام شعبے کسی ایک ہی پہلو پر اپنی توجہ مرکوز کر دیں تو اس پہلو سے ترقی تو یقیناً ہو سکتی ہے مگر دیگر پہلو لازمی طور پر تنزیل کا شکار ہو جائیں گے۔ یہی حال مغرب کا ہے۔ وہاں سارا زور معاشی ترقی پر ہے۔ عورت بھی معاشی ترقی میں شریک ہے اور نتیجہً خاندانی ادارہ شکست و ریخت کا شکار ہو چکا ہے۔ آپ خود غور کیجیے کہ جب خاندانی ادارہ مسلسل انتشار کا شکار ہے تو نئی نسل کی تربیت کون کرے گا؟ مستقبل میں مطلوبہ رجال کار کہاں سے آئیں گے؟ جب مستقبل میں نسل ہی تباہ ویرباد اور منتشر ہو جائے گی تو پھر ایسی معاشی ترقی کا کیا فائدہ ہوگا؟!

میں سمجھتا ہوں کہ ملک کی تعمیر و ترقی کی بہترین صورت تبھی پیدا ہوگی جب ہر شخص اپنی بنیادی ذمہ داری کو محنت، خلوص اور جذبے کے ساتھ پورا کرے گا۔ عورت کی ذمہ داری خاندان کی تربیت و خدمت ہے۔ عورت اگر بچوں کی پرورش کی ذمہ داری صحیح طور پر انجام دے اور معاشرے کو صالح رجال کا فراہم کرتی رہے تو یقیناً وہ معاشرے کی ترقی میں شریک سمجھی جائے گی۔ اسی طرح عورت جب خاندان کی خدمت گزار بن کر رہے، اسے راحت و سکون مہیا کرے اور ہر صبح نئے حوصلے کے ساتھ اسے میدان عمل میں روانہ کرے تو کون کہہ سکتا ہے کہ معاشرہ ترقی نہیں کرے گا۔ ہاں البتہ عورتیں اپنی ذمہ داریوں کو بخوبی پورا کرنے کے ساتھ ساتھ اگر گھروں میں رہ کر مختلف ہنر اختیار کریں تو اس ترقی کو چار چاند لگ جائیں گے۔

چند عشرے قبل یہی صورت جاپان نے اپنائی تھی۔ آج بھی وہاں کا معاشرہ مردوڑن کے اختلاط سے کسی حد تک بچا ہوا ہے۔ گھر سے باہر کی ذمہ داریاں مرد ادا کرتے ہیں اور عورتیں گھروں میں رہ کر خاندانی ذمہ داری کے ساتھ دستکاری اور صنعت و حرفت سے متعلقہ پیشے اختیار کرتی ہیں۔ یوں ان کا خاندانی ادارہ بھی ایک حد تک مستحکم ہے اور ترقی کی معراج یہ ہے کہ پوری دنیا میں جاپانی مصنوعات کی مانگ ہے۔ تاہم یہ صورتحال امریکہ، یورپ کو گوارا نہیں اور وہ جاپان کی صنعتی ترقی کے توڑ کے لیے اپنے روایتی حربے بھر پور طور پر استعمال کر رہے ہیں۔ اس لیے شاید مستقبل میں اس کی مثال بھی پیش نہ کی جاسکے!



باب ۷:

## خاتونِ اسلام اور اخلاقِ فاضلہ

### اخلاق کیا ہے؟

اخلاق دراصل اس برتاؤ کا نام ہے جو ایک شخص دوسرے کے ساتھ کرتا ہے۔ یہ برتاؤ اچھا ہو تو اسے اخلاقِ حسنہ اور اگر برا ہو تو اسے اخلاقِ سیئہ کہا جاتا ہے۔ دوسروں کے ساتھ بول چال، لین دین اور دیگر تعلقات میں اچھا رویہ اختیار کرنا اصلاً انسان کی فطرتِ سلیمہ میں داخل ہے۔ مجموعی طور پر اگر جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ لوگوں کی اکثریت سچائی، دیانت، شجاعت، سخاوت، ایثار وغیرہ کو ہمیشہ سے پسند کرتی اور جھوٹ، خیانت، بزدلی، بخیلی، کمینگی وغیرہ کو ناپسند کرتی رہی ہے۔ یہ تب تک ہے جب تک انسان کی فطرت، اپنی اصل حالت پر قائم اور سلامت رہتی ہے اور جب انسان کی یہ فطرتِ سلیمہ مسخ ہو جائے تو اخلاقیات کا معاملہ اُلٹ جاتا ہے۔

اسلام فطرتی حقائق کو صرف تسلیم ہی نہیں کرتا بلکہ انہیں معاشرے میں فروغ دینے کی ترغیب بھی دلاتا ہے۔ اس مقصد کی تکمیل کے لیے اسلام اخلاقِ حسنہ کو باعثِ اجر و ثواب اور اخلاقِ سیئہ کو باعثِ گناہ و عذاب قرار دیتے ہوئے مسلمانوں سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ وہ ہمیشہ اخلاقِ حسنہ کو اختیار کریں۔ گویا اسلام اخلاقِ حسنہ پر زور دیتا ہے، اور اخلاقِ سیئہ سے اجتناب کی تلقین کرتا ہے۔

### ہمارا کردار:

افسوسناک صورتِ حال یہ ہے کہ اسلام نے جن فطرتی اخلاقیات کی حوصلہ افزائی کی اور انہیں اپنانے کی ترغیب دلائی، آج امتِ مسلمہ کی اکثریت ان سے تہی دامن ہو چکی ہے جبکہ غیر مسلم اقوام ان اخلاقی اقدار کو اپنا کردنیوی فوائد حاصل کر رہی ہیں۔

مردوں کے مقابلہ میں عورتوں کے اخلاقی بگاڑ کا معاملہ زیادہ سنگین ہے کیونکہ عورت اپنے ماحولیاتی حجاز کی وجہ سے بہت جلد اخلاقی بیماریوں مثلاً بدزبانی، ناشکری، لعن طعن وغیرہ میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔ مشاہداتی

دلائل کے علاوہ خود نبی اکرم ﷺ کی ایک حدیث بھی اس پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَلَّيْنَ فَإِنِّي أُرِيْتِكُنَّ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ فَقُلْنَ وَبِمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: تَكْثُرُنَّ اللَّعْنَ وَتَكْفُرُنَّ الْعَشِيرَ))

”اے عورتو! صدقہ خیرات کیا کرو کیونکہ میں نے (معراج کی رات) دیکھا ہے کہ تم عورتیں ہی جہنم میں بکثرت ہو۔ عورتوں نے کہا اللہ کے رسول! اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ تم لعن طعن بہت کرتی ہو اور خاندانوں کی ناشکری کرتی ہو“۔<sup>(۱)</sup>

### مسلمان خاتون کا اخلاق:

ایک مسلمان خاتون کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اپنے اخلاق و کردار کو درست کرے۔ اس درستگی کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے رویے کو اسلامی تعلیمات کے تابع کر دے۔ جب وہ اپنے رویے، کردار اور گفتار کو اسلامی تعلیمات کے تابع کر کے چلے گی تو وہ خود بخود اخلاقِ حسنہ کی مالک بن جائے گی۔ آئیے دیکھتے ہیں کہ اسلام کس طرح کے اخلاق و کردار اپنانے کا حکم دیتا ہے اور کس طرح کے اخلاق و رویہ سے منع کرتا ہے۔☆

### خاتونِ اسلام اچھے اخلاق کی حامل ہوتی ہے:

ایک سچی مسلمان عورت ہمیشہ خوش اخلاق، نرم خوار و نرم زبان ہوتی ہے۔ وہ اخلاق کے سلسلہ میں اسلامی تعلیمات پر عمل کرتی ہے اور اپنے پیارے نبی ﷺ کا اسوہ اختیار کرتی ہے کیونکہ آپ ﷺ کے بارے میں آپ کے خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ جو دس سال آپ کی خدمت میں رہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ

((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ أَحْسَنَ النَّاسِ خُلُقًا))

”آپ ﷺ اخلاق کے معاملے میں سب لوگوں سے بہتر تھے۔“<sup>(۲)</sup>

(۱) بخاری: کتاب الحيض: باب ترك الحائض الصوم (ج ۴، ص ۳۰) مسلم: کتاب الايمان (ح ۱۳۲)

(۲) بخاری: کتاب الادب: باب الكنية للصبي وقبل ان يولد للرجل (ح ۶۲۰۳) مسلم: کتاب الادب (ح ۲۱۵۰)

☆..... [آئندہ سطور میں ہم دکتور محمد علی ہاشمی کی دو معروف کتابوں: ”شخصية المرأة المسلمة، شخصية المرأة المسلمة“ کے آخری ابواب کی تلخیص پیش کر رہے ہیں۔ ترجمہ کے ضمن میں ہم نے رضی ندوی صاحب سے بھی استفادہ کیا ہے۔]

یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی جانب سے کوئی مبالغہ آمیز بات نہ تھی، نہ ہی رسول اللہ ﷺ سے محبت کی وجہ سے انہوں نے مبالغہ آرائی کی کیونکہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کا ایسا مشاہدہ کیا تھا جیسا نہ کبھی دیکھنے میں آیا نہ کبھی سننے میں۔ آئیے ہم انہی کی زبانی اسلام کے عظیم پیغمبر ﷺ کے اخلاقِ حسنہ کے ایک پہلو کے بارے میں سنیں۔ وہ فرماتے ہیں:

(( لَقَدْ خَدِمْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَشْرَ سِنِينَ، فَمَا قَالَ لِي قَطُّ: أُوْتُ، وَلَا قَالَ لِمَسْئَةٍ فَعَلْتُهُ، لِمَ فَعَلْتُهُ؟ وَلَا لِمَسْئَةٍ لَمْ أَفْعَلْهُ: إِلَّا فَعَلْتُ كَذَا؟ ))

”میں نے رسول اللہ ﷺ کی دس سال خدمت کی آپ نے کبھی مجھے ”اُف“ تک نہیں فرمایا اور اگر میں نے کوئی کام کیا تو آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ ”ایسا کیوں کیا؟“ اور اگر کوئی کام نہیں کر سکا تو اس پر آپ نے باز پرس نہیں کی کہ ”فلاں کام کیوں نہیں کیا؟“ (۱)

اللہ کے رسول ﷺ کا اخلاق سب سے بلند تر تھا، اسی لیے رسول اللہ ﷺ سہو آیا قصداً کبھی فحش بات منہ سے نہیں نکالتے تھے۔ آپ کے حسن اخلاق کے بارے میں خود اللہ تعالیٰ نے یہ گواہی دی:

﴿وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقِي عَظِيمٌ﴾ [القلم: ۴]

”اور بے شک آپ اخلاق کے بڑے بلند مرتبے پر ہیں۔“

اسلام میں حسن اخلاق کو نہایت بلند تر مقام حاصل ہے حتیٰ کہ روزِ قیامت بھی ایک انسان کے میزان میں سب سے بھاری چیز حسن اخلاق ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے حسن اخلاق کی بہت اہمیت بیان فرماتے تھے۔ اس سے آراستہ و پیراستہ ہونے پر انہیں اُکساتے تھے اور اپنے اقوال و افعال سے مختلف اسالیب کے ذریعے اسے پسندیدہ بنا کر پیش کرتے تھے کیونکہ آپ کو پوری طرح احساس تھا کہ طبعیتوں کی درستگی، نفوس کے تزکیہ اور انسان کی آراستگی میں حسن اخلاق کا کردار نمایاں ہے حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ خود بھی اپنے لیے یہ دعا کرتے رہتے تھے:

((اللَّهُمَّ أَحْسَنْتَ خَلْقِي فَأَحْسِنْ خُلُقِي))

”اے اللہ! تو نے میری بناوٹ اچھی کی ہے، تو میرے کردار میں بھی درستگی فرما۔“ (۲)

(۱) [بخاری: کتاب الادب: باب حسن الاخلاق و السخاء (ح ۶۰۳۶) مسلم (ح ۲۳۰۹)]

(۲) [مسند احمد (ج ۶ ص ۶۸)]

حسنِ اخلاق کے بارے میں آپ ﷺ کے چند فرامین یہاں درج کیے جاتے ہیں:

☆..... ((إِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ أَحْسَنَكُمْ أَخْلَاقًا))

”تم میں سب سے بہتر لوگ وہ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہوں۔“<sup>(۱)</sup>

☆..... ((إِنَّ الْفُحْشَ وَالْتَفَحْشَ لَيْسَا مِنَ الْإِسْلَامِ فِي شَيْءٍ وَإِنَّ أَحْسَنَ النَّاسِ إِسْلَامًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا))

”فحش اور بہ تکلف بے ہودہ گوئی کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ لوگوں میں سب سے بہتر مسلمان وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہوں۔“<sup>(۲)</sup>

☆..... ((إِنَّ مِنْ أَحْبَبِكُمُ إِلَيَّ وَأَقْرَبِكُمْ مِنِّي مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَحْسَنَكُمْ أَخْلَاقًا، وَإِنَّ أَبْغَضَكُمْ إِلَيَّ وَأَبْعَدَكُمْ مِنِّي يَوْمَ الْقِيَامَةِ الثُّرَثَاوُونَ وَالْمُتَشَدِّقُونَ وَالْمُتَفَهِّقُونَ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَدْ عَلِمْنَا الثُّرَثَاوُونَ وَالْمُتَشَدِّقُونَ فَمَا الْمُتَفَهِّقُونَ؟ قَالَ: الْمُنْتَكِبُونَ))

”قیامت کے دن مجھے تم میں سے سب سے زیادہ محبوب اور مجھ سے سب سے زیادہ قریب وہ لوگ ہوں گے جن کے اخلاق اچھے ہیں اور مجھے سب سے زیادہ مبغوض اور لائق نفرت اور مجھ سے سب سے زیادہ دور وہ لوگ ہوں گے جو زیادہ باتونی، چرب زبان، تصنع اور تکبر کرنے والے ہوں۔“<sup>(۳)</sup>

صحابیات اور صحابہ کرامؓ رسول کریم ﷺ کی اس بلند اخلاقی تعلیم کو سنتے تھے اور اپنی آنکھوں سے اس عظیم اخلاق کا مشاہدہ کرتے تھے جس سے آپ ﷺ لوگوں سے پیش آتے تھے۔ چنانچہ وہ آپ کے ارشادات پر عمل کرتے اور آپ ﷺ کا اُسوہ اختیار کرتے تھے۔ اسی طرح ایک ایسا مثالی معاشرہ وجود میں آیا جس کی ہمسری تاریخ انسانی میں کوئی معاشرہ نہیں کر سکا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”نبی کریم ﷺ بڑے رحم دل تھے، آپ کی خدمت میں اگر کوئی شخص کوئی ضرورت لے کر آتا تو آپ اس سے وعدہ کرتے اور اگر آپ ﷺ کے پاس کچھ ہوتا تو آپ اس کی ضرورت پوری فرماتے۔“<sup>(۴)</sup>

(۱) [بخاری: کتاب المناقب: باب صفة النبي ﷺ (ح ۳۵۵۹) مسلم: کتاب الفضائل: باب كثرة حياء

النبي ﷺ (ح ۲۳۲۱)]

(۲) [مسند احمد (۸۹/۵)]

(۳) [ترمذی: کتاب البر والصلة: باب ماجاء فی معالی الاخلاق (ح ۲۰۱۸)]

(۴) [ترمذی ایضاً (ح ۲۰۱۸)]



رسول اللہ ﷺ ایک اخلاقی معاشرہ تعمیر کر رہے تھے اور اپنے عمل و کردار کے ذریعے مسلمانوں کو یہ تعلیم دے رہے تھے کہ ایک مسلمان کو اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ کس طرح پیش آنا چاہیے۔ اس سلسلہ میں آپ ان کے سامنے اپنے قول و عمل سے اخلاقی اصول بیان فرماتے تھے۔ آپ ﷺ کا ایک ارشاد ہے:

☆..... ((مَسِمُنْ سُمِيٍّ وَ أَثْقَلُ فِي مِيزَانِ الْعَبْدِ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ حُسْنِ الْخُلُقِ وَإِنَّ اللَّهَ يُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبِذِيَّ))

”قیامت کے دن مومن بندہ کے میزان میں اچھے اخلاق سے زیادہ وزنی کوئی چیز نہ ہوگی۔ بے شک اللہ تعالیٰ فحش کچھنے والے اور بد زبان شخص سے نفرت کرتا ہے۔“ (۱)

یہی نہیں بلکہ اسلام نے حسن اخلاق کو کمال ایمان میں سے شمار کیا ہے، ارشاد نبویؐ ہے:

☆..... ((اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا))

”مومنوں میں کامل ترین ایمان اس شخص کا ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں۔“ (۲)

اس طرح سب سے اچھے اخلاق رکھنے والے شخص کو آنحضرت ﷺ نے اللہ کا سب سے زیادہ محبوب بندہ قرار دیا ہے جیسا کہ حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

☆..... ((كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ كَانَمَا عَلَى رُؤُوسِنَا الطَّيْرُ مَا يَتَكَلَّمُ مِنْ أُمَّتِكُمْ إِذْ جَاءَهُ نَاسٌ فَقَالُوا: مَنْ أَحَبُّ عِبَادِ اللَّهِ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى؟ قَالَ أَحْسَنُهُمْ أَخْلَاقًا))

”ایک مرتبہ ہم نبی ﷺ کی خدمت میں اس طرح خاموش بیٹھے تھے کہ گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں کہ کچھ لوگ آئے اور عرض کیا: ”اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب بندہ کون ہے؟“ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔“ (۳)

رسول کریم ﷺ دعا کیا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اخلاق اچھے بنا دے۔ یہ اس بات کی زبردست دلیل ہے کہ آپ حسن اخلاق کا خصوصی اہتمام فرماتے تھے اور آپ کی یہ دلی خواہش تھی کہ جس طرح آپ دعا کے ذریعے اپنے اخلاق میں مزید بہتری چاہتے ہیں، اسی طرح تمام مسلمان بھی اپنے اخلاق کی مزید درنگی کی کوشش کریں۔

(۱) [ترمذی: کتاب البر والصلة: باب ماجاء فی حسن الخلق (ح ۲۰۰۲)]

(۲) [ابوداؤد: کتاب السنة: باب الدلیل علی زیادة الايمان ونقصانه (ح ۴۶۸۲)]

(۳) [ابن ماجہ، کتاب الطب: باب ما نزل اللہ داء الانزال له شفاء (ح ۳۴۳۶) احمد (۴/۲۷۸)]

حسنِ اخلاق ایک جامع لفظ ہے جس کے تحت ہر وہ نیک خصلت آتی ہے جس سے انسان کے کردار میں حسن آتا ہے، اس کا تزکیہ ہوتا ہے اور اس کو رفعت و بلندی حاصل ہوتی ہے جیسے حیا، بردباری، نرمی، عفو و درگزر، رواداری، فراخ دلی، خوش طبعی، سچائی، امانت داری، خیر خواہی، ثابت قدمی، پاک طبیعتی اور دیگر مکارمِ اخلاق۔ آئندہ سطور میں ہم ان میں سے اہم خصائل کا تذکرہ کریں گے۔

### خاتونِ اسلام ہمیشہ سچ بولتی ہے:

اخلاقِ حسنہ میں سچائی کو مرکزی مقام حاصل ہے۔ اگر کوئی سچ کو اپنالے تو وہ بہت جلد باقی اخلاقِ فاضلہ کا بھی مالک بن جاتا ہے۔ ایک مسلمان خاتون دوسروں کے ساتھ ہمیشہ سچائی کا معاملہ کرتی ہے، اس لیے کہ اسلام اسے یہ تعلیم دیتا ہے کہ سچائی تمام فضائل کی جز اور مکارمِ اخلاق کی بنیاد ہے۔ نیز سچائی نیکی کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے۔ جبکہ جھوٹ گناہ کی طرف لے جاتا ہے اور گناہِ جہنم میں پہنچا دیتا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

((إِنَّ الصَّادِقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ وَإِنَّ الْبُرِّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللَّهِ صِدْقًا وَإِنَّ الْكَاذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللَّهِ كَذِبًا))

”سچائی نیکی کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور نیکی جنت کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ آدمی ہمیشہ سچ بولتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ سچے لوگوں میں لکھ لیا جاتا ہے۔ اور جھوٹ گناہ کی طرف لے جاتا ہے اور گناہِ جہنم کی طرف لے جاتا ہے۔ اور آدمی ہمیشہ جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اسے جھوٹے لوگوں میں لکھ لیا جاتا ہے۔“<sup>(۱)</sup>

اس لیے خاتونِ اسلام ہمیشہ سچ بولتی ہے، وہ اپنے قول و فعل میں سچائی کی روش اختیار کرتی ہے اور یقیناً یہ بڑا معزز مقام ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ’سچا‘ لکھ لیا جائے!

### خاتونِ اسلام کبھی جھوٹ نہیں بولتی:

ایک سچی، دیندار اور صاحبِ شعور خاتونِ اسلام کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ جھوٹ نہیں بولتی، اس لیے کہ

(۱) [بحاری: کتاب الادب: باب قول اللہ تعالیٰ: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ (ح ۶۰۹۴)]

مسلم: کتاب البر والصلة: باب قبح الكذب وحسن الصدق وفضله (ح ۶۲۰۷)]

جھوٹ بولنا حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ﴾ [الحج: ۳۰] ”جھوٹی باتوں سے پرہیز کرو۔“

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے نیک لوگوں کی صفات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا﴾ [الفرقان: ۷۲]

”اور جن کے بندے وہ ہیں جو جھوٹ کے گواہ نہیں بنتے اور کسی لغو چیز پر ان کا گزر ہو جائے تو شریف آدمیوں کی طرح گزر جاتے ہیں۔“

جھوٹ جیسے گناہ کی مضرت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے گناہوں کی فہرست میں اس کا شمار دوسب سے بڑے گناہوں (یعنی شرک اور والدین کی نافرمانی) کے بعد کیا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

((الْأَنْبِئَتْكُمْ بِأَكْبَرِ الْكِبَايِرِ؟ قُلْنَا: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: الْإِشْرَاكُ بِاللَّهِ وَعَقُوبُ الْوَالِدَيْنِ،

وَكَانَ مِنْكُمْ فَجَلَسَ، فَقَالَ: الْآوَقُولُ الزُّورَ، فَمَا زَالَ يُكْرِرُهَا حَتَّى قُلْنَا: لَيْتَهُ سَكَتَ))

”کیا میں تمہیں سب سے بڑے گناہوں کے بارے میں نہ بتلاؤں؟ صحابہ نے عرض کیا: کیوں نہیں اے اللہ کے رسول! تو آپ نے فرمایا: ”اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا، (آپ نیک لگائے ہوئے تھے، کہ اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا) سن لو اور تیسرا گناہ جھوٹ ہے۔ پھر آپ بار بار اس کو دہرانے لگے یہاں تک کہ ہم تنہا کرنے لگے، کاش! آپ خاموش ہو جائیں۔“<sup>(۱)</sup>

مسلمان خاتون دوسروں کے لیے خیر خواہ ہوتی ہے:

ایک سچی مسلمان خاتون نہ صرف یہ کہ جھوٹ، دھوکا بازی، غدر، حسد و کینہ اور منافقت جیسی بری صفات سے مبرا و منزہ ہوتی ہے، بلکہ وہ تعمیری اور ایجابی صفات سے بھی آراستہ ہوتی ہے مثلاً: وہ اپنے معاشرے میں ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرتی اور دوسروں کے لیے اچھے جذبات رکھتی ہے کیونکہ وہ یہ ایمان رکھتی ہے کہ اس کا دین تو دوسروں کے ساتھ بھلائی اور خیر خواہی کا نام ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((الَّذِينَ النَّصِيحَةُ قَالَ الصَّحَابَةُ: لِمَنْ؟ فَقَالَ: لِنَفْسِهِ، وَلِكِتَابِهِ، وَلِرَسُولِهِ، وَلَا لِمَا

الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ))

(۱) [بخاری: کتاب الشهادات: باب ما قيل في شهادة الزور (ح ۲۶۵۴) مسلم: کتاب الایمان (ح ۸۷)]

”دین خیر خواہی کا نام ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: کس لیے؟ فرمایا: اللہ کے لیے، اس کی کتاب کے لیے اور اس کے رسول کے لیے اور مسلمانوں کے ائمہ اور عوام کے لیے۔“ (۱)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز، زکوٰۃ اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی پر بیعت کیا کرتے تھے، جیسا کہ حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((بَايَعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى إِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِتْيَانِ الزَّكَاةِ وَالنَّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ))

”میں نے نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی۔“ (۲)

روزِ آخرت ایک مسلمان کے انجام کا فیصلہ کرنے میں خیر خواہی کی اہمیت اس وقت اور بھی بڑھ جاتی ہے جب وہ مسلمانوں کے کسی معاملہ کا ذمہ دار ہو۔ اس وقت ”خیر خواہی“ جنت میں داخلہ کی کنجی کی حیثیت اختیار کر جاتی ہے کہ جس کے بغیر جنت میں داخلہ ناممکن ہو جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((مَأْمِنُ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيهِ اللَّهُ رَعِيَّتُهُ يَمُوتُ يَوْمَ يَمُوتُ وَهُوَ غَاشٍ لِرَعِيَّتِهِ إِلَّا حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ))

”کوئی بھی بندہ جسے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا ذمہ دار بناتا ہے، اگر وہ اس حال میں مرتا ہے کہ اس نے رعایا کے ساتھ (خیر خواہی کی بجائے) دغا بازی کی، تو اس پر جنت حرام ہو جائے گی۔“ (۳)

ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں:

((فَلَمْ يُحِطْهَا بِنُصْحِهِ لَمْ يَجِدْ رَايِحَةَ الْجَنَّةِ))

”وہ رعایا کے ساتھ خیر خواہی نہ کرے، تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا۔“ (۴)

معلوم ہوا کہ اسلام میں حاکم وقت اور ہر اس شخص کی ذمہ داری بہت بڑی ہے جو مسلمانوں کے کسی بھی

(۱) [مسلم: کتاب الایمان: باب بیان ان الدین النصیحة (ح ۵۵)]

(۲) [بخاری: کتاب الایمان: باب قول النبی ﷺ: الدین النصیحة (ح ۵۷) مسلم: کتاب الایمان (ح ۵۶)]

(۳) [بخاری: کتاب الاحکام: باب من استرعی رعیة فلم ينصح (ح ۷۱۵۱) مسلم: کتاب الایمان (ح ۱۴۲)]

(۴) [بخاری: کتاب الجمعة: باب الجمعة فی القرى والمدن (ح ۸۹۳) مسلم: کتاب الامارة: باب فضیلة

الامیر العادل وعقوبة الحائر (ح ۱۸۲۹)]

معاملہ کا ذمہ دار بنایا گیا ہو، اور روزِ قیامت اس ذمہ داری کے بارے میں اس کا خصوصی طور پر محاسبہ کیا جائے گا۔ اور یہ بات یاد دہنی چاہیے کہ اسلامی نقطہ نظر سے ہر شخص کسی نہ کسی معاملے کا ذمہ دار ہوتا ہے جیسا کہ رسول کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ))

”تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور ہر شخص اپنے متعلقین کے بارے میں جواب دہ ہوگا۔“<sup>(۱)</sup>

خاتونِ اسلام خیر کی طرف رہنمائی کرتی ہے:

ایک سچی مسلمان خاتون دوسروں کی ہمیشہ خیر و بھلائی اور نیک اعمال کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ وہ کسی سے خیر و بھلائی کو روکنے کی کوشش نہیں کرتی اور نہ کوئی ایسی بات پوشیدہ رکھتی ہے جس میں لوگوں کی منفعت ہو۔ اس لیے کہ اس نے دینی تعلیمات سے یہ سیکھا ہے کہ جو شخص خیر کی طرف رہنمائی کرتا ہے، اسے بھی اتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا کہ اس پر عمل کرنے والے کو ملتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ دَلَّ عَلَى خَيْرٍ فَلَهُ أَجْرٌ فَأَعْلِهِ))

”جس نے خیر کی طرف رہنمائی کی اسے اس پر عمل کرنے والے کے مثل اجر ملے گا۔“<sup>(۲)</sup>

اس حدیث کو پڑھ لینے کے بعد ایک دیندار خاتونِ اسلام خیر و بھلائی کو محض اپنے نفس تک محدود نہیں رکھتی، بلکہ اس کے نزدیک خیر پر خود عمل کرنا اور دوسرے کی اس طرف رہنمائی کر دینا، دونوں برابر ہیں، اس لیے کہ دونوں حالتوں میں اسے اجر ملتا ہے۔ اس طرح معاشرے میں بھی خیر و بھلائی کا دور دورہ ہو جاتا ہے اور ہر شخص بغیر ایک دوسرے پر فخر و مباہات کے خیر و بھلائی کے کام انجام دیتا ہے۔

مسلمان خاتون دعا بازی اور دھوکا و فریب کا ارتکاب نہیں کرتی:

جب ایک مسلمان عورت سچائی جیسے بلند تر مقام و مرتبہ پر فائز ہو جاتی ہے، تو پھر وہ دعا بازی سے کام نہیں لیتی، نہ کسی کو دھوکا دیتی ہے اور نہ ہی غداری کرتی ہے، اس لیے کہ سچائی کا تقاضا ہی یہ ہے کہ انسان خیر خواہی کرے، صاف دلی سے پیش آئے، انصاف کرے اور وفاداری کا معاملہ برتے، دعا بازی سے بچے، دھوکا نہ دے، فریب کاری نہ کرے نہ ہی بے جا کسی کی حمایت اور طرف داری کرے۔ سچی اور ذکی الحس خاتون

(۱) [بخاری: کتاب النکاح: باب المرأة راعية في بيت زوجها (ح ۵۲۰۰)]

(۲) [مسلم: کتاب الامارة: باب فضل اعانة الغازي في سبيل الله بمر كوب وغيره (ح ۱۸۹۳)]

اسلام کا وجدان دعا بازی کو برداشت نہیں کر سکتا بلکہ ایسا خیال آتے ہی وہ لرزہ برآمد ہو جاتی ہے اور اس پر ارتعاش کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے، اس لیے کہ وہ اس کے ارتکاب میں اسلام کی طرف نسبت سے محرومی دیکھتی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السَّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا وَمَنْ غَشَّنا فَلَيْسَ مِنَّا))

”جو ہم پر ہتھیار اٹھائے وہ ہم سے نہیں اور جو ہم سے دعا بازی کرے، وہ بھی ہم میں سے نہیں ہے۔“<sup>(۱)</sup>

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ اناج کے ایک ڈھیر کے پاس سے گزرے اور اس میں اپنا دست مبارک ڈالتا تو انگلیوں کو کچھ تری محسوس ہوئی۔ آپ نے اس اناج کے مالک سے فرمایا:

((مَا هَذَا يَا صَاحِبَ الطَّعَامِ؟) قَالَ أَصَابَتْهُ السَّمَاءُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: أَفَلَا جَعَلْتَهُ فَوْقَ

الطَّعَامِ حَتَّى يَرَاهُ النَّاسُ! مَنْ غَشَّنا فَلَيْسَ مِنَّا))

”یہ کیا؟“ اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! بارش کی وجہ سے ایسا ہو گیا ہے۔“ آپ ﷺ نے

فرمایا: ”تو پھر اس بھیگے ہوئے اناج کو تو نے اوپر کیوں نہ کر دیا کہ لوگ اسے دیکھ لیتے۔ سنو! جو دھوکا

دے، وہ ہم میں سے نہیں۔“<sup>(۲)</sup>

مسلمانوں کا معاشرہ ایک ایسا معاشرہ ہوتا ہے جس پر محبت اور خیر خواہی کو فضا چھائی رہتی ہے اور جس کے افراد پر نیکی، سچائی اور وفاداری کا غلبہ ہوتا ہے۔ چنانچہ ایسے معاشرے میں دعا باز، دھوکا باز، فریب کار، مکار اور چال باز، ناشکرے اور غدار شخص کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ رسول اللہ ﷺ نے دعا بازی، دھوکا دہی اور غداری کی زبردست مذمت فرمائی ہے بلکہ آپ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ غداری کرنے والا ہر شخص قیامت کے روز اس حال میں اٹھایا جائے گا کہ اس کے ہاتھ میں اس کی غداری کا جھنڈا ہوگا اور ایک منادی کرنے والا حشر کے بڑے میدان میں اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لوگوں کو اس کی غداری کی طرف متوجہ کرے گا۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((لِكُلِّ غَادِرٍ لَوَاةٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَقَالُ: هَذِهِ غَدْرَةُ فُلَانٍ))

”روزِ قیامت ہر غدار کا ایک جھنڈا ہوگا اور کہا جائے گا کہ یہ فلاں کی غداری ہے۔“<sup>(۳)</sup>

(۱) [مسلم: کتاب الایمان: باب قول النبی ﷺ: من غش فلیس منا (ح ۱۰۱)]

(۲) [مسلم ایضاً (ح ۱۰۲)]

(۳) [بخاری: کتاب الادب: باب ما یدعی الناس بآبائهم (ح ۶۱۷۷) مسلم: کتاب الجہاد: باب تحریم غدر (ح ۱۸۳۵)]

سوچئے! اس دن غداروں کو کتنی شرمندگی کا سامنا کرنا پڑے گا جنہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ زمانے نے ان کی غداری پر پردہ ڈال دیا ہے مگر قیامت کے دن علی الاعلان لوگوں کے سامنے ان کی غداریاں ظاہر ہو جائیں گی اور وہ اپنی اپنی غداری کا جھنڈا اپنے ہاتھوں میں اٹھائے ہوں گے۔ قیامت کے دن ان کی ندامت و شرمندگی میں اس وقت مزید اضافہ ہو جائے گا جب وہ رسول اللہ ﷺ کو (جن سے اس پر ہیبت مقام پر شفاعت کی توقع اور امید ہوگی) اپنا حریف دیکھیں گے، اس لیے کہ انہوں نے کھلی ہوئی غداری کے جرم کا ارتکاب کیا ہوگا اور یہ بہت بڑا جرم ہے جو اللہ کی رحمت اور اس کے رسول کی شفاعت سے محروم کر دیتا ہے۔ حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((ثَلَاثَةٌ أَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: رَجُلٌ أَعْطَى بِي ثُمَّ غَدَرَ وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَأَسْكَلَ ثَمَنَهُ وَرَجُلٌ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَاسْتَوْفَى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِهِ أَجْرَهُ))

”تین شخص ایسے ہیں کہ قیامت کے دن میں ان کا حریف ہوں گا۔ ایک وہ شخص جس نے میرا واسطہ دے کر عہد کیا پھر اس کو وفانہ کیا، دوسرا وہ شخص جس نے کسی آزاد کو بیچ کر اس کی قیمت ہڑپ کی اور تیسرا وہ شخص جس نے کسی کو مزدور رکھا اور اس سے پورا کام لیا مگر اس کی اجرت نہ دی۔“<sup>(۱)</sup>

ایک سچی مسلمان خاتون جس کے احساسات کو اسلام نے تیز کر دیا ہے اور جس کے نفس میں بصیرت کے درپے کھول دیئے ہیں، وہ فریب، دھوکا، دعا، غدر، جھوٹ اور تمام برائیوں سے نفرت کرتی ہے، خواہ ان سے کتنے ہی منافع کی امید اور مفادات متوقع ہوں۔ اس لیے کہ اسلامی تعلیمات نے اس قسم کی صفات رکھنے والے لوگوں کو منافقوں میں شمار کیا ہے اور منافقین جہنم میں سب سے نچلے درجے میں ہوں گے:

((إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرَكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَهُمْ صٰبِرِيْنَ)) [النساء: ۱۴۵]

”بے شک منافق جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں جائیں گے اور تم ان کا کسی کو مددگار نہ پاؤ گے۔“ منافقانہ خصائل کے بارے میں حدیث نبوی ہے:

((أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا، وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتَّىٰ يَدْعَوْهَا إِذَا لُوْثِمَ خَانَ، وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ))

”چار بری صفتیں جس کے اندر پائی جائیں، وہ خالص منافق ہے اور جس کے اندر ان میں سے کوئی ایک

(۱) [بخاری: کتاب البيوع: باب اثم من باع حرا (ح ۲۲۲۷)]

صفت پائی جائے، اس میں نفاق کی ایک علامت ہوگی جب تک کہ وہ اسے ترک نہ کر دے۔ [وہ بری صفات یہ ہیں:] جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔ جب گفتگو کرے تو جھوٹ بولے۔ جب کوئی وعدہ کرے تو اسے پورا نہ کرے اور جب بھگڑا کرے تو گالی گلوچ کرے۔“ (۱)

### مسلمان عورت وعدہ خلافی نہیں کرتی:

ایک سچی مسلمان عورت جس کا نفس اور وجود اسلامی تعلیمات میں ڈھل چکا ہو وہ کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتی، بلکہ ہمیشہ ایقائے عہد جیسے ایجابی اور پسندیدہ خصلت سے آراستہ رہتی ہے۔ یہ کہنے میں کوئی مبالغہ نہیں کہ یہ خصلت معاشرے میں انسان کی کامیابی کے اہم عوامل میں سے ایک ہے اور اس سے انسان کی عظمت، اس کے مقام کی بلندی اور اس کے معاشرتی معیار کی رفعت پر دلالت ہوتی ہے۔ مسلمان کا شمار ان عظیم لوگوں میں ہوتا ہے جو ایقائے عہد سے متصف ہوتے ہیں۔

اخلاقیات میں ایقائے عہد کا شمار بنیادی خصائل میں ہوتا ہے، اسی لیے بکثرت احادیث میں اس خصلت کے اختیار کرنے پر اُکسایا گیا ہے، اسے ایمان کی علامت کہا گیا ہے اور جو لوگ اس خصلت سے عاری ہوں، ان کی مذمت کی گئی اور اس خصلت کے اختیار نہ کرنے کو علامتِ نفاق قرار دیا گیا۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ﴾ [المائدة: ۱]

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! معاہدوں کی پوری پابندی کرو۔“

﴿وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا﴾ [النحل: ۹۱]

”وعدہ کی پابندی کرو۔ بے شک عہد کے بارے میں جواب دہی ہوگی۔“

معلوم ہوا کہ ”وعدہ“ کوئی ہوائی کلمہ نہیں کہ محض زبان کی حد تک وعدے پر وعدہ کر لیا جائے اور اسے پورا کرنا ضروری نہ سمجھا جائے جیسا کہ آج بہت سے مسلمان کرتے ہیں بلکہ یہ ایک ذمہ داری ہے جس کا حساب لیا جائے گا جبکہ وعدہ خلافی اور عہد شکنی بہت بری اور قابلِ نفرت چیز ہے اور اسے اللہ تعالیٰ نے مومن بندوں کے لیے ناپسند کیا ہے۔ علاوہ ازیں رسول اللہ ﷺ نے اسے منافقوں کی علامت قرار دیا ہے:

((آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا أُؤْتِمِنَ خَانَ)) (۲)

(۱) [بخاری: کتاب الایمان: باب علامات المنافق (ح ۳۴) مسلم: کتاب الایمان: باب خصال المنافق (ح ۵۸)]

(۲) [بخاری: ایضاً (ح ۳۳) مسلم: ایضاً (ح ۵۹)]



”منافق کی تین نشانیاں ہیں (۱) جب گفتگو کرے تو جھوٹ بولے (۲) جب وعدہ کرے تو پورا نہ کرے (۳) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔“ ایک روایت میں یہ اضافہ ہے:

((وَإِنْ صَامَ وَصَلَّى وَزَعَمَ أَنَّهُ مُسْلِمٌ))

”(وہ منافق ہے) خواہ روزے رکھے، نماز پڑھے اور اپنے آپ کو مسلمان سمجھے!“<sup>(۱)</sup>

ایک مسلمان خاتون کے اسلام کی حسن و خوبی یہ نہیں کہ وہ نماز، روزہ، حج اور دیگر عبادات کا اہتمام کرنے والی ہو بلکہ ضروری ہے کہ وہ اپنے آپ کو مکمل طور پر اسلامی تعلیمات اور اخلاقِ حسنہ سے مزین کر لے۔ اس کا ہر قول اور ہر فعل اللہ کی رضا کے تابع ہو جائے، نہ وہ وعدہ خلافی کرے، نہ عہد شکنی کیونکہ یہ اسلامی اخلاق کے منافی ہے اور منافقین ہی ان چیزوں کا ارتکاب کرتے ہیں۔

مسلمان خاتون منافقانہ رویہ اختیار نہیں کرتی:

ایک سچی خاتون اسلامِ نفاق، مدہانت، چالپوسی، بے جا خوشامد کرنے اور دوسروں کی جھوٹی تعریف کرنے سے دور رہتی ہے۔ دینی تعلیمات پر عمل کرنے کا جذبہ خاتونِ اسلام کو اس ہولناک کھائی میں گرنے سے بچا لیتا ہے، جبکہ بہت سے لوگ اس گھٹاؤ نے مرض میں مبتلا ہو کر نفاق کے مہلک گڑھے میں جا گرتے ہیں اور انہیں اس کا احساس بھی ہونے پاتا۔ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لیے نفاق اور مدہانت کی اس دلدل سے محفوظ رہنے کے کچھ نقوشِ راہ متعین کیے ہیں مثلاً ایک بار جب بنو عامر نے آپ ﷺ کی مدح و تعریف کرتے ہوئے کہا: ”آپ تو ہمارے سردار ہیں۔“ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((السيد الله وقالوا: وافضلنا فضلا واعظمانطولا فقال: قولوا بقولكم اوبعض قولكم ولا يستجرينكم الشيطان اني لا اريد ان ترفعوني فوق منزلتي التي انزلنيها الله تعالى انا محمد بن عبدالله ورسوله))

”سردار تو اللہ ہے۔“ لوگوں نے عرض کیا: ”آپ ہم میں سب سے افضل اور سب سے زیادہ داد و دودھش کرنے والے ہیں۔“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو چاہو کہو مگر خیال رکھو کہ شیطان تمہیں اپنا ایجنٹ نہ بنانے پائے اور تمہیں بہکانے دے، میں بالکل نہیں چاہتا کہ تم مجھے اس مقام سے بلند کرو جو مجھے اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ہے۔ میں محمد ہوں، عبد اللہ کا بیٹا، اللہ کا بندہ اور اس کا رسول۔“<sup>(۲)</sup>

(۱) [مسلم: ایضاً، ج ۵، ص ۵۹] (۲) [مسند احمد، ج ۳، ص ۲۴۹]

جو لوگ رسول اللہ ﷺ کی تعریف کر رہے تھے اور آپ کو سرداری، فضل اور عطاء و بخشش کی اعلیٰ صفات سے متصف قرار دے رہے تھے، آپ ﷺ نے ان کو مدح سے منع فرمایا حالانکہ آپ ﷺ بلا شک و شبہ مسلمانوں کے سردار اور ان میں سب سے عظیم اور صاحب فضل تھے۔ لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ نے لوگوں کی تعریف و مدح میں غلو و مبالغہ کرنے کا راستہ ہی بند کر دیا۔ اس لیے کہ آپ ﷺ کو اچھی طرح معلوم تھا کہ تعریف و مدح کے دروازے کو اگر دونوں پٹ کھول دیا گیا تو اس سے نفاق کا خطرناک دروازہ کھل جاتا ہے، جو اسلام کی صاف شفاف اور پاکیزہ روح کے منافی ہے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کسی کے منہ پر تعریف کرنے سے منع کرتے تھے تاکہ ایک طرف تعریف کرنے والا نفاق کی گندگی میں مبتلا نہ ہو اور دوسری طرف تعریف کیا جانے والا غرور، گھمنڈ، تکبر اور خود پسندی کا شکار نہ ہو۔

امام بخاری، اور امام مسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، انہوں نے کہا: ایک شخص نے نبی ﷺ کی موجودگی میں کسی کے سامنے ہی اس کی تعریف کی، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((ويلك اقطععت عنق صاحبك قطعت عنق صاحبك ثلاثا ثم قال من كان منكم مادحا اخاه لامحالة فليقل: احسب فلانا، والله حسيبه ولايزكي على الله احد احسب كذا وكذا ان كان يعلم ذلك منه ))

”تم پر افسوس! تم نے تو اپنے بھائی کی گردن کاٹ ڈالی (ایسا آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا پھر فرمایا) اگر کسی کو اپنے بھائی کی تعریف کرنا ہی ہو تو اسے یوں کہنا چاہیے: ”میں اسے ایسا ایسا سمجھتا ہوں (یعنی اچھا سمجھتا ہوں بشرطیکہ واقعی اس میں وہ خوبیاں پائی جائیں) تاہم اس کی اصل حقیقت تو اللہ ہی جانتا ہے۔“ (۱)

اگر کسی کی تعریف کرنا ضروری ہی ہو تو وہ مبنی بر حقیقت اور واقعہ کے عین مطابق ہونی چاہیے۔ نیز تعریف کرنے والے کو اعتدال اور احتیاط سے کام لینا چاہیے اور غلو، مبالغہ اور بے جا تعریف سے بچنا چاہیے۔ اگر اسے یہ خدشہ ہو کہ تعریف سننے والا تکبر اور غرور میں مبتلا ہو جائے گا تو پھر اسے اس کے منہ پر اس کی تعریف نہیں کرنی چاہیے۔ اس طرح ہی معاشرے سے نفاق، جھوٹ، دھوکا دہی، چالپوسی اور ریا کاری جیسی برائیوں کا خاتمہ کیا جاسکتا ہے۔

(۱) [بخاری: کتاب الشهادات: باب اذاز کی رجل رجلا کفاه (ح ۲۶۶۲)]

امام احمدؒ نے حضرت رجاء بن محجن اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ: ”رسول اللہ ﷺ اور محجن دونوں مسجد میں تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو نماز میں مصروف رکوع و سجود کرتے ہوئے دیکھا تو ان سے پوچھا: یہ کون ہے؟ محجن اس شخص کی خوب تعریف کرتے ہوئے کہنے لگے: ”اللہ کے رسول! یہ اہل مدینہ میں سب سے اچھا آدمی ہے (یا کہا کہ) یہ اہل مدینہ میں سب سے زیادہ نمازیں پڑھنے والا ہے۔“ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((لاتسمعه فتهلكه - مرتين او ثلاثا - انكم امة اريد بكم اليسر))

”خاموش ہو جاؤ، اور اس طرح اونچی نہ کہو کہ وہ سن لے ورنہ تم اسے ہلاک کر دو گے۔ (ایسا آپ ﷺ نے دو یا تین مرتبہ فرمایا) تم لوگ ایسی امت ہو جس کے ساتھ نرمی کا معاملہ برتا گیا ہے۔“<sup>(۱)</sup>

رسول اللہ ﷺ نے کسی کی اس کے منہ پر تعریف کرنے کو ہلاکت سے تعبیر فرمایا، اس لیے کہ اس سے نفس انسانی پر گہرے نفسیاتی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ ممدوح اپنی تعریف سن کر اپنے کو لوگوں سے بڑا سمجھنے لگتا ہے، اپنی ناک اونچی کر لیتا ہے اور تکبر سے گردن ٹیڑھی کر کے بات کرتا ہے۔ اور جب منافق، جھوٹے، مکار اور دھوکا باز مداحوں کی طرف سے بار بار اس کا اظہار ہوتا ہے، بالخصوص ان لوگوں کی طرف سے جو صاحب اقتدار اور صاحب اثر و سرخ لوگوں کے ارد گرد رہتے ہیں، چنانچہ اپنی تعریفیں سننا ممدوح کی عادت بن جاتی ہے، پھر وہ کسی کی نصیحت یا تنقید سننا گوارا نہیں کرتا بلکہ ہمیشہ مدح و ثنا اور تعریف ہی کا خواہاں رہتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم دیا تھا کہ اگر کسی کو کسی کے منہ پر تعریف کرتے ہوئے دیکھیں تو اس کے منہ میں مٹی جھونک دیں تاکہ معاشرہ میں ایسے لوگوں کی تعداد میں اضافہ نہ ہو، کیونکہ اگر ایسے لوگ بڑھ گئے تو نفاق عام ہو جائے گا، اور ہر طرف چالپوسی کا دور دورہ ہوگا۔ بخاری و مسلم میں روایت ہے کہ ایک شخص کسی خلیفہ کے سامنے اس کی تعریف کرنے لگا تو حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے اس کے منہ میں مٹی ڈالتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے:

((اذا رايتم المداحين فاحثوا في وجوههم التراب))

”جب تم تعریف کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے منہ میں مٹی جھونک دو۔“<sup>(۲)</sup>

(۱) [مسند احمد (ج ۴ ص ۲۳۸ - ج ۵ ص ۳۲)]

(۲) [مسلم: کتاب الزہد: باب النهی عن المدح اذا كان فيه افراط (ح ۳۰۰۲)]

اسی لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم لوگوں سے اپنی تعریفیں سننا ناپسند کرتے تھے حالانکہ وہ اس کے مستحق اور اہل ہوتے تھے کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ اس سے ہلاکت اور گمراہی کا اندیشہ رہتا ہے اس لیے وہ اس سے بچتے تھے، جیسا کہ حضرت نافعؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو یوں مخاطب کیا:

((خير الناس! اوباسن خير الناس افعال ابن عمر: ماانا بخير الناس ولا ابن خير الناس،

ولكنى عبد من عبد الله، ارجو الله تعالى واخافه والله لن تزالوا بالرجل حتى تهلكوه))

”اے لوگوں میں سب سے بہتر شخص (یا اے لوگوں میں سب سے بہتر شخص کے بیٹے) تو حضرت عبداللہ

بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ”میں نہ لوگوں میں سب سے بہتر ہوں اور نہ سب سے بہتر شخص کا بیٹا ہوں۔ میں

تو اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ ہوں، اور اس کے رحم و کرم کی امید رکھتا ہوں اور اس کے عذاب

سے ڈرتا ہوں۔ اللہ کی قسم! تم آدمی کی اتنی تعریف کرتے ہو کہ اسے ہلاک کر کے چھوڑتے ہو۔“<sup>(۱)</sup>

یہ ایک ایسے جلیل القدر صحابی کا حکمت سے معمور ارشاد ہے جس کی اسلامی حس بیدار تھی اور جو نبی ﷺ کی

تعلیمات پر عمل کرنے والا اور آپ کے اسوہ حسنہ کو اپنی زندگی میں کھلے چھپے ہر حال میں نافذ کرنے والا تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ انہی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کچھ لوگوں نے عرض کیا: ”ہم جب بادشاہوں

کے پاس جاتے ہیں تو کچھ اور باتیں کرتے ہیں اور جب باہر نکلتے ہیں تو کچھ اور کہتے ہیں۔“ تو حضرت عبد

اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

((كنانعد هذا نفاقا على عهد رسول الله ﷺ))

”ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد میں اسے نفاق شمار کرتے تھے۔“<sup>(۲)</sup>

خاتونِ اسلام شرم و حیا سے متصف ہوتی ہے:

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ سچی اور حقیقی خاتونِ اسلام شرم و حیا سے متصف ہوتی ہے کیونکہ شرم و حیا

ایک عورت کا طبعی و فطری خاصا ہے۔ شرم و حیا سے میری مراد یہ ہے کہ ہر قبیح حرکت کو ترک کر دیا جائے

اور کسی کا حق نہ مارا جائے۔ اس سلسلہ ایک مسلمان خاتون نبی کریم ﷺ کا اسوہ اختیار کرتی ہے کیونکہ آپ

حیا کا اعلیٰ نمونہ تھے جیسا کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

(۱) [حلیۃ الاولیاء (ج ۱ ص ۳۰۷)]

(۲) [بخاری: کتاب الاحکام: باب ما یرکھ من ثناء السلطان و اذا خرج قال غیر ذلک (ح ۷۱۷۸)]

((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَشَدَّ حَيَاءً مِنَ الْعَذْرَاءِ فِي خِدْرِهَا، فَإِذَا رَأَى شَيْئًا يَكْرَهُهُ عَرَفْتَاهُ فِي وَجْهِهِ))

”رسول اللہ ﷺ میں پردہ نشین لڑکیوں سے بھی زیادہ حیا تھی، جب آپ کوئی بات ناپسند کرتے تھے تو ہمیں آپ کے چہرے سے آپ کی ناپسندیدگی کا اندازہ ہو جاتا تھا۔“<sup>(۱)</sup>

حیاء (جیسا کہ علماء نے تعریف کی ہے) ایک اچھی اور پاکیزہ خصلت ہے، جو ہمیشہ بری چیزوں کے ترک پر اُکساتی ہے اور حقداروں کا حق ادا کرنے میں کوتاہی سے باز رکھتی ہے، اس لیے متعدد احادیث میں آنحضرت ﷺ نے اس کی تعریف کی ہے مثلاً:

☆..... حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((الْحَيَاءُ لَا يَأْتِي إِلَّا بِخَيْرٍ)) ”حیاء سوائے خیر کے اور کچھ نہیں لاتی۔“<sup>(۲)</sup>

☆..... صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے:

((الْحَيَاءُ خَيْرٌ كُلُّهُ)) ”حیاء سراسر خیر ہے۔“<sup>(۳)</sup>

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((الْإِيمَانُ بَضْعٌ وَسَبْعُونَ أَوْ بَضْعٌ وَسِتُّونَ شُعْبَةً فَأَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ، وَأَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ))<sup>(۴)</sup>

”ایمان کی ستر سے زائد (یا فرمایا: ساٹھ سے کچھ زائد) شاخیں ہیں، ان میں سب سے افضل درجہ لا الہ الا اللہ کہنے کا ہے اور ادنیٰ درجہ راستہ سے تکلیف دہ چیز ہٹانے کا ہے اور حیا بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔“

سچی اور متقی خاتون اسلام باحیا، مہذب، خوش خلق، نرم رواروز کی الحس ہوتی ہے، اس سے کوئی ایسا فعل سرزد نہیں ہوتا جس سے لوگوں کو اذیت ہو اور نہ ہی وہ کسی حق دار کا حق ادا کرنے میں کوتاہی کرتی ہے کیونکہ حیا کی خصلت اس کو ان تمام کاموں سے روکتی ہے۔ صرف لوگوں ہی سے شرم و حیا کی وجہ سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے بھی حیا کی وجہ سے، اور اس خوف سے کہ کہیں اس کے ایمان میں ”ظلم“ کی آمیزش نہ ہو جائے

(۱) [بخاری: کتاب المناقب: باب صفة النبي (ح ۶۲، ۳۵) مسلم: کتاب الفضائل: باب كثره حياً.. (ح ۲۳، ۲۰)]

(۲) [بخاری: کتاب الادب: باب الحياء (ح ۶۱۱۷) مسلم: کتاب الايمان: باب بيان عدد شعب الايمان (ح ۳۷)]

(۳) [مسلم: کتاب الايمان: باب بيان عدد شعب الايمان (ح ۳۷)]

(۴) [مسلم: کتاب الايمان: ايضاً (ح ۳۵) بخاری: کتاب الايمان: باب امور الايمان (ح ۹)]

کیونکہ حیاء ایمان کی شاخوں میں سے ایک شاخ ہے، اور حیاء سے متصف ہونا وہ بلند مقام ہے جس سے بڑھ کر کوئی مقام نہیں۔

### خاتونِ اسلام فضول اور لایعنی چیزوں میں نہیں پڑتی:

ایک صاحبِ فہم، باشعور اور رب کی خوشنودی چاہنے والی مسلمان عورت لایعنی اور فضول چیزوں میں نہیں پڑتی۔ نہ لوگوں کے نجی معاملات میں دخل اندازی کرتی ہے اور نہ ان کے بارے میں اڑائی ہوئی لغواور نامعقول باتوں کی طرف کان لگاتی ہے، بلکہ وہ ان چیزوں سے اجتناب کرتے ہوئے یہ اعتقاد رکھتی ہے کہ اسلام کے پاکیزہ اخلاق نے انسان کو ان لچر اور بے ہودہ باتوں، ان نامعقول اور غیر سنجیدہ حرکتوں اور لایعنی باتوں سے بہت بلند رکھا ہے، کیونکہ حدیثِ نبویؐ ہے:

((بِمَنْ حُسْنِ اسْلَامِ الْمَرْءِ تَرَكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ))

”آدمی کے اسلام کی خوبی اس میں ہے کہ وہ لایعنی چیزوں میں نہ پڑے۔“<sup>(۱)</sup>

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَرْضَى لَكُمْ ثَلَاثًا وَيَكْرَهُ لَكُمْ ثَلَاثًا يَرْضَى لَكُمْ: أَنْ تَعْبُدُوهُ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَأَنْ تَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفْرُقُوا وَيَكْرَهُ لَكُمْ: قِبَلٍ وَقَالَ وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ وَاضَاعَةَ الْمَالِ))

”اللہ تعالیٰ تمہارے لیے تین چیزیں پسند کرتا ہے اور تین چیزیں ناپسند کرتا ہے۔ وہ یہ پسند کرتا ہے کہ تم اس کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور اس کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ پیدا نہ کرو، اور وہ ناپسند کرتا ہے فضول باتیں، بے تکیے سوالات کی کثرت اور مال کا ضیاع۔“<sup>(۲)</sup>

اسلام کے زیر سایہ جو مسلم معاشرہ وجود پاتا اور پروان چڑھتا ہے، اس میں قیل و قال، (فضول باتوں) کثرتِ سوال اور لوگوں کے نجی معاملات میں دخل اندازی کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی، اس لیے کہ اس معاشرہ کے افراد اپنے اپنے دائروں میں اس سے کہیں زیادہ اہم کام میں مشغول رہتے ہیں۔ وہ زمین پر اللہ کا کلمہ نافذ کرنے، نظرِ ارض پر اس کا جھنڈا لہرانے اور لوگوں کے درمیان اس کے دین کی اشاعت کرنے میں ہمہ

(۱) [ترمذی: کتاب الزہد (باب ۱۱ - حدیث ۲۳۱۷) ابن ماجہ: کتاب الفتن: باب کف اللسان (ح ۳۹۷۶)]

(۲) [مسند: کتاب الاقضية: باب النهی عن كثرة المسائل من غير حاجة (ح ۱۷۱۵)]

تن مشغول رہتے ہیں۔ اور جو لوگ اتنا عظیم کام انجام دے رہے ہوں انہیں بھلا ان فضول کاموں میں پڑنے کا وقت کیونکر مل سکتا ہے!

دوسروں کی بے عزتی اور عیب جوئی سے دور رہتی ہے:

سچی مسلمان خاتون کی ایک نمایاں خصلت یہ ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کی بے عزتی اور عیب جوئی سے ہمیشہ دور رہتی ہے، دوسروں کے عیوب کی پردہ پوشی کرتی ہے اور نہیں چاہتی کہ اسلامی معاشرہ میں برائیاں اور فواحش عام ہوں یا ان کی تشہیر ہو۔ وہ قرآن کریم اور سنت مطہرہ کی ان تعلیمات و ارشادات کو پیش نظر رکھتی ہے جن میں شرف و فساد پھیلانے والوں، لوگوں کی عزت و آبرو سے کھیلنے والوں اور ان کے عیوب کی تشہیر کرنے والوں کو دنیا و آخرت دونوں میں عذاب سے ڈرایا گیا ہے، مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾  
 ”جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں کے گروہ میں فحاشی پھیلے وہ دنیا و آخرت میں دردناک عذاب کے مستحق ہیں۔“ [النور: ۱۹]

یہی وجہ ہے کہ معاشرہ میں بری باتیں پھیلانے والا اور برے کام کرنے والا دونوں گناہ میں برابر ہیں جیسا کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

((الْقَائِلُ الْفَاحِشَةَ وَالَّذِي يَشِيعُ بِهَا فِي الْأُمَّمِ سَوَاءٌ))

”بری بات کہنے والا اور اسے لوگوں میں عام کرنے والا، دونوں گناہ میں برابر ہیں۔“ (۱)

خاتون اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو ہمیشہ اپنے پیش نظر رکھتی ہے:

”میرمی امت کے تمام لوگوں کو معاف کر دیا جائے گا سوائے ان لوگوں کے جو برائیوں کی تشہیر کرتے ہیں۔ تشہیر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی رات کو کوئی گناہ کرے، وہ ڈھکا چھپا رہے پھر وہ صبح اٹھ کر لوگوں میں اعلان کرتا پھرے اور کہے: ”اے فلاں میں نے گذشتہ رات فلاں فلاں کام کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی اس برائی پر پردہ ڈال دیا تھا مگر وہ صبح اٹھ کر خود اللہ کے پردے کو چاک کر دے۔“ (۲)

(۱) الادب المفرد (ج ۱ ص ۴۱۹)

(۲) [بخاری: کتاب الادب: باب ستر المؤمن علی نفسه (ج ۶۰۶۶) مسلم: کتاب الزهد: باب النهی عن هتك

الانسان ستر نفسه (ج ۲۹۹۰)]

ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَا يَسْتُرُ عَبْدًا عِنْدَ فِي الدُّنْيَا إِلَّا سَتَرَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ))

”جو بندہ دوسرے بندے کی دنیا میں پردہ پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔“ (۱)

لوگوں کے عیوب کا علاج ان کے عیوب و معاصی کی تشہیر کر کے، ان کو سوا کر کے اور سرعام بدنام کر کے نہیں ہوتا بلکہ اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ حق کو ان کے سامنے پیش کیا جائے۔ اطاعت الہی کو خوشنما اور پسندیدہ بنا کر اور معصیت الہی کو ناپسندیدہ بنا کر ان کے سامنے لایا جائے اور اس سلسلہ میں صراحت سے یا سختی کے ساتھ کہنے کی بجائے حکمت و مصلحت سے بات پہنچائی جائے۔ نرمی، حکمت اور خوش اسلوبی ہی سے دلوں کے بند دروازے کھلتے ہیں، اعضاء و جوارح اطاعت کرتے ہیں اور نفوس نرمی قبول کرتے ہیں۔ اسی لیے اسلام نے تجسس اور مسلمانوں کے عیوب کی ٹوہ میں لگنے سے منع کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَجَسَّسُوا﴾ [الحجرات: ۱۲] ”تجسس نہ کرو۔“

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے پاس ایک آدمی کو لایا گیا اور ان کو بتلایا گیا کہ ”اس کی داڑھی سے شراب ٹپک رہی ہے۔“ آپ نے فرمایا:

((أَنَا قَدْ نُهَيْتُنَا عَنِ التَّجَسُّسِ وَلَكِنْ إِنْ يَظْهَرُ لَنَا شَيْءٌ نَأْخُذُ بِهِ))

”ہمیں عیب کی جستجو اور ٹوہ میں لگنے سے منع کیا گیا ہے لیکن اگر عیب خود ہمارے سامنے ظاہر ہو جائے تو اس پر گرفت کریں گے۔“ (۲)

مسلمانوں کے عیوب کی جستجو کرنے اور ان کی ٹوہ میں لگنے، ان کی کمزوری اور کوتاہی کے پہلوؤں کو تلاش کرنے اور لوگوں میں اسے تشہیر کرنے سے ان کو اذیت پہنچے گی اور ساتھ ہی وہ سوسائٹی بھی متاثر ہوگی جس میں یہ لوگ رہتے بستے ہیں۔ چنانچہ جس معاشرہ میں بھی بے حیائی اور بدکاری عام ہو جاتی ہے اور اس کے افراد میں بدکلامی فحش گوئی کی کثرت ہو جاتی ہے، تو وہ زوال کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس میں معصیت و برائی کا ارتکاب آسان ہو جاتا ہے، بغض و نفرت عام ہو جاتی ہے، مکر و فریب کا دور دورہ ہو جاتا ہے، کینہ و حسد کا

(۱) [بخاری: کتاب المظالم: باب لا يظلم المسلم المسلم ولا يظلمه (ح ۲۴۴۲) مسلم: کتاب البر (ح ۲۵۸۰)]

(۲) [ابو داؤد: کتاب الادب: باب في التجسس (ح ۴۸۹۰)]



چلن ہو جاتا ہے اور فتنہ و فساد پھیل جاتا ہے۔ انہی چیزوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(( اِنَّكَ اِنْ اَتَّبَعْتَ عَوْرَاتِ الْمُسْلِمِيْنَ اَفْسَدْتَهُمْ اَوْ كِدْتَ اَنْ تُفْسِدَهُمْ ))<sup>(۱)</sup>

”اگر تم مسلمانوں کے عیوب کی ٹوہ میں لگو گے تو یا تو ان کو برا کر دو گے یا برائی سے قریب کر دو گے۔“

اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو لوگوں کی عزت و آبرو میں پڑنے اور ان کے عیوب کی جستجو کرنے پر سخت تنبیہ فرمائی ہے اور ان کو ذرا یا ہے کہ اگر کوئی ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے عیوب کا پردہ چاک کر دے گا اور اسے اس کے گھر کے اندر ذلیل و خوار کر دے گا۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

(( لَا تُؤَدُّوْا عِبَادَ اللّٰهِ وَلَا تَعِيْرُوْهُمْ وَلَا تَطْلُبُوْا عَوْرَاتِهِمْ فَاِنَّهٗ مَنْ تَطْلَبَ عَوْرَةَ اَخِيْهِ الْمُسْلِمِ طَلَبَ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ حَتّٰى يَفْضَحَ فِيْ بَيْتِهٖ ))

”اللہ کے بندوں کو تکلیف نہ پہنچاؤ، انہیں عار نہ دلاؤ اور ان کے عیوب کے پیچھے نہ پڑو، جو اپنے مسلمان بھائی کے عیب کی ٹوہ میں لگے گا، اللہ تعالیٰ اس کے عیب کو ظاہر کر دے گا اور اسے اس کے گھر میں ذلیل و خوار کر دے گا۔“<sup>(۲)</sup>

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ خطبہ دیا جسے پردہ نشین خواتین نے بھی پردہ کے پیچھے سے سنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

(( يَا مَعْشَرَ مَنْ اٰمَنَ بِلِسَانِهٖ وَلَمْ يَدْخُلِ الْاِيْمَانَ قَلْبُهٗ ، لَا تُؤَدُّوْا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا تَسْبِعُوْا عَوْرَاتِهِمْ ، فَاِنَّهٗ مَنْ تَسْبَعَ عَوْرَةَ اَخِيْهِ الْمُسْلِمِ هَكَكَ اللّٰهُ سِتْرَهٗ وَمَنْ يَتَّبِعْ عَوْرَتَهٗ يَفْضَحْهُ وَلَوْ فِيْ جَوْفِ بَيْتِهٖ ))

”اے لوگو! جو صرف زبان سے ایمان لائے ہو اور ابھی دل میں ایمان داخل نہیں ہوا، اہل ایمان کو اذیت نہ پہنچاؤ اور ان کے عیوب کی ٹوہ میں نہ لگو۔ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی عیب جوئی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے عیب کو ظاہر کر دے گا اور اللہ تعالیٰ جس کے عیب کی ٹوہ میں لگ جائے، اسے ذلیل و خوار کر چھوڑتا ہے، خواہ وہ اپنے گھر کے اندر ہی کیوں نہ بیٹھا ہو۔“<sup>(۳)</sup>

(۱) [ابو دائود: کتاب الادب: باب فی التحسس (ح ۴۸۸۸)]

(۲) [مسند احمد (۲۷۹/۵) ترمذی: کتاب البر والصلۃ: باب ماجاء فی تعظیم المومن (ح ۲۰۳۳)]

(۳) [المعجم الكبير، للطبرانی (ج ۱۱ ص ۱۸۶، ح ۱۱۴۴۴)]

اس سے معلوم ہوا کہ لوگوں کی عزت و آبرو پر حملہ کرنا اور ان کے عیب تلاش کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ اگرچہ لوگ اسے معمولی سمجھتے ہیں مگر اللہ کے نزدیک یہ معمولی نہیں۔

### ریا کاری اور فخر و مباہات سے دور رہتی ہے:

حقیقی اور سچی مسلمان عورت ریا کاری سے کوسوں دور رہتی ہے، اس لیے کہ ریا کاری سے اجر ضائع ہو جاتے ہیں، نیک عمل باطل ہو جاتے ہیں اور ریا کرنے والے کو قیامت کے دن جبکہ لوگ رب العالمین کے روبرو کھڑے ہوں گے، ذلت و رسوائی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ دین اسلام کا جو ہر اور لب لباب یہ ہے کہ ہر قول و عمل اللہ تعالیٰ کے لیے خالص ہو۔ دنیا میں جن و انس کے پیدا کیے جانے کا مقصد عبادت الہی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ [الذاریات: ۵۶]

”میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا کہ وہ میری بندگی (عبادت) کریں۔“ اور یہ عبادت اسی وقت شرف قبولیت حاصل کر سکتی ہے جب اخلاص کے ساتھ کی جائے اور اس سے صرف اللہ کی خوشنودی مقصود ہو کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ﴾ [البینة: ۵]

”ان کو اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا کہ اللہ کی بندگی کریں اپنے دین کو اس کے لیے خالص کرتے ہوئے، بالکل یکسو ہو کر۔“

لیکن اس عبادت میں ریا، خود نمائی کی خواہش اور شہرت کی آرزو کا شائبہ بھی پایا گیا تو یہ باطل اور بے کار جائے گی اور اس کا کچھ ثواب نہیں ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اپنے عذاب سے ڈرایا ہے جو غریبوں پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں اور پھر ان پر احسان جتاتے ہیں کہ انہوں نے ان کو مال دیا، ان کی مفلسی دھتاجی میں مدد کی اور ان کی ضروریات پوری کیں۔ اس طرح احسان جتلا کر غریبوں کی عزت و شرافت کو داغ دار کرتے ہیں، اور اس عبادت میں ریا کاری بھی کرتے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَبْطُلُوا صَدَقَتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَى كَالَّذِي يُنْفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ

وَلَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَمَا تَلُهُ كَمَثَلِ صَفْوَانَ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَأَصَابَهُ وَابِلٌ فَتَرَكَهُ صَلْدًا لَا يَقْدِرُونَ عَلَى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوا وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ﴾ [البقرة: ۲۶۴]

”اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتلا کر اور دکھ دے کر اس شخص کی طرح خاک میں نہ ملا دو جو اپنا مال محض لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتا ہے اور نہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے نہ آخرت پر۔ اس کے خرچ کی مثال ایسی ہے جیسے ایک چٹان تھی جس پر مٹی کی تہہ جمی ہوئی تھی، اس پر جب زور کا مینہ برساتا تو ساری مٹی بہہ گئی اور صاف چٹان کی چٹان رہ گئی۔ ایسے لوگ اپنے نزدیک خیرات کر کے جو نیکی کماتے ہیں، اس سے کچھ بھی ان کے ہاتھ نہیں آتا اور کافروں کو سیدھی راہ دکھانا اللہ کا دستور نہیں ہے۔“

مندرجہ بالا آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ فقراء پر احسان جتاتے ہوئے کہا جانے والا ایک فقرہ صدقات و خیرات کے ثواب کو اس طرح ضائع اور ختم کر دیتا ہے جس طرح چکنے پتھر پر پانی ڈالنے سے اس پر بڑا گرد و غبار صاف ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں اس آیت کے آخر میں بہت ہی خوفناک اور ہولناک خبر دی گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ریا کاری کرنے والے لوگ اللہ کی ہدایت کے مستحق نہیں اور اس عمل میں ان کا شمار کافروں کے زمرہ میں ہوگا۔ اس لیے کہ ان ریا کاروں کا مقصد لوگوں کے سامنے اپنے نیک عمل کا دکھاوا کرنا ہے۔ اللہ کی رضا حاصل کرنا ان کے پیش نظر نہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی اس حالت کو یوں بیان فرمایا ہے:

﴿يُرَاءُ وَنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا﴾ [النساء: ۱۶۲]

”محض لوگوں کو دکھاوا کرتے ہیں اور اللہ کو کم ہی یاد کرتے ہیں۔“

اسی لیے ان کا عمل ناقابل قبول اور مردود ہے، کیوں کہ انہوں نے اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کر لیا اور اللہ تعالیٰ صرف وہ عمل قبول کرتا ہے جو اس کے لیے خالص ہو اور صرف اسی کی خوشنودی کے حصول کے لیے کیا گیا ہو، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

(( انا غني الشركاء عن الشرك من عمل عملا اشرك فيه معي غيري تركته وشركه ))

”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں تمام شرکاء سے زیادہ شرک سے بے نیاز اور بے پردا ہوں۔ جو کوئی شخص ایسا عمل کرے جسے صرف میرے لیے نہ کرے بلکہ میرے ساتھ کسی اور کو بھی شریک کرے، تو میں اسے اور اس کے شریک کو چھوڑ دیتا ہوں۔“ (۱)

رسول اللہ ﷺ نے اس چیز کو پوری شرح و بسط کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور بتلایا ہے کہ حشر کے دن جب مال و دولت اور اہل و عیال کوئی کام نہ آئیں گے اور صرف وہی شخص کامیاب ہوگا جو قلب سلیم کے ساتھ اللہ

(۱) [مسلم: کتاب الزہد: باب تحريم الرباء (ح ۲۹۸۵)]

کی بارگاہ میں حاضر ہوگا تو اس وقت ریاکاروں کو انتہائی شرمناک ذلت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”قیامت کے دن سب سے پہلے ایک ایسے شخص کا فیصلہ کیا جائے گا جو دنیا میں شہید اہوا ہوگا، اسے بلایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے سامنے اپنی ایک ایک نعمت گنائے گا اور وہ ان سب کا اقرار کرے گا پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ”تو نے ان نعمتوں کے شکر میں کیا کیا؟“ وہ عرض کرے گا: ”میں نے تیری راہ میں جہاد کیا یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔“ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ”تو جھوٹا ہے، تو نے تو صرف اس لیے جہاد کیا تھا کہ تجھے بہادر کہا جائے۔ وہ تجھے کہا جا چکا۔“ پھر اسے جہنم میں لے جانے کا حکم دیا جائے گا اسے منہ کے بل گھسیٹ کر لے جایا جائے گا اور جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

پھر ایک شخص کو بلایا جائے گا جس نے دنیا میں خود بھی علم حاصل کیا ہوگا دوسروں کو بھی علم سکھایا ہوگا اور قرآن پڑھایا ہوگا۔ اس کے سامنے اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں گنائے (شمار کرے) گا، وہ ان کا اعتراف کرے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو نے ان نعمتوں کے شکر میں کیا کیا؟ وہ عرض کرے گا: ”میں نے علم حاصل کیا اور دوسروں کو علم سکھایا اور تیرے لیے قرآن پڑھا۔“ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ”تو نے جھوٹ کہا، تو نے تو اس علم کو اس لیے حاصل کیا تھا کہ تجھے عالم کہا جائے اور قرآن کی تلاوت اس لیے کرتا تھا تاکہ قاری کہلایا جائے وہ (تو دنیا میں تجھے) کہا جا چکا۔“ پھر اسے جہنم میں لے جانے کا حکم دیا جائے گا۔ اسے گھسیٹ کر لے جایا جائے گا اور جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

پھر ایک ایسا شخص بلایا جائے گا جسے اللہ تعالیٰ نے فراخی و کشادگی عطا فرمائی تھی اور ہر قسم کے مال و دولت سے نوازا تھا، اللہ تعالیٰ سے اپنی نعمتیں یاد دلائے گا اور وہ ان کا اعتراف کرے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ”تو نے ان نعمتوں کے شکر میں کیا کیا؟“ وہ عرض کرے گا: ”میں نے تیری خوشنودی کے ہر راستے میں صرف تیرے ہی لیے مال خرچ کیا۔“ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ”تو جھوٹ بولتا ہے، تو نے تو اس لیے مال خرچ کیا تاکہ تجھے سخی کہا جائے (تو دنیا میں تجھے) وہ کہا جا چکا۔“ پھر اسے جہنم کی طرف لے جانے کا حکم دیا جائے گا اور اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔“ (۱)

اس حدیث میں ان کاموں کی نشاندہی کی گئی ہے جن میں عام طور سے لوگ فخر و مباہات کرتے ہیں

(۱) [مسلم: کتاب الامارۃ: باب من قاتل للرباء و السمعة استحق النار (ج ۱۹۰۵)]

ڈینگیں مارتے ہیں یعنی شجاعت، علم اور سخاوت۔ اور یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایسا کرنے والوں کو قیامت کے دن کیسی رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا جب وہ برسر عام اس عزت و شرف سے عاری قرار دیئے جائیں گے جس کی وہ ان اعمال کے ذریعے آرزو کرتے ہوں گے۔ اسی طرح حدیث میں یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ وہ قیامت کے دن کتنے زبردست خسارے کا سامنا کریں گے جب انہیں اس تمام ثواب سے محروم کر دیا جائے گا جس کا اللہ تعالیٰ نے ان عظیم اعمال کے بدلے میں وعدہ کیا ہے اور انہیں ابدی جنت میں لے جانے کی بجائے منہ کے بل گھیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا!

ایک سچی خاتون اسلام وہ ہوتی ہے جو اپنے تمام اعمال میں ریا کاری سے دور رہتی ہے، اس کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ اس کے تمام اعمال محض رضائے الہی کے لیے ہوں۔ وہ ہمیشہ اپنے پیش نظر رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد رکھتی ہے:

(( مَنْ سَمِعَ سَمِعَ اللَّهُ بِهِ وَمَنْ يُرَائِي يُرَائِي اللَّهُ بِهِ ))

”جو سنوئے اللہ اس کو سنو ادے گا اور جو دکھلاو کرے اللہ اس کا دکھلاوا کر دے گا۔“<sup>(۱)</sup>

یعنی جو شخص کوئی نیکی اس غرض سے کرے گا کہ لوگ سنیں اور اس کی شہرت ہو۔ اللہ تعالیٰ روز قیامت اسے رسوا کر دے گا اور اس کی برائی کو مشہور کر دے گا۔ اور جو کوئی لوگوں کو دکھا کر کوئی عمل کرے گا تا کہ لوگ اسے بڑا کہیں، تو اللہ تعالیٰ اس کے عیوب کو لوگوں پر ظاہر کر دے گا۔

فیصلہ کرنے میں انصاف سے کام لیتی ہے:

بعض اوقات حالات ایک مسلمان عورت کو اس مقام پر پہنچا دیتے ہیں کہ وہ رائے دینے یا فیصلہ کرنے کی پوزیشن میں ہوتی ہے۔ اس وقت اس کا ایمان، رشد و ہدایت اور تقویٰ مزید نکھر کر سامنے آتا ہے۔ کیونکہ جب وہ فیصلہ کرتی ہے تو عدل و انصاف کو ملحوظ رکھتی ہے اور جاہ و حق سے انحراف نہیں کرتی، خواہ کیسے ہی حالات ہوں، کیونکہ ظلم سے بچنا اور انصاف کی راہ اختیار کرنا، اس کے دین و عقیدے کے بنیادی اجزاء میں سے ہے۔ قرآن مجید اور حدیث شریف کی قطعی نصوص میں اس کا حکم دیا گیا ہے اور اس میں رخصت یا اجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(۱) [بخاری: کتاب الرقاق، باب الریاء، و السمعة (ح ۶۴۹۹) مسلم: کتاب الزهد: باب تحريم الرياء (ح

﴿إِنَّ اللَّهَ بِأَمْرِكُمْ أَلْتَمَسَ أَنْ تَوَدَّوْا الْأَمْنَتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ﴾ [النساء: ۵۸]

”اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں، امانت داروں کے سپرد کر دو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کرو۔“

خاتونِ اسلام جس عدل سے واقف ہے وہ بے لوث اور ذاتی مفاد سے پاک ہوتا ہے۔ دوستی یا دشمنی سے اس میں کوئی فرق نہیں آتا اور نہ ہی رشتے ناٹے اس پر اثر انداز ہوتے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوِّمِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَايُ قَوْمِ عَلَىٰ آلَا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾ [المائدة: ۸]

”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اللہ کی خاطر راستی پر قائم رہنے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے بنو، کسی گروہ کی دشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کر دے کہ تم انصاف سے پھر جاؤ۔ عدل کرو، یہ تقویٰ (اللہ تعالیٰ سے ڈرنے) کے بہت قریب ہے۔ اللہ سے ڈر کر کام کرتے رہو جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔“

رسول اللہ ﷺ نے اس وقت عدل کی ایک اعلیٰ مثال قائم کر دی جب حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ، آپ کی خدمت میں ایک مخزومی عورت (جس نے چوری کی تھی اور رسول اللہ ﷺ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا فیصلہ فرمایا تھا) کی سفارش لے کر آئے۔ یہ صورت حال دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا:

((أَتَشْفَعُ فِي حَدِّ مَنْ حُلِّدَ اللَّهُ يَا أَسَامَةَ؟ وَاللَّهِ لَوَ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرِقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا))

”اے اسامہ! کیا تم اللہ کی حدود میں سفارش کر رہے ہو؟ اللہ کی قسم! اگر محمد (ﷺ) کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی، تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔“<sup>(۱)</sup>

یہ ہے وہ عدل جو ہر بڑے چھوٹے، امیر فقیر، مسلم غیر مسلم پر یکساں نافذ ہوتا ہے۔ اس کی گرفت سے کوئی شخص آزاد نہیں۔ عدل کا یہی وہ مقام ہے جس سے اسلامی معاشرہ اور دیگر معاشروں کے راستے مختلف ہوتے ہیں۔ تاریخ نے عدل کے جن زریں واقعات کو محفوظ رکھا اور زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ عدل کی

(۱) [بخاری: کتاب الحدود: باب كراهية الشفاعة في الحد اذا رفع الى السلطان (ح ۶۷۸۸) مسلم: کتاب

الحدود: باب قطع السارق الشريف وغيره (ح ۶۸۸۱)]

محققوں نے جن کی طرف بڑے احترام کے ساتھ کان لگایا ہے، ان میں سے ایک امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، کا واقعہ بھی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ، قاضی شریح کے سامنے اپنے حریف یہودی کے پہلو میں، جس نے ان کی زرہ چوری کی تھی، کھڑے ہوتے ہیں۔ امیر المؤمنین کا احترام و اکرام قاضی شریح کو یہودی کے زرہ چوری کرنے پر گواہ طلب کرنے سے باز نہیں رکھتا اور جب امیر المؤمنین کوئی گواہ نہیں پاتے تو قاضی یہودی کے حق میں اور امیر المؤمنین کے خلاف فیصلہ صادر کر دیتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ عدل کی اس اعلیٰ مثال کو دیکھ کر وہ یہودی وہیں مسلمان ہو جاتا ہے۔<sup>(۱)</sup>

تاریخ اسلام ایسی بے شمار مثالوں سے پر ہے جو اسلامی معاشرہ میں حق و عدل کی حکمرانی پر دلالت کرتی ہیں۔ اس لیے ایک سچی مسلمان خاتون کو چاہیے کہ وہ اپنے اقوال و افعال میں عدل و انصاف سے کام لے کیونکہ عدل و انصاف اس کی میراث ہے اور اس سے روگردانی اس کی شریعت میں حرام ہے۔

**وہ کسی پر ظلم نہیں کرتی:**

ایک سچی مسلمان عورت جس طرح عدل و انصاف پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہتی ہے، اسی طرح وہ ظلم سے بھی بہت دور رہتی ہے، اس لیے کہ ظلم کا نتیجہ گھٹا ٹوپ تاریکیاں ہیں جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((اتقوا الظلم فان الظلم ظلمات يوم القيامة))

”ظلم سے بچو، کیونکہ ظلم کا نتیجہ قیامت میں گھٹا ٹوپ تاریکیاں ہیں۔“<sup>(۲)</sup> حدیث قدسی ہے:

((يا عبادي اني حرمت الظلم على نفسي، وجعلته بينكم محرماً، فلا تظالموا))

”اے میرے بندو! میں نے اپنے آپ پر ظلم کو حرام کر لیا ہے اور اسے تمہارے درمیان بھی حرام قرار دیا ہے۔ اس لیے باہم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔“<sup>(۳)</sup>

مندرجہ بالا حدیث قدسی میں کتنی خوب صورتی کے ساتھ ظلم سے منع کیا گیا ہے، چنانچہ ظلم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر بھی حرام کر لیا جبکہ وہ خالق و مالک، شہنشاہ، عزیز، زبردست، جبار اور بڑائی والا ہے۔ اسی طرح اس نے اسے بندوں کے درمیان بھی حرام قرار دیا ہے۔ کیا اس کے بعد بھی ممکن ہے کہ ظلم کا صدور کسی ایسی

(۱) [حلیۃ الاولیاء (ج ۴ ص ۱۳۹، ۱۴۰)]

(۲) [مسلم: کتاب البر والصلة: باب تحريم الظلم (ح ۲۰۷۸)]

(۳) [مسلم: ابضا (ح ۲۰۷۷)]

خاتونِ اسلام سے ہو جو اللہ کے دین کی مضبوط رسی کو تھامے ہوئے ہو؟! نہیں، ایسا نہیں ہو سکتا۔ خود پیغمبرِ زمانِ مکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک سچا مسلمان کبھی ظلم کا ارتکاب نہیں کرتا خواہ کیسے ہی اسباب و محرکات ہوں اور کیسے ہی حالات ہوں۔ آپ کا فرمان ہے:

(( المسلم اخو المسلم لا يظلمه ، ولا يسلّمه ، ومن كان في حاجة اخيه كان الله في حاجته ، ومن فرج عن مسلم كربة فرج الله عنه كربة من كربات يوم القيامة ومن ستر مسلما ستره الله يوم القيامة ))

”مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرتا ہے نہ اسے رسوا کرتا ہے۔ جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت پوری کرے گا۔ جو شخص مسلمان سے کوئی تکلیف دور کرے گا، اللہ تعالیٰ روز قیامت کی تکلیفوں میں سے اس کی ایک تکلیف دور فرمائے گا۔ جو کسی مسلمان کی ستر پوشی کرے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی ستر پوشی فرمائے گا۔“<sup>(۱)</sup>

رسول اللہ ﷺ نے سچے مسلمان سے صرف ظلم کی نفی پر اکتفا نہیں فرمایا کہ اس کا تو اس سے تصور بھی نہیں کیا جاسکتا بلکہ اس سے آگے بڑھ کر اپنے بھائی کو رسوا کرنے کی بھی آپ نے نفی فرمائی ہے کیونکہ اس کی رسوائی میں بھی ایک طرح کا ظلم ہے۔ یہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اس کی ضرورتیں پوری کرنے، اس کی تکلیفوں کا ازالہ کرنے اور اس کی ستر پوشی کرنے پر بھی اکسایا ہے، گویا کہ آپ اشارہ فرما رہے ہیں کہ ان فضائل سے پہلو تہی اور اعراض، ظلم و تقصیر ہی ہے اور اس اخوت کی نفی ہے جو مسلمانوں کے درمیان باہم پائی جاتی ہے۔

### کسی کی مصیبت پر خوشی نہیں مناتی:

ایک سچی مسلمان عورت دوسروں کی مصیبت پر خوش ہونے، ان کی ہنسی اڑانے اور انہیں حقیر سمجھنے سے احتراز کرتی ہے۔ اس لیے کہ کسی کی مصیبت پر خوش ہونا ایک گھٹیا، پست، تکلیف دہ اور اذیت ناک خصلت ہے جس سے اسلام نے منع کیا ہے اور اس میں مبتلا ہونے سے ڈرایا ہے۔ سچی اور خدا پرست خاتونِ اسلام کے دل میں کسی کی مصیبت پر خوشی کی کوئی جگہ نہیں ہوتی بلکہ اگر کوئی شخص کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہے تو وہ اس کے ساتھ مہربانی اور شفقت سے پیش آتی ہے، اس کی تعزیت کرتی ہے اور اس کی مصیبت کو ہلکا

(۱) |بخاری: کتاب المظالم؛ باب لا يظلم المسلم المسلم ولا يسلّمه (ح ۲۴۴۲) مسلم: ایضاً (ح ۲۵۸۰) |



کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ دوسروں کی مصیبت پر خوشی کا اظہار تو وہ لوگ کرتے ہیں جو اسلام کی روح اور اس کی تعلیمات سے کوسوں دور رہتے ہیں اور جن کی پرورش ہی انتقام، مکرو فریب، عیب جوئی، غیبت اور تکلیف دہی کی بنیادوں پر ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں کو اللہ کے رسول ﷺ کا یہ فرمان یاد رکھنا چاہیے:

((لا تظهر الشماتة لاختيك، فيرحمك الله ويتليك))

”اپنی ساتھی کی تکلیف پر خوشی نہ مناؤ، ورنہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر رحم کر دے اور تمہیں اس تکلیف میں مبتلا کر دے۔“<sup>(۱)</sup>

بدگمانی سے بچتی ہے:

سچی خاتون اسلام کی ایک خصلت یہ ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کے بارے میں بدگمانی نہیں کرتی اور ان کے بارے میں خیالات و تصورات کے گھوڑے نہیں دوڑاتی کیونکہ اس طرح ان کی جانب عیوب منسوب ہوتے اور تمہیں لگتی ہیں حالانکہ وہ فی الواقع وہ ان سے بری ہوتے ہیں۔ ایک مسلمان عورت اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل کرتی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِتْمٌ﴾ [الحجرات: ۱۲]

”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، بہت گمان کرنے سے پرہیز کرو، کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔“

نبی ﷺ کے ارشادات میں بدگمانی کرنے، لوگوں کے بارے میں قیاس آرائیاں کرنے اور حقیقت و یقین سے کوسوں دور بے سرو پا باتیں منسوب کرنے سے سختی سے ڈرایا گیا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

((إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ))

”بدگمانی سے بچو، بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے۔“<sup>(۲)</sup>

نبی ﷺ نے بدگمانی کو سب سے جھوٹی بات قرار دیا ہے۔ ایک حقیقی اور سچی خاتون اسلام کی خصلت یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنی زبان پر کوئی ایسی بات نہیں لاتی جس سے ذرا بھی جھوٹ کی بو آتی ہو۔ پھر بھلا وہ سب سے بڑے جھوٹ یعنی بدگمانی میں کیسے مبتلا ہو سکتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے بدگمانی سے بچنے کی تاکید کر کے اور اسے سب سے جھوٹی بات قرار دے کر مسلمانوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ وہ لوگوں کے ظاہری اعمال پر فیصلہ

(۱) ترمذی: کتاب صفة القمامة: باب ۱۵۴

(۲) بخاری: کتاب الادب: باب ما ينهى عن التجاسد والتدابير (ح ۶۰۶۴) مسلم: کتاب البر والصلة (۲۵۶۳)

کریں اور ان کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے، شک و شبہ میں مبتلا ہونے، بے سرو پا باتیں منسوب کرنے اور اوبام و خرافات کے دام میں گرفتار ہونے سے بچ رہیں۔

خاتونِ اسلام کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ دوسروں کے بھید معلوم کرتی پھرے، ان کی نجی زندگی کی ٹوہ میں رہے اور ان کی عزت و آبرو خاک میں ملانے کے لیے عیب تلاش کرتی رہے، کیوں کہ بھیدوں کو جاننا، ان کا افشاء کرنا اور ان پر محاسبہ کرنا صرف اسی معبودِ حقیقی کا حق ہے جو بھیدوں سے واقف ہے۔ انسان صرف ظاہری اعمال کا جواب دہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عقبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

(( اِنَّ نَاسًا كَانُوا يَأْخُذُونَ بِالْوَحْيِ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَاِنَّ الْوَحْيَ قَدْ اِنْقَطَعَ وَاِنَّمَا نَأْخُذُكُمْ الْاَنَ بِمَا ظَهَرَ مِنْ اَعْمَالِكُمْ فَمَنْ اَظْهَرَ لَنَا خَيْرًا اَمْنَاهُ وَقَرَّبَنَا هُ وَاَيْسَ الْيَتَا مِنْ سَرِيْرَتِهِ شَيْءٌ اَللّٰهُ يُحَاسِبُهُ عَلٰى سَرِيْرَتِهِ وَمَنْ اَظْهَرَ لَنَا شَرًّا لَمْ نَأْمَنْهُ وَلَمْ نُصَلِّفْهُ وَاِنْ قَالَ: اِنَّ سَرِيْرَتَهُ حَسَنَةٌ ))

”رسول اللہ ﷺ کے عہد میں وحی کے ذریعے کسی کے بارے میں کوئی حکم لگایا جاتا تھا لیکن وحی کا سلسلہ اب منقطع ہو گیا ہے، اس لیے اب ہم تمہارے ظاہری اعمال دیکھ کر فیصلہ کریں گے، جو شخص بظاہر اچھے اعمال کرے گا اس کا اہم اعتبار کریں گے اور اسے اپنے قریب کریں گے، اس کے باطن کو جاننا ہمارا کام نہیں، بلکہ باطن کا محاسبہ تو اللہ تعالیٰ ہی کرے گا۔ اور جو شخص ظاہر ابرے اعمال کرے گا ہم نہ اس سے مطمئن ہوں گے، نہ اسے سچا سمجھیں گے، خواہ وہ کتنا ہی کہتا رہے کہ ”میرا باطن اچھا ہے۔“<sup>(۱)</sup>

اس لیے ایک متقی، باشعور، نیک اور سچی خاتونِ اسلام سوچ سمجھ کر ہی اپنی مسلمان بہنوں کے بارے میں کوئی بات زبان سے نکالتی ہے اور اگر کوئی بات کرتی ہے تو پورے ثبوت کے ساتھ کرتی ہے، اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ ارشاد ہمہ وقت اس کے سامنے رہتا ہے:

﴿ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ﴾

[الاسراء: ۳۶]

”کسی ایسی چیز کے پیچھے نہ لگو جس کا تمہیں علم نہ ہو۔ یقیناً آنکھ، کان اور دل سب ہی کی باز پرس ہوگی۔“

(۱) [بخاری: کتاب الشہادات: باب الشہداء العدول (ح ۲۶۴)]

چنانچہ وہ اس پر حکمتِ تنبیہ کو ہمیشہ ملحوظ رکھتی ہے، بغیر علم کے کوئی بات نہیں کہتی اور بغیر یقین کے کوئی حکم نہیں لگاتی۔ عیب جوئی اور بدگمانی کے گناہ میں مبتلا ہونے کا اسے اس وقت مزید خوف اور اندیشہ طاری ہو جاتا ہے جب وہ اپنے دل کی آنکھ سے، اللہ کی طرف سے اس کی نگرانی پر مقرر فرشتے کو دیکھتی ہے جو اس کی زبان سے نکلنے والے ہر لفظ اور ہر بات کو نوٹ کر لیتا ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿ مَا يَلْفُظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَيْنٌ ﴾ [سورۃ ق: ۱۸]

”کوئی لفظ اس کی زبان سے نہیں نکلتا ہے جسے محفوظ کرنے کے لیے ایک حاضر باش نگران موجود نہ ہو۔“  
ایک مسلمان خاتون اپنی زبان سے نکلنے والے ہر لفظ کی جواب دہی کا احساس کر کے خوف سے کانپنے لگتی ہے، اس لیے تم اسے دیکھو گے کہ وہ سوچ سمجھ کر کوئی بات کہتی ہے اور بولنے سے پہلے اپنی بات کو تولتی ہے، کیونکہ وہ جانتی ہے کہ زبان سے نکلی ہوئی ایک بات اسے اللہ کی خوشنودی کے اعلیٰ مقام پر بھی پہنچا سکتی ہے اور اس کے غیظ و غضب کے پست ترین مقام تک بھی گرا سکتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((إِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللَّهِ مَا كَانَ يَظُنُّ أَنْ تَبْلُغَ مَا بَلَغَتْ يَكْتُمُ اللَّهُ لَهُ بِهَا رِضْوَانَهُ إِلَى يَوْمِ يَلْقَاهُ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللَّهِ مَا كَانَ يَظُنُّ أَنْ تَبْلُغَ مَا بَلَغَتْ يَكْتُمُ اللَّهُ لَهُ بِهَا سَخَطَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ))

”آدمی اللہ کی خوشنودی کا کوئی کلمہ زبان سے نکالتا ہے جبکہ اس کے حاشیہ خیال میں بھی یہ نہیں ہوتا کہ اسے کتنا بلند تر درجہ حاصل ہوگا چنانچہ اس کلمہ کی بدولت اللہ تعالیٰ قیامت تک کے لیے اس کی قسمت میں اپنی خوشنودی لکھ دیتا ہے۔ اسی طرح آدمی اپنی زبان سے (لا پرواہی میں) اللہ کو ناراض کرنے والا کوئی کلمہ نکالتا ہے۔ اسے گمان بھی نہیں ہوتا کہ اس کا یہ نتیجہ ظاہر ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس کلمہ کی وجہ سے قیامت تک کے لیے اس کے نامہ اعمال میں اپنا غضب لکھ دیتا ہے۔“<sup>(۱)</sup>

غور کرنے کا مقام ہے، زبان سے نکالے ہوئے الفاظ کی کتنی وقعت و اہمیت ہے اور یا وہ گویوں اور فضول باتوں کے کیسے مہلک اثرات مرتب ہوتے ہیں!؟

بے شک ایک نیک نیت، باشعور اور متقی خاتون اسلام لوگوں کی بے ہودہ اور مہمل باتوں کی طرف کان نہیں

(۱) [مؤطا: کتاب الکلام: باب ما یؤمر بہ من التحفظ فی الکلام (ح ۵) سنن ابن ماجہ: کتاب الفتن: باب کف

اللسان فی الفتنۃ (ح ۳۹۶۹) جامع ترمذی: کتاب الزہد: باب ماجاء فی قلة الکلام (ح ۲۳۱۹)]

لگاتی اور نہ ان اُدہام وخرافات، افواہوں اور بدگمانیوں کی طرف متوجہ ہوتی ہے جو آج کل ہمارے معاشرے میں بہت عام ہو چکی ہیں۔ اور نہ ہی وہ ان افواہوں اور بدگمانیوں کو بغیر توثیق و تحقیق کیے کسی سے بیان کرتی ہے، اس لیے کہ اسے علم ہوتا ہے کہ ہر سنی ہوئی بات کو اس کی صحت کی تحقیق کرنے سے پہلے نقل یا بیان کرنا جھوٹ ہے جس کے حرام ہونے کی رسول اللہ ﷺ نے اس طرح تصریح کی ہے:

((كَفَى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ))

”آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات لوگوں سے کہتا پھرے۔“ (۱)

### غیبت سے دور رہتی ہے:

ایک سچی، دیندار، ہر حال میں اللہ سے ڈرنے والی مسلمان عورت غیبت اور چغل خوری سے کوسوں دور رہتی ہے تاکہ کہیں اس کا رب اس سے ناراض نہ ہو جائے۔ چونکہ اس کی پرورش و پرورش اسلامی اقدار و اخلاق پر ہوتی ہے، اس لیے وہ فضول، لہجہ اور بے معنی باتوں سے اجتناب کرتی اور عظیم کاموں کو اپنے پیش نظر رکھتی ہے۔ وہ قرآن مجید میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ ارشاد پڑھتی ہے:

﴿وَلَا يَغْتَبِ بَعْضُكُمُ بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَحِيمٌ﴾ [الحجرات: ۱۲]

”اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے، کیا تمہارے اندر کوئی ایسا ہے جو اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے؟ دیکھو! تم خود اس سے گھن کھاتے ہو، اللہ سے ڈرو، اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا اور رحیم ہے۔“

ایک مسلمان خاتون جب یہ ارشاد باری تعالیٰ پڑھتی یا سنتی ہے تو اس کے دل میں غیبت سے سخت نفرت اور کراہیت پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ وہ اس آیت میں غیبت کرنے والے کو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے والے کی شکل میں دیکھتی ہے، چنانچہ وہ فوراً توبہ و استغفار کی طرف لپکتی ہے جس کا اسی آیت کے آخر میں حکم دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں وہ نبی ﷺ کے اس ارشاد کو بھی غور سے سنتی ہے کہ جب ایک شخص آپ ﷺ سے سوال کرتا ہے: ”اے اللہ کے رسول! سب سے افضل مسلمان کون ہے؟“ تو آپ ﷺ جواب دیتے ہیں:

((مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ))

(۱) [مسلم: المقدمة: باب النهي عن الحديث بكل ما سمع (ح ۵)]

”جس کی زبان اور ہاتھ کے شر سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔“<sup>(۱)</sup>

اس ارشاد عالی اور پر حکمت تعلیم پر عمل کرتے ہوئے خاتونِ اسلام نہ کسی کی پیٹھ پیچھے اپنی زبان سے اس کی برائی کرتی ہے اور نہ معاشرہ میں کسی کو اپنے ہاتھ سے تکلیف پہنچاتی ہے بلکہ اس سے آگے بڑھ کر اگر کہیں کسی کی غیبت ہو رہی ہوتی ہے تو اس سے روکتی ہے اور غیبت کیے جانے والے کا غائبانہ دفاع کرتی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان اس کے مد نظر ہوتا ہے کہ

((مَنْ ذَبَّ عَنْ عِرْضِ أَخِيهِ بِالْغَيْبَةِ كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ أَنْ يُعْتِقَهُ مِنَ النَّارِ))

”جو شخص اپنے بھائی کی عدم موجودگی میں اس کی عزت و آبرو کا دفاع کرتا ہے، اللہ پر اس کا حق قائم ہو جاتا ہے کہ وہ اسے جہنم سے خلاصی دے دے۔“<sup>(۲)</sup>

### چغلی سے دور رہتی ہے:

ایک متقی اور دیندار مسلمان خاتون دوسروں کی چغلی خوری بھی نہیں کرتی کیونکہ دینی تعلیمات سے واقفیت کی بنا پر وہ جانتی ہے کہ چغلی کھانے والا انسان اُن لوگوں کے زمرہ میں شامل ہو جاتا ہے جن کا مقصد صرف لوگوں کے درمیان فساد پھیلانا اور دوستوں کے درمیان محبت و الفت کا رشتہ ختم کرنا ہوتا ہے۔ فساد پیدا کرنے والے چغلی خور کی دنیا میں بھی رسوائی ہے اور آخرت میں بھی جنت سے محرومی ہے، حدیث نبویؐ ہے:

((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ نَعَامٌ)) ”جنت میں چغلی خور نہیں جائے گا۔“<sup>(۳)</sup>

خاتونِ اسلام کو علم ہوتا ہے کہ چغلی خور کو قبر میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے سخت عذاب ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کا دو قبروں کے پاس سے گذر ہوا تو آپؐ نے فرمایا:

((أَمَّا أَنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كِبِيرٍ أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ يَمْسِسُ بِالنَّمِيمَةِ وَأَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ لَا يَسْتَبِرُهُ مِنْ بَوْلِهِ))

”ان دونوں قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے اور یہ دونوں کسی بڑے گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں بھگت رہے

(۱) [بخاری: کتاب الایمان: باب ای الاسلام افضل (ح ۱۱) مسلم: کتاب الایمان: باب بیان تفاضل الاسلام

وای امورہ (ح ۴۲)]

(۲) [مسند احمد (۶/۴۶۱)]

(۳) [بخاری: کتاب الادب: باب ما یکرہ من النمیمۃ (ح ۶۰۵۶) مسلم: کتاب الایمان: باب بیان غلط تحریم

النمیمۃ (ح ۱۰۵)]

(بلکہ) ان میں سے ایک تو چغل خوری کرتا تھا اور دوسرا پیشاب کرتے وقت اس کی چھینٹوں سے احتیاط نہیں برتتا تھا۔“

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ پھر آپ نے ایک تازہ ٹہنی (شاخ) منگوائی اور اس کے دو ٹکڑے کئے پھر دونوں کو ان قبروں پر الگ الگ گاڑ دیا اور فرمایا: ”شاید ان کے سوکھنے تک ان دونوں کے عذاب میں تخفیف کر دی جائے۔“ (یہ آپ کا معجزہ تھا اور نہ کسی درخت کی شاخ میں یہ خاصیت ہرگز نہیں کہ وہ قبر میں ہونے والے عذاب کو روک دے) (۱)

گالی گلوچ اور بدزبانی سے اجتناب کرتی ہے:

جب ایک مسلمان عورت غیظ و غضب کے وقت اپنے آپ کو اس خصلت کا پابند بنا لیتی ہے تو ظاہر ہے پھر اس کی زبان سے گالی گلوچ، بے ہودہ، ناپسندیدہ اور فحش کلمات کبھی نہیں نکلتے۔ کیونکہ اسے معلوم ہوتا ہے کہ گالی گلوچ، بدزبانی اور بدگوئی سے اس کا دین سخت منع کرتا ہے۔ اس لیے ایک مسلمان عورت کسی اور کی زبان سے ان چیزوں کو سننا بھی گوارا نہیں کر سکتی۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((سَبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ))

”مومن کو گالی دینا فسق اور اس سے لڑائی جھگڑا کرنا کفر ہے۔“ (۲)

ایک حدیث میں ہے:

((إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كَلًّا فَاحِشًا مُتَفَعِّشًا))

”اللہ تعالیٰ کسی بھی بدزبان اور بے تکلف بدگوئی کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔“ (۳)

ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبِدِيءَ))

(۱) [بخاری: کتاب الوضوء: باب من الكبائر ان لا يستتر من بوله (ح ۲۱۶) مسلم: کتاب الطهارة: باب الدليل

على نجاسة البول ووجوب الاستبراء منه (ح ۲۹۲)]

(۲) [بخاری: کتاب الایمان: باب خوف المومن من ان یحبط عمله وهو لا یشعر (ح ۲۸) مسلم: کتاب

الایمان: باب قول النبی ﷺ سباب المسلم فسوق وقته کفر (ح ۶۴)]

(۳) [مسند احمد (ج ۵ ص ۲۰۲) ابوداؤد: کتاب الادب: باب فی التجاوز فی الامر (ح ۴۷۹۲)]

”اللہ تعالیٰ فحش بکنے والے اور بدزبانی کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔“<sup>(۱)</sup> ایک اور حدیث میں ہے:

((لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا اللَّعَّانِ وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا الْبِدْيِ))

”مومن طعن کرنے والا، لعنت کرنے والا، فحش بکنے والا اور بدزبانی کرنے والا نہیں ہوتا۔“<sup>(۲)</sup>

یہ بری صفات ہیں اور کسی مسلمان خاتون کے یہ شایان شان نہیں کہ وہ ان مذموم صفات کو اختیار کرے بلکہ وہ ان سے ہمیشہ دور رہتی ہے، اس کے دل میں اس وقت ان صفات سے مزید دوری اور نفرت پیدا ہوتی ہے جب وہ رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس کو بہترین نمونہ سمجھ کر مطالعہ کرتی ہے اور اسے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے پوری زندگی کبھی اپنی زبان سے ایک لفظ بھی ایسا نہیں نکالا جس سے سننے والے کو ناگواری ہو، اس کے احساسات مجروح ہوں، یا اس کی عزت و کرامت پر حرف آئے، چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((لَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ فَاحِشًا وَلَا لَعَّانًا وَلَا سَبَّابًا، كَانَ يَقُولُ عِنْدَ الْمَعْتَبَةِ: مَا لَهُ تَرَبَّحَ حَبِيبُهُ))

”رسول اللہ ﷺ نہ فحش کلامی کرتے تھے نہ لعن طعن کرتے تھے اور نہ گالی دیتے تھے۔ اگر کسی کو سرزنش کرنا ہوتی تو فرماتے اسے کیا ہو گیا ہے؟ اس کی پیشانی خاک آلود ہو!“<sup>(۳)</sup>

یہ ہی نہیں بلکہ آپ ﷺ کافروں پر لعنت بھیجنے سے بھی عموماً اجتناب فرماتے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: ”اے اللہ کے رسول! مشرکوں پر بددعا کیجئے“ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((أَنْتُمْ لَمْ تُبْعَثْ لَعَّانًا وَلَكِنْ بُعِثْتُمْ رَحْمَةً))

”میں لعنت کرنے کے لیے نہیں بھیجا گیا ہوں بلکہ میں تو رحمت بنا کر مبعوث ہوا ہوں۔“<sup>(۴)</sup>

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

”ایک شخص نے شراب پی، اسے نبی ﷺ کی خدمت میں لایا گیا آپ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا:

”اے سزا دو۔“ چنانچہ ہم میں سے کوئی ہاتھ سے، کوئی جوتے سے، کوئی کپڑے سے، اسے مارنے لگا،

پھر جب وہ واپس ہوا تو کسی نے کہا: اللہ تجھے سوا کرے۔“ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(۱) [ترمذی: کتاب البر والصلة: باب ماجاء فی حسن الخلق (ح ۲۰۰۲ نحو المعنی)]

(۲) [ترمذی: کتاب البر والصلة: باب ماجاء فی اللعنة (ح ۱۹۷۷)]

(۳) [بخاری: کتاب الادب: باب ما ینہی من السباب واللعن (ح ۶۰۴۶)]

(۴) [مسلم: کتاب البر والصلة: باب النهی عن لعن الدواب وغیرھا (ح ۲۵۹۹)]

((لَا تَقُولُوا هَذَا لَاتَعِينُوا عَلَيْهِ الشَّيْطَانُ))

”اس طرح کی بات کہہ کر اس کے (اور اپنے) خلاف شیطان کی مدد نہ کرو۔“<sup>(۱)</sup>  
غور کرنے کا مقام ہے کہ رسول اللہ ﷺ کتنے رحیم و شفیق تھے، چنانچہ آپ ﷺ نے لوگوں کی عزت و آبرو پر زبان کھولنے والے شخص کے بھیانک انجام کی تصویر کشی کر کے لوگوں کے دلوں سے، شر، برائی اور حقد و کینہ کی جڑوں کو اکھاڑ پھینکا۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دریافت فرمایا:  
”تمہیں معلوم ہے مفلس کون ہے؟“ صحابہؓ نے عرض کیا: ”ہم تو مفلس اس کو سمجھتے ہیں جس کے پاس روپیہ پیسہ اور مال و متاع نہ ہو۔“ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ أُمَّتِي مَنْ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلَاةٍ وَصِيَامٍ وَزَكَاةٍ يَأْتِي وَقَدْ شَتَمَ هَذَا وَقَذَفَ هَذَا، وَأَكَلَ مَالَ هَذَا وَسَفَكَ دَمَ هَذَا وَضَرَبَ هَذَا فَيُعْطَى هَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ، وَهَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ، فَإِنْ فَيَنْتَ حَسَنَاتُهُ قَبْلَ أَنْ يُقْضَى مَا عَلَيْهِ أُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ))

”میری امت میں مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوٰۃ کے ساتھ آئے گا۔ مگر اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر بہتان لگایا ہوگا، کسی کا مال ہڑپ کیا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا، کسی کو مارا ہوگا۔ چنانچہ اس نے جن جن لوگوں کی حق تلفی کی ہوگی انہیں اس کی نیکیاں دے دی جائیں گی پھر ان لوگوں کے گناہ لے کر اس پر لاد دیئے جائیں گے اور اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔“<sup>(۲)</sup>  
اس لیے کوئی تعجب کی بات نہیں کہ سچی خواتین اسلام کی زندگیاں ان بے بنیاد اور سطحی چیزوں سے خالی ہوتی ہیں اور حقیقی اسلامی معاشرہ میں جہاں اعلیٰ اقدار کی حکمرانی رہتی ہے اور لوگوں کی زندگی پر بلند اخلاقی تعلیمات چھائی رہتی ہیں، وہاں گالی گلوچ تک پہنچا دینے والے جھگڑے شاذ و نادر ہوتے ہیں۔ ایک حقیقی اسلامی معاشرہ میں ایک خاتون مسلم اپنے دل کی گہرائیوں سے یہ محسوس کرتی ہے کہ وہ اپنے منہ سے جو لفظ بھی نکالتی ہے اس کا حساب لیا جائے گا اور اگر زندگی کی سختیوں اور تکالیف کی بنا پر اس نے لڑائی جھگڑے کئے تو اس پر بھی اس کی گرفت ہوگی۔ چنانچہ وہ اپنی ناراضگی کو قابو میں رکھتی اور اپنے اعصاب پر کنٹرول رکھتی ہے

(۱) [بخاری: کتاب الحدود: باب ما یکرہ من لعن شارب الخمر: (ح ۶۷۸۰)]

(۲) [مسلم: کتاب البر والصلة: باب تحریم المظلم (ح ۲۵۸۱)]



اور اسے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہمیشہ یاد رہتا ہے:

((الْمُتَسَابِئَانِ مَا قَالَا فَعَلَى الْبَادِي مِنْهُمَا حَتَّى يُعْتَدِيَ الْمَظْلُومُ))

”دو شخص آپس میں ایک دوسرے کو گالی دیتے ہیں تو دونوں کا گناہ ابتداء کرنے والے پر ہے یہاں تک کہ مظلوم زیادتی کرنے لگے (یعنی بدلہ کی حد سے تجاوز کر جائے)۔“<sup>(۱)</sup>

خاتون اسلام اپنی اسلامی اخلاقی قدروں کا معیار فحش شدگان کے بارے میں بھی قائم رکھتی ہے چنانچہ وہ ان کو برا بھلا نہیں کہتی جیسا کہ جاہل، نادان اور بے وقوف لوگ کرتے ہیں کہ وہ زندہ لوگوں کو گالی گلوچ بکنے پر اکتفا نہیں کرتے ہیں بلکہ اس سے آگے بڑھ کر مردوں کو بھی برا بھلا کہنے لگتے ہیں جبکہ ایک دیندار خاتون نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد پر عمل کرتی ہے:

((لَا تَسُبُّوا الْأَمْوَاتَ فَإِنَّهُمْ قَدْ أَفْضَوْا إِلَىٰ مَا قَدْ مَوُتُوا))

”مردوں کو برا بھلا نہ کہو کیوں کہ انہوں نے جو بھی اعمال کیے ہیں، ان کا بدلہ پالیا ہے۔“<sup>(۲)</sup>

### کسی کا مذاق نہیں اڑاتی:

وہ مسلمان خاتون جس کے دل میں عاجزی و انکساری راسخ ہو جاتی ہے، وہ لوگوں کو حقیر سمجھنے، ان کا تمسخر کرنے اور مذاق اڑانے سے گریز کرتی ہے، اس لیے کہ قرآنی تعلیمات نے عاجزی و انکساری اور تواضع و فروتنی کی محبت راسخ کرنے اور تکبر و گھمنڈ سے دور رہنے کا حکم دینے کے ساتھ ساتھ لوگوں کا مذاق اڑانے اور انہیں حقیر سمجھنے سے بھی منع کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرُوا قَوْمًا لَا يَسْخَرُوا قَوْمًا مِّنْ قَوْمٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُمْ وَلَا نِسَاءً مِّنْ نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُنَّ خَيْرًا مِنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِاللِّقَابِ بَشَرِ الْأَسْمِ الْفُسُوقِ بَعْدَ الْإِيمَانِ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ [الحجرات: ۱۱]

”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں، ہو سکتا ہے کہ (جن کا مذاق اڑایا جا رہا ہے) وہ ان (مذاق اڑانے والوں) سے بہتر ہوں اور نہ ہی عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ آپس میں ایک دوسرے پر لعن و طعن نہ کرو اور نہ ایک

(۱) [مسلم: کتاب البر والصلة: باب النهی عن السباب (ح ۲۵۸۷)]

(۲) [بخاری: کتاب الحناظر: باب ما ينهى من سب الاموات (ح ۱۳۹۳)]



کرنے سے) تمہارے ساتھ جس کی عداوت پڑی ہوئی ہے، وہ بھی (تمہارا) جگمگی دوست بن جائے گا۔ یہ صفت نصیب نہیں ہوتی مگر ان لوگوں کو جو صبر کرتے ہیں اور یہ مقام حاصل نہیں ہوتا مگر ان لوگوں کو جو بڑے نصیب والے ہیں۔“

بہت سی احادیث ایسی ہیں جو نرمی کو پسندیدہ قرار دیتی ہیں، اسے اختیار کرنے پر اُکساتی ہیں اور اسے ایک ایسی عظیم خصلت گردانتی ہیں جسے مسلمانوں کے معاشرہ پر چھا جانا چاہیے اور اس معاشرہ میں رہنے والے، احکام دین سے واقفیت رکھنے والے اور اس کی روشن تعلیمات سے رہنمائی حاصل کرنے والے ہر مسلمان کو اس سے متصف رہنا چاہیے۔ ایک مسلمان کے لیے تو یہی جاننا کافی ہے کہ نرمی اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس کے بندے تمام کاموں میں نرمی اختیار کریں:

((إِنَّ اللَّهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ الرَّفْقَ فِي الْأَمْرِ كُفْلَهُ))

”بے شک اللہ نرم ہے اور تمام معاملات میں نرمی چاہتا ہے۔“<sup>(۱)</sup>

یہ ایسی عظیم خصلت ہے جس پر اللہ تعالیٰ اتنا ثواب دیتا ہے جتنا کسی دوسری خصلت اختیار کرنے پر نہیں دیتا، جیسا کہ آنحضرت کا ارشاد ہے:

((إِنَّ اللَّهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ الرَّفْقَ وَيُعْطِي عَلَى الرَّفْقِ مَا لَا يُعْطِي عَلَى الْعُنْفِ وَمَا لَا يُعْطِي عَلَى مَأْسُوَاهُ))

”بے شک اللہ نرم ہے اور نرمی کو پسند کرتا ہے، اور نرمی کرنے پر وہ اتنا کچھ دیتا ہے کہ جتنا سختی یا کسی اور کام پر نہیں دیتا۔“<sup>(۲)</sup>

نبی اکرم ﷺ نے ’نرمی‘ کی بہت زیادہ تعریف فرمائی ہے، اسے ہر چیز کی زینت قرار دیا ہے، فرمایا:

((إِنَّ الرَّفْقَ لَا يَكُونُ فِي شَيْءٍ إِلَّا زَانَهُ وَلَا يُنْزَعُ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا مَنَانَهُ))

”بے شک نرمی جس چیز میں ہوتی ہے، اسے زینت بخشتی ہے اور جس چیز سے نکل جاتی ہے اس کو برا کر دیتی ہے۔“<sup>(۳)</sup>

(۱) [سحاری: کتاب استنباط المرتدین: باب اذا عرض الذمی او غیرہ بسبب النبی ﷺ (ح ۶۲۲۶) مسلم: کتاب

السلام: باب النهی عن ابتداء اهل الكتاب بالسلام (ح ۲۱۶۵)]

(۲) [مسلم: کتاب البر والصلة: باب فضل الرفق (ح ۲۵۹۳)]

(۳) [مسلم: ایضاً (ح ۲۵۹۴)]

رسول کریم ﷺ مسلمانوں کو لوگوں کے ساتھ معاملہ کرنے میں نرمی کی تعلیم دیتے تھے اور ایسا مثالی رویہ اختیار کرنے کی تلقین فرماتے تھے جو اللہ کے دین کی طرف دعوت دینے والی ایک خاتونِ اسلام کے شایانِ شان ہو۔ خواہ صورتِ حال کتنی ہی بغض و نفرت کو بھڑکانے والی اور غیظ و غضب پر اُکسانے والی ہی کیوں نہ ہو۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی شخص نے مسجد میں پیشاب کر دیا، لوگ دوڑے کہ اسے ماریں لیکن نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

(( دَعُوهُ وَارْتَقُوا عَلَى بَوْلِهِ سَجَلًا مِنْ مَاءٍ أَوْ ذُنُوبًا مِنْ مَاءٍ فَإِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُبَسَّرِينَ وَلَمْ تُبْعَثُوا مُعَسَّرِينَ ))

”اے چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر ایک پانی ڈول کا بہا دو۔ تم لوگ آسانی کے لیے بھیجے گئے ہو، لوگوں پر سختی کرنے کے لیے نہیں بھیجے گئے۔“<sup>(۱)</sup>

یہ حقیقت ہے کہ صرف نرمی، آسانی، مہربانی اور فراخ دلی ہی سے دلوں کے بند دروازے کھولے جاسکتے ہیں اور لوگوں کو حق کی طرف بلایا جاسکتا ہے نہ کہ تشدد، سختی، شدت، مواخذہ و باز پرس اور زبردستی سے۔ اسی لیے اس سلسلہ میں رسول کریم ﷺ کی تعلیم یہ ہے:

(( يَسْرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا وَيَسْرُوا وَلَا تُتَفَرَّوْا ))

”آسانی پیدا کرو اور سختی نہ کرو، خوش خبری دو اور نفرت نہ دلاؤ۔“<sup>(۲)</sup>

کیوں کہ لوگ فطری طور پر درستی، سختی اور تشدد کو ناپسند کرتے ہیں اور نرمی، خوش خلقی، آسانی اور محبت و شفقت کو پسند کرتے ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے ارشاد فرمایا:

﴿وَلَوْ كُنْتَ فَظًا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَأَنَّفُضْنَا مِنْ حَوْلِكَ﴾ [آل عمران: ۱۵۹]

”اگر تم تندخو اور سنگ دل ہوتے تو یہ سب تمہارے گرد و پیش سے دور ہو جاتے۔“

یہ ہر اس شخص کے لیے ایک بنیادی اصول ہے جو لوگوں کو ہدایت کی طرف دعوت دینا چاہتا ہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ خوش اسلوبی، نرمی، دانائی اور شفقت کا راستہ اختیار کر کے لوگوں کے دلوں میں جگہ

(۱) [بخاری: کتاب الوضوء، باب صب الماء البول فی المسجد (ح ۲۲۰)]

(۲) [بخاری: کتاب الادب: باب قول النبی: یسروا ولا تعسروا (ح ۶۱۲۴، ۶۱۲۵) مسلم: کتاب الجہاد: باب

فی الامر بالتیسیر وترك الذغیر (ح ۱۷۳۳، ۱۷۳۴)]

حاصل کرے۔ خواہ مخاطب کتنا ہی سرکش، باغی اور ظالم کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کو فرعون کی طرف بھیجتے وقت اسی چیز کی ہدایت فرمائی تھی کہ:

﴿ اِذْهَبَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ ﴾ [طہ: ۴۳]

”تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ کہ وہ سرکش ہو گیا ہے اور اس سے نرمی کے ساتھ بات کرو شاید کہ وہ نصیحت حاصل کرے یا ڈر جائے۔“

اس لیے اس بات میں کوئی تعجب نہیں ہونا چاہیے کہ ہمارے دین میں نرمی کو سراسر خیر قرار دیا گیا ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ نے تو یہاں تک فرمایا:

((مَنْ يُحْرِمِ الرَّفِيقَ يُحْرِمِ الْخَيْرَ كُلَّهُ))

”جو شخص نرمی سے محروم ہو گیا، وہ خیر سے یکسر محروم ہو گیا۔“<sup>(۱)</sup>

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا:

((يَا عَائِشَةُ اِزْفِقِي فَإِنَّ اللَّهَ إِذَا أَرَادَ بِأَهْلِ بَيْتٍ خَيْرًا دَلَّاهُمْ عَلَى الرَّفِيقِ))

”اے عائشہ! نرمی اختیار کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ جب کسی گھر والوں کے ساتھ خیر کا معاملہ کرنا چاہتا ہے تو انہیں نرمی کی طرف ہدایت کرتا ہے۔“<sup>(۲)</sup> ایک روایت میں ہے کہ:

((إِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِأَهْلِ بَيْتٍ خَيْرًا أَدْخَلَ عَلَيْهِمُ الرَّفِيقَ))

”جب اللہ تعالیٰ کسی گھر والوں کے ساتھ خیر کا معاملہ کرنا چاہتا ہے تو ان میں نرمی پیدا کر دیتا ہے۔“<sup>(۳)</sup>

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِقَوْمٍ خَيْرًا أَدْخَلَ عَلَيْهِمُ الرَّفِيقَ))

”جب اللہ کسی قوم کے ساتھ خیر کا معاملہ کرنا چاہتا ہے تو ان میں نرمی پیدا دیتا ہے۔“<sup>(۴)</sup>

ایک حدیث میں ہے:

(۱) [مسلم: کتاب البر والصلة: باب فضل الرفیق (ح ۲۵۹۳)]

(۲) [مسند احمد (ج ۶ ص ۱۰۴-۱۰۵)]

(۳) [مسند احمد (ج ۶ ص ۷۱)]

(۴) [مسند بزار (ج ۲ ص ۴۰۴، ح ۱۹۶۵)]

((الْأَخْبِرُكُمْ بِمَنْ يُحْرَمُ عَلَى النَّارِ أَوْ يَمُنُ تَحْرِمُ عَلَيْهِ النَّارُ؟ تَحْرِمُ عَلَى كُلِّ قَرِيبٍ هَيِّنٍ لَكِنَّ سَهْلًا))

”کیا میں تمہیں اس شخص کے بارے میں نہ بتاؤں جس پر جہنم حرام کر دی جائے گی؟ (پھر آپ نے فرمایا:) جہنم ہر اس شخص پر حرام کر دی جائے گی جرنمی، آسانی اور سہولت کا رویہ اختیار کرتا ہے۔“<sup>(۱)</sup>

لوگوں میں نرمی کی صفت پیدا کرنے کے لیے اللہ کے رسول نے یہاں تک فرمادیا کہ ذبح کیے جانے والے جانور کے ساتھ بھی نرمی کرو، حدیث نبوی ہے:

((إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذَّبْحَةَ وَلْيُحِدِّ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ وَلْيُرِحْ ذَبِيحَتَهُ))

”اللہ تعالیٰ نے ہر کام بہتر طریقے پر انجام دینے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ جب تم قتل کرو تو بھلائی سے کرو اور جب جانور کو ذبح کرو تو بھلائی کے ساتھ ذبح کرو۔ اپنی چھری کو تیز کر لو اور ذبیحہ کو آرام پہنچاؤ۔“<sup>(۲)</sup>

جس شخص کے دل میں جانوروں کے ساتھ برتاؤ کرنے کے سلسلہ میں نرم روی جاگزیں ہو جائے، تو ظاہر ہے کہ اس کا معاملہ انسانوں کے ساتھ مزید نرمی و آسانی اور لطف و کرم کا ہوگا۔

رحم و کرم کا برتاؤ کرتی ہے:

احکام دین سے شعور آگہی رکھنے اور اسلام کی روشن اور فراخ تعلیمات سے متاثر ہونے والی ایک مسلمان خاتون رحم و دل ہو جاتی ہے، اس کے دل سے رحمت کے سوتے پھوٹتے ہیں، اس لیے کہ وہ جانتی ہے کہ زمین پر بندوں کے ساتھ مہربانی کا معاملہ کرنے سے آسمان سے رحمت نازل ہوتی ہے، حدیث نبوی ہے:

((إِزْحَمُ مَنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحَمُكَ مَنْ فِي السَّمَاءِ))

”تم اہل زمین پر مہربانی کرو۔ جو آسمان میں ہے وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) تم پر مہربانی کرے گا۔“<sup>(۳)</sup>

ایک اور حدیث میں ہے:

((مَنْ لَمْ يَرْحَمِ النَّاسَ لَمْ يَرْحَمَهُ اللَّهُ))

(۱) [ترمذی: کتاب صفة القيامة: باب فضل كل قريب هين سهل (ح ۲۴۸۸)]

(۲) [مسلم: کتاب الصيد والذباح: باب الامر باحسان الذبح والقتل (ح ۱۹۵۵)]

(۳) [ابو داؤد: کتاب الادب: باب في الرحمة (ح ۴۹۴۱) ترمذی: کتاب البر والصلة (ح ۱۹۲۴)]

”جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا، اللہ اس پر رحم نہیں کرتا۔“<sup>(۱)</sup> ایک حدیث میں ہے:

((الرَّحْمَةُ لَا تَنْزَعُ الْأَمْرَ شَقِيًّا))

”رحم اور مہربانی صرف بد بخت اور سنگ دل شخص کے دل سے نکالی جاتی ہے۔“<sup>(۲)</sup>

ایک سچی اور باشعور خاتون اسلام کے دل میں رحم کا دائرہ بہت وسیع ہوتا ہے وہ اپنے رحم و کرم اور مہربانی کو صرف اپنے اہل و عیال، رشتہ دار اور دوست احباب تک محدود نہیں رکھتی بلکہ اس کا دائرہ تمام انسانوں تک وسیع رہتا ہے، اس لیے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے ایسے ارشادات سنتی ہے جن میں تمام لوگوں کے ساتھ مہربانی کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اسے ایمان کے شرائط میں سے ایک شرط قرار دیا گیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

(( لَنْ تُؤْمِنُوا حَتَّى تَرَاحُمُوا ، قَالُوا : يَا رَسُولَ اللَّهِ كُنَّا رَجِيمًا قَالَ إِنَّهُ لَيْسَ بِرَحْمَةٍ أَحَدٍ كُمْ صَاحِبَةٌ وَلَكِنَّهَا رَحْمَةُ النَّاسِ ، رَحْمَةُ الْعَامَّةِ ))

”تم لوگ اس وقت تک ہرگز مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ باہم رحم دلی نہ کرنے لگو۔ صحابہؓ نے عرض کیا: ”اے اللہ کے رسول! ہم میں سے تو ہر شخص رحم دل ہے۔“ آپ نے فرمایا کہ رحم دلی یہ نہیں کہ آدمی صرف اپنے قریبی ساتھی کے ساتھ ہی مہربانی کا برتاؤ کرے بلکہ رحم دلی یہ ہے کہ تمام لوگوں کے ساتھ یہی برتاؤ کرے۔“<sup>(۳)</sup>

یہ ہے وہ رحم و کرم کی جامعیت و ہمہ گیریت اور تمام لوگوں کے ساتھ ہمدردی و مہربانی اور رحم و کرم جسے اسلام ایک مسلمان خاتون کے دل میں موجزن کرتا ہے تاکہ مسلمانوں کا معاشرہ ایک ایسا معاشرہ بن جائے جس میں سچی محبت، خالص خیر خواہی، اور گہری ہمدردی کی موجیں ٹھاٹھے مارتی ہوں۔

رسول اللہ ﷺ رحم و کرم کا بے مثل نمونہ تھے۔ آپ کی زندگی مہربانی و ہمدردی کی عملی تفسیر تھی یہاں تک کہ آپ نماز میں ہوتے اور کسی بچے کے رونے کی آواز سنائی دیتی تو آپ کے دل میں بچے کی ماں سے (جو اس کے رونے سے پریشان ہوگی) ہمدردی و مہربانی کا جذبہ موجزن ہو جاتا اور آپ نماز مختصر کر دیتے جیسا کہ امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

(۱) بخاری: کتاب التوحید: باب قول الله تبارك و تعالیٰ: قل ادعوا الله وادعوا الرحمن (ح ۷۳۷۶) مسلم: کتاب

الفضائل: باب رحمته الصبيان والعمال (ح ۲۳۱۹)

(۲) [ابو داؤد: کتاب الادب: باب فی الرحمة (ح ۴۹۴۲) ترمذی: کتاب البر والصلة (ح ۱۹۲۳)]

(۳) [مسند ترك حاکم (ح ۱۶۷، ۱۶۸)]

(( اُنْسَى لَا دُخُلُ الصَّلَاةِ وَآنَا اُرِيْدُ اَنْ اُطِيْلَهَا فَاَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَاتَجَوَّزُ فِي صَلَاتِي مِمَّا اَعْلَمُ مِنْ شِدَّةِ وَجْدِ اُمِّهِ مِنْ بُكَائِهِ ))

”میں نماز شروع کرتا ہوں تو میری خواہش ہوتی ہے کہ اسے طول دوں مگر کسی بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو اپنی نماز کو مختصر کر دیتا ہوں، اس لیے کہ میں جانتا ہوں کہ اس کی ماں اس کے رونے کی وجہ سے پریشان ہو رہی ہوگی۔“<sup>(۱)</sup>

ایک دیہاتی شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: کیا آپ لوگ اپنے بچوں کو چومتے بھی ہیں؟ ہم تو اپنے بچوں کو نہیں چومتے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(( اَوْ اَمَلِكُ لَكَ اِنْ نَزَعَ اللهُ مِنْ قَلْبِكَ الرَّحْمَةَ ؟ ))

”اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل سے رحم نکال لیا ہے، تو پھر میں کیا کر سکتا ہوں؟!“<sup>(۲)</sup>

ایک مجلس میں رسول کریم ﷺ نے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو بوسہ دیا۔ وہاں اقرع بن حابس تمیمی رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے عرض کیا: ”میرے تو دس بچے ہیں مگر میں نے تو کبھی کسی کو بوسہ نہیں دیا۔“ رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا:

(( مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ ))

”جو شخص دوسرے پر رحم نہیں کرتا، اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔“<sup>(۳)</sup>

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو ایک علاقہ کے مسلمانوں کا گورنر بنانا چاہا مگر انہوں نے جب اسے اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ کی طرح یہ کہتے ہوئے سنا کہ وہ اپنے بچوں کو بوسہ نہیں دیتا تو اپنا ارادہ بدل دیا اور فرمایا:

(( اِذَا كَانَتْ نَفْسُكَ لَا تَبْصُرُ بِالرَّحْمَةِ لِأَوْلَادِكَ فَكَيْفَ تَكُونُ رَحِيمًا بِالنَّاسِ ؟ وَاللَّهِ لَا أَوْلِيكَ

أَبَدًا ثُمَّ مَرَّقَ الْكِتَابَ الَّذِي أَعَدَّهُ لِتَوْلِيَتِهِ ))

”جب تمہارے دل میں اپنے بچوں کے لیے رحم و مہربانی نہیں تو پھر تم دوسرے لوگوں کے ساتھ رحم و کرم

(۱) [بخاری: کتاب الاذان: باب من اخف الصلاة عند بكاء الصبي (ح ۷۰۹) مسلم: کتاب الصلاة: باب امر

الائمة تخفيف الصلاة في تمام (ح ۴۷۰)]

(۲) [بخاری: کتاب الادب: باب رحمة الولد و تقبيله و معانفته (ح ۵۹۹۸) مسلم: کتاب الفضائل: باب رحمته

ﷺ الصبيان و العيال (ح ۲۳۱۷)]

(۳) [بخاری (ح ۵۹۹۷) مسلم (ح ۲۳۱۸)]



کا برتاؤ کیسے کرو گے؟ اللہ کی قسم! میں تمہیں کبھی گورنری نہیں بناؤں گا۔ پھر وہ حکم نامہ پھاڑ دیا جسے اس کی گورنری کے لیے تیار کیا تھا۔<sup>(۱)</sup>

رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں مردوں اور مسلمان عورتوں کے دلوں میں رحم و کرم اور مہربانی کا دائرہ بہت وسیع کر دیا تھا یہاں تک کہ اس میں حیوانات بھی شامل کر دیے چہ جائیکہ انسان۔ چنانچہ امام بخاری و امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”ایک شخص کہیں جا رہا تھا۔ راستے میں اسے پیاس لگی۔ اس نے ایک کناں دیکھا۔ اس میں اترا اور اپنی پیاس بجھائی۔ جب باہر نکلا تو دیکھا کہ ایک کتا کھڑا ہانپ رہا ہے اور پیاس کی شدت سے کیچڑ چاٹ رہا ہے۔ اس شخص نے کہا: ”لگتا ہے کہ اس کتے کو بھی ویسی ہی پیاس لگی ہے جیسی مجھے لگی تھی۔ پھر وہ کناں میں اترا، اپنے موزہ میں پانی بھر اور اسے منہ سے پکڑ کر باہر نکالا اور کتے کو پلایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے اس عمل پر اس کی مغفرت کر دی۔ صحابہؓ نے عرض کیا: ”اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمارے لیے جانوروں کے ساتھ ہمدردی کرنے میں بھی اجر ہے؟ آپ نے فرمایا:

((فِي كُلِّ كَبِدٍ رَطْبَةٌ أَجْرٌ))

”ہر ذی روح کے ساتھ ہمدردی اور رحم پر تمہیں اجر ملے گا۔“<sup>(۲)</sup>

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((عَذَابُ امْرَأَةٍ فِي هِرَّةٍ حَبَسْتُهَا حَتَّى مَاتَتْ جُوعًا فَدَخَلَتْ فِيهَا النَّارُ يُقَالُ وَاللَّهِ أَغْلَمُ:

لَأَنْتِ أَطْعَمْتِهَا وَلَا سَقَيْتِهَا حِينَ حَبَسْتِهَا وَلَا أَنْتِ أَرْسَلْتِهَا فَأَكَلَتْ مِنْ خَشَائِشِ الْأَرْضِ))

”ایک عورت کو بلی کے سبب عذاب دیا جائے گا جس نے اس کو قید کر دیا تھا یہاں تک کہ وہ بھوک سے

مر گئی اس بنا پر اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا، اس سے کہا جائے گا..... اور اللہ بخوبی جانتا ہے..... تو نے

جب اسے قید کیا تو نہ کچھ کھلایا نہ پلایا، اور نہ ہی اسے چھوڑ دیا کہ وہ زمین کے کیڑوں مکوڑوں سے

اپنا پیٹ بھرتی۔“<sup>(۳)</sup>

(۱) [الادب المفرد (ح ۹۹) نحوہ]

(۲) [بخاری: کتاب الادب: باب رحمة الناس والبهائم (ح ۶۰۰۹) مسلم: کتاب السلام: باب فضل من سقى

البهائم المحترمة والطعامها (ح ۲۲۴۴)]

(۳) [بخاری: کتاب المسافاة: باب فضل سقى الماع (ح ۲۳۶۵) مسلم: کتاب السلام: باب تحريم قتل الهرة (ح ۲۲۴۲)]

رسول اللہ ﷺ رحم و کرم کے بلند تر مرتبے پر فائز تھے۔ اس کا ثبوت ایک واقعہ سے ملتا ہے کہ آپ ایک مرتبہ سفر میں ایک جگہ اترے۔ ایک پرندہ (سرخاب) آ کر آپ کے سر مبارک کے اوپر پھر پھرانے لگا گویا وہ آپ کی پناہ میں آ کر شکوہ کر رہا تھا کہ ایک آدمی نے اس کے انڈے لے کر اس پر ظلم کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((أَيْكُمْ فَجَعَلَ هَذِهِ بِيَضَّتِهَا؟ فَقَالَ: رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنَا أَخَذْتُ بِيَضَّتِهَا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: (أُرِدُّهَا رَحْمَةً لَهَا))<sup>(۱)</sup>

”کس نے اس کے انڈے لے کر اسے تکلیف پہنچائی ہے؟ ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے اس کے انڈے لیے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس پر رحم کرو اور اس کے انڈے واپس رکھ دو۔“

احسان کا بدلہ دیتی اور اس پر شکر ادا کرتی ہے:

ایک مسلمان خاتون کے پسندیدہ اخلاق اور بلند اوصاف میں سے یہ بھی ہے کہ وہ احسان اور بھلائی کا بدلہ دیتی ہے۔ وہ احسان ناشناسی نہیں کرتی بلکہ احسان مانتی ہے، ممنون اور شکر گزار ہوتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد پر عمل کرتی ہے:

((من صنع اليه معروف فليكافئه))

”جس کے ساتھ کوئی احسان اور بھلائی کی جائے اسے اس کا بدلہ دینا چاہیے۔“<sup>(۲)</sup>

دوسری حدیث میں ہے:

((من استعاذ بالله فاعيذوه ومن اتى اليكم معروف فاكافئوه))

”جو اللہ کے نام پر پناہ مانگے اسے پناہ دو، اور جو تمہارے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرے، تو تم بھی اسے اس کا بدلہ دو۔“<sup>(۳)</sup>

احسان کرنے والا شکر کا مستحق ہے خواہ اس کے ہاتھ پر مصالح و منافع کا ظہور ہو یا نہ ہو، اس کے لیے کافی ہے کہ اس نے احسان اور بھلائی کرنا چاہی اس لیے وہ دل کی گہرائیوں سے شکر کا مستحق ہے۔ درجہ عمل

(۱) [الادب المفرد، للبخاری (ح ۳۸۲)]

(۲) [ابو داؤد: کتاب الادب: باب فی شکر المعروف (ح ۴۸۱۲) ترمذی: کتاب البر واصله: باب ماجاء فی المتشبع بما لم يعطه (ح ۲۰۳۴)]

(۳) [ابو داؤد: کتاب الادب: باب فی الرجل يستعید من الرجل (ح ۵۱۰۹) نسائی: کتاب الزکاة (ح ۲۵۶۸)]

اسلام مسلمانوں سے اسی چیز کا مطالبہ کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((لا يشكر الله من لا يشكر الناس))

”جو شخص لوگوں کا شکر یہ ادا نہیں کرتا، وہ اللہ تعالیٰ کا بھی شکر گزار نہیں ہو سکتا۔“<sup>(۱)</sup>

در اصل احسان کرنے والے کا شکر یہ ادا کرنے سے نیک کام کی اشاعت و ترغیب اور نیکی کرنے والے کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ ساتھ ہی بندہ انسانی نعمت کی حفاظت کرنے، حسن سلوک کی قدر کرنے اور احسان شناسی کا عادی ہو جاتا ہے۔ اس طرح معاشرہ کے افراد میں الفت و محبت کے رشتے مستحکم ہوتے ہیں اور ان کے دل نیک کام کرنے پر آمادہ اور چاق و چوبند رہتے ہیں۔ اور اسلام ایک اسلامی معاشرہ میں اسی چیز کو راسخ کرنا چاہتا ہے۔

دوسروں کو نفع پہنچانے اور نقصان سے بچانے کی کوشش کرتی ہے:

اسلامی طرز و سنج پر پرورش پانے اور اسلام کے پاکیزہ سرچشمے سے سیرابی حاصل کرنے والی ایک مسلمان عورت کی شدید خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنی ذات سے دوسروں کو فائدہ پہنچائے اور ضرر پہنچانے والی چیزوں کو ان سے دور کرے۔ اس لیے کہ اسلام کے بتائے ہوئے خیر و بھلائی کے اصولوں پر پروان چڑھنے اور نشوونما پانے کی وجہ سے وہ ایک مثبت، تعمیری اور نفع بخش عنصر کا کردار ادا کرتی ہے، اس لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ خیر کا کوئی موقع پائے اور اسے غنیمت نہ سمجھے کیونکہ وہ جانتی ہے کہ خیر کا میابی اور فلاح کی ضامن ہے:

﴿وَأَفْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ [الحج: ۷۷]

”اور نیک کام کرو، اسی سے توقع کی جاسکتی ہے کہ تم کو فلاح نصیب ہو۔“

قرآن مجید کے اس حکم کے پیش نظر وہ نیک کاموں کی طرف سبقت کرتی ہے اور اسے پورا یقین ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نیک کام کے لیے اٹھائے جانے والے ہر قدم پر ثواب عطا فرمائے گا کیونکہ حدیث نبوی ہے:

(۱)..... ((كُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ)) ”ہر نیکی کا کام صدقہ (باعث اجر) ہے۔“<sup>(۲)</sup>

(۲)..... دو آدمیوں کے درمیان انصاف کے ساتھ صلح کرادینا صدقہ (باعث ثواب) ہے۔

(۱) [ابوداؤد: کتاب الادب: باب فی شکر المعروف (ح ۴۸۱۱) ترمذی: کتاب البر والصلوة: باب ماجاء فی

الشکر لمن احسن اليك (ح ۱۹۵۵، ۱۹۵۴)]

(۲) [بخاری: کتاب الادب: باب کل معروف صدقہ (ح ۶۰۲۱)]

(۳)..... کسی آدمی کو اس کی سواری پر بٹھانے یا سواری پر سامان لادنے میں مدد دینا صدقہ (باعث اجر) ہے  
(۴)..... اچھی بات کہنا صدقہ ہے۔

(۵)..... نماز کے لیے (مسجد کی طرف) اٹھنے والے ہر قدم پر صدقہ (اجر) ہے۔

(۶)..... راتے سے تکلیف دہ چیز ہٹا دینا صدقہ (باعث ثواب) ہے۔<sup>(۱)</sup>

(۷)..... ((الْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ)) ”اچھی بات کہنا صدقہ (باعث ثواب) ہے۔“<sup>(۲)</sup>

یہی نہیں بلکہ اللہ کی رحمت اس شخص کو بھی ڈھانپ لیتی ہے جو اس کی طرف یکسو ہو جائے اور اس کے لیے اپنی نیت خالص کر لے۔ لہذا جو شخص نیک کام کرے، اسے بھی ثواب ملتا ہے اور جو شخص نیک کام نہ کرے مگر برائی سے باز رہے تو اسے بھی ثواب ملتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”ہر مسلمان پر صدقہ واجب ہے۔“ عرض کیا گیا: ”اس کے پاس صدقہ کرنے کو کچھ نہ ہو تو کیا کرے؟“

فرمایا: ”اپنے ہاتھوں سے کام کرے، خود کو بھی فائدہ پہنچائے اور صدقہ بھی کرے۔“

عرض کیا گیا: ”اگر ایسا نہ کر سکے۔“ تو آپ نے فرمایا: ”محتاج اور مصیبت زدہ کی مدد کرے۔“

عرض کیا گیا: ”اگر ایسا بھی نہ کر سکے۔“ تو آپ نے فرمایا: ”نیکی کا حکم دے۔“

عرض کیا گیا: ”اگر ایسا بھی نہ کر سکے۔“ تو آپ نے فرمایا: ”برائی سے باز رہے، یہ بھی صدقہ ہے۔“

رسول کریم ﷺ نے حدیث کا آغاز اس بات سے کیا: ((عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ)) ”ہر مسلمان پر صدقہ واجب ہے۔“ پھر نیکی، بھلائی اور اچھائی کے مختلف طریقوں کا شمار کیا ہے جن کے ذریعے مسلمان ان صدقات کا اجر حاصل کر سکتا ہے۔ مسلمان پر صدقہ لازم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ معاشرہ میں تعمیر اور بہتری کے کام انجام دے۔ اگر ایسا کرنے سے عاجز ہو یا کسی سبب سے نہ کر سکے تو کم از کم اپنی زبان اور اعضاء و جوارح کو شر سے باز رکھے کہ اس میں بھی صدقہ ہے۔ مسلمان کی ایجابیات و سلبیات دونوں سے اس حق کی خدمت ہوتی ہے جو مسلمانوں کے معاشرہ پر چھایا ہوا ہے۔ حتیٰ کہ آپ نے فرمایا:

(۱) [بخاری: کتاب الجہاد: باب من اخذ برکاب ونحوہ (ح ۲۹۸۹) مسلم: کتاب الزکاة: باب بیان ان اسم

الصدقة يقع على كل نوع من المعروف (ح ۱۰۰۹)]

(۲) [بخاری: کتاب الجہاد: باب من اخذ برکاب ونحوہ (ح ۲۹۸۹) مسلم: کتاب الزکاة: باب بیان ان اسم

الصدقة يقع على كل نوع من المعروف (ح ۱۰۰۹)]

((من سلم المسلمون من لسانه ويده))

”مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ کے شرے سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔“<sup>(۱)</sup>

یہی نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ نے اسلامی معاشرہ میں سب سے بہتر مسلمان اس شخص کو قرار دیا ہے جس سے لوگ خیر کی امید کریں اور شر سے محفوظ رہیں۔ امام احمدؒ نے ایک روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ ایک جگہ کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس کھڑے ہوئے اور فرمایا:

”کیا میں تمہیں بتاؤں کہ تم میں اچھے لوگ کون ہیں؟ اور برے لوگ کون؟

لوگ خاموش رہے آپ ﷺ نے تین مرتبہ یہی فرمایا، تو ایک شخص نے عرض کیا: ”کیوں نہیں! اے اللہ کے رسول ﷺ بتلائیے۔“ تو آپؐ نے فرمایا:

((خيركم من يرعى خيره ويومن شره وشركم من لا يرعى خيره ولا يومن شره))

”تم میں بہتر وہ لوگ ہیں جن سے لوگ خیر کی امید رکھیں اور ان کے شر سے محفوظ رہیں اور تم میں برے لوگ وہ ہیں جن سے لوگ خیر کی امید تو نہ رکھیں مگر ان کے شر سے بھی محفوظ نہ ہوں۔“<sup>(۲)</sup>

ایک مسلمان عورت اپنے معاشرے کو صرف خیر پہنچاتی ہے اور اگر ایسا نہ کر سکے تو کم از کم شر پہنچانے سے باز رہتی ہے۔ سچی مسلمان وہ ہے جو ہمیشہ اچھے کام انجام دے اور برے کاموں سے باز رہے۔ ایک خاتون اسلام اپنا یہ فرض سمجھتی ہے کہ وہ دیگر مسلمانوں کی فلاح و بہبود کی ہر وقت فکر کرے۔ ان کی فلاح و بہبود اور ان کے معاملات سے دلچسپی لینے کا مطلب یہ ہے کہ ان کو فائدہ پہنچانے اور ان سے تکلیف کو دفع کرنے کی کوشش کرے۔ ایک حدیث میں ہے:

((لا يزال الله في حاجة العبد مادام العبد في حاجة اخيه))<sup>(۳)</sup>

”اللہ تعالیٰ بندے کی حاجت اس وقت تک پوری کرتا رہتا ہے جب تک کہ وہ اپنے بھائی کی حاجت پوری کرتا رہے۔“ نیز آپؐ نے فرمایا:

((المسلم اخو المسلم لا يظلمه ولا يسلمه من كان في حاجة اخيه كان الله في حاجته

(۱) بخاری: کتاب الایمان: باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده (ح ۱۰) مسلم: کتاب الایمان:

باب تفاضل الاسلام (ح ۴۱، ۴۰)

(۲) [مسند احمد (۳۷۸/۲) ترمذی: کتاب الفتن: باب حدیث خیر کم من یرعی خیره (ح ۲۲۶۳)]

(۳) [شعب الایمان؛ للبيهقي (ح ۷۶۱۰)]

ومن فرج عن مسلم فرج الله عنه كربة من كرب يوم القيامة ومن ستر مسلما ستره الله يوم القيامة))<sup>(۱)</sup>

”مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرے، نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑ دے۔ جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی ضرورتیں پوری کرے گا اور جو کسی مسلمان کی کوئی تکلیف دور کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی تکلیفوں میں سے ایک تکلیف کو دور فرمائے گا اور جو کسی مسلمان کی ستر پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی ستر پوشی کرے گا۔“ مزید آپ نے فرمایا:

((من نفس عن مومن كربة من كرب الدنيا نفس الله عنه كربة من كرب يوم القيامة ومن يسر على معسر يسر الله عليه في الدنيا والاخرة))

”جو شخص کسی مومن کی دنیاوی مصیبتوں میں سے ایک مصیبت کو دور کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی مصیبتوں میں سے ایک مصیبت دور فرمائے گا اور جو شخص کسی تنگ دست کی مشکل آسان کرے گا اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت دونوں میں اس کی مشکل آسان فرمائے گا۔“<sup>(۲)</sup>

اس طرح اسلام اس بات سے بھی خبردار کرتا ہے کہ اگر کوئی شخص لوگوں کی خدمت پر قدرت رکھنے کے باوجود اعراض کرے اور اپنا دل تنگ کر لے تو اس کو حاصل ہونے والی نعمتیں زائل ہو جائیں گی جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((ما من عبد انعم الله عليه فاسبغها عليه ثم جعل من حوائج الناس اليه فتيروا فقد عرض تلك النعمة للزوال))

”اگر کوئی بندہ جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کی بارش کی، لوگوں کی ضروریات پوری کرنے پر قادر ہو، مگر اس کے باوجود اپنا دل تنگ کرے اور اس سے بے توجہی برتے تو گویا اس نے ان نعمتوں کو زوال کا شکار بنا دیا۔“<sup>(۳)</sup>

(۱) [بخاری: کتاب المطالم: باب لا يظلم المسلم المسلم ولا يسلمه (ح ۲۴۴۲) مسلم: کتاب البر والصلة: باب

فضل الاجتماع على تلاوة القرآن (ح ۲۶۹۹)]

(۲) | مسلم: کتاب الذکر والدعاء: باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن (ح ۲۶۹۹)]

(۳) | المعجم الاوسط للطبرانی (ح ۸ ص ۲۶۱ - ح ۷۵۲۵) مجمع الزوائد للهيثمی (ح ۸ ص ۱۹۲)]

ایک آدمی جنت میں عیش و آرام سے گھومے پھرے گا اس لیے کہ اس نے مسلمانوں کے راستے سے ایک ایسے درخت کا کاٹ دیا تھا جس سے انہیں آنے جانے میں تکلیف پہنچتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی تصویر کشی یوں کی ہے:

((لقد رايت رجلا يقلب في الجنة في شجرة قطعها من ظهر الطريق كانت تؤذي المسلمين))

”میں نے ایک آدمی کو جنت میں گھومتے پھرتے دیکھا ہے یہ مرتبہ اسے اس وجہ سے حاصل ہوا کیوں

کہ اس نے راستے سے ایک ایسے درخت کو کاٹ دیا تھا جس سے مسلمانوں کو تکلیف پہنچتی تھی۔“ (۱)

مسلمانوں سے تکلیف دہ چیزوں کو دور کرنے کے سلسلہ میں حضرت ابو بزرہ اسلمی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: ”اے اللہ کے نبی! مجھے کوئی ایسی چیز سکھا دیجئے جس سے مجھے فائدہ پہنچے۔“ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اعزل الاذى عن طريق المسلمين))

”مسلمانوں کے راستے سے تکلیف دہ چیز کو دور کر دیا کرو۔“ (۲)

اگر ان باتوں پر عمل کیا جائے تو پھر بتائیے کہ آخر کون سا مہذب اور ترقی یافتہ معاشرہ ایسا ہے جو اسلامی معاشرہ کی ہمسری کر سکتا ہو؟ کہ جس نے اپنے ہر فرد کے شعور میں یہ بات راسخ کر دی ہے کہ لوگوں کے راستے سے تکلیف دہ چیزوں کا ہٹانا ان نیک اعمال میں سے ہے جن سے اللہ کا تقرب حاصل ہوتا ہے اور جنت میں داخلہ نصیب ہوتا ہے۔ مسلمانوں کا معاشرہ جس کے افراد کے نفوس میں یہ اعلیٰ تربیتی ہدایات ہر وقت موجزن رہتی ہیں بلا شک و شبہ دنیا کے تمام معاشروں میں ایک ممتاز مقام کا حامل ہے۔ اس معاشرہ میں زندگی گزارنے والی ایک خاتون اسلام تصور بھی نہیں کر سکتی کہ لوگوں کے راستے میں ایسی چیزیں ڈال دے جس سے انہیں اذیت پہنچے۔

کتنا نمایاں اور عظیم فرق ہے ان دو معاشروں کے درمیان جن میں سے ایک اس دین کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو اور اس کے فرد اللہ کے حکم کی اطاعت میں اور اس سے ثواب کی امید رکھتے ہوئے راستے سے تکلیف دہ چیزوں کو ہٹانے میں سبقت کریں اور دوسرا الٰہی تعلیمات کے مقابلہ میں سرکشی کی روش اختیار کرے اور

(۱) [مسلم: کتاب البر والصلة: باب فضل ازالة الاذى عن الطريق (ح ۱۹۱۴/۱۲۹)]

(۲) [مسلم (ح ۲۶۱۸)]

اس کے افراد کو کوئی پروا نہ ہو کہ وہ اپنے گھر کی بالکلیوں، کھڑکیوں اور چھتوں سے جو کوڑا کرکٹ اور گندگی پھینکتے ہیں، وہ کس پر جا گرتی ہے!؟

سختی اور فیاض ہوتی ہے:

ایک حقیقی مسلمان خاتون جو اپنے دین کی تعلیمات سے روشنی حاصل کرتی اور پورے صدق و اخلاص سے دینی تعلیمات پر عمل کرتی ہے، وہ سختی اور فیاض ہوتی ہے۔ اس کے دونوں ہاتھ کشادہ ہوتے ہیں، وہ مختلف مواقع پر ضرورت مندوں پر پوری دریا دلی اور فیاضی سے خرچ کرتی ہے۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہوئے اسے پورا یقین اور ایمان ہوتا ہے کہ اس کا خرچ کیا ہوا ضائع نہیں جائے گا جیسا کہ فرمان الہی ہے:

﴿وَمَا تَنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ﴾ [البقرة: ۲۷۳]

”جو کچھ مال تم خرچ کرو گے، وہ اللہ سے مخفی نہ رہے گا۔“

خاتون اسلام اپنا مال خرچ کرتے ہوئے یہ ایمان رکھتی ہے کہ وہ جو کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرتی ہے، اس کا اسے دنیا و آخرت میں بہت زیادہ نفع اور خیر کثیر حاصل ہوگا جیسا کہ فرمان الہی ہے:

﴿مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلٍ فِي كُلِّ سُنْبُلَةٍ

مِائَةٌ حَبَّةٍ وَاللَّهُ يُضْعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾ [البقرة: ۲۶۱]

”جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں صرف کرتے ہیں، ان کے خرچ کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانا بویا جائے اور اس سے سات بالیاں نکالیں اور ہر بالی میں سو دانے ہوں۔ اسی طرح اللہ جس کے عمل کو چاہتا ہے، بڑھوتی (اضافہ و برکت) عطا فرماتا ہے۔ وہ وسعت والا اور علم والا ہے۔“

﴿وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ﴾ [سبا: ۳۹]

”اور جو کچھ تم خرچ کرتے ہو، اس کی جگہ وہی تم کو اور دے دیتا ہے۔“

﴿وَمَا تَنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَا نَنْفُسُكُمْ وَمَا تَنْفِقُونَ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ يُؤْتِ

الْيَكْمُ وَأَنْتُمْ لَا تَظْلُمُونَ﴾ [البقرة: ۲۷۲]

”اللہ کے رستے میں جو مال تم لوگ خرچ کرتے ہو وہ تمہارے اپنے ہی بھلے کے لیے ہے، آخر تم اسی لیے تو خرچ کرتے ہو کہ اللہ کی رضا حاصل ہو جائے تو جو کچھ مال تم اللہ کے رستے میں خرچ کرو گے اس کا پورا پورا اجر تمہیں دیا جائے گا اور تمہاری حق تلفی ہرگز نہ ہوگی۔“



ایک سچی مسلمان خاتون جب اپنا مال خرچ کرتی ہے تو اسے پورا یقین ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے عوض مال میں برکت، اضافہ اور اس کا نعم البدل عطا فرمائے گا اور اگر اس نے مال کے لالچ میں بخشش و انفاق سے ہاتھ روکے رکھا تو اللہ تعالیٰ اس کے مال میں کمی اور نقصان کر کے اسے آزمائے گا۔ حدیث میں ہے:

((ما من يوم يصبح العباد فيه الاملكان ينزلان فيقول احدهما: اللهم اعط منفقاً خلفاً ويقول الآخر: اللهم اعط ممسكاً تلفاً))<sup>(۱)</sup>

”روزانہ صبح کے وقت دو فرشتے نازل ہوتے ہیں، ان میں سے ایک کہتا ہے: ”اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اس کا نعم البدل عطا فرما۔“ دوسرا کہتا ہے: ”اے اللہ! بچا بچا کر رکھنے والے کے مال کو تلف فرما۔“ ایک حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((انفق يا ابن آدم ينفق عليك))

”اے ابن آدم! خرچ کر، تجھ پر بھی خرچ کیا جائے گا۔“<sup>(۲)</sup>

لہذا اپنے رب پر ایمان و یقین رکھنے والی ایک سچی مسلمان عورت کے دل میں کبھی یہ شک پیدا ہی نہیں ہوتا کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے مال میں کمی آتی ہے کیونکہ صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا بلکہ مال کو بڑھاتا ہے اور اس میں برکت پیدا کر دیتا ہے جیسا کہ اللہ کے رسول کا ارشاد گرامی ہے:

((مانقصت صدقة من مال))<sup>(۳)</sup>

”صدقہ سے کبھی مال میں کمی نہیں آتی۔“ [بلکہ تھوڑے مال میں بھی بہت زیادہ برکت پیدا ہو جاتی ہے] ایک مسلمان خاتون کو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی خوشنودی کو پیش نظر رکھتے ہوئے جو کچھ خرچ کیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر کئی گنا زیادہ اور بے حساب اجر سے نوازتا ہے، اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی راہ میں خرچ کیے ہوئے مال ہی کو درحقیقت باقی رہنے والا مال قرار دیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((ما بقى منها؟ قالت: ما بقى الا كنفها قال: بقى كلها غير كنفها))<sup>(۴)</sup>

(۱) [بخاری: کتاب الزکاة: باب قول اللہ تعالیٰ: فاما من اعطى واتقى (ح ۱۴۴۲)]

(۲) [بخاری: کتاب النفقات: باب فضل النفقة على الاهل (ح ۵۴۳۵۲) مسلم: کتاب الزکاة: باب الحث على

النفقة و تبشير المنفق بالخلف (ح ۹۹۳)]

(۳) [مسلم: کتاب البر و الصلة: باب استحباب العفو و التواضع (ح ۲۵۸۸)]

(۴) [ترمذی: کتاب صفة القيامة: باب قوله ﷺ في الشاة (ح ۲۴۷۰)]

”آپ کے ہاں ایک بکری ذبح اور تقسیم کی گئی، تو نبی ﷺ نے دریافت کیا: ”باقی کیا بچا ہے؟“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: ”بازو کے علاوہ کچھ نہیں بچا۔“ تو آپ نے فرمایا: ”نہیں، بلکہ بازو کے علاوہ سب کچھ بیچ گیا ہے۔“ مطلب یہ ہے کہ بازو کے علاوہ جو سارا گوشت اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیا گیا، وہی ہمارے لیے کارآمد ہے، اس لیے کہ اس کا اجر و ثواب آخرت کے لیے محفوظ ہو گیا ہے۔ [

**جو دو سخا کے اعلیٰ نمونے اپنے پیش نظر رکھتی ہے:**

رسول اللہ ﷺ کی خواہش تھی کہ جو دو سخاوت کی فضیلت لوگوں کے دلوں میں راسخ ہو جائے اور لوگ اس سے آراستہ و پیراستہ ہونے کے لیے ایک دوسرے کا مقابلہ کریں۔ جیسا کہ آپ کا فرمان ہے:

((لاحسد الا فسی اثنتین: رجل آتاه الله مالا فسلطه على هلكنه فى الحق، رجل آتاه الله حكمة فهو يقضى بها ويعلمها))

”قابل رشک تو وہی طرح کے آدمی ہیں ایک وہ جسے اللہ مال عطا فرمائے اور وہ اسے اللہ کی راہ میں لٹائے۔ دوسرا وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے حکمت سے نوازا ہے اور وہ اس کے مطابق فیصلہ کرے اور لوگوں کو اس کی تعلیم دے۔“ (۱)

جو دو سخا اسلام کے افضل اخلاق اور مسلمانوں کے بہترین اوصاف میں سے ایک ہے۔ اسی لیے جب ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سوال کیا کہ اسلام میں کون سی چیز بہترین ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((ان تطعم الطعام وتقرأ السلام على من عرفت ومن لم تعرف))

”یہ کہ تم کھانا کھلاؤ اور دوسروں کو سلام کرو، خواہ انہیں پہچانتے ہو یا نہ پہچانتے ہو۔“ (۲)

رسول کریم ﷺ سخاوت و فیاضی کی روشن مثال تھے۔ آپ ﷺ نے کبھی عطا و بخشش سے اپنا ہاتھ نہیں روکا اور نہ ہی کبھی کسی سائل کو واپس کیا، جیسا کہ صحابی رسول حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((ما سئل رسول الله ﷺ شيئا قط، فقال: لا))

(۱) [بخاری: کتاب العلم، باب الاغتباط فى العلم والحكمة (ح ۷۳) مسلم: کتاب صلاة المسافرين: باب

فضل من يقرم بالقرآن ويعلمه (ح ۷۱۶)]

(۲) [بخاری: کتاب الايمان: باب اطعام الطعام من الاسلام (۱۲) مسلم: کتاب الايمان باب بيان تفاضل ..... (۳۹)]

”رسول اللہ ﷺ سے جب بھی کسی نے کچھ مانگا تو آپ ﷺ نے کبھی ”نہیں“ کا لفظ نہیں فرمایا۔“<sup>(۱)</sup>

رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں جو کچھ آتا آپ اسے لوگوں میں تقسیم فرمادیتے اور اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لیے کچھ بچا کر نہ رکھتے۔ آپ کے لیے یہی کافی تھا کہ مال کو اس کے مستحقین تک پہنچا دیں تاکہ سخت دلوں کے بند دروازے کھل جائیں اور دلوں میں جو دو سخاوت کی خصلت جاگزیں ہو جائے۔ آپ ﷺ نے اپنی سخاوت کی بہترین اور اعلیٰ مثال قائم فرمائی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

”رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ سخی و فیاض تھے اور حضرت جبریل سے ملاقات کے وقت (یعنی رمضان کے مہینے میں) تو آپ اور بھی سخاوت کرنے لگتے تھے۔“<sup>(۲)</sup>

رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کو انفاق کی تعلیم دیتے تھے انہیں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے پر اکسایا کرتے تھے اور ان کے دلوں سے مال کی محبت نکالنے کی کوشش کرتے تھے تاکہ مال لوگوں کے درمیان منقسم رہے اور ان کی زندگیوں میں خوش حالی و فارغ البالی چھائی رہے اور جمع شدہ مال جمع کرنے والے کے لیے روز قیامت نوحست، عذاب اور اللہ کی ناراضگی کا ذریعہ نہ بن جائے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ بقیع کے قبرستان کی طرف جا رہے تھے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ، آپ سے جا ملے۔ چلتے ہوئے راستے میں آپ ﷺ نے ان سے فرمایا:

”یقیناً دنیا میں مال و دولت جمع کرنے والے قیامت کے دن تہی دست ہوں گے، سوائے ان لوگوں کے جو پوری فیاضی سے مناسب جگہوں پر خرچ کریں۔“ پھر احد پہاڑ دکھائی دیا تو نبی ﷺ نے فرمایا:

”اے ابوذر!“ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اے اللہ کے رسول! میں آپ پر قربان جاؤں، کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ”مجھے یہ پسند نہیں کہ آل محمد (ﷺ) کے پاس احد پہاڑ جتنا سونا ہو اور شام ہونے تک ان کے پاس اس میں سے ایک دینار بھی بچ جائے (یعنی آپ یہ چاہتے کہ وہ سارا اللہ کی راہ میں تقسیم کر دیا جائے)۔“<sup>(۳)</sup>

آنحضرت کے اسوہ حسنہ پر عمل کرنے کی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ قرن اول کے مسلمان سخاوت کے اس

(۱) [بخاری: کتاب الادب: باب حسن الخلق والسخاء (۶۰۳۴) مسلم: کتاب الفضائل: باب فی سخائہ (۲۳۱۱)]

(۲) [بخاری: کتاب المناقب: باب صفة النبی (ح ۳۵۵۴) مسلم: کتاب الفضائل: باب جوہدہ (ح ۲۳۰۸)]

(۳) [بخاری: کتاب الاستئذان: باب من اجاب لبلیک وسعیك (ح ۶۲۶۸) مسلم: کتاب الزکاة: باب

الترغیب فی الصلاة (ح ۹۴۳۳)]



شروع کر دیا تو حضرت سودہ رضی اللہ عنہا میں سب سے لمبے ہاتھوں والی نکلیں۔ لیکن ہمیں بعد میں معلوم ہوا کہ لمبے ہاتھوں والی سے آپ کی مراد یہ تھی کہ جو صدقہ زیادہ کرنے والی ہوگی اور وہ (حضرت زینب رضی اللہ عنہا تھیں جو) ہم سب سے پہلے (فوت ہو کر) نبی کریمؐ سے جا ملیں کیونکہ صدقہ کرنا انہیں بڑا محبوب تھا۔<sup>(۱)</sup> اس کے علاوہ بھی بہت سی سخی و فیاض عورتوں کا تذکرہ تاریخ اسلام نے محفوظ کیا ہے مثلاً:

حضرت عمر بن عبدالعزیز کی بہن، ام البنین، کو جو دو سخا کی علامت سمجھا جاتا تھا۔ وہ خود کہا کرتی تھیں کہ ہر قوم کا کوئی نہ کوئی مشغلہ ہوتا ہے جبکہ میرا مشغلہ 'سخاوت' ہے۔ وہ ہر جمعہ کو ایک غلام آزاد کرتی اور ایک مجاہد کا زور راہ تیار کرتی۔ وہ بخیلی کو نہایت نفرت سے دیکھا کرتی اور کہتی کہ اگر بخیلی کسی قمیص کا نام ہوتا تو میں ہرگز وہ قمیص نہ پہنتی اور اگر یہ کسی راستے کا نام ہوتا تو میں کبھی اس راستے پر سفر نہ کرتی۔

حضرت سیکنہ بنت حسین کے بارے میں معروف ہے کہ وہ کبھی مال بچا کر نہیں رکھا کرتی تھیں بلکہ جو کچھ آتا، اسے اللہ کی راہ میں مستحقین میں تقسیم کر دیتے۔ حتیٰ کہ اگر کبھی مسکین کو دینے کے لیے کچھ نہ ہوتا، تو زیورات اتار کر لوگوں کی ضروریات میں خرچ کر دیتیں!

حضرت عائکہ بنت یزید بن معاویہ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے اپنا سارا مال آل ابوسفیان کے مستحق لوگوں کے لیے وقف کر دیا تھا۔

خلیفہ ہارون الرشید کی بیوی زبیدہ نے حاجیوں اور مکہ والوں کے لیے ایک طویل نہر کھدوائی۔ یہ نہر اپنے دور کا ایک عجوبہ قرار پائی، اور نہر زبیدہ کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس کے اخراجات کا جب تہینہ لگایا گیا تو وہ اتنا زیادہ تھا کہ ان کے وزیر خزانہ نے مارے خوف کے نہر کھدوانے کا ارادہ ترک کر دیا جب زبیدہ کو معلوم ہوا تو اس نے کہا: ”یہ نہر لازماً کھدوائی جائے گی، خواہ کھدائی کرنے والے کی ہر ضرب پر ایک دینار لاگت آئے!“

ان کے علاوہ بھی بہت سے فیاض لوگوں کے واقعات ملتے ہیں جنہوں نے دنیا کی زندگی پر آخرت کی زندگی کو ترجیح دی اور اپنی دولت اور اپنے خون پسینے کی کمائی اللہ کی راہ میں خرچ کر دی۔ اس لیے کہ انہوں نے اللہ عزوجل کے ساتھ سچا عہد کیا تھا اور مضبوط اور ابدی تعلق قائم کیا تھا۔ چنانچہ وہ ان حقیقتوں پر ایمان لاتے تھے پھر انہیں اپنی زندگی میں عملاً نافذ کرتے تھے۔ وہ محض زبان سے جو دو سخاوت کا تذکرہ کرنے، اس

(۱) [صحیح بخاری، کتاب الزکاة (ح ۱۴۲۰) مسنم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل ام المؤمنین زینب]

کی تحسین و تعریف کرنے اور اس کے تذکرہ سے متاثر ہونے پر اکتفا نہیں کرتے تھے جیسا کہ آج کے بیشتر اغنیاء کا حال ہم دیکھتے ہیں۔ آج کل کے مال داروں میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جو کروڑ پتی اور ارب پتی ہیں، اگر وہ اپنے مال سے دریا دلی اور فیاضی سے نہ بھی خرچ کریں بلکہ صرف مال کی زکوٰۃ ہی ادا کر دیا کریں تو معاشرے سے غربتی کا یکسر خاتمہ ہو جائے لیکن یہ لوگ یہ جانتے ہوئے بھی کہ زکوٰۃ اسلام کا ایک اہم فریضہ اور رکن ہے، جو دستاویز اور فیاضی تو کیا، زکوٰۃ ادا کرنے سے بھی باز رہتے ہیں، اگر کبھی دل میں احساس پیدا ہو بھی تو کسی عید یا تہوار کے موقع پر چند سکے غریبوں میں تقسیم کر دیتے ہیں، یا تھوڑا بہت راشن اور کھانا تقسیم کر دیتے ہیں اور اس میں بھی ریا کاری سے کام لیتے ہیں۔

ایک باشعور خاتون اسلام اپنے مال کو بصیرت کے ساتھ ایسی جگہوں پر خرچ کرتی ہے جس سے اسے خیر، اور اجر و ثواب حاصل ہو، وہ نہ تو سارے کا سارا مال خرچ کر کے اپنے ورثا کو اس سے محروم کرتی ہے اور نہ ہی اپنا مال خیر کے کاموں میں خرچ کرنے سے روک رکھتی ہے، بلکہ وہ شریعت کی تعلیم اور اس کے تابندہ مقاصد کے مطابق دونوں حالتوں میں اعتدال اور میانہ روی سے کام لیتی ہے۔

سچی خاتون اسلام ہمیشہ سخی ہوتی ہے، خواہ کتنی ہی غریب ہو اور اس کے پاس کتنا ہی تھوڑا مال ہو لیکن اس کے باوجود اس کے دل میں غریب لوگوں کے لیے رحم کا جذبہ پایا جاتا ہے اور وہ دوسروں کی تکلیف اور محرومی کا وہ احساس رکھتی ہے۔ وہ یتیموں پر بھی صدقہ کرنی ہے اگر لیکن ہو تو ان کی کفالت کرتی ہے، ان کا خرچ برداشت کرتی ہے اور ان کے معاملات سے دلچسپی لیتی ہے، خواہ وہ یتیم اس کا قریبی ہو یا اجنبی۔ اس سلسلہ میں یہ حدیث نبویؐ اس کے پیش نظر رہتی ہے:

(( انا وکافل الیتیم فی الجنة هكذا و اشار بالسبابة و الأسطی و فرج بینہما ))

”میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے، یہ فرماتے ہوئے آپ ﷺ نے کلمہ

شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی سے اشارہ کیا، اور ان میں کچھ کشادگی دکھائی۔“<sup>(۱)</sup>

اسی طرح فضل و احسان اور سخاوت کرنے والی ایک مسلمان خاتون رب کی خوشنودی اور رضاجوئی کی خاطر بیوہ اور مسکین کی بھی خبر گیری کرتی ہے اور اس عظیم ثواب کی امید رکھتی ہے جو اللہ تعالیٰ بیوہ اور مسکین کی خبر گیری کرنے والے کو عطا کرے گا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

(۱) [بخاری: کتاب الادب: باب فضل من یعول یتیم] (ح- ۶۰۰۵)

(( الساعى على الارملة والمسكين كالمجاهد فى سبيل الله واحسبه قال: وكالقائم الذى لا يفترو كالصائم الذى لا يفترو ))

”یوہ اور مسکین کی خبر گیری کرنے والا، اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے۔“ (راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ) میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا تھا: ”اور مسلسل نمازیں پڑھنے والے اور مسلسل روزے رکھنے والے کی طرح ہے۔“ (۱)

### تنگ دست قرض دار کو مہلت اور سہولت دیتی ہے:

ایک سچی خاتون اسلام فراخ دل، روادار، نرم مزاج اور خوش اخلاق ہوتی ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد:

﴿وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ﴾ [البقرة: ۲۸۰]

”اگر (قرض دار) تنگ دست ہو تو کشادگی تک اسے مہلت دو۔“

پر عمل کرتے ہوئے تنگ دست قرض دار کو مہلت دینے کی طرف سبقت کرتی ہے۔ قرض دار کو تنگی و پریشانی میں دیکھ کر اسے معذور سمجھتی اور جس تنگی میں وہ مبتلا ہے اس کا لحاظ کرتے ہوئے اسے مہلت دیتی ہے۔ جو خاتون اسلام ایسا کرتی ہے، اللہ تعالیٰ روزِ قیامت کی تکلیفوں سے اسے نجات دے دیتا ہے جیسا کہ حضرت ابوقادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((من سره ان ينجيه الله من كرب يوم القيامة فلينفس عن معسر او يضع عنه))

”جس کی خواہش ہو کہ اللہ تعالیٰ اسے روزِ قیامت کی تکلیفوں سے نجات دے دے تو اسے چاہیے کہ

محتاج و تنگ دست قرض دار کو مہلت دے یا اس کا قرض معاف کر دے۔“ (۲)

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((من انظر معسرا او وضع له اظله الله اليوم القيامة تحت ظل عرشه يوم لا ظل الا ظله)) (۳)

”جو شخص تنگ دست قرض دار کو مہلت دے گا یا اس کا قرض معاف کر دے گا اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے

دن اپنے عرش کے سائے میں جگہ دے گا جب کہ اس وقت اس کے سائے کے علاوہ کہیں سایہ نہ ہوگا۔“

(۱) [بحاری: کتاب النفقات: باب فضل النفقة على الاهل (ح ۵۳۵۳) مسلم: کتاب الزهد: باب فضل

الاحسان الى الارملة والمسكين واليتيم (ح ۲۹۸۲)]

(۲) [مسلم: کتاب المساقاة: باب فضل انظار المعسر (ح ۱۵۶۳)]

(۳) [ترمذی: کتاب البيوع: باب ما جاء في انظار المعسر والرفق به (ح ۱۳۰۶)]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((كان رجل يداين الناس وكان يقول لفتاه: اذاتيت معسرا فتجاوز عنه، لعل الله ان يتجاوز عناه، فلقي الله فتجاوز عنه))

”ایک شخص لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا اور اپنے ملازم سے کہتا تھا کہ تنگ دست مقروض سے درگزر کرنا، امید ہے اللہ تعالیٰ ہم سے بھی درگزر فرمائے گا۔ جب وہ شخص اپنے اللہ سے ملا تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے درگزر فرمایا۔“<sup>(۱)</sup>

حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم سے پہلے لوگوں میں سے ایک شخص کا حساب لیا گیا تو اس کی کوئی نیکی نہ ملی سوائے اس کے کہ وہ لوگوں سے خرید و فروخت کا معاملہ کرتا تھا۔ وہ مال دار تھا۔ چنانچہ اس نے اپنے غلاموں سے کہہ رکھا تھا کہ تنگ دست مقروض سے درگزر کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((نحن احق بذلك منه تجاوز واعنه))

”ہم اس سے زیادہ درگزر کرنے والے ہیں (اور فرشتوں کو حکم دیا) اس سے درگزر کرو۔“<sup>(۲)</sup>

جن لوگوں پر خرچ کرتی ہے ان پر احسان نہیں جتاتی:

ایک سچی اور باشعور خاتون اسلام کو جب اللہ تعالیٰ اپنے راستے میں انفاق اور صدقہ کی توفیق عطا فرماتا ہے تو وہ لوگوں پر احسان نہیں جتاتی بلکہ اس کی آرزو یہ ہوتی ہے کہ اس کا شمار ان لوگوں میں ہو جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُونَ مَا أَنْفَقُوا مَنًّا وَلَا أَدَىٰ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ [البقرہ: ۲۶۴]

”جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور خرچ کر کے پھر احسان نہیں جتاتے اور نہ دکھ دیتے ہیں، ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور ان پر نہ خوف ہوگا اور نہ وہ غم کریں گے۔“

مسلمان خاتون پر یہ بات مخفی نہیں ہوتی کہ احسان جتانے اور تکلیف پہنچانے سے نیک عمل باطل اور صدقہ

(۱) [بخاری: کتاب البیوع: باب من انظر معسرا] (ح- ۲۰۷۸) مسلم: کتاب المساقاة: باب فضل انظار

(۲) [مسلم: ایضاً] (ح- ۱۵۶۱)

[المعسر: ح- ۱۵۶۲]



کا ثواب ضائع ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو احسان جتانے سے منع کیا ہے اور ڈرایا ہے کہ اس سے صدقات بے کار اور نیکیاں بے حیثیت ہو جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ اعلان خاتون اسلام کو پوری طرح متنبہ کر دیتا اور اس کے وجود کو جھجھوڑ چھوڑتا ہے اور اسے احسان جتلانے یا ازیت پہنچانے کے بارے میں سوچنے سے بھی باز رکھتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَبْطُلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَىٰ﴾ [البقرہ: ۲۶۴]

”اے ایمان لانے والو! اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور دکھ دے کر خاک میں نہ ملا دو۔“  
حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

(( ثلاثة لا يكلمهم الله يوم القيامة ولا ينظر اليهم ، ولا يزكيهم ، ولهم عذاب اليم قرأها رسول الله ﷺ ثلاث مرات قال ابو ذر : خابوا وخسروا من هم يا رسول الله ؟ قال : المسبل ، والمنان ، والمنفق سلعته بالحلف الكاذب ))

”تین شخص ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ بات کرے گا، نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا (رسول اللہ ﷺ نے یہ تین مرتبہ فرمایا) تو حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ”یہ لوگ تو تباہ و برباد ہو گئے، یہ کون لوگ ہیں اے اللہ کے رسول؟! فرمایا: (ٹخنوں سے نیچے) کپڑا لٹکانے والا۔ احسان جتلانے والا، جھوٹی قسمیں کھا کر سودا بیچنے والا۔“

دست سوال دراز کرنے سے احتیاط کرتی ہے:

ایک سچی خاتون اسلام خود دار اور بے نیاز ہوتی ہے۔ وہ کسی کے سامنے دست سوال نہیں پھیلاتی۔ جب اس پر تنگی اور پریشانی آتی ہے تو وہ صبر کا دامن تھام لیتی ہے۔ مزید محنت و مشقت اور کدو کاوش کرنے لگتی ہے اور اس کی شدید خواہش ہوتی ہے کہ وہ کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ کرے، اور نہ صدقہ و خیرات کرنے والوں کی طرف امید بھری نظروں سے دیکھے، اس لیے کہ اس دین کی تعلیمات مسلمان کو ایسا کرنے سے باز رکھتی ہیں۔ اسے عفت و پاک دامنی، استغنا و بے نیازی اور صبر پر اکساتی ہیں اور تسلی دیتی ہیں کہ عنقریب اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرے گا اور اسے مال داری، صبر اور پاک دامنی بخشے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((من يستعفف يعفه الله ومن يستغن يغنه الله ومن يتصبر يصبره الله وما اعطى احد عطاء

(۱) [مسلم: کتاب الایمان: باب بیان غلظ تحریم اسباب الازار والمن بالعطية (ح ۱۰۶)]

هو خير واوسع من الصبر))

”جو خود دار رہنا چاہے گا اللہ اسے خود دار رکھے گا، جو غنی رہنا چاہے گا اللہ اس کو غنی رکھے گا، جو صبر اختیار کرنے کی کوشش کرے گا اللہ اسے صبر عطا فرمائے گا البتہ اگر کسی کو بے مانگے کچھ مل جائے تو اس کا لینا صبر کرنے سے بہتر ہے۔“<sup>(۱)</sup>

دین اسلام، جس نے اغنیاء کے اموال میں فقراء کا حق متعین کیا ہے اس نے ایک طرف اغنیاء کو حکم دیا ہے کہ بغیر احسان جتلانے یا ایذا پہنچانے، یا تنگ دل ہوئے یہ حق ادا کریں۔ دوسری طرف اس نے غریبوں کو بھی حکم دیا کہ اس حق سے استغناء برتیں۔ اس نے اعلان کیا کہ اونچا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہے اور حقیقی مسلمان کو یہ کوشش کرنی چاہیے کہ اس کا ہاتھ نیچے نہ ہونے پائے یہی اس کے شایان شان ہے۔ اسی طرح اس نے تنگ دست اور غریب لوگوں کو اکسایا کہ دو گنی محنت کریں اور صدقہ و خیرات پر بھر وسہ نہ کر بیٹھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(( اليد العليا خير من اليد السفلى، واليد العليا هي المنفقة والسفلى هي السائلة ))

”اونچا (دینے والا) ہاتھ، نیچے (یعنی مانگنے والے) ہاتھ سے بہتر ہے۔ اونچا ہاتھ صدقہ کرنے والے کا ہے اور نچلا ہاتھ مانگنے والے کا۔“<sup>(۲)</sup>

**عفو و درگزر سے کام لیتی ہے:**

ایک متقی اور دینی تعلیمات پر لبیک کہنے والی مسلمان خاتون ’عفو و درگزر‘ کی صفت سے متصف ہوتی ہے۔ عفو و درگزر ایک بلند انسانی خصلت ہے جس کی قرآن مجید میں بہت زیادہ تعریف کی گئی ہے اور اس سے متصف ہونے والوں کو تقویٰ کا بلند نمونہ قرار دیا گیا ہے کیونکہ ان کا شمار ان نیکو کار لوگوں کے زمرے میں ہوتا ہے جو اللہ کی محبت و رضا جوئی سے سرفراز ہوتے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ [آل عمران: ۱۳۴]

”جو غصے کو پی جاتے ہیں اور دوسروں کے قصور معاف کر دیتے ہیں، ایسے نیک لوگ اللہ کو بہت پسند ہیں“

(۱) بخاری: کتاب الزکاة: باب الاستغفاف عن المسألة (ح ۱۴۶۹) مسلم: کتاب الزکاة (ح ۱۰۵۳)

(۲) بخاری: کتاب الزکاة: باب لاصدقة الا عن ظهر غنى (ح ۱۴۳۹) مسلم: کتاب الزکاة: باب بيان ان اليد

العليا خير من اليد السفلى (ح ۱۰۳۳)

عفو و درگزر اور چشم پوشی ایک بلند مقام ہے جس کی بلندی تک صرف وہی خواتین اسلام پہنچ سکتی ہیں جن کے دلوں کے بند دروازے اسلامی تعلیمات کے لیے کھل گئے ہوں اور جن کے نفوس اسلام کے وسیع اخلاق سے اثر پذیر ہوئے ہوں۔ اور انہوں نے اللہ کی بارگاہ میں ملنے والی مغفرت، اجر و ثواب اور عزت افزائی کو انتقام اور بدلہ لینے کی خواہش پر ترجیح دی ہو۔

قرآن کریم نے نفس انسانی کو اس بلند اور مشکل مقام تک پہنچانے میں ماہرانہ اسلوب اختیار کیا ہے چنانچہ اس نے فیصلہ کر دیا کہ جس شخص پر زیادتی ہوئی ہو، اسے حق ہے کہ اپنے نفس کے لیے بدلہ لے، اس لیے کہ برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے، لیکن قرآن مجید نے اسی پر اکتفا نہیں کیا کہ ظلم و زیادتی پر ہمیشہ بدلہ اور انتقام ہی لیا جائے بلکہ اس نے نرمی کرنے، صبر اور عفو و درگزر سے کام لینے اور ظالم کو معاف کر دینے کی رغبت دلائی اور بتایا کہ یہ اولوالعزمی کا مقام ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُونَ وَجِزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِ فَأُولَئِكَ مَاعَلَيْهِمْ مِنْ سَبِيلٍ إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَظْلِمُونَ النَّاسَ وَيَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ أُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ وَلَمَنْ صَبَرَوَّ عَفَرَ إِنَّ ذَلِكَ لَمِنْ الْأُمُورِ﴾ [الشورى: ۴۳، ۳۹]

”اور جب ان پر زیادتی کی جاتی ہے تو وہ اس کا بدلہ لیتے ہیں، برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے، البتہ جو کوئی معاف کر دے اور صلح اختیار کرے، اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتا اور جو لوگ ظلم ہونے کے بعد بدلہ لیں ان کو ملامت نہیں کی جاسکتی۔ ملامت کے مستحق تو وہ ہیں جو دوسروں پر ظلم کرتے اور زمین میں ناحق زیادتیاں کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے، البتہ جو شخص صبر سے کام لے اور درگزر کرے تو یہ اولوالعزمی (بلندی) کے کاموں میں سے ہے۔“

جب بھی برائی کا بدلہ برائی دیا جائے گا تو سینوں میں غیظ و غضب کے شعلے بھڑکیں گے، حقد و کینہ کے جذبات مشتعل ہوں گے اور بغض و نفرت کے احساسات پروان چڑھیں گے لیکن جب برائی کا بدلہ نیکی سے دیا جائے گا تو اس سے غیظ و غضب کے شعلے سرد پڑ جائیں گے۔ نفس کا اشتعال ماند پڑ جائے گا اور بغض و نفرت کی کدورتیں دل سے دُھل جائیں گی۔ چنانچہ جن کے درمیان باہم دشمنی چلی آ رہی ہو، وہ کسی ایک طرف سے نرمی ظاہر ہونے یا محبت آمیز سلوک کا اظہار ہونے پر پکے دوست بن جائیں گے اور باہم

شیر و شکر ہو جائیں گے اور یقیناً یہ اس شخص کی بڑی کامیابی ہے جس نے برائی کا بدلہ نیکی سے دیا۔ لیکن یہ وہ مقام ہے جسے بڑے نصیب والا ہی حاصل کر سکتا ہے کہ جب اس کے ساتھ برائی کی جائے تو وہ اس پر صبر کرے اور اس کا بدلہ نیکی سے دے۔

ایک سچی خاتون اسلام کو چاہیے کہ وہ ظلم و زیادتی کے موقعوں پر غصہ پی جائے، دوسروں کو معاف کر دے اور غفور و درگزر سے کام لے، اور اپنے بارے میں حقد و کینہ کا کوئی اثر، غضب کا کوئی شائبہ، اور بغض و نفرت کا کوئی احتمال پیدا نہ ہونے دے۔ اور قرآن مجید کی ان آیات کی مصداق بن جائے:

﴿فَاَصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيلَ﴾ [الحجر: ۸۵]

”شریفانہ درگزر سے کام لو۔“

﴿خُذِ الْعَوْفَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ﴾ [الاعراف: ۱۹۹]

”زہری اور درگزر کا طریقہ اختیار کرو۔ معروف کی تلقین کیے جاؤ اور جاہلوں سے نہ اُلجھو۔“

﴿ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾ [حم سجدہ: ۳۴]

”تم ہدی کو اس نیکی سے دفع کرو جو بہترین ہو۔“

سچی خاتون اسلام غفور و درگزر کے سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ کے اُسوۂ حسنہ کو اپنے سامنے رکھتی ہے، کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((مَاصْرَبَ رَسُولُ اللَّهِ شَيْئًا قَطُّ بِبِدِهِ وَلَا امْرَأَةً وَلَا خَادِمًا إِلَّا أَنْ يُجَاهِدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا نَبِلَ مِنْهُ شَيْءٌ قَطُّ فَبِتَّقِيهِ مِنْ صَاحِبِهِ إِلَّا أَنْ يُتَّهَكَ شَيْءٌ مِنْ مَحَارِمِ اللَّهِ تَعَالَى فَيَتَّقِيهِ لِلَّهِ تَعَالَى))

”رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا، نہ کسی عورت (بیوی اور باندی) کو نہ کسی غلام کو، الا یہ کہ آپ اللہ کے راستے میں جہاد کر رہے ہوں۔ آپ کو کبھی کسی سے تکلیف پہنچی تو آپ تکلیف پہنچانے والے سے بدلہ نہ لیتے مگر جب اللہ کی حرمتوں میں کوئی بے حرمتی کرتا تو آپ اللہ کے لیے اس سے بدلہ لیتے۔“<sup>(۱)</sup>

آپ ﷺ اخلاق ربانی کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے۔ آپ کا عظیم اخلاق تمام لوگوں کے لیے تھا۔ آپ لوگوں کی برائی کا بدلہ برائی سے نہیں لیتے تھے بلکہ اس کے مقابلہ میں غفور و درگزر اور جاہلوں سے اعراض

(۱) [مسلم: کتاب الفضائل: باب مباحثته ﷺ للائام واختياره من اطباع اسهله (ح ۲۳۲۸)]

کا اخلاق پیش کرتے تھے اور برائی کو نیکی کے ذریعے دفع کرتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جا رہا تھا آپ موٹے کنارے والی ایک نجرانی چادر اوڑھے ہوئے تھے راستے میں ایک دیہاتی ملا، اس نے چادر پکڑ کر بہت زور سے کھینچا، میں نے دیکھا کہ نبی ﷺ کے کندھے پر چادر کے زور سے کھینچنے کی وجہ سے نشان پڑ گیا پھر وہ کہنے لگا: ”اے محمد! مجھے بھی اس مال میں سے دو جو اللہ نے آپ کو دیا ہے۔“

((فَأَلْتَمَتْ إِلَيْهِ فَضَحِكَ ثُمَّ أَمَرَهُ بِعَطَاءِ))

”آپ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور مسکرا پڑے، پھر (ساتھیوں کو) حکم دیا کہ اسے کچھ دے دو۔“<sup>(۱)</sup>

عفو و درگزر کا اخلاق آپ کے نفس میں اس درجہ راسخ اور گہرا تھا کہ آپ نے اس یہودی عورت کو بھی معاف کر دیا جس نے آپ کو قتل کرنے کی سازش کی تھی، جیسا کہ بخاری و مسلم اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے کہ ایک یہودی عورت نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں زہر آلود بکری کا گوشت ہدیہ کیا، رسول اللہ ﷺ نے اس میں سے کچھ کھایا اور آپ کے ساتھ بعض صحابہؓ نے بھی کھایا پھر آپ ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا: ”ٹھہر جاؤ! یہ زہر آلود ہے۔“ اس عورت کو پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لایا گیا، آپ ﷺ نے اس سے فرمایا:

((مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا صَنَعْتَ؟ قَالَتْ: أَرَدْتُ أَنْ أَعْلَمَ إِنْ كُنْتُ نَبِيًّا فَسَيُطْلِعُكَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَكَرَنْ

تَضْرَكَ وَإِنْ لَمْ تَكُنْ نَبِيًّا اسْتَرَحْنَا مِنْكَ قَالُوا: الْآلَا نَقْتُلُهَا؟ قَالَ: (لَا) وَعَفَا عَنْهَا))

”تجھے اس حرکت پر کس چیز نے آمادہ کیا؟ اس نے کہا: میں نے یہ جاننا چاہا تھا کہ اگر آپ نبی ہوں گے تو اللہ آپ کو اس پر مطلع کر دے گا اور آپ کو کچھ نقصان نہ پہنچے گا اور اگر آپ نبی نہیں ہوں گے تو ہمیں آپ سے چھٹکارا مل جائے گا۔ صحابہؓ نے عرض کیا: ”کیا ہم اسے قتل نہ کریں؟“ آپ نے فرمایا: نہیں۔ چنانچہ آپ نے اسے معاف کر دیا۔“<sup>(۲)</sup>

جب قبیلہ دوس نے نافرمانی کی اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنے سے انکار کیا تو حضرت

(۱) [بخاری: کتاب الادب: باب التسمم والضحك (ح ۶۰۸۸) مسلم: کتاب الزکاة: باب اعطاء المؤلعة ومن

یکاف علی ایمانه ان لم یعط (ح ۱۰۵۷)]

(۲) [بخاری: کتاب الحجریة: باب اذا غدر المشركون بالمسلمین هل یوفی عنہم (ح ۳۱۶۹، ۲۶۱۷) مسلم

کتاب السلام: باب السم (ح ۲۱۹۰) ابو داؤد: کتاب الندیات (ح ۴۵۱۰، ۴۵۱۲)]

طفیل بن عمرو دوس نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ قبیلہ دوس نے نافرمانی کی اور اطاعت سے انکار کیا لہذا آپ ان کے لیے بددعا کر دیجئے۔ رسول اللہ ﷺ نے قبلہ کی طرف رخ کیا اور ہاتھ اٹھادیئے۔ لوگ کہنے لگے: دوس والے تو اب ہلاک ہو گئے۔ لیکن رحمۃ اللعالمین یوں دعا کرنے لگے:

((اللَّهُمَّ اهْدِ دَوْسًا وَآئِتِ بِهِمُ الْهُدَى اهْدِ دَوْسًا وَآئِتِ بِهِمُ الْهُدَى اهْدِ دَوْسًا وَآئِتِ بِهِمُ))

”اے اللہ! قبیلہ دوس کو ہدایت دے اور ان کو لے آ۔ اے اللہ! قبیلہ دوس کو ہدایت دے اور ان کو لے آ۔“<sup>(۱)</sup>

ایک روایت میں ہے:

((وَأَعْفُ عَمَّنْ ظَلَمَكَ)) ”جو تم پر ظلم کرے تم اسے معاف کر دو۔“

### غصہ نہیں کرتی:

ایک سچی مسلمان عورت اپنے نفس کو ہمیشہ حلم و بردباری اور غفور و دوگنڈر پر قائم رکھتی ہے، ہمیشہ غصے کو ضبط کرتی ہے اور ان احادیث پر عمل کرتی ہے:

((لَيْسَ الشَّدِيدُ بِالصَّارِعِ إِنَّمَا الشَّدِيدُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ))

”طاقت ور وہ نہیں جو کسی کو بچھاڑ دے، بلکہ طاقتور وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس پر قابو پالے۔“

ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ مجھے کوئی نصیحت فرمائیں تو آپ ﷺ نے اس سے صرف ایک بات کی نصیحت فرمائی کہ: ((لَا تَغْضَبْ)) ”غصہ نہ کیا کرو۔“<sup>(۲)</sup>

اس شخص نے اس کے بعد بھی کئی بار نصیحت کی درخواست کی اور آپ ﷺ نے ہر بار سے یہی جواب دیا: ((لَا تَغْضَبْ)) ”غصہ نہ کیا کرو۔“<sup>(۳)</sup>

بسا اوقات مسلمان خاتون کو غصہ بھی آتا ہے مگر اس کا یہ غصہ اپنے نفس کے لیے نہیں ہوتا بلکہ اللہ کے لیے ہوتا ہے یعنی جب دینی شعائر کو پامال کیا جاتا ہے، اللہ کے محارم کی بے حرمتی کی جاتی ہے اور اللہ کے

(۱) [بخاری: کتاب الجهاد: باب الدعاء للمشرکین بالهدی لیتألفہم (ح ۲۹۳۷) مسلم: کتاب فضائل

الصحابة: باب من فضائل غفار واسلم (ح ۲۵۲۴)]

(۲) [مسند احمد (۱۵۸/۴) مستدرک حاکم (۱/۲-۱۶۱/۲)]

(۳) [بخاری: کتاب الادب: باب الحذر من الغضب (ح ۶۱۱۴) مسلم: کتاب البر والصلة (ح ۲۶۰۹)]

(۴) [بخاری: ایضاً (ح ۶۱۱۶)]

احکام کو پس پشت ڈالا جاتا ہے تو اس وقت وہ اللہ کی حرمتوں کی بے حرمتی کرنے والوں اور اس کی شریعت اور احکام کے ساتھ کھیل کرنے والوں کے خلاف زبردست غصہ کرتی ہے۔  
زنی سے پیش آتی اور سختی سے اجتناب کرتی ہے:

سچی، دیندار، متقی اور باشعور مسلمان عورت دوسروں کے ساتھ ہمیشہ زنی سے پیش آتی ہے اور سختی و درشتی سے اجتناب کرتی ہے، اس لیے کہ اہل ایمان کا کردار یہ ہے کہ وہ تمام معاملات میں زنی اور آسانی کو اختیار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے یہی پسند کیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ [البقرة: ۱۸۵]

”اللہ تمہارے ساتھ نرمی کرنا چاہتا ہے، سختی نہیں چاہتا۔“

آنحضرت ﷺ نے بھی آسانی کرنے پر اُکسایا اور سختی کرنے سے منع کیا ہے، چنانچہ آپ نے فرمایا:

((علموا ويسروا ولا تعسروا واذا غضب احدكم فليسكت))<sup>(۱)</sup>

”لوگوں کو تعلیم دو، آسانی کرو، سختی نہ کرو اور جب کسی کو غصہ آئے تو اسے چاہیے کہ خاموش ہو جائے۔“

سختی کرنے اور معاملات کو پیچیدہ بنانے کا سہارا وہی عورت لیتی ہے جس کے اخلاق میں کبھی طبیعت میں تنگی اور دینی تربیت میں نقص و خلل ہو۔ رہی وہ عورت جو باسلیقہ اور اسلامی آداب سے آراستہ ہو، وہ نہ سختی کرتی ہے، نہ پیچیدگی چاہتی ہے اور نہ ہی معاملات میں رخنہ ڈالنے کی کوشش کرتی ہے۔ وہ رسول کریم ﷺ کی اس سیرت سے رہنمائی حاصل کرتی ہے جس کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

((ماخبر رسول الله بين امرين قط الا اختار ايسرهما ما لم يكن اثما ، فان كان اثما كان ابعده

الناس منه وما انتقم رسول الله لنفسه في شئ قط الا تنتهك حرمة الله فينتقم لله تعالى))

”رسول اللہ ﷺ کو جب دو کاموں میں اختیار دیا جاتا تو جو کام ان میں سے آسان ہوتا اور اس میں

کوئی گناہ بھی نہ ہوتا، تو اسے آپ اختیار فرماتے۔ لیکن اگر اس میں گناہ ہوتا تو اس سے دور رہتے۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے نفس کے لیے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا لیکن جب اللہ کی حرمتوں کی پامالی

ہوتی تو آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے لیے انتقام لیتے تھے۔“<sup>(۱)</sup>

(۱) [مسند احمد (ج ۱ ص ۲۸۳)]

(۲) [بخاری: کتاب المناقب: باب صفة النبي ﷺ (ح ۳۵۶۰) مسلم: کتاب الفضائل (ح ۲۳۷۷)]

## مسلمان عورت حسد نہیں کرتی:

ایک سچی مسلمان عورت کو جن بری اور ناپسندیدہ صفات سے اجتناب کرنا چاہیے، ان میں سے ایک 'حسد' بھی ہے۔ خاتون مسلم کی صفات یہ ہونی چاہئیں کہ اس کا نفس حسد اور کینہ کی کدورتوں سے پاک ہو۔ کردار کی یہ پاکیزگی ہی انسان کو جنت میں داخل کرتی ہے خواہ اس کا شمار بہت زیادہ عبادت کرنے والوں، رات کو نوافل پڑھنے اور دن کو روزہ رکھنے والوں میں نہ ہوتا ہو۔ امام احمد اور امام نسائی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "ابھی ہمارے سامنے ایک ایسا آدمی آنے والا ہے جو جنتی ہے۔"

آپ کی اس بات کے بعد ایک انصاری آدمی نمودار ہوا جس کی داڑھی سے وضو کا پانی ٹپک رہا تھا اور جس نے اپنے بائیں ہاتھ میں اپنے جوتے اٹھا رکھے تھے۔ جب دوسرا دن ہوا تو تب بھی آپ ﷺ نے اسی طرح فرمایا، اور اس مرتبہ بھی وہی انصاری شخص نمودار ہوا۔ جب تیسرا دن ہوا تو نبی کریم ﷺ نے پھر وہی بشارت دی اور اس مرتبہ بھی اس بشارت کے بعد وہی انصاری شخص نمودار ہوا۔ اگویا تینوں مرتبہ بشارت کا مستحق وہی قرار پایا!

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے تو حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اس آدمی کے پیچھے ہوئے جس کے متعلق آپ ﷺ نے جنت کی بشارت دی تھی اور اس سے کہنے لگے:

"میرا اپنے والد صاحب سے کچھ اختلاف ہو گیا ہے اور میں نے قسم کھالی ہے کہ میں تین روز تک ان کے گھر نہیں جاؤں گا، اگر آپ اجازت دیں تو کیا میں آپ کے ہاں یہ تین روز گزار سکتا ہوں۔"

اس انصاری نے کہا: "ضرور، ایسی کون سی بات ہے؟"

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس شخص کے ہاں تین راتیں گزاریں، میں نے دیکھا کہ وہ رات کو قیام بھی کوئی خاص نہیں کرتا اور بھی کوئی خاص عبادت نہیں کرتا۔ البتہ ایک بات تھی کہ جب رات کو نیند اچاٹ ہو جاتی تو وہ اپنے بستر پر پہلو بدلتے اللہ تعالیٰ کا ذکر ضرور کرتا یہاں تک کہ نماز فجر کا وقت ہو جاتا۔ اس کے علاوہ میں نے جب بھی انہیں گفتگو کرتے سنا تو دیکھا کہ وہ ہمیشہ بھلائی ہی کی بات کرتے تھے۔ اسی طرح تین راتیں گزار لیں۔ میرے خیال میں ان کا عمل معمولی تھا، چنانچہ میں نے ازراہ حیرت



ان سے کہا:

”اللہ کے بندے! غصہ نہ کرنا، حقیقت یہ ہے کہ میرے اور میرے والد کے درمیان کوئی غصہ اور ناراضگی نہ تھی، بات دراصل یہ تھی کہ میں نے آپ کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ کی زبان مبارک سے سنا کہ آنحضرت ﷺ نے آپ کے لیے کہا تھا کہ ”ابھی تمہارے سامنے ایک آدمی آئے گا جو جنتی ہے۔“ تین دن حضور نے یہ بات کہی اور تینوں مرتبہ آپ ہی آتے رہے۔ اس لیے میری خواہش تھی کہ میں آپ کے ہاں رہ کر آپ کا وہ عمل تلاش کرنے کی کوشش کرتا جس نے آپ کو اس مقام تک پہنچایا ہے تاکہ میں بھی اس عمل کو اختیار کر کے یہ رتبہ پالیتا لیکن میں نے تین دن آپ کے ہاں رہ کر یہ دیکھا ہے کہ آپ تو کوئی ایسا خاص عمل نہیں کرتے! آپ بتائیے، وہ کیا چیز ہے جس نے آپ کو اس بلند تر رتبہ تک پہنچا دیا ہے؟“

وہ صاحب کہنے لگے: ”عمل تو وہی ہے جو تم نے دیکھ لیا، اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔“

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کے اس جواب کو سن کر میں نے واپسی کی راہ لی، جب میں مڑا تو انہوں نے مجھے بلایا اور کہا:

(( مَا هُوَ إِلَّا رَأَيْتَ غَيْرَ أَنَّى لَا أَجِدُ فِي نَفْسِي لِأَحَدٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ غِشًا وَلَا أَحْسَدًا أَحَدًا عَلَى خَيْرٍ أَعْطَاهُ اللَّهُ إِيَّاهُ ))

”جو کچھ تم نے دیکھا اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ البتہ میں اپنے دل میں کسی مسلمان کے بارے میں کھوٹ نہیں رکھتا ہوں اور نہ ہی کسی سے اس بات پر حسد رکھتا ہوں کہ اللہ نے اسے فلاں چیز سے کیوں نوازا ہے۔“

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: (( هَذِهِ النَّبِيُّ بَلَّغَتْ بِكَ وَهِيَ النَّبِيُّ لَا تُطِيقُ ))

”ہاں! یہی تو وہ چیز ہے جس نے آپ کو اس بلند تر مرتبہ تک پہنچا دیا ہے اور ہم لوگ اس چیز کی طاقت نہیں رکھتے!“<sup>(۱)</sup>

اس حدیث سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ آخرت میں انسان کے اچھے انجام اور اللہ کی بارگاہ میں اس کے بلند تر درجہ حاصل کرنے میں حقد و کینہ سے نفس کی پاکیزگی اور حسد و غداری سے دل کی صفائی کا بڑا دخل

(۱) {مسند احمد (ج ۳ ص ۱۶۶) عمل اليوم والليلة، از نسائی (ح ۸۶۳)}

ہے۔ صاف دلی کا یہ اثر اس وقت بخوبی واضح ہو جاتا ہے جب ہم اس شخص (جس نے معمولی عبادت ہی کی تھی مگر حسد و کینہ سے بچنے کی وجہ سے وہ جنت کا مستحق ہو گیا) کا موازنہ اس عورت سے کرتے ہیں جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ وہ رات بھر نوافل پڑھتی ہے اور دن بھر روزہ رکھتی ہے لیکن اپنے پڑوسیوں کو تکلیف پہنچاتی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ((هِيَ فِي النَّارِ)) ”وہ جہنمی ہے۔“<sup>(۱)</sup>

اس لیے کہ اسلام کے ترازو میں اسی شخص کا پلڑا بھاری ہے جو سچا اور صاف دل ہے، جس کا نفس دعا بازی، غداری، حسد اور کینہ سے پاک ہوتا ہے، خواہ نقلی عبادت وہ کم ہی کرتا ہو۔ لیکن اس کے باوجود اس کی مثال اس صاف ستھری اینٹ کی طرح ہے جو اسلامی معاشرہ کی عمارت میں مضبوطی کے ساتھ لگی ہوئی ہو۔ لیکن جس شخص کے سینے میں لوگوں سے بغض، حسد، اذیت رسانی اور دعا بازی پر وہان چڑھ رہی ہو، اس کی نقلی عبادت خواہ کتنی ہی زیادہ ہوں مگر اسلام کے ترازو میں اس کا پلڑا ہلکا ہوتا ہے، اس لیے کہ اس کی مثال معاشرہ کی عمارت میں لگی ہوئی اس بوسیدہ اور خراب اینٹ کی سی ہے جو بسا اوقات اپنے جھسی دوسری اینٹوں کے ساتھ مل کر عمارت کے منہدم ہونے کا سبب بنتی ہے!

### مبالغہ آرائی اور تکلف سے گفتگو نہیں کرتی:

باشعور اور سچی خاتون اسلام مبالغہ آرائی کرنے اور تکلف سے بنا بنا کر بولنے سے اجتناب کرتی ہے۔ وہ نمایاں ہونے کی خواہش میں یا لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے یہ تکلف گفتگو نہیں کرتی۔

مبالغہ آرائی اور متکلفانہ انداز گفتگو ایک باعمل خاتون کے اخلاق کے منافی ہے بلکہ یہ تو اس بے کار اور بے حیثیت انسان کی عادت بد ہے جس کا مقصد خود کو نمایاں کرنا، اپنی شخصیت کو ابھارنا اور لوگوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرانا ہوتا ہے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے مبالغہ آرائی کرنے اور تکلف سے بنا بنا کر بولنے والوں پر سخت تکلیف فرمائی ہے اور آپ کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی ان پر سخت تکلیف کی ہے یہاں تک کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((والذی لالہ الا هو مارایت احد اکان اشد علی المتنتعین من رسول اللہ ولا رایت احد اشد علیہم من بعدہ من ابی بکر وانی لاظن عمر کان اشد اهل الارض خوفا علیہم اولہم))

”اس ذات کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے مبالغہ آرائی کرنے اور تکلف سے بنا بنا کر

(۱) [مسند احمد (ج ۲ ص ۴۴۰)]







”میرے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ آپ نے ہم لوگوں کو سلام کیا۔ پھر ایک کام کے لیے آپ نے مجھے بھیجا جس کی وجہ سے میں اپنی ماں کے پاس دیر سے پہنچا، تو میری ماں نے پوچھا: دیر کیوں ہوئی؟ میں نے کہا: ”رسول اللہ ﷺ نے ایک کام کے لیے بھیج دیا تھا۔“ میری ماں نے کہا: کیا کام تھا؟ میں نے کہا: ”یہ رسول اللہ ﷺ کا راز ہے، اس لیے میں نہیں بتاؤں گا۔“ تو میری ماں نے کہا:

((لَا تُخْبِرَنَّ بَسْرًا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَحَدًا)) ”رسول اللہ ﷺ کا راز کسی اور کو بھی نہ بتانا۔“<sup>(۱)</sup>

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ماں نے انہیں رسول اللہ ﷺ کے راز کو پوشیدہ رکھنے کا خواہش مند دیکھا تو ان میں اس خواہش کو مزید تقویت پہنچائی اور انہیں تاکید کی کہ رسول اللہ ﷺ کا راز کسی کو نہ بتانا۔ چنانچہ انہوں نے وہ راز کسی کو نہ بتایا حتیٰ کہ جلیل القدر تابعی حضرت ثابت بن اسلم کو بھی نہیں۔ راز سے واقف ہونے کی خواہش حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ماں کو اس بات پر آمادہ نہ کر سکی کہ وہ اپنے چھوٹے بچے کو بہلا پھسلا کر رسول اللہ ﷺ کا وہ راز معلوم کر لیں، جسے وہ چھپا رہے تھے۔ یہ ہے اسلام کی تربیت اور یہ ہے وہ بلند مقام جہاں اس تربیت کے نتیجے میں ایک مسلمان فائز ہوتا ہے خواہ مرد ہو یا عورت یا بچہ۔

راز کا انشاء ایک بدترین اور گھناؤنی عادت ہے۔ زندگی میں ہر چیز کہنے کی نہیں ہوتی بہت سے معاملات ایسے ہوتے ہیں جن کے بارے میں مروت و شرافت اور غیرت کا تقاضہ یہ ہوتا ہے کہ وہ صیغہ راز ہی میں رہیں۔ خاص طور پر اس وقت جب وہ راز خانگی زندگی سے تعلق رکھتے ہوں۔ ایسی باتوں کو وہی شخص لوگوں کے درمیان عام کرے گا جس کی عقل میں فتور ہو یا جس کے اندر اوچھاپن اور کمینگی ہو۔ یہ لوگ اللہ کے نزدیک بدترین ہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ مِنْ أَشْرَّ النَّاسِ عِنْدَ اللَّهِ مَنْزِلَةَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ الرَّجُلُ يُفْضِي إِلَى الْمَرْأَةِ وَتُفْضِي إِلَيْهِ ثُمَّ يَنْشُرُ سِرَّهَا))

”قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بدترین درجہ اس شخص کا ہوگا جو اپنی بیوی سے ہم آغوش ہو پھر اس کے راز کی تشہیر کرتا پھرے۔“<sup>(۲)</sup>

(۱) [مسلم: کتاب فضائل الصحابة: باب من فضائل انس بن مالك (ح ۲۴۸۲) بخاری: کتاب الاستيذان (۶۲۸۹)]

(۲) [مسلم: کتاب النکاح: باب تحريم افشاء سر المرأة (ح ۱۴۳۷)]

## فراخ دل ہوتی ہے:

دینی احکام کا شعور رکھنے والی مسلمان خاتون دوسروں کے ساتھ معاملہ کرنے میں فیاضی اور فراخ دلی سے کام لیتی ہے، اسے اچھی طرح معلوم ہوتا ہے کہ فراخ دلی کی خصلت سے متصف شخص سے لوگ محبت کرنے لگتے ہیں، اس کے ساتھ وہ اللہ کی خوشنودی اور اس کے عفو و رحمت کا بھی مستحق ہو جاتا ہے جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(( رَحِمَ اللَّهُ رَجُلًا إِذَا بَاعَ وَإِذَا اشْتَرَىٰ وَإِذَا اقْتَضَىٰ ))

”اللہ اس شخص پر رحم فرمائے جو خرید و فروخت کے موقع پر قرض کا تقاضا کرتے وقت فراخ دلی سے کام لیتا ہے۔“<sup>(۱)</sup>

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(( حُوسِبَ رَجُلٌ مِّمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَلَمْ يُوْجَدْ لَهُ مِنَ الْخَيْرِ إِلَّا أَنَّهُ كَانَ رَجُلًا يُخَالِطُ النَّاسَ وَكَانَ مُوسِرًا فَكَانَ يَأْمُرُ غُلَمَانَهُ أَنْ يَتَجَاوَزُوا عَنِ الْمُعْسِرِ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فَتَحْنُ أَحَقُّ بِذَلِكَ مِنْهُ فَتَجَاوَزُوا عَنْهُ ))

”تم سے پہلے کے زمانے کے ایک شخص کا محاسبہ کیا گیا تو اس کے پاس کوئی نیکی نہ ملی سوائے اس کے کہ وہ لوگوں کے ساتھ لین دین کرتا تو فراخ دلی سے کام لیتا تھا، وہ خوش حال تھا چنانچہ اس نے اپنے غلاموں کو حکم دے رکھا تھا کہ تنگ دست سے درگزر کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم اس کے اس سے زیادہ حق دار ہیں۔ چنانچہ اللہ کے حکم سے فرشتوں نے اسے چھوڑ دیا۔“<sup>(۲)</sup>

## خندہ پیشانی سے ملتی ہے:

ایک مسلمان خاتون اپنے شوہر اور دیگر رشتہ داروں سے ہمیشہ خندہ پیشانی سے ملتی ہے، کیونکہ اسے معلوم ہے کہ پسندیدہ اخلاقیات میں ایک چیز یہ بھی ہے کہ لوگوں کے ساتھ خندہ پیشانی اور شگفتہ روئی کے ساتھ ملا جائے، چہرہ کھلا ہوا ہو اور اس سے مسکراہٹ جھلکتی ہو تو خاندان کے دل میں محبت بڑھ جاتی ہے جبکہ اسلامی تعلیمات کی رو سے یہ حسن اخلاق بھی ہے اور نیکی کے کاموں میں سے ایک کام بھی۔ اسلام نے خندہ پیشانی

(۱) [بخاری: کتاب البيوع: باب السهولة والسماحة لشراء البيع (ح ۲۰۷۶)]

(۲) [مسلم: کتاب المساقاة: باب فضل انظار المعسر (ح ۱۰۶۱)]

سے ملنے پر اُکسایا ہے، چنانچہ صحیح مسلم میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(( لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوفِ شَيْئًا وَلَوْ أَنَّ تَلَقَّ أَحَاكَ بِوَجْهِ طَلْقِي ))

”معمولی سی نیکی کو بھی حقیر نہ سمجھو، خواہ وہ اپنے بھائی کے ساتھ خندہ پیشانی سے ملنا ہی کیوں نہ ہو۔“<sup>(۱)</sup>

صحیح بخاری و مسلم حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں:

(( مَا زَأْنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْذُ أَسْلَمْتُ إِلَّا تَبَسَّمْ فِي وَجْهِ ))<sup>(۲)</sup>

”میرے اسلام لانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے جب بھی مجھے دیکھا تو خندہ پیشانی ہی سے ملے۔“

غیر اسلامی ماحول میں پرورش پانے والی ایک عورت اس طرح زندگی گذارتی ہے کہ وہ کسی پڑوسی کو یا کسی رشتہ دار کو دیکھ کر خوشی کا اظہار نہیں کرتی اور نہ ہی کسی سہیلی سے ملنے وقت اس کے چہرے پر محبت کی مسکراہٹ نمایاں ہوتی ہے۔ وہ ہمیشہ حیران و پریشان اپنے خیالوں میں گمن اور مادی زندگی کے تقاضوں کی تکمیل میں ہمہ تن مشغول رہتی ہے۔ مادی زندگی نے اس کے جذبات کے شعلے سرد اور روحانی آسودگی کے سوتے خشک کر دیے ہیں۔ اگر ایک مسلمان خاتون بھی اسلام کے بتائے ہوئے اعلیٰ اخلاقیات کو پس پشت ڈال دے تو اس کا بھی انجام اسی طرح بھیانک ہوگا!

### خوش طبع ہوتی ہے:

ایک مسلمان عورت اپنے رشتہ داروں، سہیلیوں اور دوسری عورتوں کے ساتھ خوش طبعی اور ظرافت سے پیش آتی ہے۔ ہنسی مذاق اور خوش طبعی کے موقعوں پر ان سے ہنسی مذاق کرتی ہے۔ وہ نہ اپنے ہنسی مذاق میں غلو کرتی ہے کہ اس سے لوگوں کو اذیت پہنچے اور نہ ہی اپنی سنجیدگی میں حد سے تجاوز کرتی ہے کہ اس کی سنجیدگی لوگوں پر گراں گذرے، بلکہ اس کی ہنسی مذاق اسلامی حدود کے اندر ہوتا ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کرتی جیسا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہنسی مذاق اور خوش طبعی کرتے تو وہ کہتے: اللہ کے رسول! آپ بھی دل لگی کرتے ہیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(( إِنِّي لَا أَقُولُ إِلَّا حَقًّا ))

(۱) [مسلم: کتاب البر والصلۃ: باب استحباب طلاقۃ الوجه عند اللقاء: (ح) ۲۶۲۶]

(۲) [بخاری: کتاب مناقب الانصار: باب ذکر جریر بن عبداللہ البجليؓ (ح) ۳۸۲۲] مسلم: کتاب فضائل

الصحابة: باب من فضائل جریر بن عبداللہؓ (ح) ۲۴۷۵]



”میں (دل لگی میں بھی) صرف سچ بات کہتا ہوں۔“<sup>(۱)</sup>

معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ بھی ہنسی مذاق کیا کرتے تھے مگر آپ ہنسی مذاق میں بھی حق بات ہی کہتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی یہی حال تھا۔ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کے درمیان ہونے والی خوش طبعیوں اور ہنسی مذاق کے سلسلہ میں بہت سے پر لطف واقعات اور دلچسپ و پاکیزہ لطائف مروی ہیں، ان میں سے کچھ یہاں بیان کیے جا رہے ہیں:

”رسول اللہ ﷺ اپنے کسی صحابی کے بچے (جس کی کنیت ابو عمیر تھی) سے ہنسی مذاق کیا کرتے تھے۔ اس نے ایک پرندہ پال رکھا تھا جس سے وہ کھیلتا تھا۔ ایک دن آپ ﷺ نے اس کو رنجیدہ اور غمگین دیکھا تو فرمایا: کیا بات ہے ابو عمیر؟ کچھ غمگین نظر آ رہا ہے! لوگوں نے بتلایا کہ: ”اللہ کے رسول! اس کا وہ پرندہ مر گیا ہے، جس سے یہ کھیلتا تھا، تو رسول اللہ ﷺ اس بچے سے مذاق کرتے ہوئے کہنے لگے:

(( اَبَا عُمَيْرُ! مَا قَعَلَ النُّعَيْرُ ))

”ابو عمیر! تمہاری نُعَيْر (یعنی چڑیا) کو کیا ہوا؟“<sup>(۲)</sup>

ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے ایک سواری مانگی۔ آپ ﷺ نے مذاق کرتے ہوئے فرمایا:

(( اِنَّا حَامِلُوكَ عَلٰی وَ لَدِ نَاقَةٍ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا اَصْنَعُ بِوَلَدِ نَاقَةٍ؟ فَقَالَ الرَّسُوْلُ ﷺ: وَهَلْ تَلِدُ الْاَبْلُ الْاَلْثُوْقُ ))

”ہم تمہیں اونٹنی کا بچہ دیں گے۔ اس شخص نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں اونٹنی کا بچہ لے کر کیا کروں گا؟ (مجھے تو اونٹ چاہیے) آپ ﷺ نے فرمایا: کیا اونٹ اونٹنی کا بچہ نہیں ہوتا!“<sup>(۳)</sup>

امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی ہے کہ ایک دیہاتی تھا جس کا نام زاہر تھا۔ وہ نبی اکرم ﷺ کو دیہات سے تحفے بھیجا کرتا تھا اور نبی ﷺ بھی اسے تحفہ تحائف سے نوازتے تھے۔ اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ازراہ مزاح فرمایا: ”زاہر ہمارے دیہاتی اور ہم ان کے شہری ہیں۔“ رسول

(۱) [ترمذی: کتاب البر والصلة: باب ماجاء فی المزاح (ح ۱۹۹۰)]

(۲) [بخاری: کتاب الادب: باب الکنية للصبي وقيل ان يولد للرجل (ح ۶۲۰۳) مسلم: کتاب الادب: باب

جواز تکتية من لم يولد له (ح ۲۱۵۰)]

(۳) [ابو داؤد: کتاب الادب: باب ماجاء فی المزاح (ح ۴۹۹۸) ترمذی: کتاب البر والصلة (ح ۱۹۹۱)]

اللہ ﷺ ان سے محبت کرتے تھے۔ وہ ذرا بد شکل تھے ایک مرتبہ وہ اپنا کوئی سامان فروخت کر رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور پیچھے سے ان کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا نہیں، کہنے لگے: مجھے چھوڑو، کون ہے؟“ پھر مڑے تو دیکھا کہ نبی ﷺ ہیں۔ (تو بس پھر کیا تھا! فوراً) انہوں نے اپنی کمر نبی ﷺ کے سینہ مبارک سے لگادی اور مسلسل لگائے رہے اور رسول اللہ ﷺ اعلان کرنے لگے:

((مَنْ يَسْتَسِرِّي الْعَبْدُ؟ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِذَنْ وَاللَّهِ تَجِدُنِي كَأَسَدٍ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَكِنْ عِنْدَ اللَّهِ لَسْتُ بِكَاسِدٍ)) أَوْ قَالَ: ((لَكِنْ عِنْدَ اللَّهِ أَنْتَ غَالٍ))

”اس غلام (کے سامان) کو کون خریدے گا؟ انہوں نے کہا: ”یا رسول اللہ، اللہ کی قسم! آپ تو مجھے بہت ارزاں اور کم قیمت پائیں گے۔“ آپ ﷺ نے فرمایا: لیکن اللہ کے نزدیک تم ارزاں نہیں بلکہ قیمتی ہو۔“ ایک بڑھیا نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: ”اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے جنت میں داخل کرے۔ آپ ﷺ نے خوش طبعی کرتے ہوئے فرمایا: ”اے بڑھیا! جنت میں کوئی بڑھیا نہیں جاسکتی!“ اس بڑھیا نے رونا شروع کر دیا تو آپ نے فرمایا: ”اسے بتاؤ کہ یہ بڑھیا ہو کر نہیں بلکہ جوان ہو کر جنت میں جائے گی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّا أَنشَأْنَا هُنَّ إِنثَاءً فَجَعَلْنَا هُنَّ أُنثَاءً﴾ [الواقعة: ۳۵، ۳۶]<sup>(۱)</sup>

”اہل جنت کی بیویوں کو ہم خاص طور پر نئے سرے سے پیدا کریں گے اور انہیں باکرہ بنا دیں گے۔“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

”میں ایک سفر میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھی۔ ابھی میں نو عمر تھی، بدن بھاری نہیں ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا: ”آگے چلے جاؤ۔“ لوگ آگے بڑھ گئے تو پھر مجھ سے فرمایا: ”آؤ دوڑ کا مقابلہ کریں۔“ میں نے آپ کے ساتھ دوڑ لگائی اور آپ سے آگے نکل گئی۔ آپ خاموش ہو گئے۔ یہاں تک کہ جب میں فر پہ ہو گئی، میرا بدن بھاری ہو گیا اور میں اس واقعہ کو بھول چکی تھی تو ایک مرتبہ پھر آپ کے ساتھ سفر میں نکلی۔ آپ نے لوگوں سے فرمایا: ”آگے چلے جاؤ۔“ لوگ آگے بڑھ گئے تو آپ نے

(۱) [مسند احمد (۱۶۱/۳) ترمذی فی الشامائل (ح ۲۳۸)]

(۲) [شامائل ترمذی (ح ۲۳۹) شرح السنة (۱۸۳/۳)]

مجھ سے فرمایا: ”آؤ دوڑ کا مقابلہ کرتے ہیں۔“ میں نے دوڑ کا مقابلہ کیا تو آپ مجھ سے آگے بڑھ گئے۔ آپ ہنسنے لگے اور کہنے لگے: یہ پہلی جیت کا بدلہ ہے۔“ (۱)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ اسلام اپنے فرزندوں میں خوش طبعی، زندہ دلی اور روح کی لطافت و شریعتی دیکھنا چاہتا ہے۔ یہ صفات ایسی ہیں جو انسان کو خوش اخلاق اور لوگوں کے درمیان محبوب شخصیت عطا کرتی ہیں، جن سے لوگوں کے دل فتح کئے جاسکتے ہیں۔

### لوگوں کو خوش رکھتی ہے:

دینی تعلیمات سے روشنی حاصل کرنے والی ایک مسلمان خاتون جہاں بھی جاتی ہے، خوشی و مسرت کی جھونکے پھیلانے کی کوشش کرتی ہے اور دوسروں میں انس و محبت اور خوشی و سرور پیدا کرنے کی سعی کرتی ہے۔ جواز کے حدود میں رہتے ہوئے لوگوں کو خوش کرنا اور ان کے دلوں میں خوشی و مسرت پیدا کرنا اسلام میں مطلوب و مستحسن ہے، شریعت نے اس کی ترغیب دی ہے تاکہ مسلمانوں کے معاشرے میں محبت و مودت اور خوشی و مسرت کی فضا پیدا ہو۔ ایک حدیث میں ہے:

((من لقی اخاه المسلم بما يحب الله ليسره بذلك ستره الله عز وجل يوم القيامة))

”جو شخص اپنے مسلمان بھائی سے ملے اور اس سے اللہ کی خوشنودی کی ایسی باتیں کرے کہ وہ خوش ہو جائے، تو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ بھی اسے خوش کر دے گا۔“ (۲)

ایک مسلمان خاتون بہت سے جائز کاموں کے ساتھ اپنے مسلمان بہنوں کو خوش کر سکتی ہے مثلاً: اچھی بات، محبت آمیز مسکراہٹ، خوش کن و دلنریب ہنسی، تسلی بخش غمخواری، پر خلوص ملاقات، بے لوث عطیہ وغیرہ۔ ان کاموں سے دوسروں کے دلوں میں محبت پیدا کی جاسکتی ہے اور حقد و کینہ اور نفرت کی کدورتوں کو دور کیا جاسکتا ہے۔

### غرور اور تکبر نہیں کرتی:

سچی اور مثالی خاتون اسلام تکبر اور غرور نہیں کرتی۔ نہ ہی وہ لوگوں کے سامنے تکبر سے گردن میڑھی کر کے اکڑا کے چلتی ہے، اس لیے کہ قرآن مجید میں صاف صاف یہ اعلان کر دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابدی

(۱) [مسند احمد (ج ۶ ص ۲۶۴) ابو داؤد، کتاب الجہاد، باب فی السبق علی الحل (ج ۳ ص ۴۱)]

(۲) [المعجم الصغیر (ج ۲ ص ۱۴۷)]

زندگی کا چین و سکون اور راحت و آرام تکبر کرنے والوں پر حرام کر دیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴾

”وہ آخرت کا گھر تو ہم نے ان لوگوں کے لیے مخصوص کر دیں گے جو زمین میں اپنی بڑائی نہیں چاہتے اور نہ فساد کرنا چاہتے ہیں اور اچھا انجام تو متقین کے لیے ہے۔“ [القصص: ۸۳]

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(( لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبَرٍ فَقَالَ رَجُلٌ: إِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ أَنْ يَكُونَ ثَوْبُهُ حَسَنًا وَنَعْلُهُ حَسَنَةً؟ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ، الْكِبَرُ بَطْرُ الْحَقِّ، وَغَمَطُ النَّاسِ ))<sup>(۱)</sup>

”جس شخص کے دل میں ذرا برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ ایک شخص نے عرض کیا: آدمی چاہتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو اور جوتا خوب صورت ہو۔ (کیا یہ بھی تکبر ہے؟) فرمایا: ”نہیں، بے شک اللہ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔ تکبر یہ ہے کہ آدمی حق کا انکار کرے اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔“

ایک حدیث میں ہے:

(( أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ النَّارِ: كُلُّ عَثَلٍ جَوَاطِئِ مُسْتَكْبِرٍ ))

”کیا میں تم کو نہ بتلاؤں کہ جہنم میں کون لوگ جائیں گے؟ ہر وہ شخص جو سرکش، بخیل اور متکبر ہے۔“<sup>(۲)</sup>

ایک حدیث میں ہے:

(( لَا يَنْظُرُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَى مَنْ جَزَّ إِزَارَهُ بَطْرًا ))

”اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھے گا جو تکبر سے اپنا تہبند گھسیٹتا ہوا چلتا ہو۔“<sup>(۳)</sup>

اس لیے کہ بڑائی اور عظمت الوہیت کی صفات میں سے ہے، یہ انسانوں کی شان نہیں کیوں کہ وہ کمزور پیدا کئے گئے ہیں۔ اس لیے جو لوگ تکبر کرتے ہیں اور سرکشی کا رویہ اختیار کرتے ہیں وہ لوگ دراصل مقام الوہیت پر دست درازی کرتے ہیں چنانچہ ان کا انجام یہ ہوگا کہ وہ دردناک عذاب میں مبتلا کر دیئے جائیں:

(۱) [مسلم: کتاب الایمان: باب تحریم الکبر و بیانہ (ح ۹۱)]

(۲) [بخاری: کتاب الادب: باب الکبر (ح ۶۰۷۱) مسلم: کتاب الحنة: باب النار یدخلها الجبار (ح ۲۸۵۳)]

(۳) [بخاری: کتاب اللباس: باب من جر ثوبه من الخیلاء (ح ۵۷۸۸) مسلم: کتاب اللباس (ح ۲۰۸۷)]

گے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

((الْعَزُّ إِزَارِي وَالْكِبْرِيَاءُ رِدَائِي فَمَنْ يُنَازِعْنِي فِي وَاحِدٍ مِنْهُمَا فَقَدْ عَدَّ بَنْتَهُ))

”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، عزت (برائی) میری تہ بند ہے اور عظمت میری چادر ہے، جو شخص ان دونوں میں سے کسی ایک کو مجھ سے چھیننے کی کوشش کرے گا اس پر میں عذاب نازل کر دوں گا۔“<sup>(۱)</sup>

ایک حدیث میں ہے:

((مَنْ تَعَظَّمَ فِي نَفْسِهِ أَوْ اخْتَالَ فِي مَشِيئِهِ لَقِيَ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضَبَان))

”جو شخص اپنے جی میں بڑا بنے گا یا تکبر سے اترا کر چلے گا، وہ اللہ عزوجل سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ اس سے ناراض اور اس پر غضب ناک ہوگا۔“<sup>(۲)</sup>

### عاجزی و انکساری (تواضع) اختیار کرتی ہے:

ایک مسلمان خاتون غرور اور تکبر میں مبتلا ہونے کی بجائے ہمیشہ عاجزی و انکساری اور تواضع کو پسند کرتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے کوئی شخص جتنا تواضع کرے گا، اتنا ہی اللہ کے نزدیک اس کا درجہ بلند ہوگا جیسا کہ درج ذیل احادیث سے معلوم ہوتا ہے:

((مَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلَّهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللَّهُ))

”جو کوئی اللہ کے لیے تواضع کرے گا اللہ اس کا درجہ بلند کرے گا۔“<sup>(۳)</sup>

((إِنَّ اللَّهَ أَوْحَى إِلَيَّ أَنْ تَوَاضَعُوا حَتَّى لَا تَفْخَرُوا أَحَدًا عَلَى أَحَدٍ وَلَا تَبْغِي أَحَدًا عَلَى أَحَدٍ))

”اللہ نے مجھ پر وحی بھیجی ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ تواضع سے پیش آؤ کوئی کسی پر بڑا بننے کی کوشش نہ کرے اور نہ کوئی کسی پر زیادتی کرے۔“<sup>(۴)</sup>

رسول اللہ ﷺ کی زندگی تواضع، فروتنی، نرمی، لطف و مہربانی اور فراخ دلی کا زندہ اور بے مثل نمونہ تھی۔ یہاں تک کہ آپ کھیلتے ہوئے بچوں کے پاس سے گذرتے تو آپ کی نبوت اور عالی شان مقام ان کو سلام

(۱) [مسلم: کتاب البر والصلوة: باب تحريم الكبر (ح ۲۶۲۰)]

(۲) [مسند احمد (ج ۲ ص ۱۱۸) الادب المفرد (ح ۵۴۹)]

(۳) [مسلم: کتاب البر والصلوة: باب استحباب العفو والتواضع (ح ۲۵۸۸)]

(۴) [مسلم: کتاب الجنة: باب الصفات التي يعرف بها أهل الدنيا أهل الجنة وأهل النار (ح ۲۸۶۵)]

کرنے اور ان سے خندہ پیشانی سے پیش آنے اور خوش طبعی کرنے سے مانع نہ ہوتا تھا۔<sup>(۱)</sup>

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہما کے رسول ﷺ کی عاجزی و انکساری کا حال اس طرح بیان کرتے ہیں:

(( اِنَّهٗ يَتَّوْبُ اِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ يَخْطُبُ فَقُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، رَجُلٌ غَرِيْبٌ جَاءَ يَسْأَلُ عَنْ دِيْنِهٖ لَا يَدْرِى مَا دِيْنُهٗ ؟ فَاَقْبَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَتَرَكَ خُطْبَتَهٗ حَتّٰى اَنْتَهٰى اِلَيَّ فَاَتٰى بِكُرْسِيٍّ فَنَعَدَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ يُعَلِّمُنِي مِمَّا عَلَّمَهُ اللّٰهُ لَمْ اَتِيْ خُطْبَتَهٗ فَاَتَمَّ اِخْرَاجَهَا ))

”میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت آپ خطبہ دے رہے تھے۔ میں نے عرض کیا: ”اے اللہ کے رسول ﷺ! میں ایک مسافر ہوں اور دین کے متعلق کچھ پوچھنے آیا ہوں کیونکہ میں دین کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ رسول اللہ ﷺ میری طرف متوجہ ہوئے اور خطبہ چھوڑ کر میرے پاس تشریف لائے۔ ایک کرسی لائی گئی جس پر آپ تشریف فرما ہوئے اور جن چیزوں کا علم آپ کو اللہ نے دیا تھا، اس میں سے مجھے سکھایا۔ پھر اس کے بعد خطبہ پورا کیا۔“<sup>(۲)</sup>

اللہ کے رسول کی ایک حدیث میں ہے:

”اگر مجھے ایک بکری کے ایک پائے یا ایک دستی کی دعوت دی جائے تو میں وہ بھی قبول کر لوں۔“<sup>(۳)</sup>

عرب معاشرے میں بکرے کے پائے یا دستی کو گھٹیا چیز سمجھا جاتا تھا مگر اللہ کے رسول کی عاجزی کا یہ عالم ہے کہ آپ اُسے بھی حقیر نہ سمجھتے۔ تواضع کی یہ کتنی درخشندہ اور تابناک مثال ہے اور انسانی عظمت کا کتنا اعلیٰ مقام ہے۔ سبحان اللہ!!

**بلند مقاصد کو پیش نظر رکھتی ہے:**

ایک سچی مسلمان خاتون ہمیشہ بلند تر مقاصد کو پیش نظر رکھتی ہے اور گھٹیا اغراض و مقاصد، پست مفادات اور لالیعنی اور مہمل کاموں کے لیے اس کے پاس فرصت نہیں ہوتی، کیونکہ اس کی تربیت اور نشوونما، کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی تعلیمات پر ہوتی ہے، اس لیے وہ سنجیدگی اور وقار کو پسند کرتی ہے اور بے جا ہنسی

(۱) [بخاری: کتاب الاستئذان: باب التسليم على الصبيان (ح ۶۲۴۷) مسلم: کتاب السلام: باب استحباب

السلام على الصبيان (ح ۲۱۶۸)]

(۲) [مسلم: کتاب الجمعة: باب حديث التعلیم في الخطبة (ح ۸۷۶)]

(۳) [بخاری: کتاب الادب: باب من اجاب الی کراع (ح ۵۱۷۸)]

و مذاق اور بیہودگی کو ناپسند کرتی ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

(( ان الله عزوجل كريم يحب الكرماء ويحب معالي الامور ويكره سفاسفها ))  
 ”اللہ، عزت و جلال اور تکریم والا ہے، اور وہ نیک و معزز لوگوں سے محبت کرتا ہے، بلند کاموں کو پسند کرتا ہے اور پست اور گھٹیا کاموں کو ناپسند کرتا ہے۔“ (۱)

### مہمان نوازی ہوتی ہے:

ایک مسلمان خاتون مہمان نوازی ہوتی ہے، مہمان کے آنے پر خوش ہوتی ہے اور اس کے اکرام و اعزاز کی طرف لپکتی ہے جیسا کہ رسول اللہ کا ارشاد ہے:

((من كان يومن بالله واليوم الآخر فليكرم ضيفه))

”جو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو، اسے چاہیے کہ وہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔“ (۲)

گویا مہمان کی عزت کرنے والا، اپنے عمل سے ثابت کرتا ہے کہ وہ اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔ اسی لیے اس عزت و اکرام کو بعض احادیث میں ”انعام“ سے تعبیر کیا گیا ہے جو مہمان کو دیا جاتا ہے گویا یہ مہمان کا شکر یہ ہے کہ اس نے میزبان کو نیک عمل کا موقع دیا جس سے اس کا ایمان تازہ ہوتا اور اس کا رب خوش ہوتا ہے، جیسا کہ حدیث نبویؐ ہے:

((من كان يومن بالله واليوم الآخر فليكرم ضيفه جائزته قالوا: وما جائزته يا رسول الله؟

قال: يومه وليلته والضيافة ثلاثة ايام فما كان ورآء ذلك فهو صدقة))

”جو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کی عزت کرے اور اس کا انعام دے۔“ صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ”اے اللہ کے رسول! اس کا انعام کیا ہے؟“ فرمایا: ”ایک دن اور ایک رات پر تکلف مہمانی کرے، ویسے مہمان نوازی تین دن تک ہے اور اس سے زائد صدقہ ہے۔“ (۳)

اسلام میں مہمان نوازی کوئی اختیاری فعل نہیں جو لوگوں کے مزاج، نفسیات اور شخصی اجتہادات کے تابع

(۱) [مستدرک حاکم (ج ۱ ص ۴۸) المعجم الكبير (ج ۵۹۲۸)]

(۲) [بخاری: کتاب الادب: باب من كان يومن بالله واليوم الآخر فلا يؤذی جاره (ج ۶۰۱۸) مسلم: کتاب

الایمان: باب الحث علی اکرام الحار والضيف (ج ۴۷)]

(۳) [بخاری: ایضاً (ج ۶۰۱۹) مسلم: کتاب اللقطة: باب الضيافة ونحوها (ج ۴۸/۱۴)]

ہو، بلکہ یہ ہر مسلمان پر فرض اور لازم ہے کہ دن ہو یا رات، جب بھی کوئی مہمان اس کا دروازہ کھٹکھٹائے تو یہ اس کی مہمان نوازی اور خاطر و مدارت کرے، حدیث نبویؐ ہے:

((ليلة الضيف حق واجب على كل مسلم فمن اصبح بفناقه فهو دين عليه فان شاء

اقتضاه وان شاء تركه))

”رات میں آنے والے شخص کی مہمان نوازی ہر مسلمان پر واجب حق ہے، اسی طرح اگر کوئی صبح آئے تو اس کی مہمان نوازی اس پر فرض ہے اب اگر (مہمان) چاہے تو اس کا تقاضا کرے اور چاہے تو چھوڑ دے۔“<sup>(۱)</sup>

رہیں وہ عورتیں جو مہمان کے آنے پر تنگ دل ہو جاتی ہیں اور اس پر اپنے دروازے بند کر لیتی ہیں، ان کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لاخير فيمن لا يضيف))

”جو شخص مہمان نوازی نہ کرے، اس میں کوئی خیر نہیں۔“<sup>(۲)</sup>

اسلام نے مہمان نوازی کو ہر مسلمان پر واجب قرار دیا ہے اور اسے مہمان کا حق شمار کیا ہے جس کی ادائیگی میزبان پر فرض ہے، اور اس میں کوتاہی ایک مسلمان کے شایان شان نہیں۔ لیکن اگر لوگوں کے دلوں میں لالچ اور بخیلی پیدا ہو جائے اور وہ مہمان کا حق ادا کرنے سے گریز کریں تو اسلام نے مہمان کو اجازت دی ہے کہ وہ ان سے اپنا حق وصول کر لے۔ جیسا کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: ”اے اللہ کے رسول! آپ ہمیں سفر پر بھیجتے ہیں تو راستے میں ہمیں ایسے لوگوں کے یہاں ٹھہرنا پڑتا ہے جو ہماری مہمان نوازی نہیں کرتے، ایسے موقع پر آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

((ان نزلتم بقوم فامرلكم بما ينبغي للضيف فاقبلوا فان لم يفعلوا فخذوا منهم حق الضيف

الذي ينبغي لهم))

”اگر تم ایسے لوگوں کے یہاں ٹھہرو اور وہ تمہارے ساتھ ویسا ہی معاملہ کریں تو تم خود ان سے مہمان کا حق زبردستی وصول کر لو جو ان پر عائد ہوتا ہے۔“<sup>(۳)</sup>

(۱) [ابو داؤد: کتاب الاطعمه: باب ماجاء في الضيافة (ح ۳۷۵۰) ابن ماجه: كتاب الادب (ح ۳۶۷۷)]

(۲) [مسند احمد (ح ۴ ص ۱۵۵)]

(۳) [بخاری: كتاب الادب: باب اكرام الضيف خدمته اياه بنفسه (ح ۶۱۳۷)]



مہمان نوازی اسلام کے عمدہ اخلاق میں سے ہے، اسی لیے کوئی مسلمان خاتون جس کا اسلام بہتر اور اخلاق اچھا ہو، وہ مہمان نوازی میں بخل نہیں کر سکتی۔ خواہ اس کی اقتصادی حالت جیسی بھی ہو۔ اس لیے کہ اسلام نے تعلیم دی ہے کہ دو آدمیوں کا کھانا تین آدمیوں کے لیے کافی ہے اور تین آدمیوں کا کھانا چار آدمیوں کے لیے کافی ہے۔ اس لیے کہ اگر اچانک کوئی مہمان آپہنچے تب بھی کوئی پریشانی نہیں ہونی چاہیے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((طعام الاثنتين كافي الثلاثة وطعام الثلاثة كافي الاربعة))<sup>(۱)</sup>

”دو آدمیوں کا کھانا تین آدمیوں کے لیے کافی ہے اور تین آدمیوں کا کھانا چار آدمیوں کے لیے کافی ہے۔“

ایک روایت میں ہے: ”..... اور چار آدمیوں کا کھانا آٹھ آدمیوں کے لیے کافی ہے۔“<sup>(۲)</sup>

حجی خاتون اسلام کھانے پر زیادہ لوگوں کے جمع ہو جانے سے نہیں ڈرتی، جس طرح کہ ایک غیر مسلم خاتون ڈرتی ہے کہ اگر کوئی شخص اچانک آپہنچے جس کے لیے پہلے سے کھانا تیار نہ کیا گیا ہو تو اسے کھانے میں شریک نہیں کرتی۔ اس کے برعکس مسلمان خاتون اچانک آ جانے والے مہمان کا استقبال کرتی ہے، اسے اپنے کھانے میں شریک کر لیتی ہے اور اسی طرح اگر اس کے پیٹ کے حصہ سے چند لقمے کم ہو جائیں تو اس کو گراں نہیں سمجھتی، اس لیے کہ بھوکا رہ جانا حجی خاتون اسلام کے نزدیک مہمان سے اعراض کرنے سے بہتر ہے، کیونکہ مہمان کی عزت کرنے کا اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حکم دیا ہے۔ ایسے موقع پر اللہ تعالیٰ ایک آدمی کے کھانے میں برکت عطا فرماتا ہے کہ وہ دو آدمیوں کے لیے کافی ہو جاتا ہے اور دو آدمیوں کے کھانے میں برکت عطا فرماتا ہے کہ وہ چار آدمیوں کے لیے کافی ہو جاتا ہے۔

ہمارے اسلاف نے مہمان نوازی کی اعلیٰ مثال قائم کی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کو بھی مہمان نوازی کی مثال پسند آئی۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

”ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اپنی بیویوں کے پاس کہلا بھیجا (کہ جو کچھ کھانا ہو بھیج دو) سب نے جواب دیا کہ ”ہمارے پاس پانی کے سوا کچھ نہیں۔“ تب رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا: ”اس شخص کی کون مہمان نوازی کر سکتا ہے؟“ ایک انصاری نے عرض کیا: ”میں۔“

(۱) [بخاری: کتاب الاطعمة: باب طعام الواحد يكفي الاثنتين (ح ۵۳۹۲) مسلم: کتاب الاشرية: باب فضيلة

المواساة في الطعام القليل (ح ۲۰۵۸) (۲) [مسلم: ابضار (ح ۲۰۵۹)]

پھر وہ اسے اپنے گھر لے گئے اور اپنی بیوی سے کہا: ”رسول اللہ ﷺ کے مہمان کی خاطر تو وضع کرو۔“ بیوی نے کہا: ”میرے پاس بچوں کے کھانے کے علاوہ کچھ نہیں۔“ انہوں نے کہا: ”چراغ درست کر لینا اور جب وہ مہمان کھانے کا ارادہ کرے، تو بچوں کو سلا دینا۔“ ان کی بیوی نے ایسا ہی کیا، کھانا تیار کر لیا، چراغ درست کر لیا اور بچوں کو سلا دیا۔ پھر وہ کھڑی ہوئی اور چراغ درست کرنے کے بہانے اسے بچھا دیا اور دونوں نے مہمان کے ساتھ بیٹھ کر یہ ظاہر کیا کہ اس کے ساتھ وہ بھی کھا رہے ہیں۔ اس طرح انہوں نے (مہمان کو کھانا کھلا دیا اور خود) فاقے سے رات گذاردی۔ جب صبح ہوئی اور وہ صحابی رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((لقد عجب الله من صنعكما بضيفكما الليلة))

”تم دونوں (میاں بیوی) نے رات اپنے مہمان کے ساتھ جو معاملہ کیا وہ اللہ کو بہت پسند آیا۔“ اور اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿وَيُؤْتِرُونَ عَلَىٰ انْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُوْقِ شِعْرَ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ

المفلحون﴾ [الحشر: ۹]

”وہ اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں، خواہ اپنی جگہ خود محتاج ہوں حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اپنے دل کی تنگی سے بچائے گئے وہی فلاح پانے والے ہیں۔“

سچی خاتون اسلام سمجھ دار اور ذہین ہوتی ہے۔ وہ جب اپنے کسی عزیز کے ہاں مہمان بن کر جاتی ہے تو اس کے حالات کا خیال رکھتی ہے اور زیادہ دن اس کے گھر بڑاؤ نہیں کرتی کہ اس کے رہنے سے میزبان کو دشواری، پریشانی اور حرج لاحق ہو یہاں تک کہ بسا اوقات معاملہ تنگی، دل برداشتگی اور نفرت و کراہت تک پہنچ سکتا ہے۔ بلکہ وہ رسول کریم ﷺ کی تعلیمات سے یہ جانتی ہے کہ آپ نے ایسا کرنے کو حرام قرار دیا ہے اور اسے اسلام کی روح کے منافی بتلایا ہے جیسا کہ امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((لا يحل لمسلم ان يقيم عند اخيه حتى يوثمه قالوا: يا رسول الله او كيف يوثمه؟ قال يقيم

عنده ولا شئى له يقريه به))

”کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی کے یہاں اتنا (عرصہ تک) ٹھہرے کہ اسے گناہ گار کر دے۔ صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اسے گناہ گار کیسے کر دے گا؟ آپ نے فرمایا: اس

طرح کے وہ میزبان کے ہاں اتنا ٹھہرے کہ اس کی ضیافت کے لیے میزبان کے پاس کچھ نہ رہے!“  
ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((ولا يحل له ان ينوي عنده حتى يحرجه))

”اس کے لیے جائز نہیں کہ اپنے بھائی کے ہاں اتنا ٹھہرے کہ اسے تنگی میں ڈال دے۔“<sup>(۱)</sup>

دوسروں کو اپنی ذات پر ترجیح دیتی ہے:

اسلام کے سرچشموں سے سیراب ہونے والی ایک سچی خاتون اسلام ہمیشہ ایثار اور قربانی کرتی ہے، خواہ خود غربت اور فقر میں مبتلا ہو، اس لیے کہ اسلام نے اپنی تعلیمات کے ذریعے اسے ایثار کا عادی بنا دیا ہوتا ہے۔ اور اسے رغبت دلائی ہوتی ہے کہ وہ ایثار کی راہ اختیار کرے حتیٰ کہ ایثار کے ذریعے وہ دوسروں کے مقابلے میں امتیاز حاصل کر لے۔ انصاری صحابہ رسول کریم ﷺ کے بعد ایثار کے پہلے علم بردار تھے، یہاں تک کہ ان کی صفت ایثار پر قرآن نازل ہوا جس میں ان کے بے مثل ایثار کی تحسین و تعریف کی گئی۔ ان کے ایثار کی عظمت کا اندازہ محض اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب ان کے مہاجر بھائی تہی دست و تہی دامن ان کے یہاں آئے تو انہوں نے خندہ روئی کے ساتھ ان کا استقبال کیا اور اپنی ہر چیز میں انہیں شریک کر لیا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف ان لفظوں میں بیان فرمائی:

﴿وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُفُوَرِهِمْ حَاجَةً مِمَّا أُوتُوا وَيُؤْتُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُوقِ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ [الحشر: ۹]

”اور وہ لوگ جو مہاجرین کی آمد سے پہلے ہی ایمان لاکر دارالہجرت میں مقیم تھے، وہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے ان کے پاس آتے ہیں اور جو کچھ بھی ان (مہاجرین) کو دے دیا جائے اس کی کوئی حاجت تک یہ اپنے دلوں میں محسوس نہیں کرتے، اور اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں خواہ اپنی جگہ خود محتاج ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اپنے دل کی تنگی سے بچا لیے گئے وہی فلاح پانے والے ہیں۔“

نبی ﷺ کی حیات طیبہ ایثار سے پرتھی۔ آپ ﷺ نے خود عمل کر کے صفت ایثار کو صحابہ کرامؓ کے نفوس

(۱) [صحیح مسلم: کتاب النقطۃ: باب الضیافۃ ونحوھا]

میں راسخ کیا اور ان کی طبیعتوں اور عادتوں میں اسے پیوست کیا۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک بنی ہوئی چادر لے کر آئی اور عرض کیا: ”میں نے اس کو اپنے ہاتھ سے بنا ہے تاکہ آپ کو پہناؤں۔“ نبی ﷺ نے اس کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے اسے لے لیا، پھر آپ ﷺ اس کا تہبند بنا کر باہر ہمارے مجمع میں تشریف لائے تو ایک شخص نے کہا:

”کتی اچھی ہے! یہ مجھے دے دیجئے۔“ آپ ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ آپ اسی جگہ بیٹھے رہے پھر تھوڑی دیر بعد تشریف لے گئے اور وہ چادر اتار کر لپیٹی اور مانگنے والے کو بھیج دی۔ لوگ اس شخص سے کہنے لگے: تم نے اچھا نہیں کیا۔ نبی ﷺ اسے پہنے ہوئے تھے، آپ کو اس کی ضرورت بھی تھی، پھر بھی تم نے مانگ لی حالانکہ تم جانتے ہو کہ آپ کسی سائل کو واپس نہیں کرتے۔“ اس نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے اسے اس لیے نہیں مانگا کہ اسے پہنوں بلکہ صرف اس لیے مانگا کہ یہ میرا کفن بنے۔“ سیدنا سہل فرماتے ہیں کہ وہ چادر اس کے کفن ہی میں کام آئی۔“ (۱)

اپنی عادتوں کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرتی ہے:

سچی خاتون اسلام کا ایک امتیازی وصف یہ ہے کہ وہ اپنی ہر پسندیدہ عادت کو اسلام کے سانچے میں ڈھالتی ہے۔ وہ جاہلانہ عقائد و تصورات کی بجائے اسلامی عقائد و تصورات کو اختیار کرتی ہے۔ اس کی تمام عادات و اطوار اسلام کے امتیازی اور بنیادی اصولوں سے مستفاد و ماخوذ ہوتی ہیں، چنانچہ وہ ان عادات و اطوار کو اختیار نہیں کرتی جن سے اسلام منع کرتا ہے مثلاً:

☆..... خاتون اسلام سونے چاندی کے برتن استعمال نہیں کرتی کیونکہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

((نهانا النبي ﷺ ان نشرب فی آنية الذهب والفضة))

”نبی ﷺ نے ہمیں سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے سے منع کیا ہے۔“ (۲)

☆..... خاتون اسلام منگنی اور شادی کی ان رسموں کے پیچھے نہیں پڑتی جنہیں بے عمل مسلمانوں نے غیر مسلموں سے بغیر سوچے سمجھے قبول کر لیا ہے جیسے داہنے ہاتھ میں منگنی کی انگوٹھی پہننا، پھر شب زفاف سے بائیں ہاتھ میں منتقل کر دینا۔ اسی طرح وہ کسی غیر محرم فونوگرافر کو اجازت نہیں دیتی، جو شب زفاف میں اس

(۱) [بخاری: کتاب اللباس: باب البرود والحبر والشملة (ح ۵۸۱۰)]

(۲) [بخاری: کتاب الاشارة: باب الشرب فی آنية الذهب (ح ۵۶۳۲)]

کے اور اس کے شوہر کے یادگار فوٹو بنائے۔

☆..... اسی طرح ایک مسلمان خاتون گھر میں تصاویر لٹکانے، مجسمے نصب کرنے اور شوقیہ کتے پالنے کی عادات نہیں اپناتی کیونکہ اسلام نے ایسی عادتیں اختیار کرنے سے سخت منع کیا ہے اور انہیں تمام مسلمانوں کے لیے حرام قرار دیا جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((ان الذين يصنعون هذه الصورة يعذبون يوم القيامة يقال لهم: احيوا ما خلقتم))

”جو لوگ یہ تصویریں بناتے ہیں انہیں قیامت میں عذاب دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا جو کچھ تم نے بنایا ان میں جان ڈالو۔“<sup>(۱)</sup>

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک سفر سے تشریف لائے، تو میں نے ایک کھڑکی پر ایک پردہ لٹکا رکھا تھا جس میں کچھ تصویریں تھیں۔ جب آپ کی نظر اس پر پڑی تو آپ ﷺ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا اور آپ ﷺ نے فرمایا:

((يا عائشة اشد الناس عذابا عند الله يوم القيامة الذين يضاھون بخلق الله! قالت:

فقطعناه فجعلنا منه وسادة او وسادتين))

”اے عائشہ! قیامت کے روز سب سے سخت عذاب ان لوگوں پر ہوگا جو اللہ کی پیداکی ہوئی چیزوں کی نقل اتارتے ہیں۔“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر ہم نے اس پردے کے ٹکڑے کر کے اس سے بتائے بنالیے۔“<sup>(۲)</sup>

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لا تدخل الملائكة بيتا فيه كلب ولا صورة))

”جس گھر میں کتاب یا تصویر ہو اس میں (رحمت کے فرشتے) فرشتے نہیں آتے۔“<sup>(۳)</sup>

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ”ایک دفعہ حضرت جبریل نے رسول اللہ ﷺ سے وعدہ کیا کہ فلاں

(۱) [بخاری: کتاب اللباس: باب عذاب المصورين يوم القيامة (ح ۵۹۵۱) مسلم: کتاب اللباس: باب تحريم

تصوير صورة الحيوان (ح ۲۱۰۸)]

(۲) [بخاری: کتاب اللباس: باب ما وطفى من التصاوير (ح ۵۹۵۴) مسلم: ايضاً (ح ۲۱۰۷)]

(۳) [بخاری: کتاب اللباس: باب التصاوير (ح ۵۹۴۹) مسلم: کتاب اللباس: ايضاً (ح ۲۱۰۶)]

وقت آؤں گا، وہ وقت آ گیا مگر جبریل نہ آئے، آپ ﷺ نے فرمایا:

(( ما يخلف الله وعده ولا رسله، ثم التفت، فاذا جرو كلب تحت سريره، فقال متى دخل هذا الكلب؟ فقلت: والله مادريت به فامر به فاخرج فجاءه جبريل فقال رسول الله ﷺ وعدتني فجلست لك ولم تاتني فقال: معنى الكلب الذي كان في بيتك انالا تدخل بيتافيه كلب ولاصورة))

”اللہ اور اس کے پیغام بروعدہ خلافی نہیں کرتے، پھر آپ کی نظر چارپائی کے نیچے پڑی تو کتے کا پلانظر آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ کب آ گیا؟“ میں نے عرض کیا: ”مجھے نہیں معلوم“ آپ ﷺ نے اسے نکال دینے کا حکم دیا پھر حضرت جبریل تشریف لائے تو رسول اللہ نے فرمایا: ”آپ نے مجھ سے آنے کا وعدہ کیا تھا اور میں آپ کے انتظار میں بیٹھا رہا مگر آپ وقت پر نہ آئے۔“ حضرت جبریل نے کہا: ”مجھے اس کتے نے روک رکھا جو آپ کے گھر میں تھا، کیونکہ ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتایا تصویر ہو۔“<sup>(۱)</sup>

اسلام جو عقیدہ توحید لے کر آیا ہے اور جس نے پندرہ صدیاں قبل شرک و جاہلیت کے بتوں کو چکنا چور کر دیا تھا، ایک سچی خاتون اسلام ان بتوں کو دوبارہ مسلمانوں کی زندگی میں لانے سے انکار کرتی ہے۔ لیڈروں کی یادگار کے نام پر، یا آرٹسٹوں کی عزت افزائی اور تکریم کے طور پر، یا عالم، شاعر اور ادیب کی تعظیم کے لیے جو لوگ ان بتوں کو دوبارہ نصب کرنا چاہتے ہیں، ان کی مخالفت کرتی ہے۔ اسلامی معاشرہ توحید پر عمل پیرا ہوتا ہے، وہ اللہ کے علاوہ کسی اور کی تعظیم و تقدیس نہیں کرتا، اس لیے اسلامی معاشرے میں ان بتوں اور مجسموں کے لیے نہ کوئی جگہ ہے اور نہ کوئی قدر و قیمت!

ملاقات کے وقت ’سلام‘ کہتی ہے:

خاتون اسلام کا ایک امتیازی وصف یہ ہے کہ وہ جب بھی دوسروں سے ملتی ہے تو سب سے پہلے دین اسلام کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ’سلام‘ یعنی: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ کہتی ہے۔

دین اسلام میں ’سلام‘ کا رواج محض معاشرتی رسم کے طور پر نہیں ہے بلکہ یہ ایک متعین اور مقرر اسلامی ادب ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حکم دیا ہے اور رسول کریم ﷺ نے اپنی بے شمار احادیث میں

(۱) [مسلم: کتاب اللباس: باب تحريم تصوير صورة الحيوان (۲۱۰۴)]

اس کے اصول و ضوابط بتلائے ہیں جبکہ محدثین نے اپنی کتابوں میں ”کتاب السلام“ یا ”باب السلام“ کے نام سے اس موضوع پر مستقل باب (عنوان) قائم کیے ہیں۔ آئندہ سطور میں ’سلام‘ کہنے کے بارے میں چند آیات اور احادیث پیش خدمت ہیں:

☆..... ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْذِنُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا﴾ [النور: ۲۷]

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہو کرو جب تک کہ گھر والوں کی اجازت نہ لے لو اور گھر والوں پر سلام نہ بھیج لو۔“

☆..... ﴿وَإِذَا حُيِّئْتُمْ بِهِ فَاَحْسِنُوا وَأَنتُمْ لَهَا بِأَحْسَنٍ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا﴾ [النساء: ۸۶/۴]

”جب تمہیں کوئی سلام کرے تو اس کو اس سے بہتر طریقے کے ساتھ جواب دو یا کم از کم اسی طرح۔“

☆..... ﴿فَإِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ مُبْرَكَةً طَيِّبَةً﴾ [النور: ۶۱]

”جب گھروں میں داخل ہو کرو تو اپنے لوگوں کو سلام کیا کرو۔ یہ دعائے خیر، اللہ کی طرف سے مقرر فرمائی ہوئی ہے اور بڑی بابرکت اور بڑی پاکیزہ ہے۔“

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ اسلام میں کون سا عمل سب سے بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا:

☆..... ((تَطْعِمُ الطَّعَامَ، وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلَىٰ مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ))

”(مستحقین کو) کھانا کھلاؤ اور سلام کرو، خواہ کسی کو پہچانتے ہو یا نہ پہچانتے ہو۔“<sup>(۱)</sup>

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

☆..... ((أَمْرًا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِسَبْعٍ: بِعِبَادَةِ الْمَرِيضِ وَاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ وَتَسْمِيَةِ الْعَاطِسِ

وَنَصْرِ الضَّعِيفِ وَعَوْنِ الْمَظْلُومِ وَأَفْشَاءِ السَّلَامِ وَابْتِرَاقِ الْمُقْسِمِ))

”رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سات چیزوں کا حکم دیا۔ مریض کی عیادت کرنا۔ جنازہ میں شرکت کرنا۔

چھینکنے والے کا جواب دینا۔ کمزور کی مدد کرنا۔ مظلوم کا تعاون کرنا، سلام کو عام کرنا اور قسم پوری کرنا۔“<sup>(۲)</sup>

(۱) [بخاری: کتاب الایمان: باب اطعام الطعام (۱۲) مسلم: کتاب الایمان: باب بیان تفاضل الاسلام (۳۹)]

(۲) [بخاری: کتاب النکاح: باب حق احیاء الولیمة والدعوة (ح ۵۱۷۵) مسلم: کتاب اللباس (ح ۲۰۶۶)]

☆..... ((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتَّى تُؤْمِنُوا وَلَا تُؤْمِنُوا حَتَّى تَحَابُّوا أَوْلَا  
أَذَلَّكُمْ عَلَى شَيْءٍ إِذَا فَعَلْتُمُوهُ تَحَابَبْتُمْ؟ أَفَسُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ))

”اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم لوگ اس وقت تک جنت میں نہیں جا سکتے جب تک کہ ایمان نہ لے آؤ اور اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ باہم محبت نہ کرنے لگو۔ کیا میں تمہیں ایسی بات نہ بتلاؤں جس پر عمل کرنے سے آپس میں محبت پیدا ہو جائے گی؟ وہ یہ ہے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو بہت زیادہ سلام کہا کرو۔“<sup>(۱)</sup>

☆..... ((إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِاللَّهِ مَنْ بَدَأَهُمُ السَّلَامُ))

”لوگوں میں اللہ سے قریب وہ شخص ہے جو سلام میں پہل کرے۔“<sup>(۲)</sup>

☆..... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، کئی مرتبہ بازار تشریف لے جاتے اور جس کے پاس سے بھی گزرتے اسے سلام کرتے۔ ایک دن کسی نے آپ سے پوچھا: ”آپ بازار میں آخر کیا کرتے ہیں؟ آپ نہ تو خرید و فروخت کرتے ہیں نہ سودے کے بارے میں کچھ پوچھتے ہیں نہ قیمت وغیرہ پوچھتے ہیں اور نہ بازار کی مجلسوں میں بیٹھتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا:

((أَنَا نَعْدُو مَنْ أَحْبَلِ السَّلَامَ عَلَيَّ مِنْ لَقِينَا))

”ہم تو صرف اس لیے بازار جاتے ہیں تاکہ جو بھی ملے اس کو سلام کریں۔“<sup>(۳)</sup>

معلوم ہوا کہ سلام کہنا ایک اسلامی ادب ہے جبکہ سلام کے لیے صرف ایک صیغہ ہے جس کا ایک سچی اور حقیقی مسلمان خاتون پابندی کرتی ہے اور وہ یہ ہے: ”السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ“ اسے سلام میں پہل کرنے والی خاتون کہتی ہے جبکہ اس کے جواب میں جواب دینے والی یہ کہتی ہے:

”وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ“

ایک سچی خاتون اسلام ان کلمات کو چھوڑ کر عربی کا قدیم کلمہ جیسے..... ”عم صباحا“ (صبح خوشگوار ہو) یا عربی کا جدید کلمہ جیسے..... ”صباح الخیر“ (صبح بخیر) جو انگریزی کے (Good Morning) اور فرانسیسی کے

(۱) [مسلم: کتاب الایمان: باب بیان انه لا یدخل الجنة الا المؤمنون (ح ۵۴)]

(۲) [ابو داؤد: کتاب الادب: باب فی فضل من بدأ بالسلام (ح ۵۱۹۷) ترمذی: کتاب الاستئذان: باب ما جاء

فی فضل الذی یداء بالسلام (ح ۲۶۹۴)]

(۳) [موطا: کتاب السلام: باب جامع السلام (ح ۶)]



(Bonjour) کا لفظی ترجمہ ہے یا اسی طرح کے ان کلمات کو اختیار نہیں کرتی جو غیر مسلم معاشروں میں مروج ہیں۔

اسلام کا یہی وہ سلام ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کی پیدائش کے وقت سے ہمیشہ کے لیے اپنی مخلوق کے لیے خاص کر دیا ہے۔ آدمؑ کو بھی اسی کی تعلیم دی اور فرمایا کہ اسی کے ذریعہ فرشتوں کو سلام کریں اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ ہر جگہ آدمؑ کی ذریت اسی کو اپنائے اس لیے کہ اس میں ”سلامتی“ کے معنی پائے جاتے ہیں اور سلامتی کو ہر زمان و مکان میں انسان پسند کرتا رہا ہے۔ اس سلام کو صرف امت مسلمہ ہی نے اپنائے رکھا۔ نہ کچھ تغیر و تبدیلی کی نہ اس سے سر مو انحراف کیا ہے اور نہ ہی اس کے اختیار کرنے میں سستی کا مظاہرہ کیا ہے۔

مرد و یا عورت، سلام سب کو کیا جائے گا، بشرطیکہ کسی فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔ اس کی تائید حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث سے ہوتی ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ

((إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مَرَفَى الْمَسْجِدِ يَوْمًا وَعُصْبَةٌ مِنَ النَّسَاءِ فَعُوذُ فَاَلْوَى بِبَيْدِهِ بِالتَّسْلِيمِ))

”رسول اللہ ﷺ ایک دن مسجد میں گذرے۔ وہاں عورتوں کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی تو آپ ﷺ نے انہیں ہاتھ کے اشارے سے سلام کیا۔“<sup>(۱)</sup>

سلام کو بچوں کو بھی کیا جائے گا تاکہ وہ اسلام کے آداب و ضوابط سیکھ لیں۔ ’سلام‘ کہنے کے آداب میں یہ بات بھی شامل ہے کہ سلام پست آواز سے کیا جائے تاکہ جاگنے والے سن لیں اور سونے والوں کی نیند میں خلل بھی واقع نہ ہو۔ اور یہی رسول اللہ ﷺ کی عادت شریفہ تھی۔<sup>(۲)</sup>

کسی کے گھر بغیر اجازت داخل نہیں ہوتی:

دین اسلام کے صاف و شفاف چشمے سے سیراب ہونے والی اور دینی آداب کا شعور رکھنے والی ایک مسلمان خاتون اپنے گھر کے علاوہ دوسروں کے گھر میں بغیر اجازت داخل نہیں ہوتی، کیونکہ کسی کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اجازت لینا اللہ کا حکم ہے جس میں تسابیل یا اعراض کی گنجائش نہیں، بلکہ بغیر

(۱) [ابو داؤد: کتاب الادب: باب فی السلام علی النساء (ح ۵۲۰۴) ترمذی: کتاب الاستئذان: باب ماجاء فی

التسلیم علی النساء (ح ۶۲۹۷) ابن ماجہ: کتاب الادب: باب السلام علی الصیان والنساء (ح ۱۲۷۰۱)]

(۲) [مسلم: کتاب الاشارة: باب اکرام الضیف وفضل ایثاره (ح ۲۰۵۵)]

اجازت کسی کے گھر میں داخل ہونا شلوک و شبہات پیدا کر سکتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْذِنُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا فِيهَا أَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوهَا حَتَّى يُؤْذَنَ لَكُمْ وَإِنْ قِيلَ لَكُمْ ارْجِعُوا فَارْجِعُوا هُوَ أَزْكى لَكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ﴾ [النور: ۲۷، ۲۸]

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہو کرو، جب تک کہ گھر والوں کی اجازت نہ لے لو اور گھر والوں پر سلام نہ بھیج لو۔ یہ طریقہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ توقع ہے کہ تم اس کا خیال رکھو گے۔ پھر اگر وہاں کسی کو نہ پاؤ تو داخل نہ ہو جب تک کہ تم کو اجازت نہ دے دی جائے اور اگر تم سے کہا جائے کہ واپس چلے جاؤ تو یہ تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے۔“

### اجازت لینے کے آداب:

اجازت طلبی کے بھی کچھ آداب ہیں جنہیں اسلام نے ہر مسلمان مرد و عورت کے لیے لازم کیا ہے۔ پہلا ادب یہ ہے کہ دروازے کے سامنے کھڑا نہ ہو جائے بلکہ دروازے سے ہٹ کر دائیں یا بائیں جانب کھڑا ہو جائے۔ رسول اللہ ﷺ کی سنت یہی ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

((إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ إِذَا أَتَى بَابًا يُرِيدُ أَنْ يَسْتَأْذِنَ لَمْ يَسْتَقْبِلْهُ حَتَّى يَمِينًا أَوْ شِمَالًا فَإِنْ أَدِنَ لَهُ وَالْأَنْصَرَفَ))

”نبی ﷺ جب کسی کے گھر جاتے اور اجازت لینا چاہتے تو دروازے کے دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہوتے۔ اگر اجازت مل جاتی (تو داخل ہوتے) ورنہ واپس لوٹ جاتے۔“<sup>(۱)</sup>

اجازت لینے کے اس طریقے میں حکمت یہ ہے کہ کہیں کسی نامحرم پر نگاہ نہ پڑ جائے جیسا کہ حضرت بہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّمَا جَعَلَ الْأَسْتِذَانُ مِنْ أَجْلِ الْبَصَرِ))

”اجازت لینے کا حکم اس لیے مقرر ہوا ہے تاکہ کسی غیر محرم پر نظر نہ پڑ جائے۔“<sup>(۲)</sup>

(۱) [ابو داؤد: کتاب الادب: باب کم مرة یسلم الرجل فی الاستئذان (ح ۵۱۸۶)]

(۲) [بخاری: کتاب الاستئذان: باب الاستئذان من اجل البصر (ح ۶۲۴۱) مسلم: کتاب الادب (ح ۲۱۵۶)]

اس لیے اجازت لینے والے کے لیے جائز نہیں کہ وہ دروازے کے سامنے اس طرح کھڑا ہو کہ دروازہ کھلنے پر اس کی نظر اندر پہنچ جائے۔

دوسرا ادب یہ ہے کہ پہلے سلام کیا جائے، پھر اجازت مانگی جائے۔ جیسا کہ حضرت ربیع بن حراش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قبیلہ بنو عامر کے ایک شخص نے ہم سے بیان کیا کہ نبی ﷺ گھر میں تھے۔ اس نے آپ ﷺ سے آنے کی اجازت طلب کرتے ہوئے کہا: ”کیا میں اندر آ جاؤں؟“ رسول اللہ ﷺ نے اپنے خادم سے فرمایا: جاؤ اس کو اجازت مانگنے کا طریقہ بتلاؤ۔ اور اس سے کہو کہ یوں اجازت مانگے: ”السلام علیکم، کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟“ اس آدمی نے سن لیا اور کہا: ”السلام علیکم“ کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟“ نبی ﷺ نے اجازت دے دی اور وہ اندر آ گیا۔<sup>(۱)</sup>

تیسرا ادب یہ ہے کہ جب گھر کے اندر سے پوچھا جائے کون ہے؟ تو اپنی پہچان کے لیے اپنا نام یا کنیت اگر مشہور ہو تو وہ بتلائے اور کوئی مبہم کلمہ جیسے ”میں ہوں“ وغیرہ نہ کہے۔ کیونکہ نبی ﷺ نے اس بات کو ناپسند فرمایا ہے کہ دروازہ کھٹکھٹانے والا ”میں“ یا کوئی ایسا کلمہ کہے جس سے اس کی شخصیت نہ پہچانی جاسکے۔<sup>(۲)</sup> چوتھا ادب یہ ہے کہ اگر گھر والے داخل ہونے کی اجازت نہ دیں بلکہ واپس ہو جانے کو کہیں تو بغیر محسوس کیے واپس لوٹ جانا چاہیے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں یہی حکم دیا ہے:

﴿وَإِنْ قِيلَ لَكُمْ اِرْجِعُوا فَارْجِعُوا هُوَ اَزْكى لَكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ﴾ [النور: ۲۸]

”اور اگر تم سے کہا جائے کہ واپس چلے جاؤ تو واپس ہو جاؤ۔ یہ تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے خوب جانتا ہے۔“

اس طرح رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ((الْاِسْتِذْنَانُ ثَلَاثٌ فَاِنْ اَذِنَ لَكَ وَالْاَفَارِجِعُ))

”اجازت تین مرتبہ لینا چاہیے اگر تمہیں اجازت مل جائے تو داخل ہو جاؤ ورنہ واپس پلٹ جاؤ۔“<sup>(۳)</sup>

### مجلس کے آداب کا خیال رکھتی ہے:

حقیقی، مثالی، باشعور اور دینی تعلیمات سے رہنمائی حاصل کرنے والی مسلمان عورت مجلس کے ان آداب کا

(۱) ابو داؤد: کتاب الادب: باب کیف الاستئذان (ح ۵۱۷۷)

(۲) بخاری: کتاب الاستئذان: باب اذا قال من ذاق قال انا (ح ۶۲۵۰)

(۳) بخاری: کتاب الاستئذان: باب التسليم والاستئذان ثلاثا (۶۲۴۵) مسلم: کتاب الادب: باب الاستئذان (۲۱۵۳)

خیال رکھتی ہے جو رسول اللہ ﷺ کی قوی و عملی تعلیمات سے مستفاد ہیں۔ ان آداب میں سے پہلی چیز یہ ہے کہ مجلس کے آخر میں بیٹھنا چاہیے، لہذا ایک مسلمان خاتون عین مجلس کے بیچ یا آگے بیٹھنے کے لیے دوسروں کی گردنیں نہیں پھلانگتی بلکہ وہ اس ادب کا خیال رکھتی ہے جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((كُنَّا إِذَا أَتَيْنَا النَّبِيَّ ﷺ جَلَسَ أَحَدُنَا حَيْثُ يَنْتَهَى))<sup>(۱)</sup>

”جب ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو جہاں مجلس ختم ہو رہی ہوتی وہیں بیٹھ جاتے۔“ اسی طرح وہ دو عورتوں کے درمیان نہیں کود پرتی اور اگر دونوں کے درمیان بیٹھنے کی شدید ضرورت ہو تو وہ پہلے ان دونوں سے اجازت لیتی ہے۔ اس لیے کہ بغیر اجازت دو آدمیوں کو الگ کر دینے سے رسول اللہ ﷺ نے منع کرتے ہوئے فرمایا:

((لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ أَنْ يَفْرَقَ بَيْنَ الْأُنثَيْنِ إِلَّا بِإِذْنِهِمَا))<sup>(۲)</sup>

”کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ دو آدمیوں کے درمیان ان کی اجازت کے بغیر حائل ہو جائے۔“ سعید مقبری فرماتے ہیں کہ: ”میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس سے گزرا۔ ان کے ساتھ ایک آدمی تھا جس سے وہ گفتگو فرما رہے تھے۔ میں ان دونوں کے پاس کھڑا ہو گیا، تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے میرے سینے پر ایک گھونسہ مارا اور کہا:

((إِذَا وَجَدتَ اُنثَيْنِ يَتَحَدَّثَانِ فَلَا تَقُمْ مَعَهُمَا، وَلَا تَجْلِسُ مَعَهُمَا حَتَّى تَسْتَأْذِنَهُمَا فَقُلْتُ :  
أَصْلَحَكَ اللَّهُ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ إِنَّمَا رَجُوتُ أَنْ أَسْمَعَ مِنْكُمَا خَيْرًا))

”جب دو آدمیوں کو بات کرتے ہوئے دیکھو تو بغیر ان کی اجازت کے نہ ان کے پاس کھڑے ہو اور نہ ان کے ساتھ بیٹھو۔“ میں نے عرض کیا: ”اے ابو عبد الرحمن! میں صرف اس لیے کھڑا ہو گیا تھا کہ مجھے امید تھی کہ آپ دونوں سے اچھی بات سونگا!“<sup>(۳)</sup>

مجلس کا ایک ادب یہ ہے کہ اگر کوئی مجلس سے اٹھ کر اسے اپنی جگہ بٹھانا چاہے تو وہاں نہ بیٹھے، یہی بہتر

(۱) [ابو داؤد: کتاب الادب: باب فی التخلوق (ح ۴۸۲۵) ترمذی: کتاب الاستئذان (باب ۲۹ - ح ۲۷۲۵)]

(۲) [ابو داؤد: کتاب الادب: باب فی الرجل یجلس بین الرجلین بغیر اذنیہما (ح ۴۸۴۵) ترمذی: کتاب الادب:

باب ماجاء فی کراهیة الجلوس بین الرجلین بغیر اذنیہما (ح ۲۷۵۲)]

(۳) [الادب المفرد (ح ۱۱۶۶) مسند احمد (ج ۲ ص ۱۱۴)]

اور افضل ہے۔ صحابہ کرامؓ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

(( لَا يَقْبَلَنَّ أَحَدُكُمْ رَجُلًا مِنْ مَجْلِسِهِ لَمْ يَجْلِسْ فِيهِ وَلَكِنْ تَوَسَّعُوا وَتَنَسَّحُوا وَتَخَانُوا الْبَيْنَ عَمَرَ إِذَا قَامَ لَهُ رَجُلٌ مِنْ مَجْلِسِهِ لَمْ يَجْلِسْ فِيهِ ))

”کوئی شخص مجلس سے کسی شخص کو اٹھا کر اس کی جگہ ہرگز نہ بیٹھے البتہ بیٹھوں میں وسعت اور تسخیر اور سخاوت کی پیدا کرو۔“ چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا معمول تھا کہ اگر کوئی شخص ان کے لیے اپنی جگہ خالی کر دیتا تو وہ وہاں نہیں بیٹھتے تھے۔<sup>(۱)</sup>

خاتون اسلام جب مجلس میں بیٹھتی ہے تو حضور نبی کریم ﷺ سے مروی آداب کا لحاظ رکھتی ہے۔ آپ ﷺ کی مجلس کا یہ حال تھا کہ آپ مجلس میں بیٹھنے والے ہر شخص کو اس کا حق دیتے تھے۔ آپ کی مجلس میں بیٹھنے والا ہر شخص یہی سمجھتا تھا کہ آپ کے نزدیک اس سے زیادہ کوئی معزز نہیں۔ آپ ﷺ نے کسی کی مذمت کرتے، نہ کسی کو عار دلاتے، نہ کسی کے عیوب کے پیچھے پڑتے، نہ کسی کو تنگ کرتے کہ جس میں کوئی خیر و ثواب نہ ہو۔ نہ کسی کی گفتگو میں دخل اندازی کرتے یہاں تک کہ وہ اپنی رائے اظہار کرے یا مجلس سے اٹھ کر چلا جاتا۔<sup>(۲)</sup>

### مجلس میں جمائی لینے سے حتی الامکان احتراز کرتی ہے:

اسی طرح مجلس میں بیٹھنے اور مجلس کے آداب کا شعور رکھنے والی ایک مہذب خاتون اسلام حتی الامکان جمائی لینے سے احتراز کرتی ہے اور اگر جمائی آجائے تو جہاں تک ممکن ہو اس کو موقع کرنے کی ہوشیار کرتی ہے۔ کیونکہ رسول کریم ﷺ نے یہی طریقہ بتلایا ہے، آپ کا ارشاد ہے:

(( إِذَا تَنَاءَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَكْظِمْ مَا اسْتَطَاعَ ))

”جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو جہاں تک ہو سکے، وہاں سے روکنے کی ہوشیار کر۔“<sup>(۳)</sup>

اور اگر جمائی اتنی زور سے آئے کہ روک نہ سکے تو منہ پر ہاتھ رکھ لے لے تاکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

(۱) [بخاری: کتاب الاستئذان باب لا یقبل من مجلسہ من لم یجلس فیہ، ج ۱، ص ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵

((اذتآة ب آءءءءم فلىءمءسك بءءء على فءء الشءطءن ىءءء))

”جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو وہ اپنا ہاتھ منہ پر رکھ لے، اس لیے کہ ہاتھ نہ رکھنے سے شیطان منہ میں داخل ہو جاتا ہے۔“<sup>(۱)</sup>

مجلس میں جمائی لینا ایک بری اور متنفر کرنے والی عادت ہے اور ایک مہذب خاتون اسلام کے شایان شان نہیں ہے۔ اس لیے جب اسے جمائی آئے، تو اسے کھلے ہوئے منہ پر ہاتھ رکھ کر اور دوسرے لوگوں سے اس منظر کو چھپا کر اسے ختم کرنا چاہیے۔ نبی کریم ﷺ نے یہی تعلیم دی ہے کہ ایک مسلمان اپنے عمل سے مجلس میں بیٹھنے والوں کو متنفر نہ کرے اور انہیں یہ احساس نہ دلائے کہ وہ ان کے ساتھ بیٹھنے سے اکتا گیا ہے اور ان کے پاس سے جانا چاہتا ہے یا ان لوگوں کو اپنے پاس سے بھگانا چاہتا ہے۔

چھینکتے وقت اسلامی آداب کا لحاظ رکھتی ہے:

جس طرح اسلام نے مجلس میں جمائی لینے کا ادب سکھایا ہے اسی طرح چھینکنے کا بھی ادب بتلایا ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إء اللءة ىءءب العءاس وءكءرة الشاءوب فءاءاءعءس آءءءم وءمء اللءة ءعالى ءكان ءءاء على ءءل مسلمء سمعءه أن ىءقول له: ىءءءمك اللءه وءمء الشاءوب فءانءماءهوء من الشءطءن فءاءاء ءآءة ب آءءءءم فلىءرءه ما ءءءءاع فءان آءءءءم آءاء ءآءة ب ءءءك منء الشءطءن))

”اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند کرتا ہے اور جمائی کو ناپسند کرتا ہے لہذا جب کسی کو چھینک آئے تو وہ ((الءءء للہ)) کہے اور دوسرا مسلمان جو اسے سنے، اس پر لازم ہے کہ وہ ((ىءءءمك اللءه)) کہے اور دوسرا مسلمان ہو کر اسے دفع کرنے کی کوشش کرے، اس لیے کہ جب کوئی شخص جمائی لیتا ہے تو شیطان اس کو دیکھ کر ہنستا ہے۔“<sup>(۲)</sup>

معلوم ہوا کہ جسے چھینک آئے، وہ ((الءمء للءه)) کہے اور سننے والا ((ىءءمك اللءه)) کہے۔ ایک روایت میں ہے کہ پھر چھینکنے والا ىءءمك اللءه کہنے والے کے جواب میں یہ دعا کرے:

(۱) | مسلمہ: ءءاب الرءءء: باب ءءءمءء العاعءس (ء ۲۹۹۵)

(۲) | بءارى: ءءاب الءءب: باب ما ىءءءء من الععءاس وما ىءءءء من ءءاءوب (ء ۲۲۲۳)

(( يَهْدِيكُمْ اللَّهُ وَيُصَلِّحْ بِأَلْسِنَتِكُمْ ))

”اللہ تمہیں ہدایت دے اور تمہاری حالت درست فرمائے۔“

اس طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

”دو آدمیوں کو نبی کریم ﷺ کے سامنے چھینک آئی، آپ ﷺ نے ایک کی چھینک کا جواب دیا مگر دوسرے کی چھینک کا جواب نہ دیا۔ جس شخص کو چھینک کا جواب نہیں دیا تھا اس نے عرض کیا: فلاں شخص کو چھینک آئی تو آپ نے اس کا جواب دیا اور مجھے چھینک آئی تو آپ نے جواب کیوں نہ دیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اس نے ((الحمد لله)) کہا تھا جبکہ تم نے ((الحمد لله)) نہیں کہا۔“

چھینک کے موقع پر ایک دوسرے کو کہے جانے والے ان کلمات کا تجزیہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مقصود اللہ کا ذکر اور مسلمانوں کے مابین اخوت و بھائی چارگی، محبت و مودت اور اخلاص کے رشتوں کا استحکام ہے۔ چھینکنے والا اپنے سر سے اشتعال، ہیجان اور اضطراب دور ہو جانے پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہے، اور اس کی حمد بیان کرتا ہے اور دوسرا شخص جب اسے اللہ کی حمد بیان کرتے ہوئے دیکھتا ہے تو اس کے لیے رحمت کی دعا کرتا ہے کیونکہ اللہ کی حمد کرنے والا اس کی رحمت کا مستحق ہو جاتا ہے پھر چھینکنے والا چھینک کا جواب دینے والے کے لیے اس سے زیادہ لمبی اور جامع دعا کرتا ہے جو خیر و بھلائی، محبت و مودت اور انس و پیار کے معانی سے لبریز ہوتی ہے۔

چھینکنے کا ایک ادب یہ بھی ہے کہ چھینکنے والا اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لے اور جہاں تک ہو سکے اپنی آواز پست رکھنے کی کوشش کرے۔ نبی کریم ﷺ کی چھینکنے کے وقت یہی عادت تھی۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

(( كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا عَطَسَ وَضَعَ يَدَهُ أَوْ تَوْبَهُ عَلَى فِيهِ وَخَفَضَ أَوْ غَضَّ بِهَا صَوْتَهُ شَكًّا  
الرَّوِيُّ ))<sup>(۳)</sup>

”رسول کریم ﷺ کو جب چھینک آتی تو اپنا دست مبارک یا کپڑا منہ پر رکھ لیتے اور آواز پست کر لیتے۔“

(۱) بخاری: کتاب الادب: باب ادعطس كيف يشمت (ح ۶۲۲۴) |

(۲) بخاری: کتاب الادب: باب لا يشمت العاض اذله يحمد الله (ح ۶۲۲۵) مسلمہ (ح ۲۹۹۱) |

(۳) ابو داؤد: کتاب الادب: باب في العطاس (ح ۵۰۲۹) ترمذی: کتاب الادب: باب ما جاء في خفض

الصوت وتحمير الوجه عند العطاس (ح ۲۷۴۵) |

تیسرے فرد کے ہوتے ہوئے دوسرے سے سرگوشی نہیں کرتی:

روانی اور دلچسپ اور دلکش اور ایک انسان خالق نہایت ذکی شخص، ہمارے بین، دوسروں کے احساسات کا احترام کرنے والی اور اسلامی آداب پر عمل کرنے والی ہوتی ہے۔ اسلامی آداب میں سے ایک عالی ادب یہ بھی ہے کہ تیسرے فرد کے ہوتے ہوئے دوسرے آدمی میں سرگوشی نہ کریں جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(( إِذَا كُنْتُمْ ثَلَاثَةً فَلَا يَسْأَلُ أَحَدٌ الْآخَرَ حَتَّى تَخْتَلِطُوا بِالنَّاسِ مِنْ أَجْلِ أَنْ ذَلِكَ يُحْزَنُ ))

”جب تین شخص ہوں تو تیسرے کو چھوڑ کر دوسرے آدمی میں سرگوشی نہ کریں، والا یہ کہ اور لوگوں سے جا ملو، ورنہ اس سے تیسرا آدمی نمسین ہو جائے گا۔“

اسلامی طرز زندگی اختیار کرنے والی ایک مسلمان عورت کا ناپھوسی، سرگوشی اور کھسر پھسر سے احتراز کرتی ہے تاکہ تیسرے شخص کے احساسات، مخبروں اور اسے وحشت و تنہائی اور تنگی کا احساس نہ ہو۔ لیکن اگر کسی سے علیحدگی میں گفتگو کی سخت ضرورت ہو تو وہ اس وقت تیسرے فرد سے اجازت لے لیتی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کے نفوس میں اسلام جاگزیں ہو گیا تھا اور اسلامی اخلاق و تعلیمات ان کی رگ رگ میں سرایت کی گئی تھیں، وہ لوگوں کے ساتھ معاملہ کرنے میں ان اسلامی آداب سے کبھی غافل نہ ہوتے تھے۔ بطور مثال ایک روایت ملاحظہ فرمائیے:

”عبداللہ بن دینار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ خالد بن عقبہ رضی اللہ عنہما کے گھر کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص آیا اور ان سے چپکے سے کوئی بات کرنا چاہی۔ اس وقت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس میرے علاوہ کوئی نہ تھا انہوں نے ایک اور آدمی کو بلایا۔ اب ہم چار ہو گئے تو مجھ سے اور اس شخص کو جسے بلایا تھا کہا: تم دونوں بہت جاؤ، میں نے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی سنا ہے:

(( لَا يَسْأَلُ أَحَدٌ الْآخَرَ حَتَّى تَخْتَلِطُوا بِالنَّاسِ مِنْ أَجْلِ أَنْ ذَلِكَ يُحْزَنُ ))

”ایک شخص کو الگ کر کے دوسرے آدمی سرگوشی نہ کریں۔“<sup>(۱)</sup>

(۱) صحیحی اکساب الاستغناء، کتاب آداب، ذکاؤ اکثر من ثلاثہ فلا یسأل بالمتسارۃ والمناجاة (ح ۶۳۹۰) مسلم:

کتاب السلام، باب ما جاء من حدیث الانس، دون الثالث بغیر وضاع (ح ۲۱۸۳)

(۲) [مناجاة کتبات الکلام، باب ما جاء فی مناجاة النبی، دون واحد (ح ۲ ص ۹۹۸-۱۰۳)]



## بڑوں اور اہل فضل کی تعظیم کرتی ہے:

اسلامی تعلیمات میں اس بات کو نہایت اہمیت حاصل ہے کہ دوسروں کا احترام کیا جائے، کسی کو ذلیل اور پست نہ سمجھا جائے اور نہ ہی کسی کی تحقیر کی جائے۔ خاص طور پر اس وقت جب وہ احترام اور تعظیم کا اہل بھی ہو۔ اپنے سے بڑوں، اور اصحابِ علم و فضل کا احترام چونکہ اسلامی کے بنیادی اخلاقی اصولوں میں سے ہے، اس لیے ایک مسلمان خاتون ان اخلاقی اصولوں کا پورا لحاظ رکھتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((ليس من امتي من لم يجعل كبيرنا ويرحم صغيرنا ويعرف لعالمنا حقه))

”وہ شخص میری امت میں سے نہیں جو ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے علماء کا حق نہ پہچانے۔“<sup>(۱)</sup>

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک وفد آیا۔ اس میں سب سے چھوٹے حضرت عبدالرحمن بن سہل رضی اللہ عنہ تھے۔ جب وہ آپ ﷺ سے بات کرنے لگے تو آپ نے فرمایا:

((كَبِيرٌ كَبِيرٌ)) ”یعنی اپنے میں سے کسی بڑے کو بات کرنے کا موقع دو۔“

چنانچہ عبدالرحمن خاموش ہو گئے اور ان سے بڑے نے آپ ﷺ سے گفتگو کی۔<sup>(۲)</sup> اسی طرح آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

((ان من اجلال الله تعالى اكرام ذى الشبهة المسلم وحامل القرآن غير الغالى فيه والجافى عنده واكرام ذى السلطان المقسط))

”اللہ تعالیٰ کی تعظیم میں یہ بات بھی شامل ہے کہ بوڑھے مسلمان، حافظ قرآن جو نہ حدود اللہ سے تجاوز کرے نہ قرآن سے روگردانی کرے اور منصف بادشاہ کی عزت کی جائے۔“<sup>(۳)</sup>

خیر القرون کے مسلمانوں کی زندگیوں ان بلند اخلاق کی عملی تصویر تھیں چنانچہ وہ لوگ بزرگوں اور اہل فضل کی عزت و احترام کرنے میں بے مثل نمونہ تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

((امرنا رسول الله أن ننزل الناس منازلهم))

(۱) [مسند احمد ج ۵ ص ۳۲۳]

(۲) [بخاری: کتاب الادب: باب اكرام الكبير... (ج ۶۱۴۲) مسلم: کتاب القسامة: باب القسامة (ج ۱۶۶۹)]

(۳) [ابو داؤد: کتاب الادب: باب فی تنزيل الناس منازلهم (ج ۴۸۴۳)]

”ہمیں اللہ کے رسولؐ نے حکم دے رکھا تھا کہ لوگوں کے ساتھ معاملات کرتے وقت ان کے مقام و مرتبہ کا خیال رکھیں۔“ (۱)

اسی طرح ایک اور صحابی رسول ابو سعید سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((لقد كنت على عهد رسول الله ﷺ غلاما، فكنيت احفظ عنه، فما يمنعني من القول الا ان هاهنا رجلا هم اسن مني)) (۲)

”میں عبد رسالت میں بچہ تھا، اور آپ کے ارشادات یاد کر لیا کرتا تھا مگر مجھے ان ارشادات کے بیان کرنے سے صرف یہ چیز مانع ہے کہ یہاں کچھ ایسے لوگ موجود ہیں، جو عمر میں مجھ سے بڑے ہیں۔“

بڑوں کی تعظیم اور ان کے ادب و احترام کے سلسلہ میں ایک مسلمان عورت کو جو نمونے اپنے سامنے رکھنے چاہئیں، ان میں سے ایک عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا نمونہ بھی ہے، وہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں تھے وہاں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک سوال کیا جس کا جواب ابن عمرؓ کو معلوم تھا مگر وہ محض ابو بکرؓ و عمرؓ کے احترام کی وجہ سے خاموش رہے، اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہمہ خود فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ایک مجلس میں ﷺ ارشاد فرمایا:

”بتاؤ وہ کون سا درخت ہے جس کی مثال مسلمان جیسی ہے جو اپنے رب کے حکم سے ہر زمانہ میں بار آور رہتا ہے اور جس کے پتے کبھی نہیں جھڑتے؟“

میرے جی میں آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے مگر میں نے بولنا مناسب نہیں سمجھا کیونکہ اس مجلس میں ابو بکرؓ و عمرؓ بھی تھے۔ جب وہ دونوں بھی خاموش رہے تو بنی ﷺ نے فرمایا: ”وہ کھجور کا درخت ہے۔“

پھر جب میں اپنے والد (حضرت عمرؓ) کے ساتھ باہر نکلا تو میں نے ان سے عرض کیا: ”ابا جان! میرے جی میں آیا تھا کہ وہ کھجور کا درخت ہے۔“ انہوں نے فرمایا: ”پھر آخر تو نے کیوں نہیں بتلایا؟ اگر تو بتلا دیتا تو مجھے یہ فلاں فلاں چیزوں سے زیادہ محبوب ہوتا۔“ ابن عمر رضی اللہ عنہمہ نے عرض کیا:

”میں صرف اس وجہ سے خاموش رہا کہ میں نے دیکھا کہ آپ رضی اللہ عنہ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کچھ نہیں بول رہے، اس لیے میں نے بھی بولنا مناسب نہیں سمجھا۔“ (۳)

(۱) [صحیح مسلم (ج ۱ ص ۵۵)] (۲) [اسد الغابۃ (۳۵۴/۲) تہذیب الکمال (۸/۱۳۹)]

(۳) [بخاری: کتاب اعلیٰ باب النجاء فی العنہ (ج ۱۳۱) مسلم: کتاب صفات المنافقین (ج ۲۸۱۱)]

## دوسروں کے گھر نہیں جھانکتی:

خاتونِ اسلام کی ایک صفت یہ بھی ہونی چاہیے کہ وہ دوسروں کے گھروں میں تاک جھانک نہ کرے، اس لیے کہ یہ باشرم، حیا دار اور باادب مسلمانوں کا اخلاق نہیں۔ رسول کریم ﷺ نے ایسے لوگوں کے بارے میں وعید سنائی ہے جو دوسروں کے گھروں میں جھانکتے ہیں اور ان کی لغزشوں، عیوب اور پردہ کی جگہوں کی ٹوہ میں لگے رہتے ہیں۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

((مَنْ أَطْلَعَ فِي بَيْتِ قَوْمٍ بغيرِ اذْنِهِمْ فَقَدْ حَلَّ لَهُمْ أَنْ يَفْقَهُوا عَيْنَهُ))

”جو شخص کسی کے گھر میں بغیر اس کی اجازت کے جھانکے تو گھر والوں کو اجازت ہے کہ اس کی آنکھ پھوڑ دیں۔“<sup>(۱)</sup>

## مردوں کی مشابہت اختیار نہیں کرتی:

اسلامی معاشرہ میں نہ مسلمان مرد، عورتوں کی مشابہت اختیار کرتا ہے اور نہ عورت مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہے، اس لیے کہ اسلامی معاشرہ میں ایک صنف کا دوسری صنف سے مشابہت اختیار کرنا حرام ہے۔ اسلامی تعلیمات کی رو سے مرد، مرد ہے اور عورت، عورت۔ مرد کی علیحدہ صفات و خصوصیات اور ذمہ داریاں ہیں اور عورت کی علیحدہ صفات و خصوصیات اور ذمہ داریاں ہیں۔ اس لیے مناسب نہیں کہ دونوں صنفوں کے درمیان ظاہری اور باطنی فرق ختم ہو جائیں۔ اس لیے اسلام نے عورتوں سے مشابہت اختیار کرنے والے مردوں اور مردوں سے مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں، دونوں کو سخت وعید سنائی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْمُخْتَلِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالْمُتَرَجِّلاتِ مِنَ النِّسَاءِ))

”رسول اللہ ﷺ نے ان مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت کرتے ہیں اور ان عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت کرتی ہیں، لعنت فرمائی ہے۔“<sup>(۲)</sup>

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الرَّجُلَ يَلْبَسُ لِبْسَةَ الْمَرْأَةِ، وَالْمَرْأَةَ تَلْبَسُ لِبْسَةَ الرَّجُلِ))

(۱) [مسلم: کتاب الادب: باب تحریم النظر فی بیت غیرہ (ح ۲۱۵۸) بخاری: کتاب الدیات (ح ۶۸۸۸)]

(۲) [بخاری: کتاب اللباس: باب المتشبهین بالنساء و المتشبهات بالرجال (ح ۵۸۸۵)]

”رسول اللہ ﷺ نے اس مرد پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں کا لباس پہنتا ہے اور اس عورت پر بھی لعنت فرمائی ہے جو مردوں کا لباس پہنتی ہے۔“<sup>(۱)</sup>

حق کی طرف دعوت دیتی ہے:

ایک سچی مسلمان خاتون کو اس بات کا علم ہوتا ہے کہ وہ دنیا میں فضول پیدا نہیں ہوتی بلکہ اس کا مقصد اللہ کی عبادت و اطاعت ہے۔ وہ خود بھی اللہ کی عبادت گزار اور فرمانبردار بن کر رہنے کی کوشش کرتی ہے اور دوسروں کو بھی اللہ کی عبادت و پرستش اور اس کے احکام کی مطیع و فرمانبردار بنانے کے لیے جدوجہد کرتی ہے۔ وہ دوسروں کو حق کی طرف دعوت دینے کے لیے اپنی استطاعت بھر کوشش کرتی ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ سے اس اجر کثیر کی امید رکھتی ہے جس کا اس نے مخلص داعیوں سے وعدہ کیا ہے، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

((فوالله لان يهدى الله بك رجلا واحدا خيرا لك من حمر النعم))

”اللہ کی قسم! اگر اللہ تمہارے ذریعے ایک آدمی کو بھی ہدایت دے دے تو یہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے زیادہ بہتر ہے۔“<sup>(۲)</sup>

اسی طرح رسول کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((من دعالي هدى كان له من الاجر مثل اجور من تبع لا ينقص ذلك من اجورهم شيئا))

”جس نے کسی کو ہدایت کی طرف بلایا اسے ان لوگوں کے بقدر اجر ملے گا جو اس (کی دعوت پر) پر عمل کریں گے اور ان عمل کرنے والوں کے اجر میں بھی کوئی کمی نہ ہوگی۔“<sup>(۳)</sup>

ایک سچی خاتون اسلام فطرۃ دوسروں کی عاقبت کا خیال رکھتی ہے۔ وہ اپنی بہنوں کے لیے بھی وہی پسند کرتی ہے جو وہ خود اپنے لیے پسند کرتی ہے۔ وہ ہمیشہ مسلمانوں کے معاملات سے دلچسپی رکھتی ہے اور ان کی بہبودی کے لیے کام کرتی ہے۔ وہ اپنی اور اپنے گھر والوں کی ہدایت ہی پر اکتفا نہیں کرتی بلکہ تمام لوگوں کو ہدایت دینے اور ان تک حق پہنچانے کی کوشش کرتی ہے۔ وہ صرف اپنے لیے اور اپنے خاندان کے لیے

(۱) [ابوداؤد: کتاب اللباس: باب فی اللباس النساء (ح ۴۰۹۸)]

(۲) [بخاری: کتاب فضائل الصحابة: باب مناقب علی بن ابی طالب (ح ۳۷۰۱) مسلم: کتاب فضائل

الصحابة: باب من فضائل علی بن ابی طالب (ح ۲۴۰۶)]

(۳) [مسلم: کتاب العلم: باب من سن سنة حسنة او سنة (ح ۲۶۷۴)]

جنت نہیں چاہتی بلکہ اس کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ سارے لوگ جنت کے مستحق بن جائیں۔ اس لیے وہ ہمیشہ لوگوں کو اس چیز کی دعوت دیتی ہے جس سے وہ جنت میں داخل ہوں اور جہنم سے نجات پائیں۔ دراصل یہی داعی کا وہ اخلاق ہے جو اسے عام انسانوں سے ممتاز کرتا ہے اور یقیناً یہ اچھا اور بلند اخلاق ہے جس کی رسول اللہ ﷺ نے تعریف و تحسین فرمائی ہے اور ایسے اخلاق کے حامل شخص کے لیے یوں دعا فرمائی:

((نضر الله امراء سمع مناشيئا فبلغه كما سمعه فرب مبلغ اوعى من سامع))

”اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کو شاداں و فرحاں رکھے جو ہم سے کوئی بات سنے اور اسے ویسے ہی دوسروں تک پہنچا دے کہ جیسے سنی تھی۔ بسا اوقات جس شخص کو بات پہنچائی جاتی ہے وہ اس بات کا سننے والے سے زیادہ محافظ ثابت ہوتا ہے۔“<sup>(۱)</sup>

### اچھائی کا حکم دیتی اور برائی سے روکتی ہے:

دعوت الی الحق کے لوازمات میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (یعنی نیکیوں کا حکم دینا اور برائیوں سے روکنا) بھی شامل ہے۔ اس لیے ایک مسلمان داعیہ و مبلغہ خاتون دوسروں کو نیکیوں کا حکم دیتی اور برائیوں سے روکتی ہے اور اس حدیث رسول کا مصداق بن جاتی ہے:

((من رأى منكم منكرا فليغيره بيده، فان لم يستطع فبلسانه، فان لم يستطع فبقلبه وذلك

اضعف الايمان))

”تم میں سے جو شخص کوئی برائی ہوتے دیکھے تو اپنے ہاتھ سے اسے روکے، اگر ایسا نہ کر سکے تو زبان سے منع کرے اور اگر ایسا بھی نہ کر سکے تو دل میں برا سمجھے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔“<sup>(۲)</sup>

نبویؐ فرماتے ہیں کہ ظالموں کے مقابلہ میں شجاعت و بہادری اور جوان مردی کی روح پھونکتے ہیں اور ان کو اطمینان دلاتے ہیں کہ ظالموں کے مقابلہ میں ان کی اس بہادری و جوان مردی سے نہ تو ان کے رزق میں کمی آئے گی اور نہ وقت سے پہلے موت آئے گی جیسا کہ آپؐ نے فرمایا:

((لا يمنعن احدكم رهبة الناس ان يقول بحق اذا رآه ويذكر بعظم فانه لا يقرب من اجل

ولا يبعد من رزق))

(۱) [ترمذی: کتاب الايمان: باب ما جاء في الحث على تبليغ السماع (ح ۲۶۵۷) ابن ماجه: المقدمة (ح ۲۳۲)]

(۲) [مسلم: کتاب الايمان: باب بيان كون النهي عن المنكر من الايمان (ح ۴۹)]

”کسی کا خوف، بیعت اور عظمت تمہیں حق بات کہنے سے ہرگز مانع نہ ہو۔ کیونکہ وہ نہ تو تمہیں وقت سے پہلے موت دے سکتا ہے اور نہ ہی تمہارے مقرر کیے ہوئے رزق سے محروم کر سکتا ہے۔“<sup>(۱)</sup>

اس لیے ایک سچی خاتون اسلام حق پرست اور با اصول ہوتی ہے، وہ باطل کو ٹھنڈے پپوں برداشت نہیں کرتی اور نہ ہی حق کی مدد سے پہلو تہی کرتی ہے۔ وہ اپنے معاشرہ میں ظلم کو عام ہوتا اور برائی کو پھیلتا نہیں دیکھنا چاہتی۔ بلکہ وہ ان کا رد کرنے میں بقدر استطاعت کوشش کرتی ہے۔

نبی ﷺ نے ہمیں ڈرایا ہے کہ کہیں ہمارا حال بھی ان یہود جیسا نہ ہو جائے جو دینی امور میں سستی، تن آسانی اور لاپرواہی سے کام لیتے تھے کیونکہ اگر ایسا ہو گیا تو ہم پر اللہ کا غضب نازل ہوگا جیسا کہ ان لوگوں پر ہوا، چنانچہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”تم سے پہلے بنی اسرائیل میں جب کوئی شخص گناہ کا ارتکاب کرتا تو منع کرنے والا اسے تنبیہ کرتے ہوئے منع کرتا لیکن دوسرے دن بلا جھجک اس کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا اور کھاتا پیتا، گویا اس نے اسے کل گناہ کا ارتکاب کرتے ہوئے دیکھا ہی نہ تھا۔ جب وہ لوگ یہ کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ایک جیسا کر دیا اور حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ بن مریم کی زبان سے ان پر لعنت کی۔ اس لیے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے اور حد سے تجاوز کرتے تھے۔ پھر آپ نے فرمایا:

((والذی نفسی بیدی لتامرّن بالمعروف ولتنهن عن المنکر، ولتاخذن علی ایدی المسی ولتاظرنہ علی الحق اطرا اولیضربن اللہ بقلوب بعضکم علی بعض ویلعنکم کمالعہم))

”قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں تم کو تاکید کرتا ہوں کہ تم ضرور نیکیوں کا حکم دو، برائی سے روکو، گناہ کرنے والوں کے ہاتھ پکڑو اور انہیں حق پر قائم رکھو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کو ایک جیسا کر دے گا اور تم پر بھی لعنت کرے گا جیسے ان لوگوں پر کی گئی۔“<sup>(۲)</sup>

(۱) | مسند احمد (۵۰/۳) ابن ماجہ: کتاب الفتن: باب الامر بالمعروف والنہی عن المنکر (ح ۴۰۰۷) |

(۲) | ابو داؤد: کتاب السلاح: باب الامر والنہی (ح ۴۳۳۸) ترمذی: کتاب الفتن: باب ماجاء فی نزول

العذاب اذا لم یغیر المنکر (ح ۲۱۶۸) ابن ماجہ: کتاب الفتن: باب الامر بالمعروف (ح ۴۰۰۵) مجمع

الروائد (ح ۷ ص ۲۶۹) |

## اپنی دعوت میں حکمت اور خوش اسلوبی کو ملحوظ رکھتی ہے:

ایک صاحب شعور اور داعی مسلمان خاتون اپنے وعظ و نصیحت اور دعوت و تبلیغ میں ہوشیاری، عقل مندی، ذکاوت اور خوش اسلوبی کا ثبوت دیتی ہے۔ وہ لوگوں کو حق کی طرف بلانے میں حکمت سے کام لیتی اور انہیں دینی احکام سکھلانے میں نرمی اور آسانی کی راہ اختیار کرتی ہے۔ اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اپنے پیش نظر رکھتی ہے:

﴿أُدْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ﴾ [النحل: ۱۲۵]

”اپنے رب کے راستے کی دعوت دو، حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ۔“

اس لیے وہ خوش اسلوبی کے ساتھ لوگوں کو حق کی دعوت دیتی ہے، ان کے سامنے ایمان کو پسندیدہ بنا کر پیش کرتی ہے اور انہیں دین کی طرف متوجہ ہونے کی ترغیب دلاتی ہے اور انتہائی احتیاط برتی ہے کہ اس کی جانب سے کہیں کوئی ایسی حرکت صادر نہ ہو جائے جو غمناک، ایذا یا ناراضگی کا سبب بن جائے چنانچہ وہ ایک ہی بار اپنا سارا علم دوسروں پر اٹھیل نہیں دیتی بلکہ وقفہ وقفہ سے ان میں وعظ کرتی ہے اور ان کے دلوں اور احساسات کو اپیل کرتی ہے۔ وہ اپنی تقریروں کو اتنا طول دینے سے اجتناب کرتی ہے کہ اس سے لوگوں کی طبیعتوں میں گرانی اور اکتاہٹ پیدا ہو جائے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم لوگوں میں وعظ کرتے وقت اس بات کو ملحوظ رکھتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما ہر جمعرات کو لوگوں میں وعظ کرتے تھے، ایک شخص نے ان سے عرض کیا: ”اے ابو عبد الرحمن! میری خواہش ہے کہ آپ ہمیں روزانہ وعظ فرمائیں۔“ آپ رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

(( امانہ یمنعی من ذلك انی اکره ان املکم وانی اتخولکم بالموعظة کما کان رسول اللہ ﷺ يتخولنا بها مخافة السامة علينا ))

”میں ایسا اس لیے نہیں کرتا کیونکہ میں تم لوگوں کو اکتادینا نہیں چاہتا، میں اس طرح تم میں وقفہ وقفہ سے وعظ کرتا ہوں جس طرح رسول اللہ ﷺ ہم کو وعظ کرتے تھے۔ آپ ہمارا خیال رکھتے تھے کہ ہم اکتانہ جائیں۔“ (۱)

(۱) بخاری: کتاب العلم، باب من جعل لاهل العلم ایاماً معلوماً (ح ۷۰) مسلم: کتاب صفات المنافقین: باب

الاقتصاد فی اسم عظة (ح ۲۸۲۱)

حکمت و دانائی کو ملحوظ رکھنے والی ہوشیار، سمجھ دار اور نادانہ داعیہ و مہذبہ کا اسلوب یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ جن لوگوں کو دعوت دیتی ہے، ان کے ساتھ نرمی سے پیش آتی ہے، ان کی نادانیوں، غلطیوں اور اکتادینے والے سوالات کی بوجھاڑ کو برداشت کرتی ہے اور اگر اس کی گفتگو کو سمجھنے میں لوگوں کو دیر لگتی ہے تو اس پر وہ جھنجھلاتی نہیں بلکہ داعیوں کے سردار خاتم النبیین ﷺ کا اُسوہ اختیار کرتی ہے، جو لوگوں کو سوالات کرنے کی شرح صدر کے ساتھ اجازت دیتے تھے اور سوالات کا جواب دینے اور انہیں دین سکھلانے میں لطف و مہربانی کا برتاؤ کرتے تھے اور ان سے اس طرح گفتگو کرتے تھے جیسے ایک محبت کرنے والا، مرشد و مونس اور ہادی و معلم گفتگو کرتا ہے اور برابر ان کے سوالات کا جواب دیتے رہتے تھے، یہاں تک کہ بات ان کی سمجھ میں آ جاتی تھی اور وہ خوش خوش واپس ہو جاتے تھے۔

نبی کریم ﷺ لوگوں کے ساتھ اس حد تک نرمی فرماتے تھے کہ اگر کسی غلطی کرنے والے کو لو کنا ہوتا تو برسراعام نہیں کہتے تھے کہ اس طرح اس کے احساسات مجروح ہوں گے اور اس کی عزت پر دھبہ آئے گا بلکہ آپ ﷺ اس کی برائی کی مذمت کرنے اور اسے ٹوکنے کے لیے تو یہ اور کنا یہ کا طریقہ اختیار فرماتے تھے۔ یعنی کسی کا نام لینے کی بجائے اس طرح فرماتے: ”لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جو فلاں فلاں باتیں کہتے ہیں؟“<sup>(۱)</sup>

**نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرتی ہے:**

ایک سچی اور بااخلاق خاتون اسلام کی ایک خصلت یہ بھی ہوتی ہے کہ وہ نیکوں کی صحبت اختیار کرتی ہے، اور قرآن مجید کے اس حکم پر عمل کرتی ہے:

﴿وَأَصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيدَ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَا تَطْعَمْ مَنْ اغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبِعْ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ قُرْطَابًا﴾ [الكهف: ۲۸]

”اپنے دل کو ان لوگوں کی معیت پر مطمئن کرو جو اپنے رب کی رضا کے طلب گار بن کر صبح و شام اسے پکارتے ہیں اور ان سے نگاہ ہرگز نہ پھیرو، کیا تم دنیا کی زینت پسند کرتے ہو؟ کسی ایسے شخص کی اطاعت نہ کرو جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور جس نے اپنی خواہش نفس کی پیروی اختیار کر لی ہے اور جس کا طریقہ کار افراط و تفریط پر مبنی ہے۔“

(۱) [ابوداؤد: کتاب الادب: باب حسن المعاشرة (ح ۴۷۸۸)]



ایک سچی از رو بندار خاتون اسلام، ریش تعلیمات کی روشنی میں الزامات سے واقف ہوتی ہے کہ ہم نشیں دو طرح کے ہوتے ہیں: اچھا ہم نشیں اور برا ہم نشیں۔ اچھے ہم نشیں کی مثال مشک رکھنے والے کی سی ہے کہ اس کے پاس بیٹھنے اور اس کی صحبت میں رہنے سے راحت و سکون، خوشبو اور سرور حاصل ہوتا ہے اور برے ہم نشیں کی مثال دھوئنی پھونکنے والی کی سی ہے کہ اس کی صحبت میں رہنے سے آگ کی لپیٹ، دھواں، گندگی اور تکلیف و پریشانی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا، جیسا کہ رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں:

(( انما مثل المجلس الصالح وجليس السوء: كحامل المسك ونافيح الكير فحامل المسك: اما ان يحذيك واما ان يتباع مند، واما ان تجده مند، واما ضيعة من نافيح الكير: اما ان يحرق ثيابك واما ان تخدمه ريحا منتنة ))<sup>(۱)</sup>

”اچھے ہم نشیں اور برے ہم نشیں کی مثال مشک (ستوری) رکھنے والے اور دھوئنی پھونکنے والے کی طرح ہے۔ مشک رکھنے والا یا تو تمہیں کچھ دے گا یا تم اس سے خرید لو گے یا کم از کم اس سے خوشبو ہی محسوس کرو گے اور دھوئنی پھونکنے والا یا تو تمہارے کپڑے جلا دے گا، ورنہ کم از کم بد بو تو تمہیں ضرور حاصل ہوگی۔“

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک دوسرے کو ان نیک لوگوں کی زیارت پر اکساتے تھے جن کو دیکھ کر اللہ یاد آ جاتا ہے، دلوں پر رقت طاری ہو جاتی ہے اور آنکھوں سے خشیت الہی اور عبرت و نصیحت کے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ اس سلسلہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ ایک واقعہ نقل کرتے ہیں:

”نبی ﷺ کی وفات کے بعد ایک مرتبہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: ”آؤ! ام ایمن رضی اللہ عنہا سے ملاقات کرنے چلیں۔ جس طرح کہ رسول اللہ ﷺ ان سے ملاقات کے لیے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ جب وہ دونوں ان کے ہاں پہنچے تو ام ایمن رونے لگیں۔ ان دونوں نے کہا: ”آپ کیوں روتی ہیں؟ کیا آپ نہیں جانتیں کہ اللہ کے پاس جو کچھ ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے لیے زیادہ بہتر ہے۔“ تو وہ کہنے لگیں: ”میں اس لیے رورہی ہوں کہ اب آسمان سے وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے۔“ یہ سن کر ان دونوں صحابیوں کا بھی دل بھر آیا اور انہوں نے بھی رونا شروع کر دیا۔“<sup>(۲)</sup>

(۱) [بخاری: کتاب البیوع: باب فی العطار وبيع المسك (ح ۲۱۰۱) مسلم: کتاب البر والصلة (ح ۲۶۲۸)]

(۲) [مسند فضائل الصحابة: باب من فضائل ام ایمن (ح ۲۶۵۴)]

☆..... [حضرت ام ایمن بچپن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دایرہ ہی تھیں۔ جب آپ بڑے ہوئے تو آپ نے انہیں آزاد کر کے زید بن حارثہ سے ان کی شادی کر دی۔ آپ ان کی عزت و تکریم فرمایا کرتے تھے۔ حاکم (ح ۶۳ ص ۶۳)]

لڑنے والوں کے درمیان صلح کرانے کی کوشش کرتی ہے:

مسلمانوں کے معاملات سے دلچسپی رکھنے، ان کو نفع پہنچانے اور تکلیفات دفع کرنے میں یہ چیز بھی شامل ہے کہ اگر ان میں باہم لڑائی جھگڑا ہو تو ان کے درمیان صلح کرانے کی کوشش کی جائے۔ یہ اسلام کے معاشرتی آداب میں سے ہے۔ قرآن مجید میں لڑنے والوں کے درمیان صلح کرانے کا حکم اس طرح دیا گیا:

﴿وَإِنْ طَائِفَتَيْنِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فَاصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِن بَعَثَ إِحْدَهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ فَإِن فَاءَتْ فَاصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ﴾ [الحجرات: ۹]

”اگر اہل ایمان میں سے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کراؤ۔ پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے گروہ پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑو، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے پھر اگر وہ پلٹ آئے تو ان کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کراؤ اور انصاف کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔“

ایک اور آیت میں ہے:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ [الحجرات: ۱۰]

”مومن تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ لہذا اپنے بھائیوں کے درمیان تعلقات کو درست کرو اور اللہ سے ڈرو، امید ہے کہ تم پر رحم کیا جائے گا۔“

رسول اللہ ﷺ بذات خود لڑنے والوں کے درمیان صلح کرانے کی کوشش فرمایا کرتے تھے جیسا کہ حضرت ابو العباس سہل بن سعد الساعدي رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ایک مرتبہ خیر پہنچی کہ بنی عمرو بن عوف میں جھگڑا ہو گیا ہے تو آپ چند لوگوں کو لے کر ان میں صلح کرانے کے لیے نکل پڑے، یہاں تک کہ نماز کا وقت ہو گیا... (۱)

رسول اللہ ﷺ کی شدید خواہش تھی کہ اہل ایمان کے معاشرہ میں اخوت و بھائی چارگی عام ہو اور ان کی زندگیوں میں اتحاد و اتفاق، صاف دلی اور اخلاص و باہمی مفاہمت کی کار فرمائی ہو۔ چنانچہ آپ ہمیشہ انہیں

(۱) [بخاری: کتاب الصلح: باب ما جاء في اصلاح بين الناس (ج ۲۶۹۰) مسلم: کتاب الصلاة: باب تقديم

الجماعة يصلی اذا تاجر الامام (ج ۴۲۱)]

اپنے اقوال و افعال سے نیکی، رواداری، چشم پوشی اور نرمی پر اکسایا کرتے تھے اور اس تربیتی پہلو کی طرف اپنی پوری توجہ مبذول کرتے تھے، یہاں تک کہ غضب کی شدت، جھگڑے اور بیٹ دھرمی کو رضامندی کی مسکراہٹ، صاف دلی اور فراخ دلی میں بدل دیتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ دروازے پر جھگڑا کرنے والوں کی آواز سنی، وہ اونچی اونچی باتیں کر رہے تھے، ان میں سے ایک اپنے قرض کو کم کرانے کی درخواست کر رہا تھا اور نرمی چاہتا تھا جبکہ دوسرا کہتا تھا: اللہ کی قسم! میں کم نہیں کروں گا۔ آپ ﷺ ابابکرؓ کے نکلے اور فرمایا:

((این المتالی علی الله لا یفعل المعروف؟))

”کہاں ہے اللہ پر قسم کھانے والا کہ میں نیکی نہیں کروں گا؟“

رسول اللہ ﷺ کا یہ عتاب سن کر وہ شخص بہت شرمندہ ہوا اور اس نے اپنا حق معاف کر دیا اور عرض کرنے لگا: ”اللہ کے رسول وہ میں ہوں، میں اسے مہلت دیتا ہوں کہ یہ جو چاہے کرے۔“<sup>(۱)</sup>

لوگوں کے درمیان مصالحت کی خاطر رسول اللہ ﷺ نے جھوٹ بولنے کی بھی رخصت دے دی، کہ ہو سکتا ہے اس طرح ایک دوسرے سے نفرت کرنے والے لوگ قریب ہو جائیں اور پتھر کی طرح سخت ہو جانے والے دل نرم ہو جائیں۔ آپ کا ارشاد گرامی ہے:

((لیس الکذاب الذی یصلح بین الناس فیمنی خیرا او یقول خیرا))

”وہ جھوٹا نہیں جو لوگوں کے درمیان صلح کرانے کے لیے جھوٹ بولے، اس کو بھلی بات پہنچائے یا بھلی بات کہے۔“<sup>(۲)</sup>

اس لیے ایک مسلمان خاتون لڑنے والوں کے درمیان ہمیشہ صلح و صفائی پیدا کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ وہ ان بد اخلاق عورتوں کی پیروی نہیں کرتی جو امن و صلح کے ساتھ رہنے والوں کے درمیان لڑائی جھگڑے پیدا کرنے میں لذت محسوس کرتی ہیں۔

(۱) بخاری: کتاب الصلح: باب هل یشیر الامام بالصلح؟ (ج ۲۸۰۵) مسلمہ: کتاب المساقاة: باب استحباب

الوضع من الدین (ج ۱۵۵۷)

(۲) بخاری: کتاب الصلح: باب لیس الکذاب یصلح بین الناس (ج ۲۶۹۲) مسلمہ: کتاب البر والنصلة: باب

تحریم الکذب و بیان ما یباح منه (ج ۱۶۰۵)

## لوگوں کے درمیان گھل مل کر رہتی اور ان کی اذیتیں برداشت کرتی ہے:

اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے والی ایک سچی اور بااخلاق خاتون اسلام دوسری عورتوں کے مابین گھل مل کر رہتی ہے اور ان کی اذیتیں برداشت کرتی ہے، اس لیے کہ وہ ایک بلند مشن کی حامل، ایک اعلیٰ پیغام کی علمبردار اور دعوتِ حق کی مبلغہ ہوتی ہے اور جو شخص اس اہم ذمہ داری کا بار اپنے کندھوں پر اٹھالے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس مشن کی تکمیل کے لیے اپنی جان وقف کر دے، اس پیغام کی تبلیغ میں پہنچنے والی تکالیف اور اذیتوں پر صبر کرے مثلاً: لوگوں کی تلخ و تند باتوں، بدگمانیوں، یا وہ گویوں، تندخویوں اور ان کی طرف سے ظاہر ہونے والی ان لایعنی باتوں پر صبر کرے کہ جن پر عام طور پر دعوت کے میدان میں کام کرنے والے دل تنگ ہو جاتے ہیں اور وہ مایوس، رنجیدہ و کبیدہ خاطر اور عاجز ہو کر لوگوں سے الگ تھلگ گوشہ نشینی اختیار کر لیتے ہیں، اسی لیے نبوی تعلیمات میں اہل ایمان کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے، ان کے دل مضبوط کیے گئے ہیں اور انہیں ثابت قدم رہنے کی تلقین کی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((المومن الذی یخالط الناس ویصبر علی اذاهم خیر من الذی لا یخالط الناس ولا یصبر علی اذاهم))

”وہ مومن جو لوگوں کے درمیان گھل مل کر رہتا ہے اور ان کی اذیتوں پر صبر کرتا ہے، اس شخص سے بہتر ہے جو لوگوں سے الگ تھلگ رہے اور ان کی اذیتوں پر صبر نہ کر سکے۔“<sup>(۱)</sup>

## بیمار کی عیادت اور مزاج پر سی کرتی ہے:

ایک سچی خاتون اسلام بیمار کی عیادت کرتی ہے اور اسے ایک اسلامی فریضہ سمجھتی ہے کیونکہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

((عودوا المریض واطعموا الجائع وفکوا العانی))

”بیمار کی عیادت کرو، بھوکے کو کھانا کھلاؤ، قیدی کو آزاد کرو۔“<sup>(۲)</sup>

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں:

(۱) [ترمذی: کتاب صفة القيامة: باب فی فضل مخالطة مع الصبر علی اذی الناس (ح ۲۵۰۷) ابن ماجہ:

کتاب الفتن: باب الصبر علی البلاء (ح ۴۰۳۳)]

(۲) [صحیح بخاری: کتاب المرضی: باب وجوب عیادة المریض (ح ۵۶۴۹)]

(( امرنا رسول الله ﷺ بعبادة المريض واتباع الجنائز وشميت العاطس وابرار المقسم ونصر المظلوم واجابة الداعي وافشاء السلام ))

”ہمیں رسول اللہ ﷺ نے مریض کی عیادت کرنے، جنازہ کے ساتھ جانے، چھینکنے والے کا جواب دینے، قسم کھانے والے کی قسم پوری کرنے، مظلوم کی مدد کرنے، دعوت کرنے والے کی دعوت قبول کرنے اور سلام عام کرنے کا حکم دیا ہے۔“<sup>(۱)</sup>

یہ معاشرتی روایت جس کی بنیادیں رسول کریم ﷺ نے مسلمانوں کی زندگی میں راسخ کر دی تھیں، اس حد تک عام اور مستحکم ہو گئی کہ ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کا حق قرار پائے گی، چنانچہ آپ نے فرمایا:

(( حق المسلم على المسلم خمس: رد السلام وعبادة المريض واتباع الجنائز واجابة الدعوة وشميت العاطس ))

”ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں: (۱) سلام کا جواب دینا (۲) بیمار کی عیادت کرنا (۳) جنازے کے ساتھ جانا (۴) دعوت قبول کرنا (۵) اور چھینکنے والے کا جواب دینا۔“<sup>(۲)</sup>

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(( واذا مرض فعده )) ”جب بیمار ہو تو اس کی عیادت کرو۔“<sup>(۳)</sup>

مسلمان جب اپنے بیمار بھائی کی عیادت کو جاتا ہے تو اس کے اندر صرف یہی احساس نہیں ہوتا کہ وہ ایک فرض کی ادائیگی اور حکم کی تعمیل کر رہا ہے بلکہ ساتھ ہی اسے روحانی خوشی کا احساس بھی ہوتا ہے۔ اس خوشی کا احساس وہی شخص کر سکتا ہے جو نبی کریم کے اس فرمان پر غور کرے:

”حضور فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا: ”اے ابن آدم! میں بیمار ہوا تو نے میری عیادت نہیں کی۔“ وہ عرض کرے گا: ”اے میرے رب! تو تو سارے جہاں کا رب ہے، میں تیری

(۱) [بخاری: کتاب النکاح: باب حق احیاء الولیمة والدعوة (ح ۵۱۷۵) مسلم: کتاب النیاس: باب تحریہ

استعمال اناہ الذهب والفضة (ح ۲۰۶۶)]

(۲) [بخاری: کتاب الجنائز: باب الامر باتباع الجنائز (ح ۱۲۴۰) مسلم: کتاب السلام: باب من حق المسلم

للمسلم رد السلام (۲۱۶۲)]

(۳) [مسلم: ایضاً (ح ۲۱۶۲)]

عیادت کیسے کرتا؟“ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ”کیا تجھے نہیں معلوم کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا مگر تو نے اس کی عیادت نہیں کی؟ کیا تجھے نہیں معلوم کہ اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا؟“ (پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا) ”اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا مگر تو نے مجھے نہیں کھلایا۔“ وہ عرض کرے گا: ”اے میرے رب! میں تجھے کیسے کھلاتا جب کہ تو تو سارے جہاں کا رب ہے؟“ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ”کیا تو نہیں جانتا کہ تجھ سے میرے فلاں بندے نے کھانا مانگا تھا مگر تو نے اسے نہیں کھلایا؟ کیا تجھے نہیں معلوم کہ اگر تو اسے کھلا دیتا تو اس کا ثواب میرے یہاں پاتا۔“ (پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا) ”اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا تو تو نے مجھے پانی نہیں پلایا“ وہ عرض کرے گا: ”اے میرے رب! میں تجھے کیسے پانی پلاتا تو تو سارے جہاں کا رب ہے؟“ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ”تجھ سے میرے فلاں بندے نے پانی مانگا تھا مگر تو نے اسے نہیں پلایا اگر تو اسے پانی پلا دیتا تو اس کا ثواب میرے یہاں پاتا۔“<sup>(۱)</sup>

کتنی بابرکت ہے یہ عبادت! کتنی قابل احترام و ستائش ہے یہ ملاقات اور مزاج پرسی اور کتنا عظیم ہے یہ عمل جسے ایک مسلمان اپنے کمزور اور بیمار بھائی کے سلسلہ میں انجام دیتا ہے اس عمل کی بدولت وہ بارگاہ رب العزت میں ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے اس عظیم عمل کو دیکھتا ہے اور اسے بے پایاں ثواب عطا فرماتا ہے۔ اس سے زیادہ قابل احترام، پر عظمت اور بابرکت زیارت کون سی ہوگی جسے آسمانوں اور زمینوں کا پروردگار شرف قبولیت سے نوازے، اس میں برکت دے اور اس پر اکسائے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((ان المسلم اذا عاهد اخاه المسلم لم يزل في خرفة الجنة حتى يرجع))

”مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کو جاتا ہے تو واپس ہونے تک برابر جنت کے پھلوں کو چھنے میں مصروف رہتا ہے۔“<sup>(۲)</sup>

دوسری حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((ما من مسلم يعود مسلماً غدوة الا صلى عليه سبعون الف ملك حتى يمسي وان عاده

(۱) | مسلم: کتاب البر والصلة: باب فضل عيادة المريض (ح ۲۵۶۹) |

(۲) | مسلم: ايضاً (ح ۲۵۶۸) |

عشية الاصلی علیہ سبعون الف ملك حتى يصبح وكان له خريف من الجنة))

”کوئی مسلمان جب کسی مسلمان کی صبح عیادت کرتا ہے تو ستر ہزار فرشتے شام ہونے تک اس پر رحمت بھیجتے ہیں اور جب شام کے وقت عیادت کرتا ہے تو ستر ہزار فرشتے صبح ہونے تک اس پر رحمت بھیجتے رہتے ہیں اور جنت میں اس کے لیے میوے ہوں گے۔“<sup>(۱)</sup>

رسول اللہ ﷺ نے نفس انسانی سے واقف گہری بصیرت سے اندازہ لگایا تھا کہ مریض کی عیادت سے اس پر اور اس کے گھر والوں پر کتنا گہرا نفسیاتی اثر پڑتا تھا۔ اسی لیے آپ مریضوں کی عیادت میں سستی اور کوتاہی نہیں کرتے تھے اور ان کی مزاج پرسی کرتے ہوئے دعا کرتے اور غم خوی کے وقت آپ خیر خواہانہ اور دعائیہ کلمات کا اظہار کرتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ نے ایک مرتبہ اس یہودی لڑکے کی بھی عیادت کی جو آپ کی خدمت کیا کرتا تھا۔ اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”ایک یہودی لڑکا نبی ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا، ایک مرتبہ وہ بیمار ہوا تو نبی ﷺ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اس کے سر ہانے بیٹھ کر آپ نے فرمایا: اسلام قبول کر لو۔ اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا تو اس کی قریب بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کہا: ”ابو القاسم کی بات مان لے۔“ وہ اسلام لے آیا۔ نبی ﷺ باہر تشریف لائے تو فرمانے لگے:

((الحمد لله الذي انقذه من النار))

”اللہ کا شکر ہے جس نے اسے جہنم سے بچالیا۔“<sup>(۲)</sup>

اس بیمار یہودی لڑکے کی عیادت کرتے ہوئے نبی ﷺ نے اسے اسلام کی دعوت دینا فراموش نہیں کیا کیونکہ آپ ﷺ کو معلوم تھا کہ آپ نے اس لڑکے کی عیادت سے جس لطف و کرم، فضل و مہربانی اور حسن سلوک کا مظاہرہ کیا تھا، اس کا لڑکے اور اس کے باپ دونوں پر اچھا اثر پڑا ہے چنانچہ دونوں رسول اللہ ﷺ کی دعوت پر لبیک کہتے ہیں اور اسے عیادت کی برکت سے انہیں ہدایت نصیب ہو جاتی ہے اور رسول کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے باہر تشریف لے آتے ہیں۔

(۱) [ابو داؤد: کتاب الجنائز: باب فی فضل عیادة المریض (ح ۳۰۹۸) ترمذی: کتاب الجنائز: باب ماجاء فی

عیادة المریض (ح ۹۶۹) ابن ماجہ: کتاب الجنائز: باب ماجاء فی ثوب من عاد مریضا (ح ۱۴۴۲)]

(۲) [بخاری: کتاب الجنائز: باب اذا سلم النبی فمات هل یصلی علیہ (ح ۱۲۵۶)]

بیمار پرسی کے سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما آپ ﷺ کا یہ معمول بیان کرتے ہیں کہ: ”نبی ﷺ جب کسی مریض کی عیادت فرماتے تو اس کے سر ہانے بیٹھ کر سات مرتبہ یہ دعا پڑھتے:

((استأله الله العظيم رب العرش العظيم ان يشفيك))

”میں عظمت والے اور عرش عظیم کے رب سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تمہیں شفا عطا فرمائے۔“<sup>(۱)</sup>

ایک روایت میں ہے کہ نبی ﷺ اپنے گھر والوں کی عیادت کرتے تو اپنا دہنا ہاتھ پھیرتے اور فرماتے:

((اللهم رب الناس اذهب الباس، واشف انت الشافي لاشفاء الاشفاء ك شفاعا لا يغادر

سقما))

”اے اللہ! اے لوگوں کے رب! سختی دور کر دے، شفا عطا فرما دے، تو ہی شفا دینے والا ہے تیرے علاوہ

کوئی شفا عطا کرنے والا نہیں، ایسی شفا عطا فرما کہ بیماری باقی نہ رہے۔“<sup>(۲)</sup>

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب کسی کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے تو فرماتے:

((لاباس طهور ان شاء الله))

”گھبراؤ نہیں، بیماری ان شاء اللہ (گناہوں سے) پاک کرنے والی ہے۔“<sup>(۳)</sup>



(۱) [ابوداؤد: کتاب الحنائر: باب الدعاء للمريض عند العيادة (ح ۳۱۰۶) ترمذی: کتاب الطب باب ما يقول

عند عيادة المريض (ح ۲۰۸۳)]

(۲) [بخاری: کتاب الطب: باب رقية النبي ﷺ (ح ۵۷۴۳) مسلم: کتاب السلام: باب استحباب رقية

المريض (ح ۲۱۹۱)]

(۳) [بخاری: کتاب المرضی: باب عيادة اعراب (ح ۵۶۵۶)]



## اسوہ صحابیات ☆ [رضی اللہ عنہن]

### قبولِ اسلام:

لطفِ طبع، رقتِ قلب اور اثر پذیرگی ایک نیک سرشت انسان کا اصلی جوہر ہیں اور ان ہی کے ذریعہ سے وہ ہر قسم کی پند و معظمتِ تعلیم و تربیت اور ارشاد و ہدایت کو قبول کر سکتا ہے۔ پھولوں کی پگھڑیاں نسیمِ صبح کی خاموش حرکت سے ہل جاتی ہیں لیکن تنا آوِ درخت کو با دِ صرصر کے جھونکے بھی نہیں ہلا سکتے۔ شعاعِ نگاہِ آئینہ کے اندر سے گذر جاتی ہے لیکن پتھروں پر فولادی تیر بھی اثر نہیں کرتے۔ بعینہ یہی حال انسان کا بھی ہے۔ لطیفِ الطبع اور رقیق القلب آدمی ہر دعوتِ حق کو آسانی سے قبول کر سکتا ہے لیکن سنگِ دل اور غلیظ القلب لوگوں پر بڑے بڑے معجزے بھی اثر نہیں کرتے۔ اس فرقِ مراتب کی جزئی مثالیں ہر جگہ مل سکتی ہیں لیکن اشاعتِ اسلام کی تاریخ تمام تر اسی قسم کی مثالوں سے لبریز ہے۔ کفار میں ہم کو بہت سے اشیاء کا نام معلوم ہے جنہوں نے ہزاروں کوششوں کے بعد بھی خدائے ذوالجلال کے آگے سر نہیں جھکا یا لیکن صحابہ کرامؓ میں سینکڑوں بزرگ ہیں جو توحید کی آواز کے سننے کے ساتھ ہی اسلام کے حلقے میں داخل ہو گئے۔ صحابہؓ کے ساتھ صحابیاتؓ بھی اس فضیلت میں شریک ہیں اور نہ صرف شریک ہیں بلکہ ان سے اسبق و اقدم ہیں چنانچہ سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ نے بغیر کسی قسم کی کد و کاوش اور جبر و اکراہ کے اسلام قبول کرنے کے ساتھ ہی اپنے خدا کے آگے سر جھکا یا۔ تاریخ ابنِ خمیس [ص ۲۶۸] میں حضرت رافعؓ سے مروی ہے:

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں دو شنبہ کے دن مبعوث ہوا اور خدیجہؓ نے اس دن کے آخری حصہ میں نماز پڑھی اور علیؓ نے دوسرے دن منگل کو نماز پڑھی، اس کے بعد زید بن حارثہؓ اور ابو بکرؓ شریک نماز ہوئے۔“

جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آفتابِ رسالت سے پہلے دن جو شعاعِ انقی عالم پر چمکی وہ ایک رقیق القلب مقدس خاتون کے سینہ پر نور سے چھن کر نکلی۔

☆..... [واضح رہے کہ یہ حصہ مولانا عبدالسلام ندوی کی کتاب: ”اسوہ صحابیات“ سے ماخوذ ہے، اس میں خواتین کی تربیت و تزکیہ کے لیے جلیل القدر صحابیات کی زندگی کے اخلاقی و روحانی پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا ہے۔ آسانی کے لیے ہم نے بعض ثقیل عبارتوں اور الفاظ میں جزوی ترمیم و تہذیب کی ہے۔ مصنف]

## اعلان اسلام:

ابتدائے اسلام میں اسلام قبول کرنے سے زیادہ اظہار اسلام کے لیے ہمت، شجاعت اور جسارت کی ضرورت تھی لیکن باوجود کفار کی روک ٹوک اور جوہر و ستم کے صحابہؓ کے ساتھ صحابیاتؓ نے بھی نہایت جرأت و بے باکی کے ساتھ اپنے اسلام کا اظہار کیا چنانچہ ابتدا میں جن سات بزرگوں نے اپنے اسلام کا اعلان کیا تھا ان میں چھ آدمی یعنی خود رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ، حضرت ابولہبؓ، حضرت خبابؓ، حضرت صہیبؓ، حضرت عمارؓ مرد تھے اور ساتویں ایک غریب صحابیہ یعنی حضرت عمارؓ کی والدہ حضرت سمیہؓ تھیں۔ [تاریخ ابن ہشام ص ۱۲۵]

صحابیاتؓ نے اپنی نیک طبیعتی سے صرف آسانی کے ساتھ اسلام ہی کو قبول نہیں کیا، بلکہ انہوں نے نہایت آسانی کے ساتھ اسلام کی اشاعت بھی کی، چنانچہ صحیح بخاری کتاب التیمم میں ہے کہ صحابہ کرام نے ایک سفر میں ایک عورت کو پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا، اس کے پاس پانی کے مشکیزے تھے اور صحابہؓ نے پانی ہی کی ضرورت سے اس کو پکڑا تھا لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس کا پانی لیا تو اس کی قیمت ادا فرمائی۔ اُس کو آپ ﷺ کی اس دیانت سے اسی وقت آپ کی نبوت کا یقین آ گیا اور اس کے اثر سے اس کا تمام قبیلہ بھی مسلمان ہو گیا۔

## مصائب و مشکلات پر صبر:

صحابہ کرامؓ کے ساتھ صحابیاتؓ نے بھی اسلام کے لیے ہر قسم کی تکلیفیں برداشت کیں اور ان کے ایمان میں ذرہ برابر بھی تزلزل واقع نہیں ہوا۔ حضرت سمیہؓ نے اسلام قبول کیا تو ان کو کفار نے طرح طرح کی اذیتیں دینا شروع کیں، سب سے سخت اذیت یہ تھی کہ ان کو مکہ کی تپتی ریت میں لوہے کی زرہ پہنا کر دھوپ میں کھڑا کر دیتے تھے لیکن اس کے باوجود وہ اسلام پر ثابت قدم رہتی تھیں۔ ایک دن کفار نے حسب معمول ان کو لوہے کی زرہ پہنا کر دھوپ میں زمین پر لٹا دیا تھا، اسی حالت میں رسول اللہ ﷺ کا گزر ہوا تو آپؐ نے فرمایا: ”صبر کرو، تمہارا ٹھکانا جنت میں ہے۔“ لیکن کفار کو اس پر بھی تسکین نہیں ہوئی اور ابو جہل نے ان کی ران میں برچھی مار کر ان کو شہید کر دیا، چنانچہ اسلام میں سب سے پہلے شرف شہادت ان ہی کو نصیب ہوا اور صحابیات کی یہ سب سے بڑی فضیلت ہے کہ سب سے پہلے ایک صحابیہ نے اسلام قبول کیا اور سب سے پہلے ایک صحابیہ نے شرف شہادت حاصل کیا۔

حضرت عمرؓ کی بہن جب اسلام لائیں اور حضرت عمر کو اس کا حال معلوم ہوا تو اس قدر مارا کہ بدن لہو لہان ہو گیا لیکن انہوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ جو کچھ کرنا ہو کرو میں تو اسلام لا چکی لبینہؓ کو بھی حضرت عمرؓ مارتے مارتے تھک جاتے تو کہتے کہ میں نے رحم کی بنا پر نہیں بلکہ تم کو اس وجہ سے چھوڑ دیا ہے کہ تھک گیا ہوں، اسی طرح وہ زنیہؓ کو بھی جو ان کے گھرانے کی کنیز تھیں، نہایت اذیت دیا کرتے تھے۔ [اسد الغابہ، بذیل تذکرہ حضرت عمرؓ]

### رشتوں ناطوں کی قربانی:

صحابہ کرامؓ ایمان لائے تو ان کے تمام رشتے ناتے منقطع ہو گئے لیکن اس سے ان کی قوت ایمانی میں کوئی تزلزل واقع نہیں ہوا۔ صحابیاتؓ کی حالت اس معاملہ میں صحابہ کرامؓ سے بھی زیادہ نازک تھی۔ انسان اگرچہ اپنے تمام اعزہ واقارب کی اعانت کا محتاج ہوتا ہے لیکن عورت کی زندگی کا تمام تر دار و مدار شوہر کی اعانت پر ہوتا ہے اور وہ کسی حالت میں بھی اس سے بے نیاز نہیں ہو سکتی، باپ بیٹے سے بیٹا باپ سے قطع تعلق کر کے زندگی بسر کر سکتا ہے لیکن عورت شوہر سے جدا ہوا کر بالکل بیکس ہو جاتی ہے لیکن اس کے باوجود صحابیاتؓ نے اسلام کے لیے اس نازک رشتے کو بھی منقطع کیا اور اپنے کافر شوہروں سے ہمیشہ کے لیے علیحدہ ہو گئیں۔ چنانچہ صلح حدیبیہ کے بعد جب یہ آیت نازل ہوئی:

((وَلَا تُمْسِكُوا بِعَصَمِكُمْ الْكَوْفِرِ)) ”کافر عورتوں سے تعلق نہ رکھو۔“

تو جس طرح صحابہ کرامؓ نے اپنی کافر عورتوں کو طلاق دے دی اسی طرح بہت سی صحابیاتؓ بھی کافر شوہروں کو چھوڑ کر مدینہ ہجرت کر آئیں اور ان میں سے ایک بھی اپنے شوہر کے پاس واپس نہ گئی چنانچہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: ”ہم کو کسی ایسی مہاجرہ عورت کا حال معلوم نہیں جو ایمان لا کر مرتد ہوئی ہو۔“ [بخاری، کتاب الشروط، باب ذکر صلح حدیبیہ]

### توحید پر ثابت قدمی:

کفار نے صحابیاتؓ کو طرح طرح کی اذیتیں دیں لیکن ان کی زبان سے کلمہ توحید کے سوا کلمہ شرک نہیں نکلا۔ حضرت ام شریکؓ ایمان لائیں تو ان کی عزیز واقارب نے ان کو دھوپ میں لے جا کر کھڑا کر دیا، اس حالت میں جب کہ وہ دھوپ میں جل رہی تھیں، روٹی کے ساتھ شہد جیسی گرم چیز کھلاتے اور پانی نہیں پلاتے

تھے۔ جب اس مصیبت میں تین دن گذر گئے تو ظالموں نے کہا ”کہ جس مذہب پر تم ہو اب اس کو چھوڑ دو۔“ وہ اس قدر بدحواس ہو گئی تھیں کہ ان جملوں کا مطلب نہ سمجھ سکیں۔ اب ان ظالموں نے آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر بتایا تو سمجھیں کہ تو حید الہی کا انکار مقصود ہے، بولیں: ”خدا کی قسم! میں تو اب تک اس پر قائم ہوں۔“ [طبقات ابن سعد، بذیل تذکرہ ام شریک]

**شُرک سے اجتناب:**

عورتیں قدیم رسم و رواج اور قدیم عقائد کی نہایت پابند ہوتی ہیں اور عرب میں مشرکانہ عقائد ایک مدت سے پھیل کر قلوب میں راسخ ہو گئے تھے لیکن صحابیات نے اسلام لانے کے ساتھ ہی شدت کے ساتھ ان عقائد کا انکار کیا۔ اہل عرب کا خیال تھا کہ جو لوگ بتوں کی برائی بیان کرتے ہیں، وہ مختلف امراض میں مبتلا ہو جاتے ہیں، اس لیے حضرت زینرہؓ اسلام لانے کے بعد اندھی ہو گئیں تو کفار نے کہنا شروع کر دیا کہ ان کو لات اور عزی نے اندھا کر دیا ہے لیکن انہوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ لات و عزی کو اپنے پوجنے والوں کی کیا خبر، بلکہ یہ تو خدا کی طرف سے ہے۔ [اسد الغابہ بذیل تذکرہ حضرت زینرہ]

دور جاہلیت میں بچوں کے پھولوں کے نیچے استرا رکھ دیتے تھے اور سمجھتے تھے کہ اس طرح بچے آسیب سے محفوظ رہتے ہیں، حضرت عائشہؓ نے ایک بار کسی بچے کے سر ہانے استرا دیکھا تو منع فرمایا اور کہا: ”رسول اللہ ﷺ ایسے ٹکے کو سخت ناپسند فرماتے تھے۔“ [الادب المفرد، باب الطیر]

عرب میں شرک کا اصلی مرکز بت تھے جو گھر گھر میں نصب تھے لیکن صحابیات نے ہر موقع پر ان سے برأت ظاہر کی چنانچہ حضرت ہند بنت عتبہ جب ایمان لائیں تو گھر میں نصب بت کو توڑ پھوڑ ڈالا اور کہا کہ ”ہم تیری نسبت بڑے دھوکے میں مبتلا تھے۔“ [طبقات ابن سعد، بذیل تذکرہ حضرت ہند بنت عتبہ]

حضرت ابوطلحہؓ نے جب ام سلیمؓ سے نکاح کی خواہش کی تو انہوں نے کہا:

”ابوطلحہ! کیا تم کو یہ خبر نہیں کہ جس خدا کو تم پوجتے ہو وہ ایک درخت ہے (یعنی لکڑی کا بت) جو زمین سے اُگا ہے، اس کو فلاں حبشی نے گڑھ کر تیار کیا ہے!“

ابوطلحہ بولے کہ مجھے معلوم ہے تو ام سلیمؓ نے کہا کہ پھر تمہیں اس کی عبادت سے شرم نہیں آتی؟! چنانچہ جب تک انہوں نے بت پرستی سے توبہ کر کے کلمہ تو حید نہیں پڑھا، انہوں نے ان سے نکاح کرنا پسند نہیں کیا۔

## رسول اللہ کی نبوت پر ایمان:

رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا اعتقاد نہ صرف صحابیات کے لوح دل پر کالنگش فی الحجر [پتھر پر لیکر] تھا بلکہ ان کی چھوٹی چھوٹی لڑکیوں کے دل پر بھی یہ عقیدہ نہایت شدت سے راسخ ہو گیا تھا۔ ایک بار آپ نے ایک لڑکی کو بدعادی کی کہ ”تیری عمر زیادہ نہ ہو۔“ اس نے شدت اعتقاد کی بنا پر اس کا یقین کر لیا اور حضرت ام سلیم کے پاس روتی ہوئی آئی اور کہا کہ آپ نے مجھے یہ بدعادی ہے، اب میری عمر نہ بڑھے گی، وہ بدحواس آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا کہ آپ نے فلاں لڑکی کو یہ بدعادی ہے؟ آپ ہنس پڑے اور فرمایا کہ میں بھی آدمی ہوں اور آدمیوں کی طرح خوش اور رنجیدہ ہوتا ہوں، پس جس کو میں ایسی بدعادیوں جس کا وہ مستحق نہیں، تو یہ اس کے لیے پاکی، تزکیہ اور نیکی ہوگی۔ [مسلم، کتاب البر، باب من بعد النبی]

## نماز اور پابندی جماعت:

اگرچہ عورتوں پر جماعت کی پابندی فرض نہیں ہے اور اس بنا پر بعض غیور صحابہ جماعت میں اپنی عورتوں کی شرکت کو پسند بھی نہیں کرتے تھے، تاہم بعض صحابیات پر اس کا کچھ اثر نہیں پڑتا تھا اور وہ مناسب اوقات میں نماز باجماعت ادا فرماتی تھیں۔ حضرت عمرؓ کی بی بی برابر عشاء اور فجر کی نماز میں شریک جماعت ہوتی تھیں، ایک بار ان سے لوگوں نے کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ عمر اس کو پسند نہیں کرتے پھر کیوں ایسا کرتی ہو؟ تو وہ بولیں کہ اگر عمرؓ یہ پسند نہیں کرتے تو پھر وہ مجھے روک کیوں نہیں دیتے؟! [صحیح بخاری]

## نماز جمعہ:

عورتوں پر اگرچہ جمعہ فرض نہیں ہے تاہم صحابیات اس دن کی بہت عزت کرتی تھیں اور اس کی برکتوں میں عمدہ طریقوں سے شریک ہوتی تھیں۔ ایک صحابیہ تھیں جو اپنے کھیتوں میں چغندر بودیا کرتی تھیں، جب جمعہ کا دن آتا، تو اس کو پکا کر نماز جمعہ کے بعد تمام صحابہ کو کھلاتی تھیں۔ [بخاری، کتاب الحج]

## نماز اشراق:

نماز اشراق اگرچہ رسول اللہ ﷺ نے جیسا کہ حضرت ام ہانیؓ سے مروی ہے تمام عمر میں صرف ایک بار پڑھی تھی لیکن بعض صحابیات نے اس کا التزام کر لیا تھا، چنانچہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے اگرچہ رسول اللہ ﷺ کو کبھی نماز اشراق پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا لیکن میں خود پڑھتی ہوں کیونکہ آپ بہت

چیزوں کو پسند فرماتے تھے لیکن ان پر اس لیے عمل نہیں کرتے تھے کہ وہ امت پر فرض نہ ہو جائیں۔ [مسلم، کتاب الصلاة]

### نماز تہجد:

صحابہ کرام تہجد پڑھتے تھے تو اس میں صحابیات بھی شریک ہوتی تھیں چنانچہ حضرت عمرؓ کو تہجد کے لیے اپنے اہل و عیال کو جگاتے اور یہ آیت پڑھتے: ((وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ)) "اپنے اہل و عیال کو نماز کا حکم دو۔" [موطا، کتاب الصلاة، باب فی صلوة اللیل]

ایک صحابیؓ نے رات کے تین حصے کر دیئے تھے ایک میں خود، دوسرے میں ان کی بیوی اور تیسرے میں ان کا خادم تہجد پڑھتا تھا اور ایک دوسرے کو جگادیتا تھا۔ [بخاری، کتاب الاطعمہ]

### زکاۃ و صدقات:

زیور عورتوں کو سب سے زیادہ محبوب ہوتے ہیں لیکن صحابیات کو خدا کی مرضی ان سے بھی زیادہ عزیز تھی۔ ایک بار رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک صحابیہؓ اپنی لڑکی کو لے کر حاضر ہوئی۔ لڑکے ہاتھ میں سونے کے موٹے موٹے ننگن تھے۔ آپؐ نے ان کو دیکھ کر فرمایا کیا تم اس کی زکوٰۃ دیتی ہو؟ اس نے کہا نہیں، تو آپؐ نے فرمایا: تمہیں یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ خدا قیامت کے دن اس کے بدلے آگ کے ننگن پہنائے! اس نے یہ سنا تو فوراً وہ ننگن آپؐ کے سامنے ڈال دیئے کہ یہ خدا اور خدا کے رسول کے ہیں۔ [البوداؤد]

ایک بار رسول اللہ ﷺ نے خطبہ میں صدقہ و خیرات کی ترغیب دی، صحابیات کا مجمع تھا، حضرت بلالؓ دامن پھیلائے ہوئے تھے اور صحابیاتؓ اپنے کان کی بالیاں، گلے کے ہار اور انگلیوں کے چھلے تک اس میں پھینکتی جاتی تھیں۔ [البوداؤد]

حضرت اسماءؓ کے پاس صرف ایک ہی لونڈی تھی۔ انہوں نے اس کو فروخت کیا اور روپیہ گود میں لے کر بیٹھیں، اسی حالت میں ان کے شوہر حضرت زبیرؓ آئے اور ان سے کہا کہ یہ روپیہ مجھے دیدو۔ وہ بولیں کہ میں نے تو اس کو صدقہ کر دیا ہے۔ [مسلم]

www.KitaboSunnat.com

### اعزہ و اقارب پر صدقہ:

ایک بار حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی بی بی حضرت زینبؓ نے ان سے کہا کہ تم نادار ہو، رسول اللہ کے پاس

جاؤ، اگر آپ اجازت دیں تو میں جو صدقہ کرنا چاہتی ہوں وہ تمہیں کر دوں گی لیکن حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ تم خود جاؤ، چنانچہ وہ خود اللہ کے رسول کے پاس گئیں تو دیکھا کہ وہاں اسی غرض سے ایک دوسری صحابیہؓ بھی موجود ہے۔ چنانچہ دونوں نے حضرت بلالؓ کے ذریعہ سے آنحضرتؐ سے پوچھوایا کہ دو عورتیں اپنے شوہروں اور چند یتیموں پر جو ان کی کفالت میں ہیں، صدقہ کرنا چاہتی ہیں، کیا یہ جائز ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ”ان کو دو گنا ثواب ملے گا، ایک قرابت کا اور دوسرا صدقہ کا۔“ [بخاری]

ایک بار حضرت ام سلمہؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ اگر میں ابوسلمہ کے لڑکوں پر صدقہ کروں تو مجھ کو ثواب ملے گا؟ اور میں ان کو چھوڑ بھی نہیں سکتی کیونکہ وہ میرے لڑکے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا ہاں تمہیں ثواب ملے گا۔

ایک صحابیہؓ نے اپنی ماں کو ایک لونڈی صدقہ دی تھی۔ ماں کا انتقال ہو گیا تو اس نے رسول اللہ ﷺ سے اس کی نسبت دریافت کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ صدقے کا ثواب تمہیں مل چکا اور اب وہ لونڈی تمہاری وراثت میں داخل ہو گئی ہے۔ [ابوداؤد]

### محتاج کی مدد:

صحابیات موت و حیات دونوں حالتوں میں اہل حاجت کی اعانت و امداد فرماتی تھیں۔ غزوہٴ احد میں حضرت صفیہؓ آئیں اور اپنے بھائی حضرت حمزہ سید الشہداءؓ کے کفن کے لیے دو کپڑے لائیں لیکن ان کی لاش کے پاس ایک انصاری کی لاش بھی اسی طرح برہنہ نظر آئی۔ دل میں شرمائیں کہ حمزہ دو کپڑوں میں کفنائے جائیں اور انصاری کے لیے ایک کپڑا بھی نہ ہو۔ ناپا تو ایک کا قد بڑا نکلا، مجبوراً کپڑے پر قرعہ ڈالا گیا اور جو کپڑا جس کے حصے میں پڑا، وہ اسی میں کفنایا گیا۔ [مسند احمد: ج ۱ ص ۱۵۶]

### نظلی روزوں کا اہتمام:

آج ہماری عورتیں فرضی روزوں میں بھی سستی کرتی ہیں لیکن بعض صحابیات نظلی روزے بھی بکثرت رکھتی تھیں۔ حضرت ابوامامہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے بار بار دعائے شہادت کی درخواست کی لیکن آپؐ نے سلامتی کی دعا فرمائی۔ اخیر میں انہوں نے عرض کی کہ کسی ایسے عمل کی ہدایت فرما دیجئے کہ خدا مجھے اس سے نفع دے۔ آپؐ نے روزہ کا حکم دیا اور انہوں نے متصل روزہ رکھنے کا التزام کر لیا، ان کے ساتھ ان کے خادم اور

بیوی نے بھی اس عمل صالح میں شرکت کی اور روزہ ان کے گھر کی امتیازی علامت بن گئی۔ اگر کسی دن ان کے گھر میں دھواں اُٹھتا تو لوگ سمجھتے کہ آج ان کے گھر میں کوئی مہمان آیا ہے ورنہ اس گھر میں دن کا کھانا کیونکر پک سکتا ہے۔ [مسند احمد: ج ۵ ص ۲۵۵]

بعض صحابیات نفلی روزے رکھتی تھیں جس سے ان کے شوہروں کو تکلیف ہوتی تھی، شوہروں نے روکا تو انہیں سخت ناگوار گزارا، چنانچہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جا کر شکایت کی لیکن آپ نے حکم دیا کہ عورت شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ نہ رکھے۔ [ابوداؤد، کتاب الصیام]

### مردوں کی جانب سے روزہ کا اہتمام:

صحابیات نہ صرف اپنی طرف سے بلکہ اپنے فوت شدگان کی جانب سے بھی روزے رکھتی تھیں، ایک صحابیہ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ میری ماں کا انتقال ہو گیا ہے اور اس پر روزے فرض تھے، کیا میں ان کو پورا کر دوں؟ تو آپ نے ان کو اس کی اجازت دے دی۔ [بخاری، کتاب الصوم]

### اعتکاف:

صحابیات کو اعتکاف کا اس قدر شوق تھا کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ نے اعتکاف کے لیے خیمہ نصب کرنے کا حکم دیا تو حضرت عائشہؓ نے اپنا خیمہ الگ نصب کروایا۔ ان کی دیکھا دیکھی تمام ازواج مطہرات نے بھی خیمے نصب کروائے۔ [ابوداؤد، کتاب الصیام]

### حج:

فرائض اسلام میں اگرچہ حج صرف ایک بار فرض ہے لیکن صحابیات کو ایک بار کے حج سے کیا تسکین ہو سکتی تھی، اس لیے تقریباً ہر سال وہ فریضہ حج ادا کرتی تھیں۔ ایک بار حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے جہاد کی اجازت مانگی تو آپ نے فرمایا کہ تم عورتوں کے لیے بہترین جہاد حج مبرورہ ہے۔ اس کے بعد سے ان کا کوئی سال حج سے خالی نہ گیا۔ [بخاری، کتاب الحج]

صحابیات جس ذوق شوق سے حج ادا کرتی تھیں، اس کا موثر منظر حجۃ الوداع میں دنیا کو نظر آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اعلان حج کیا تو حضرت اسماء بنت عمیسؓ اگرچہ حاملہ تھیں لیکن وہ بھی روانہ ہوئیں۔ بہت سے صحابہؓ حجۃ الوداع کی شرکت کے لیے جا رہے تھے۔ راستے میں رسول اللہ ﷺ سے ملاقات ہوئی تو ایک صحابیہ



جھپٹ کے آپ کے پاس آئیں اور ہودج سے اپنے بچے کو نکال کر پوچھا: کیا اس کا حج بھی ہو سکتا ہے؟  
 آپ نے فرمایا: ہاں، لیکن اس کا ثواب تمہیں ملے گا۔ [ابوداؤد، کتاب المناسک]

صحابیات فریضہ حج کے ادا کرنے میں طرح طرح کی غیر لازمی چیزوں کا بھی التزام کر لیا کرتی تھیں۔  
 ایک صحابیہ نے خانہ کعبہ تک پیدل سفر کرنے کی نذر مانی۔ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ پیدل بھی چلے اور سوار بھی ہو۔ [بخاری، کتاب الحج]

اگر کسی مجبوری سے حج کے فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو جاتا تو صحابیات کو سخت صدمہ ہوتا تھا۔ حجۃ الوداع میں حضرت عائشہ کو ضرورت نسوانی سے معذوری ہو گئی۔ رسول اللہ ﷺ کا گذر ہوا تو دیکھا کہ وہ رو رہی ہیں۔ پوچھا کیا ماجرا ہے؟ وہ بولیں کہ میں نے اب تک حج نہیں کیا تھا کہ ماہواری کا سنلہ پیدا ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: سبحان اللہ! یہ تو فطری چیز ہے، تم اسی حالت میں تمام مناسک حج ادا کرو، صرف خانہ کعبہ کا طواف نہ کرو۔ [ابوداؤد، کتاب المناسک]

### ماں باپ کی طرف سے حج کرنا:

صحابیات نہ صرف خود بلکہ اپنے ماں باپ کی طرف سے بھی حج ادا کرتی تھیں حجۃ الوداع کے زمانہ میں ایک صحابیہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا کہ میرے باپ پر حج فرض ہو گیا ہے لیکن وہ بڑھاپے کی وجہ سے سواری پر بیٹھ نہیں سکتے کیا میں ان کی طرف سے حج ادا کروں؟ آپ نے اس کو اس کی اجازت دے دی ایک صحابیہ کی ماں کا انتقال ہو چکا تھا وہ آپ کی خدمت میں آئیں اور کہا کہ میری ماں نے کبھی حج نہیں کیا، کیا میں اس کی جانب سے یہ فرض ادا کروں؟ آپ نے ان کو بھی اجازت دی۔ [مسلم]

### عمرہ ادا کرنا:

عمرہ فرض ہو یا نہ ہو لیکن صحابیات اس کو نہایت پابندی کے ساتھ ادا کرتی تھیں اور جب عمرہ فوت ہو جاتا تو ان کو سخت پریشانی ہوتی تھی۔ جب حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ نے ختم دیا کہ جن لوگوں کے پاس قربانی کا جانور نہ ہو وہ عمرہ ادا کر سکتے ہیں تو خیمے میں آ کر دیکھا کہ حضرت عائشہ زور ہی ہیں۔ وجہ پوچھی تو وہ بولیں کہ میں ضرورت نسوانی سے مجبور ہوں لیکن لوگ دود و فرض (یعنی حج و عمرہ) کا ثواب حاصل کر رہے ہیں اور میں صرف ایک کا۔ آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں، خداتم کو عمرہ کا ثواب بھی عطا فرمائے گا چنانچہ آپ نے

ان کے بھائی عبدالرحمن بن ابی بکر کو ان کے ساتھ کر دیا اور مقام تنعیم میں جا کر انہوں نے عمرہ کا احرام باندھا اور رات کو عمرہ سے فارغ ہو کر آئیں۔ [بخاری، کتاب الحج]

### شوق شہادت:

عہد نبوت میں شہادت ایک ابدی زندگی خیال کی جاتی تھی اس لیے ہر شخص اس آبِ حیات کا پیاسا رہتا تھا۔ حضرت ام ورقہ بنت نوفل ایک صحابیہ تھیں، جب غزوہ بدر پیش آیا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ مجھے شریک جہاد ہونے کی اجازت عطا فرمائی جائے، میں مریضوں کی تیمارداری کروں گی۔ شاید مجھے بھی درجہ شہادت حاصل ہو جائے۔ آپ نے فرمایا: گھر ہی میں رہو، خدا تمہیں اسی میں شہادت دے گا۔ یہ معجزانہ پیش گوئی کیونکر غلط ہو سکتی تھی چنانچہ ان کے دو غلاموں نے انہیں شہید کر دیا۔ [ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ]

### عمل بالقرآن:

صحابیات پر قرآن کا شدت سے اثر پڑتا تھا۔ ایک بار حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے فرمایا کہ قرآن مجید کی یہ آیت: ((مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِ)) ”جو شخص کوئی بھی برائی کرے گا اس کا بدلہ دیا جائے گا۔“

نہایت سخت ہے۔ ارشاد ہوا کہ عائشہ تم کو خبر نہیں کہ مسلمان کے پاؤں میں اگر ایک کانٹا بھی چبھتا ہے تو وہ اس کے اعمال بد کا معاوضہ ہو جاتا ہے۔ حضرت عائشہ بولیں: لیکن خدا تو کہتا ہے:

((فَسَوْفَ يُحَاسِبُ حِسَابًا يَسِيرًا)) ”خدا ذرا سی برائی کا بھی حساب لے گا۔“

حضور نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر عمل خدا کی بارگاہ میں پیش ہوگا عذاب اسی کو دیا جائے گا جس کے حساب میں رد و قدح ہوگی۔ [ابوداؤد، کتاب الجنائز]

اس اثر پذیری کا نتیجہ یہ تھا کہ صحابیات نہایت سرعت کے ساتھ قرآن مجید کے احکام پر عمل کرنے کو تیار ہو جاتی تھیں۔ حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ نے حضرت سالمؓ کو اپنا منہ بولا بیٹا بنایا تھا، اس لیے زمانہ جاہلیت کے رسم و رواج کے مطابق ان کو حقیقی بیٹے کے حقوق حاصل ہو گئے تھے لیکن جب قرآن مجید کی یہ آیت:

((أَدْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ)) ”ان کو ان کے حقیقی باپوں کے بیٹے کہہ کر پکارو۔“

نازل ہوئی تو ان کی بی بی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا کہ سالم پہلے ہمارے ساتھ

گھر میں رہتے تھے اور ان سے کوئی پردہ نہ تھا، اب آپ کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اسے دودھ پلا دو، وہ تمہارے رضاعی بیٹے ہو جائیں گے۔ [یعنی پھر پردے کی ضرورت نہ رہے گی۔] (ابوداؤد)

زمانہ جاہلیت میں عرب کی عورتیں نہایت بے پروائی کے ساتھ دوپٹہ اوڑھتی تھیں، اس لیے سینہ اور سر وغیرہ کھلا رہتا تھا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ((وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ))

”عورتوں کو چاہیے کہ اپنے دوپٹوں کو اپنے سینوں پر ڈال لیں۔“

اس کا یہ اثر ہوا کہ عورتوں نے اپنے تہ بند اور متفرق کپڑوں کو پھاڑ کر دوپٹے بنائے اور اپنے آپ کو سیاہ چادروں سے اس طرح ڈھانپ لیا کہ حضرت عائشہؓ کے قول کے مطابق یہ معلوم ہوتا تھا کہ ان کے سر پر کوئے بیٹھے ہیں۔ [ابوداؤد، کتاب اللباس]

### موسیقی سے اجتناب:

راگ باجاتو بڑی چیز ہے، حضرت عائشہؓ کا یہ حال تھا کہ اونٹ کی گھنٹی کی آواز سننا بھی پسند نہیں کرتی تھیں۔ اگر سامنے سے گھنٹی کی آواز آتی تو ساربان سے کہتیں کہ ٹھہر جاؤ تا کہ یہ آواز سننے میں نہ آئے اور اگر سن لیتیں تو کہتیں کہ تیزی کے ساتھ لے چلو تا کہ میں اس آواز کو نہ سن سکوں۔ [مسند احمد: ج ۶ ص ۱۵۲]

ایک بار ایک لڑکی ان کے گھر میں گھنگرو پہنے ہوئے داخل ہوئی، گھنگرو کی آواز سننے کے ساتھ ہی حضرت عائشہؓ بولیں کہ گھنگرو پہنے ہوئے یہ میرے پاس نہ آنے پائے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس گھر میں اس قسم کی آوازیں آتی ہیں، اس میں فرشتے نہیں آتے۔ [مسند احمد: ج ۶ ص ۲۳۲]

### مشتبہات سے اجتناب:

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو چیز مشتبہ ہو اس کو چھوڑ کر وہ چیز اختیار کرو جو مشتبہ نہیں ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی لیکن ان کے درمیان مشتبہ چیزیں ہیں پس جو شخص مشتبہ گناہوں کو چھوڑ دے گا، وہ کھلے ہوئے گناہوں کا سب سے زیادہ چھوڑنے والا ہوگا اور جو شخص مشتبہ گناہوں کا مرتکب ہوگا، بہت ممکن ہے کہ وہ کھلے ہوئے گناہوں کا ایسے ہی مرتکب جا ٹھہرے جیسے (کسی کی) چراگاہ کے آس پاس جانور چرانے والے کے بارے میں امکان ہے کہ اس کے مویشی اس چراگاہ میں گھس جائیں گے۔

صحابیات اس حدیث پر نہایت شدت سے عامل تھیں۔ ایک صحابیہ نے اپنی لونڈی کو اپنی ماں پر صدقہ

کر دیا تھا۔ وہ مرگئیں تو اس لوٹڈی کی حالت مشتبہ ہو گئی، کیونکہ ایک طرف تو وہ اسے صدقہ کر چکی تھیں اور صدقہ کا مال واپس لینا جائز نہیں جبکہ دوسری طرف ماں اس کی مالک ہو گئی تھیں اور ماں کے مرنے کے بعد یہ دوبارہ اسی لوٹڈی کی وارث بنتی تھی۔ اس اشتباہ کے رفع کرنے کے لیے وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور نفس واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا تمہیں صدقہ کا ثواب مل چکا اور اب وہ تمہاری وراثت میں آگئی ہے۔ [ابوداؤد، کتاب الوصایا]

حضرت اسماءؓ کی ماں قتیلہ کافرہ تھیں اور حضرت ابوبکرؓ نے زمانہ جاہلیت میں ہی ان کو طلاق دے دی تھی۔ ایک دفعہ وہ حضرت اسماءؓ کے پاس متعدد چیزیں ہدیہ لے کر آئیں چونکہ یہ کافرہ کا ہدیہ تھا اس لیے حضرت اسماءؓ نے ان کو قبول کرنے سے انکار کیا اور حضرت عائشہؓ کے ذریعے سے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کروایا تو آپ نے اس کو قبول کرنے کی اجازت دے دی۔ [طبقات ابن سعد، بذیل تذکرہ حضرت اسماء]

### تسبیح و تہلیل:

تسبیح و تہلیل مذہبی زندگی کی مخصوص علامات ہیں اور صحابیات میں یہ علامت پائی جاتی تھی۔ ایک صحابیہؓ سامنے نکل کر یا گھٹلی رکھ کر تسبیح پڑھ رہی تھیں، رسول اللہ ﷺ نے دیکھا تو فرمایا کہ اس کی کیا ضرورت ہے، میں اس سے آسان ترکیب بتاتا ہوں اس کے بعد آپ نے اسے ایک دعا بتادی۔ [ابوداؤد]

### مقامات مقدسہ کی زیارت:

حصول برکت کا شوق صحابیات کو مقامات مقدسہ کی طرف کھینچ لے جاتا تھا۔ ایک بار ایک صحابیہ بیمار ہو گئیں اور یہ نذر مانی کہ اگر خدا شفا دے گا تو بیت المقدس میں جا کر نماز پڑھوں گی۔ صحت یاب ہوئیں تو سامان سفر تیار کیا اور رخصت ہونے کے لیے حضرت میمونہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ انہوں نے کہا کہ مسجد نبویؐ ہی میں نماز پڑھ لو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری مسجد میں ایک نماز دوسری مساجد کی ہزاروں نمازوں سے بہتر ہے۔ [صحیح مسلم]

ایک صحابیہ نے مسجد قبا تک پیدل سفر کرنے کی نذر مانی تھی، ابھی نذر پوری کرنے بھی نہیں پائی تھیں کہ انتقال ہو گیا۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے فتویٰ دیا کہ ان کی صاحبزادی نذر پوری کریں۔ [مؤطا امام محمد، باب الرجل ینکف بالمشی الی بیت اللہ]

## مذہبی فرائض ادا کرنے میں جسمانی تکلیفیں اٹھانا:

شوق عبادت ہر قسم کی جسمانی تکلیفوں کو آسان کر دیتا ہے اور صحابیات میں یہ شوق موجود تھا، اس لیے وہ ہر قسم کی تکلیفیں برداشت کرتی تھیں اور فرائض اسلام کو بخوشی ادا کرتی تھیں۔ حضرت آمنہ بنت جحش ایک صحابیہ تھیں ان کا معمول تھا کہ برابر مصروف نماز رہتی تھیں، جب تھک جاتیں تو ستون کے ساتھ ایک رسی باندھ رکھی تھی، اس سے لٹک جاتیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس رسی کو دیکھا تو فرمایا: ان کو صرف اسی قدر نماز پڑھنی چاہیے جو ان کی طاقت میں ہو۔ اگر تھک جائیں تو بیٹھ جانا چاہیے، چنانچہ وہ رسی کھلو کر پھینک دی گئی۔ [ابوداؤد]

## پابندی قسم:

ہم لوگ بات بات پر قسم کھایا کرتے ہیں اور ہم کو یہ محسوس نہیں ہوتا کہ یہ کس قدر ذمہ داری کا کام ہے لیکن صحابیات بہت کم قسم کھاتی تھیں اور جس بات پر قسم کھاتی تھیں اس کو پھر پورا کرتی تھیں۔ ایک بار حضرت عائشہؓ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے ناراض ہو گئیں اور قسم کھالی کہ اب ان سے بات چیت نہ کریں گی جب حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے معافی مانگ لی اور دوسرے صحابہ نے بھی اس کی سفارش کی تو رو کر کہنے لگیں:

”میں نے نذرمان لی ہے اور نذر کا معاملہ نہایت سخت ہے۔“

بالآخر اصرار و سفارش سے ان کا قصور معاف کر دیا تو کفارہ میں ۴۰ غلام آزاد کیے۔ [بخاری، کتاب الادب]

## برکت اندوزی:

صحابیات ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کی ذات پاک سے برکت اندوز ہوتی رہتی تھیں، اس لیے جو بچہ پیدا ہوتا، صحابیات سب سے پہلے اس کو آپ کی خدمت میں حاضر کرتیں۔ آپ بچے کے سر پر ہاتھ پھیرتے، اپنے منہ میں کھجور ڈال کر اس کے منہ میں ڈالتے اور اس کے لیے برکت کی دعا فرماتے۔ [مسلم، کتاب الفضائل]

## محافظت یادگار رسول:

صحابیات رسول اللہ ﷺ کی یادگاروں کو جان سے زیادہ عزیز رکھتی تھیں، حضرت عائشہؓ کے پاس آپ ﷺ کا ایک جبہ محفوظ تھا۔ جب ان کا انتقال ہوا تو حضرت اسماءؓ نے اس کو لے کر اپنے پاس محفوظ کر لیا، چنانچہ جب کوئی شخص آپ کے خاندان میں بیمار ہوتا تھا تو شفا حاصل کرنے کے لیے اس کو دھو کر اس کا پانی پلاتی تھیں۔ [احمد، ج ۶ ص ۳۲۸]

جن کپڑوں میں آپ ﷺ کا انتقال ہوا تھا، حضرت عائشہؓ نے ان کو محفوظ رکھا تھا چنانچہ ایک دن انہوں نے ایک صحابی کو ایک یمنی تہبند اور ایک کملی دکھا کر کہا کہ خدا کی قسم! آپ نے انہی کپڑوں میں داعی اجل کو لبیک کہا تھا۔ [ابوداؤد، کتاب اللباس]

ایک بار ایک صحابیہ نے آنحضرت ﷺ کی دعوت کی، آپ ﷺ نے کھانے کے بعد جس مشکیزہ سے پانی پیا، اس کو انہوں نے محفوظ رکھا۔ جب کوئی شخص بیمار ہوتا یا برکت حاصل کرنے کا موقع آتا تو وہ اس سے پانی پیتی اور پلاتی تھیں۔ [طبقات ابن سعد، بذیل تذکرہ حضرت ام نیاز]

جب آپ ﷺ حضرت انسؓ کے گھر تشریف لاتے تھے تو ان کی والدہ آپ کے پسینے کو نچوڑ کر ایک شیشی میں بھر لیتی تھیں اور اس کو محفوظ رکھتی تھیں۔ [بخاری، کتاب الاستیذان]

غزوہ خیبر میں آپ ﷺ نے ایک صحابیہ کو خود دست مبارک سے ایک ہار پہنایا تھا۔ وہ اس کی اتنی قدر کرتی تھیں کہ عمر بھر اس کو گلے سے جدا نہیں کیا اور جب انتقال کرنے لگیں تو وصیت کی کہ ان کے ساتھ وہ بھی دفن کر دیا جائے۔ [مسند احمد: ج ۶ ص ۳۸۰]

ایک دن آپ ﷺ حضرت ام سلیمؓ کے مکان پر تشریف لائے، گھر میں ایک مشکیزہ لٹک رہا تھا۔ آپ نے اس کا دہانہ اپنے منہ سے لگایا اور پانی پیا۔ حضرت ام سلیمؓ نے مشکیزے کے دہانے کو کاٹ کر اپنے پاس بطور یادگار رکھ لیا۔ [ابوداؤد، کتاب اللباس]

آپ ﷺ حضرت شفا بنت عبد اللہ کے یہاں کبھی کبھی قیلو لہ فرماتے تھے۔ اس غرض سے انہوں نے آپ کے لیے ایک بستر اور ایک خاص تہبند بنوایا تھا جس کو پہن کر آپ استراحت فرماتے تھے۔ یہ یادگاریں ایک مدت تک ان کے خاندان میں محفوظ رہیں، اخیر میں خلیفہ مروان نے ان سے یہ چیزیں لے لیں۔ [طبقات ابن سعد، بذیل تذکرہ حضرت ام سلیمؓ]

## ادب رسول:

صحابیات آپ کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو دربار نبوت کے ادب و عظمت کے لحاظ سے تمام کپڑے زیب تن کر لیتیں، ایک صحابیہ فرماتی ہیں:

”میں نے تمام کپڑے پہن لیے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔“ [ابوداؤد، کتاب الطلاق]

اگر نادانستگی کی حالت میں بھی کوئی کلمہ آپ کی شان کے خلاف منہ سے نکل جاتا تو اس کی معافی چاہتیں۔ ایک صحابیہ کا بچہ مر گیا اور وہ اس پر رورہی تھی، آپ کا گذر ہوا تو فرمایا: ”خدا سے ڈرو، اور صبر کرو۔“ وہ صحابیہ بولیں کہ تمہیں میری مصیبت کی کیا پروا ہے؟ آپ چلے گئے تو لوگوں نے کہا کہ یہ رسول اللہ ﷺ تھے۔ چنانچہ وہ دوڑی ہوئی آنحضرت کے پاس آئیں اور عرض کیا کہ میں نے حضور کو نہیں پہچانا تھا۔ [ابوداؤد، کتاب الجنائز]

**حمایت رسول:**

صحابیات اپنے دلوں میں نہایت شدت کے ساتھ آپ کی حمایت کی آرزو رکھتی تھیں۔ حضرت طیب بن عمیرؓ اسلام لائے اور اپنی ماں ارؤی بنت عبدالمطلب کو اس کی خبر دی تو وہ بولیں کہ تم نے جس شخص کی حمایت کی ہے، وہ اس کا سب سے بڑا مستحق تھا۔ اگر مردوں کی طرح ہم بھی استطاعت رکھتے تو آپ کی حفاظت کرتے اور آپ کی طرف سے لڑتے۔ [الاستیعاب، بذیل تذکرہ حضرت طیب بن عمیر]

### خدمت رسول:

صحابیات رسول اللہ ﷺ کی خدمت کو اپنا سب سے بڑا شرف خیال کرتی تھیں۔ حضرت سلمیٰؓ ایک صحابیہ تھیں۔ انہوں نے اس استقلال کے ساتھ آپ کی خدمت کی کہ ان کو خادمہ رسول اللہ کا لقب حاصل ہوا۔ [ابوداؤد، کتاب الطب]

سفینہ حضرت سلمہؓ کی والدہ کی لونڈی تھی، انہوں نے اس کو اس شرط پر آزاد کرنا چاہا کہ وہ اپنی عمر آپ کی خدمت گزاری میں صرف کر دے۔ اس نے کہا ”اگر آپ یہ شرط نہ بھی کرتیں تب بھی میں مرتے دم تک آپ کی خدمت سے علیحدہ نہ ہوتی۔“ [ابوداؤد، کتاب التقی]

### ہیبت رسول:

رسول اللہ ﷺ کی پر عظمت روحانیت سے صحابیات اس قدر مرعوب ہو جاتی تھیں کہ جسم پر ریشہ پڑ جاتا تھا، ایک بار حضرت خدیجہؓ نے آپ کو مسجد میں اکڑو بیٹھے ہوئے دیکھا ان پر آپ کے اس خشوع و خضوع کی حالت کا یہ اثر پڑا کہ وہ کانپ اٹھیں۔ [شامل ترمذی]

### نعت رسول:

صحابیات کی چھوٹی چھوٹی لڑکیاں تک آپ کی مدح میں رطب اللسان رہتی تھیں، آپ جب ہجرت کر کے

مدینہ تشریف لائے تو لڑکیاں دف بجا بجا کر یہ شعر گاتی پھرتی تھیں:

”ہم خاندان بنو نجار کی لڑکیاں ہیں محمد کتنے اچھے پڑوسی ہیں“ [بخاری]

### پابندی احکام رسول:

صحابیات رسول اللہ ﷺ کے احکام کی نہایت شدت کے ساتھ پابندی کرتی تھیں۔ آپؐ نے شوہر کے علاوہ دیگر قریبی رشتہ داروں کی وفات پر افسوس [سوگ] کے لیے صرف تین دن مقرر فرمائے تھے، صحابیات نے اس کی اس شدت کے ساتھ پابندی کی کہ جب حضرت زینب بنت جحشؓ کے بھائی کا انتقال ہوا اور چوتھے دن کچھ عورتیں ان سے ملنے آئیں تو انہوں نے ان سب کے سامنے خوشبو لگائی اور کہا کہ مجھے خوشبو کی ضرورت نہ تھی لیکن میں نے آنحضرتؐ سے سنا ہے کہ کسی مسلمان عورت کو شوہر کے سوا تین دن سے زیادہ کسی کا سوگ منانا جائز نہیں۔ اس لیے یہ اسی حکم کی تعمیل تھی۔

جب حضرت ام حبیبہؓ کے والد نے انتقال کیا تو انہوں نے تین دن کے بعد تیل لگایا، خوشبو ملی اور کہا کہ ”مجھے اس کی ضرورت نہ تھی، صرف آنحضرتؐ کے حکم کی تعمیل مقصود تھی۔“ [ابوداؤد، کتاب الطلاق]

ایک بار حضرت عائشہؓ کے پاس ایک سائل آیا، انہوں نے روٹی کا ایک ٹکڑا اسے دیدیا پھر اس کے بعد ایک خوش لباس شخص آیا تو انہوں نے اس کو بٹھا کر خوب کھانا کھلایا۔ لوگوں نے اس تفریق و امتیاز پر اعتراض کیا تو وہ بولیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ: ”لوگوں کے ساتھ ان کے مرتبہ کے مطابق سلوک کرو۔“ ایک بار آپؐ مسجد سے نکل رہے تھے دیکھا کہ راستے میں مرد عورت مل جل کر چل رہے ہیں۔ آپؐ نے عورتوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: ”تم پیچھے رہو، وسطِ راہ سے نہ گذرو۔“ اس کے بعد عورتوں کا یہ حال ہو گیا کہ گلی کے کنارے سے اس طرح لگ کر چلتی تھیں کہ ان کے کپڑے دیواروں سے الجھ جاتے تھے۔ [ابوداؤد]

### رضامندی رسول:

صحابیات کو رسول اللہ ﷺ کی رضامندی کی ہمیشہ فکر رہتی تھی، اس لیے اگر کبھی آپؐ ناراض ہو جاتے تو ہر ممکن تدبیر سے آپؐ کے رضامند ہونے کی کوشش کرتی تھیں۔ آپؐ جب حجۃ الوداع کے لیے تشریف لے گئے تو تمام یہیماں ساتھ تھیں۔ سوء اتفاق سے راستہ میں حضرت صفیہ کا اونٹ تھک کر بیٹھ گیا، وہ رونے لگیں۔ آپؐ کو خبر ہوئی تو خود تشریف لائے اور دست مبارک سے ان کے آنسو پونچھے۔ آپؐ جس قدر ان کو



رونے سے منع فرماتے تھے، اسی قدر وہ اور زیادہ روتی تھیں۔ جب کسی طرح چپ نہ ہوئیں تو آپ نے ان کی سرزنش فرمائی اور تمام لوگوں کو پڑاؤ کرنے کا حکم دیا اور خود بھی اپنا خیمہ نصب کروایا۔ اب حضرت صفیہؓ کو خیال ہوا کہ آپ ان سے ناراض ہیں، اس لیے وہ آپ کی رضامندی کی تدبیریں اختیار کرنے لگیں۔ اس غرض سے حضرت عائشہؓ کے پاس گئیں اور کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ میں اپنی باری کا دن کسی چیز کے معاوضہ میں نہیں دے سکتی لیکن اگر آپ رسول اللہ ﷺ کو مجھ سے راضی کر دیں تو اپنی باری کا دن میں آپ کو دینے کے لیے تیار ہوں۔ حضرت عائشہؓ نے آمادگی ظاہر کی اور ایک دوپٹہ اوڑھا جو زعفرانی رنگ میں رنگا ہوا تھا، پھر اس پر پانی کے چھینٹے دیئے کہ خوشبو خوب پھیلے۔ اس کے بعد آپ کی خدمت میں گئیں اور خیمہ کا پردہ اٹھایا تو آپ نے فرمایا: عائشہؓ یہ تمہاری باری کا دن نہیں ہے، بولیں: ”یہ خدا کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔“ (مسند احمد: ج ۶ ص ۳۳۸)

### ضیافتِ رسولؐ:

اگر خوش قسمتی سے صحابیات کو کبھی رسول اللہ ﷺ کی ضیافت کا موقع ملتا تو نہایت عزت، محبت اور ادب کے ساتھ اس فرض کو بجالاتیں۔ ایک بار آپ حضرت ام حرامؓ کے مکان پر تشریف لے گئے تو انہوں نے دعوت کی آپ نے قبول فرمائی اور وہیں قیلولہ فرمایا۔ [ابوداؤد، کتاب الجہاد]

ایک بار ایک صحابی نے آپ کی دعوت کی، دعوت کھا کر آپ روانہ ہوئے تو ان کی بی بی نے پردے سے سر نکال کر کہا کہ ”یا رسول اللہ! میرے اور میرے شوہر کے لیے رحمت کی دعا فرما جائیے۔“ آپ نے فرمایا: ”خدا تم پر اور تمہارے شوہر پر رحمت نازل فرمائے۔“ (مسند احمد: ج ۳ ص ۳۹۸)

بعض صحابیات خود کو کوئی نئی چیز پکا کر آپ کی خدمت میں پیش کرتی تھیں۔ ایک بار حضرت ام ایمنؓ نے آٹا چھانا اور اس کی روٹیاں تیار کر کے آپ کی خدمت میں پیش کیں تو آپ نے فرمایا یہ کیا ہے؟ بولیں: ہمارے ملک میں اس کا رواج ہے، میں نے چاہا کہ آپ کے لیے بھی اس قسم کی روٹیاں تیار کروں لیکن آپ نے کمال زہد کی وجہ سے فرمایا: ”آٹے میں چوکر ملا کر پھر گوندو۔“ (ابن ماجہ، کتاب الاطعمہ)

### محبتِ رسولؐ:

صحابیات کے دل آپ کی محبت سے لبریز تھے اور وہ اس کا اظہار مختلف طریقوں سے کرتی تھیں۔ حضرت

ام عطیہؑ ایک صحابیہ تھیں وہ جب آپ کا ذکر کرتیں تو فرط محبت سے کہتیں: ”میں آپ پر قربان۔“ [نسائی]

### استعفاف:

فیضِ تربیتِ نبویؐ نے صحابیاتؓ کے ایک ایک فرد کو غیرت، خودداری اور عزتِ نفس کا مجسمہ بنا دیا تھا۔ اس لیے وہ کسی کے سامنے دستِ سوال نہیں پھیلاتی تھیں۔ ماں باپ سے مانگتے ہوئے کسی کو شرم نہیں آتی لیکن صحابیات کی غیرت اس کو بھی گوارا نہیں کرتی تھی کہ ماں باپ سے بھری محفل میں سوال کیا جائے۔ حضرت فاطمہؓ گھر کے کام کاج سے تنگ آ گئی تھیں، رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ لونڈی غلام آئے تو وہ حاضر خدمت ہوئیں کہ آپ سے ایک غلام مانگیں۔ دیکھا کہ آپ سے کچھ لوگ باتیں کر رہے ہیں چنانچہ وہ شرم کے مارے واپس آئیں۔ [ابوداؤد، کتاب الآداب]

### ایثار و قربانی:

فیاضی ایک اخلاقی وصف ہے لیکن ایثار فیاضی کی ایک اعلیٰ ترین قسم ہے اور وہ صحابیات میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھی۔ حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ کے پہلو میں اپنی قبر کے لیے جگہ مخصوص کر رکھی تھی جب حضرت عمرؓ نے درخواست کی تو انہوں نے یہ تختہٴ جنت ان کو دے دیا اور فرمایا: ”میں نے خود اپنے لیے اس کو محفوظ رکھا تھا لیکن آج اپنے اوپر آپ کو ترجیح دیتی ہوں۔“ [بخاری، کتاب المناقب]

ایک دن حضرت عائشہؓ روزہ سے تھیں، گھر میں روٹی کے سوا کچھ نہ تھا۔ ایک مسکین عورت آئی، حضرت عائشہؓ نے اپنی لونڈی سے کہا کہ روٹی اس کو دے دو۔ اس لونڈی نے کہا کہ افطار کس چیز سے کریں گی؟ مگر وہ بولیں کہ تم یہ اسے دے دو۔ شام ہوئی تو کسی نے آپ کے ہاں بکری کا گوشت بھجوا دیا۔ آپ نے لونڈی کو بلا کر کہا: ”یہ تیری روٹی سے بہتر ہے۔“ [موطا، کتاب الجائع]

### سخاوت و فیاضی:

صحابہؓ کی طرح صحابیاتؓ کی فیاضی سے بھی اسلام کو بہت کچھ ثبات و استحکام حاصل ہوا۔ حضرت ام سلیمؓ نے اپنا کھجوروں کا باغ رسول اللہ ﷺ کے لیے وقف کر دیا تھا۔ [بخاری]

حضرت عائشہؓ اس قدر فیاض تھیں کہ جو کچھ ہاتھ آتا، اسے صدقہ کر دیتی تھیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے ان کو اس فیاضی سے روکنا چاہا تو وہ اس قدر برہم ہوئیں کہ ان سے بات چیت نہ کرنے کی قسم کھالی۔ [بخاری]

حضرت اسماءؓ ان سے بھی زیادہ فیاض تھیں۔ حضرت عائشہؓ کا تو معمول یہ تھا کہ جمع کرتی جاتی تھیں جب کافی سرمایہ جمع ہو جاتا تو اسے تقسیم کر دیتی تھیں لیکن حضرت اسماءؓ کل کے لیے کچھ نہ رکھتی تھیں بلکہ روز کی روز خرچ کرتی تھیں۔ [الادب المفرد]

ایک بار حضرت منکدر بن عبداللہؓ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت عائشہؓ نے کہا کہ تمہارے کوئی لڑکا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اگر میرے پاس دس ہزار درہم ہوتے تو میں تمہیں دے دیتی۔ حسن اتفاق سے شام ہی کو حضرت امیر معاویہؓ نے ان کے پاس روپے بھیجے، حضرت عائشہؓ نے کہا کہ کس قدر جلد میری آزمائش ہوئی۔ چنانچہ انہوں نے فوراً آدمی بھیج کر منکدر کو بلوایا اور وہ دس ہزار درہم انہیں دے دیئے۔ منکدر بن عبداللہؓ نے اس رقم سے ایک لونڈی خریدی اور اس سے ان کی متعدد بچے پیدا ہوئے۔ [طبقات ابن سعد، بذیل تذکرہ منکدر بن عبداللہ]

ازواج مطہرات میں حضرت زینبؓ بنت جحش نہایت فیاض تھیں، وہ اپنے ہاتھ سے چمڑے کی دباغت کرتیں اور جو کچھ آمدنی اس سے ہوتی، اسے وہ مساکین میں خرچ کر دیتیں۔ ایک بار رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج سے فرمایا کہ تم میں سے جس کا ہاتھ سب سے لمبا ہو گا وہ مجھ سے سب سے پہلے ملے گا۔ اس پر ازواج مطہرات نے اپنے ہاتھوں کو ناپنا شروع کر دیا۔ حضرت زینبؓ کے ہاتھ سب سے چھوٹے تھے لیکن جب سب سے پہلے ان کا انتقال ہوا تو ازواج مطہرات کو معلوم ہوا کہ لمبے ہاتھ سے فیاضی مراد تھی۔ [بخاری]

**مخالف سے انتقام نہ لینا:**

اگر مخالف کسی مصیبت میں مبتلا ہو جائے تو انتقام لینے کا اس سے بہتر کوئی موقع نہیں مل سکتا لیکن صحابیاتؓ کے دل میں خدا اور رسول کی محبت نے بغض و انتقام کی جگہ کب چھوڑی تھی؟ حضرت عائشہؓ اور حضرت زینبؓ میں باہم نوک جھوک رہتی تھی لیکن جب حضرت عائشہؓ پر تہمت لگائی گئی اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینبؓ سے ان کی اخلاقی حالت دریافت فرمائی تو بجائے اس کے کہ وہ انتقام لیں، بولیں کہ میں اپنے کان اور اپنی آنکھ کی پوری حفاظت کرتی ہوں، مجھے ان کی نسبت بھلائی کے سوا کچھ معلوم نہیں ہے۔ حضرت عائشہؓ نے خود اس کا اعتراف کرتے ہوئے کہا تھا: ”زینب اگرچہ میری حریف تھیں، لیکن خدا نے تقویٰ و دینداری کی وجہ سے ان کو (جھوٹ سے) بچالیا۔“ [بخاری، کتاب الشہادات]

## مہمان نوازی:

حضرت ام شریکؓ نہایت دولت مند اور فیاض صحابیہ تھیں، انہوں نے اپنے مکان کو گویا مہمان خانہ بنا دیا تھا، اس لیے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں باہر سے جو مہمان آتے تھے، وہ اکثر انہی کے مکان پر ٹھہرتے تھے۔ [نسائی، کتاب النکاح]

## عزت نفس:

صحابیاتؓ عزت نفس کا مجموعہ تھیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ جس دن شہید ہوئے، اس روز شہادت سے پہلے وہ اپنی والدہ حضرت اسماءؓ کے پاس تشریف لے گئے، انہوں نے ان کو دیکھا تو بولیں: ”بیٹا! موت کے خوف سے ہرگز کوئی ایسی شرط قبول نہ کرنا جس پر تم کو ذلت برداشت کرنی پڑے، خدا کی قسم! عزت کے ساتھ تلوار کھا کر مر جانا اس سے بہتر ہے کہ ذلت کے ساتھ کوڑے کی مار برداشت کی جائے۔“

## صبر و ثبات:

مردوں پر نوحہ کرنا بال نوچنا، کپڑے پھاڑنا، مدتوں مرثیہ خوانی کرنا عرب کا قومی شعار تھا لیکن فیض تربیت نبویؐ نے صحابیات کو صبر کا اس قدر خوگر بنا دیا تھا کہ حضرت ابوظلمہؓ انصاری کا لڑکا بیمار ہوا، وہ صبح کے وقت اس کو بیمار چھوڑ کر کام کاج کے لیے باہر چلے گئے۔ ان کی عدم موجودگی میں لڑکا فوت ہو گیا لیکن ان کی بیوی نے لوگوں سے کہہ دیا کہ ابوظلمہ کو اس کی اطلاع نہ دینا۔ وہ شام کو پلٹے تو بیوی سے پوچھا کہ بچہ کیسا ہے؟ وہ بولیں کہ پہلے سے زیادہ سکون کی حالت میں ہے۔ یہ کہہ کر کھانا لائیں اور انہوں نے کھانا کھایا، صبح ہوئی تو کہا کہ اگر ایک قوم کسی کو کوئی چیز ادھار دے اور پھر اس کا مطالبہ کرے تو کیا اس کو اس کے روک رکھنے کا حق حاصل ہے؟ ابوظلمہؓ بولے کہ نہیں، تو ان کی بیوی نے کہا کہ پھر اپنے بیٹے پر بھی صبر کرو کیونکہ خدا نے اپنی دی ہوئی چیز ہم سے واپس لے لی ہے۔“ [مسلم، کتاب الادب]

رسول اللہ ﷺ غزوہ اُحد سے واپس آئے تو تمام صحابیاتؓ اپنے اپنے اعزہ و اقارب کا حال پوچھنے آئیں۔ انہی میں حضرت حمنہ بنت جحشؓ بھی تھیں، وہ آئیں تو آپؐ نے فرمایا کہ حمنہ! اپنے بھائی عبداللہ بن جحشؓ پر صبر کرو۔ [کیونکہ وہ شہید ہو گئے تھے] انہوں نے اِنَّ اللّٰهَ وَاَنَا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ پڑھا اور ان کے لیے دعائے مغفرت کر کے خاموش رہیں۔ [طبقات ابن سعد، بذیل تذکرہ حمنہ بنت جحش]

حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ جب حجاج بن یوسف سے معرکہ آرا ہوئے تو ان کی والدہ حضرت اسماءؓ بہارتھیں، وہ ان کے پاس آئے اور مزاج پرسی کے بعد بولے کہ مرنے میں آرام ہے۔ وہ بولیں کہ شائد تم کو میرے مرنے کی آرزو ہے لیکن جب تک دو باتوں سے ایک نہ ہو جائے میں مرنا پسند نہ کروں گی، یا تو تم شہید ہو جاؤ اور میں تم پر صبر کر لوں یا فتح حاصل کرو کہ میری آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ چنانچہ جب وہ شہید ہو چکے تو حجاج نے ان کو سولی پر لٹکا دیا۔ حضرت اسماءؓ باوجود پیرانہ سالی کے یہ عبرتناک منظر دیکھنے کے لیے آئیں اور بجائے اس کے کہ روتی پٹیتیں، حجاج کی طرف مخاطب ہو کر کہا: اس سوار کے لیے ابھی تک وہ وقت نہیں آیا کہ اپنے گھوڑے سے نیچے اترے۔ [الاستیعاب بذیل تذکرہ عبد اللہ بن زبیرؓ]

### شجاعت و بہادری:

غزوات میں صحابہ کرامؓ نے جس طرح دادِ شجاعت دی، صحابیاتؓ کے بہادرانہ کارنامے اس سے بھی حیرت انگیز ہیں۔ غزوہ حنین میں کفار نے اس زور شور سے حملہ کیا تھا کہ میدان جنگ لرز اٹھا تھا لیکن حضرت ام سلیمؓ کی شجاعت کا یہ حال تھا کہ ہاتھ میں خنجر لیے ہوئے منتظر تھیں کہ کوئی کافر سامنے آئے تو اس کا کام تمام کر دوں، چنانچہ حضرت ابو طلحہؓ نے ان کے ہاتھ میں خنجر دیکھ کر پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ وہ بولیں کہ میں چاہتی ہوں کہ کوئی کافر قریب آئے تو اس کے پیٹ میں گھونپ دوں۔ [ابوداؤد، کتاب الجہاد]

غزوہ خندق میں رسول اللہ ﷺ نے تمام عورتوں کو ایک قلعہ میں محفوظ کر دیا تھا۔ ایک یہودی آیا اور قلعہ کے گرد چکر لگانے لگا۔ حضرت صفیہؓ نے دیکھا تو حضرت حسان بن ثابتؓ جو خواتین کی حفاظت کے لیے وہاں مقرر تھے [سے کہا کہ یہ جاسوس معلوم ہوتا ہے، اس کو قتل کر دو۔ حسانؓ بولے: تمہیں معلوم ہے کہ میں اس میدان کا مرد نہیں۔ اب حضرت صفیہؓ خود قلعے سے نیچے اتریں اور خیمہ کی ایک میخ اکھاڑ کر اس زور سے اسے ماری کہ وہ وہیں ٹھنڈا ہو گیا۔ [اسد الغابہ، بذیل تذکرہ حضرت صفیہؓ]

### زہد و تقویٰ:

صحابیات نہایت زاہدانہ زندگی بسر کرتی تھیں۔ ایک بار ایک شخص حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ملاقات کی اجازت چاہی۔ حضرت عائشہؓ نے کہا ذرا ٹھہر جاؤ میں اپنا نقاب سی لوں۔ اس نے کہا اگر میں لوگوں کو اس کی خبر کر دوں تو لوگ آپ کو بخیل سمجھیں گے۔ حضرت عائشہؓ بولیں کہ جو لوگ پرانا کپڑا نہیں پہنتے، انہیں آخرت میں نیا کپڑا نصیب نہ ہوگا۔ [الادب المفرد، باب الرقی فی المعیشتہ]

## رازداری:

صحابیات کا سینہ راز کا مدفن تھا جس سے کوئی راز قیامت تک باہر نہیں نکل سکتا تھا۔ ایک دن آنحضرت کی خدمت میں تمام ازواج مطہرات جمع تھیں حضرت فاطمہ بھی اسی حالت میں آگئیں، آپ نے ان کو مہربانیاں کہا اور اپنے دائیں جانب بٹھالیا اور آہستہ سے ان کے کان میں ایک بات کہی وہ چیخ مار کر رو پڑیں۔ پھر آپ نے آہستہ سے ایک اور بات کہی جس سے وہ ہنس پڑیں۔ آپ چلے گئے تو تمام بی بیوں نے حضرت فاطمہ سے رونے اور ہنسنے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا کہ میں حضور کی زندگی میں آپ کا راز فاش نہیں کر سکتی۔ [مسلم]

## عفت و عصمت:

اسلام نے پاکیزگی اخلاق کی جو تعلیم دی ہے، اس نے صحابیات کو عصمت و عفت کا مجسمہ بنا دیا۔ ایک صحابیہ کو جن کی اخلاقی حالت زمانہ جاہلیت میں اچھی نہ تھی، ایک شخص نے اپنی طرف مائل کرنا چاہا تو انہوں نے کہا: ”دور ہو! اب وہ زمانہ گیا اور اسلام آیا۔“ [مسند احمد: ج ۴ ص ۱۸۷]

اسلام کی تعلیم کا یہ اثر تھا کہ لونڈیاں تک بدکاری سے انکار کرنے لگیں۔ میکہ نامی ایک لونڈی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آ کر شکایت کی کہ میرا آقا مجھ کو بدکاری پر مجبور کرتا ہے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

((وَلَا تُكْرَهُوا فَتْيَاتِكُمْ عَلَى الْبُعَاةِ)) ”اپنی لونڈیوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو۔“ [ابوداؤد]

اس زنا جیسے جرم کا ارتکاب تو صحابیات سے بہت بعید تھا، وہ تو اس کو بھی گوارا نہیں کرتی تھیں کہ کسی نامحرم کی نگاہ ان پر پڑے۔ ایک بار حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے نکاح کرنا چاہا اور رسول اللہ ﷺ سے مشورہ طلب کیا۔ آپ نے فرمایا کہ پہلے عورت کو جا کر دیکھ لو، وہ اس غرض سے اس کے گھر گئے۔ عورت نے پردہ سے کہا: ”اگر رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے تو ٹھیک، ورنہ تمہیں خدا کی قسم [کہ مجھے نہ دیکھو]۔“ [ابن ماجہ، کتاب النکاح]

بدکاری کا ارتکاب تو بڑی چیز ہے، اگر خدا نخواستہ صحابیات پر کبھی اس قسم کا اتہام بھی لگ جاتا تو ان کے خرمین عقل و ہوش پر بجلی گر پڑتی تھی۔ حضرت عائشہؓ کے کانوں میں جب واقعہ اقلک کی بھنک پڑی تو وہ بے ہوش ہو کر گر پڑیں، لرزہ طاری ہو گیا اور بخار آ گیا اور آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ [بخاری، کتاب بدء الخلق]

## مصالحات اور صفائی:

اگر بہ مقتضائے فطرت انسانی صحابیات کسی سے ناراض ہو جاتیں تو ان کو اس چند روزہ ناگواری پر بھی

نہایت افسوس ہوتا تھا۔ ایک معاملہ میں حضرت عائشہؓ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے ناراض ہو گئیں اور بات چیت نہ کرنے کی قسم کھالی لیکن ابن زبیر کے معافی مانگنے اور آپ کے معاف کردینے کے بعد بھی جب حضرت عائشہ کو یہ قسم یاد آتی تو وہ اس قدر روتی تھیں کہ دو پیٹہ تر ہو جاتا تھا۔ [بخاری، کتاب الادب]

### صلہ رحمی:

حضرت زینبؓ اپنے اعزہ و اقارب کے ساتھ نہایت اچھا سلوک کرتی تھیں، حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ: ”میں نے زینبؓ سے زیادہ دیندار، پرہیزگار، سچی اور زیادہ صلہ رحمی والی عورت نہیں دیکھی۔“ [مسلم، الفضائل]

حضرت اسماءؓ نے ایک جائیداد وراثت میں پائی تھی اور ان کو ایک لاکھ کی رقم حضرت امیر معاویہؓ نے دی تھی لیکن انہوں نے اس مال و جائیداد کو حضرت قاسم بن محمد اور حضرت ابن ابی عتیق پر جو ان کے قرابت دار تھے، ہبہ کر دیا۔ [بخاری، کتاب الہبۃ]

صحابیات کی صلہ رحمی صرف مسلمان رشتہ داروں کے ساتھ ہی مخصوص نہ تھی بلکہ وہ کافر قرابت داروں کی قرابت کا بھی لحاظ رکھتی تھیں۔ حضرت اسماءؓ ہجرت کر کے مدینہ آئیں تو ان کی والدہ جو کافرہ تھیں، ان کے پاس آئیں اور مالی مدد مانگی۔ حضرت اسماءؓ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت فرمایا کہ کیا وہ ان کے ساتھ صلہ رحمی کر سکتی ہیں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں! چنانچہ انہوں نے ان کی مدد کی۔ [مسلم، کتاب الزکاۃ]

حضرت صفیہؓ نے اپنے ایک یہودی قرابت دار کے لیے ایک جائیداد کی وصیت کی تھی۔ [داری، کتاب الوصایا]

### ہدیہ دینا:

حدیث شریف میں آیا ہے کہ ہدیہ محبت بڑھانے کا ذریعہ ہے، اس لیے صحابیات ایک دوسرے کے پاس عموماً ہدیہ بھیجا کرتی تھیں۔ حضرت نسیمہؓ اس قدر مفلس تھیں کہ ان پر صدقہ کا مال حلال تھا، تاہم اس حالت میں بھی وہ ازواجِ مطہرات کی خدمت میں ہدیہ بھیجتی تھیں۔ ایک بار ان کے پاس صدقہ کی بکری آئی تو انہوں نے اس کا گوشت حضرت عائشہؓ کے پاس ہدیہ بھیج دیا۔ [بخاری، کتاب الزکاۃ]

حضرت بریرہؓ کے پاس بھی جو صدقہ آتا وہ اس میں سے ازواجِ مطہرات کو ہدیہ دے دیا کرتیں۔ [مسلم]

### خادموں کے ساتھ حسن سلوک:

صحابیات خادموں کے ساتھ جیسا سلوک کرتی تھیں، اس کا اندازہ صرف اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ ایک

باررات کو عبد الملک اٹھا اور اپنے خادم کو آواز دی۔ خادم نے آنے میں دیر کر دی تو اس نے اس پر لعنت بھیجی۔ حضرت ام درداءؓ اس کے محل میں تھیں، صبح ہوئی تو کہا کہ تم نے رات اپنے خادم پر لعنت بھیجی ہے حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ لعنت بھیجنے والے قیامت کے دن حق سفارش یا حق گواہی سے محروم ہوں گے۔ [مسلم، کتاب البر والصلة]

### باہمی اعانت:

صحابيات مصيبت میں دوسروں کی اعانت فرماتی تھیں اور ہمسایہ صحابيات اپنی پڑوسیوں کو ہر قسم کی مدد دیتی تھیں۔ حضرت اسماءؓ کو روٹی پکانا نہیں آتی تھی لیکن ان کی پڑوسنیں ان کی روٹی پکایا کرتی تھیں۔ [مسلم، الآداب] اگر عورتوں کو اپنے شوہروں سے شکایت پیدا ہوتی تو وہ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا دکھ درد ان سے کہتی تھیں اور حضرت عائشہؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں نہایت پر زور طریقہ سے ان کی سفارش کرتی تھیں۔ ایک بار ان کی خدمت میں ایک عورت سبز دوپٹہ اوڑھ کر آئی اور جسم کھول کر دکھایا کہ شوہر نے اس قدر مارا ہے کہ بدن پر نیل پڑ گئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے کہا کہ مسلمان عورتیں جو مصیبت برداشت کر رہی ہیں، ہم نے ایسی مصیبت نہیں دیکھی۔ اس کا چہرہ اس کے دوپٹے سے زیادہ سبز ہو گیا ہے۔ بخاری کی اس روایت کے آخر میں عموماً عورتوں کی نسبت یہ الفاظ ہیں:

”عورتوں کی یہ فطرت ہے کہ وہ ایک دوسرے کی اعانت کرتی ہیں۔“ [بخاری، کتاب اللباس]

ایک شخص کی بیوی بیمار تھی، وہ حضرت ام درداءؓ کے پاس آئے، انہوں نے حال پوچھا تو انہوں نے کہا کہ بیوی بیمار ہے۔ اب انہوں نے ان کو بٹھا کر کھانا کھلایا اور جب تک ان کی بیوی بیمار رہی، یہ ان کا حال چال پوچھتی اور انہیں کھانا کھلاتی رہیں۔ [الادب المفرد، باب عیادة الصبيان]

### عیادت و تیمارداری:

صحابيات ہر ممکن طریقہ سے مریضوں کی عیادت کرتی تھیں۔ ایک بار اہل صفہ میں سے ایک صحابی بیمار تھے تو حضرت ام درداءؓ اونٹ پر سوار ہو کر آئیں اور ان کی عیادت کی۔ [ایضاً، باب عیادة النساء] حضرت عبداللہ بن مظعون بیمار ہوئے تو حضرت ام الحسلاؓ اور ان کے تمام خاندان نے ان کی تیمارداری کی۔ ان کا انتقال ہو گیا تو کفن پہنانے کے بعد حضرت ام الحسلاؓ نے محبت کے لہجے میں کہا: تم پر خدا کی رحمت



ہو، میں گواہی دیتی ہوں کہ خدا نے تمہاری عزت کی۔ [بخاری، کتاب الشہادات]

حضرت زینبؓ مرض الموت میں بیمار ہوئیں تو حضرت عمرؓ نے ازواج مطہرات سے پوچھا کہ کون ان کی تیمارداری کرے گا؟ تمام بیبیوں نے کہا ”ہم“۔ ان کا انتقال ہوا تو پھر دریافت کیا کہ کون ان کو غسل و کفن دے گا؟ تمام بیبیوں نے کہا ”ہم“۔ [طبقات ابن سعد، بذیل تذکرہ حضرت زینبؓ]

### افسوس و تعزیت:

صحابیات تعزیت کو اپنا فرض خیال کرتی تھیں۔ ایک بار رسول اللہ ﷺ ایک صحابی کو دفن کر کے آرہے تھے، راہ میں دیکھا کہ حضرت فاطمہؓ جارہی ہیں۔ پوچھا گھر سے کیوں نکلی ہو؟ انہوں نے کہا: اس گھر میں تعزیت کے لیے گئی تھی۔ [ابوداؤد، کتاب الجنائز]

دور جاہلیت میں تعزیت کا طریقہ یہ تھا کہ عورتیں برادری میں جا کر باہم مردوں پر نوحہ کرتی تھیں لیکن اسلام نے جاہلیت کی اس رسم کو منادیا، چنانچہ جب عورتیں اسلام لاتی تھیں تو ان سے اس رسم کے چھوڑنے کا معاہدہ لیا جاتا تھا۔ ایک بار رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام عطیہؓ سے یہ معاہدہ لینا چاہا تو وہ بولیں: فلاں خاندان نے زمانہ جاہلیت میں ہمارے مردے پر نوحہ کیا ہے، مجھے اس کا بدلہ ادا کرنا ضروری ہے چنانچہ آپ نے صرف ان کو [وقتی طور پر] اجازت دے دی۔ [مسلم، کتاب الجنائز]

### محبتِ اولاد:

صحابیات بچوں سے نہایت محبت رکھتی تھیں۔ ایک بار ایک صحابی نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور بچے کو اس سے لینا چاہا تو وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا کہ میرا پیٹ اس کا ظرف، میری چھاتی اس کا مشکیزہ اور میری گود اس کا گہوارہ تھا اور اب اس کے باپ نے مجھے طلاق دے دی اور اس کو مجھ سے چھیننا چاہتا ہے۔ آپ نے فرمایا: جب تک تم دوسرا نکاح نہ کر لو تم بچے کی زیادہ مستحق ہو۔ [ابوداؤد، الطلاق]

اگرچہ یہ وصف عموماً تمام صحابیات میں پایا جاتا تھا لیکن اس سلسلہ میں قریش کی عورتیں خاص طور پر ممتاز تھیں، چنانچہ خود رسول اللہ ﷺ نے ان کی اس خصوصیت کی مدح کرتے ہوئے فرمایا:

”قریش کی عورتیں کس قدر اچھی ہیں، یہ بچوں سے محبت رکھتی ہیں اور شوہروں کے مال و اسباب کی

نگرانی کرتی ہیں۔“ [بخاری، کتاب النکاح]

## بھائی بہن سے محبت:

صحابیات اپنے بھائیوں اور بہنوں سے نہایت محبت رکھتی تھیں۔ حضرت عبداللہ بن ابی بکرؓ کا مقام حبش میں انتقال ہوا اور لاش مکہ میں دفن ہوئی تو حضرت عائشہؓ فرط محبت سے ان کی قبر تک آئیں اور ایک مشہور مرثیہ کے چند اشعار پڑھے:

”اور ہم دونوں ایک مدت تک جذیمہ کے دونوں ہم نشینوں کی طرح ساتھ رہے یہاں تک کہ لوگوں نے کہا کہ ان میں کبھی جدائی نہ ہوگی۔ لیکن جب جدائی ہوئی تو ایسی کہ گویا ہم نے اور مالک نے باوجود طویل ملاقات کے ایک رات بھی ساتھ بسر نہیں کی تھی۔“ [ترمذی، کتاب الجنائز]

حضرت حمزہؓ غزوہ احد میں شریک ہوئے تو ان کی بہن حضرت صفیہؓ آئیں کہ مقل میں ان کا پتہ لگائیں لیکن لوگوں نے ان کی پریشانی کے خیال سے انہیں نہ بتایا۔ بالآخر وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں تو آپ کو خوف پیدا ہوا کہ اس واقعہ سے کہیں ان کی عقل نہ جاتی رہے، اس لیے ان کے سینہ پر ہاتھ رکھا تو انہوں نے انا للہ پڑھا اور رونے لگیں۔ [طبقات ابن سعد، بذیل تذکرہ حضرت حمزہ]

## حمایت والدین:

صحابیات والدین کی حمایت سے سخت موقعوں پر بھی اغماض نہیں کرتی تھیں۔ ایک بار کفار نے حالت نماز میں رسول اللہ ﷺ کی گردن میں اونٹ کی اوجری ڈال دی۔ حضرت فاطمہؓ ڈوڑ کے آئیں، اس کو آپ کی گردن سے نکال کر پھینک دیا اور کفار کو برا بھلا کہا۔ [بخاری، کتاب الصلوٰۃ]

## پرورشِ تہامی:

قییموں کی پرورش بڑی نیکی کا کام ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں اور قییموں کی پرورش کرنے والے جنت میں اس قدر قریب ہوں گے، جس قدر یہ دونوں انگلیاں قریب قریب ہیں۔“ اس لیے صحابیات قییموں کی پرورش اپنا فرض سمجھتی تھیں۔ حضرت زینبؓ متعدد قییموں کی پرورش کرتی تھیں، ایک بار وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور پوچھا کہ میں اپنے شوہر اور ان قییموں پر صدقہ کروں تو کیا یہ جائز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس کا دوہرا ثواب ملے گا، ایک قرابت کا اور دوسرا صدقہ کا۔ [بخاری]

حضرت عائشہؓ نے اپنے بھائی محمدؓ کی وفات پر ان کے بچوں کی پرورش فرمائی تھی۔ [موطا، کتاب الزکاة]

## یتیموں کے مال کی نگہداشت:

خداوند تعالیٰ نے قرآن مجید میں یتیموں کے مال کی حفاظت و نگہداشت کے متعلق ایک نہایت مفصل آیت نازل فرمائی ہے: ((وابتلوا الیتیمی حتی اذا بلغوا النکاح)) اس بنا پر صحابیات نہ صرف ان کے مال کی حفاظت کرتی تھیں بلکہ اس کو ترقی دیتی تھیں۔ حضرت عائشہ یتیموں کے مال لوگوں کو دیتی تھیں کہ تجارت کے ذریعہ انہیں بڑھایا جائے۔ [موطاء، کتاب الزکاة]

## بچوں کی پرورش:

صحابیات بچوں کی پرورش میں اپنے عیش و آرام کو بھی فراموش کر دیتی تھیں حضرت ام سلیمؓ بیوہ ہوئیں تو حضرت انس بن مالکؓ بچے تھے، اس لیے انہوں نے یہ عزم بالجزم کر لیا کہ جب تک ان کی نشوونما کامل طور پر نہ ہو جائے گی، وہ دوسرا نکاح نہ کریں گی چنانچہ حضرت انسؓ خود سپاس گزارانہ لہجے میں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ میری ماں کو جزائے خیر دے کہ اس نے میری ولایت کا حق ادا کر دیا۔ [طبقات ابن سعد، تذکرہ ام سلیم]

رسول اللہ ﷺ صحابیات کو دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب تھے لیکن اس کے باوجود جب آپ نے حضرت ام ہانیؓ کو نکاح کا پیغام دیا تو انہوں نے معذرت کر لی کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھے میری آنکھوں سے بھی زیادہ عزیز ہیں لیکن شوہر کا حق بہت زیادہ ہے، اس لیے مجھے خوف ہے کہ اگر میں شوہر کا حق ادا کروں گی تو بچوں کی طرف سے بے پروائی کرنا پڑے گی اور اگر بچوں کی پرورش میں مصروف رہوں گی تو شوہر (یعنی آپؐ سے اگر نکاح کر لوں تو آپؐ) کا حق ادا نہ کر سکوں گی۔ [ایضاً، تذکرہ ام ہانی]

## شوہر کے مال و اسباب کی حفاظت:

زن و شوہر کے معاشرتی تعلقات پر اس کا نہایت عمدہ اثر پڑتا ہے کہ بیوی نہایت دیانت کے ساتھ شوہر کے مال و اسباب اور گھر بار کی حفاظت کرے اور صحابیات میں یہ دیانت پائی جاتی تھی۔ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کی شادی حضرت زبیرؓ سے ہوئی تھی۔ وہ گھر میں تھیں کہ ایک غریب سوداگر آیا اور کہا کہ اپنے سایہ دیوار کے نیچے مجھ کو سودا بیچنے کی اجازت دیجیے۔ وہ عجیب گفتگو میں مبتلا ہوئیں، فیاضی اور کشادہ دلی سے اجازت دینا چاہتی تھیں لیکن شوہر کی اجازت کے بغیر اجازت نہیں دے سکتی تھیں۔ بولیں: ”اگر میں اجازت دے دوں اور زبیرؓ انکار کر دیں تو مشکل پڑے گی، تم زبیرؓ کی موجودگی میں آؤ اور مجھ سے سوال کرو۔“

وہ اسی حالت میں آیا اور کہا یا ام عبداللہ! میں محتاج آدمی ہوں، آپ کی دیوار کے سایہ میں کچھ سودا بیچنا چاہتا ہوں۔ یہ بولیں: تم کو مدینہ میں میرا ہی گھر ملتا ہے۔ حضرت زبیرؓ نے کہا: تمہارا کیا بگڑتا ہے جو ایک محتاج کو تجارت سے روکتی ہو؟ وہ تو چاہتی ہی یہ تھیں، چنانچہ انہوں نے اسے اجازت دے دی۔ [صحیح مسلم]

حضرت اسماءؓ نہایت فیاض تھیں، اس لیے صدقہ و خیرات کرنا بہت پسند کرتی تھیں لیکن شوہر کے مال کے سوا اور کچھ پاس نہ تھا اور شوہر کے مال میں بلا اجازت تصرف بھی نہیں کر سکتی تھیں۔ مجبوراً رسول اللہ ﷺ سے دریافت فرمایا کہ میں زبیرؓ کی آمدنی سے کچھ صدقہ کروں تو کیا کوئی گناہ کی بات تو نہیں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ”جو کچھ ہو سکے دو۔“ [صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ]

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے عورتوں سے بیعت لی تو ان میں سے ایک خاتون اٹھیں اور کہا کہ ہم اپنے باپ بیٹے اور شوہر کے محتاج ہیں، ان کے مال میں سے ہمارے لیے کس قدر لینا جائز ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ اس قدر کھا پی لو اور ہدیہ دو۔ [ابوداؤد، کتاب الزکاۃ]

### شوہر کی رضا جوئی:

صحابیات اپنے شوہروں کی رضا مندی اور خوشنودی کا نہایت خیال رکھتی تھیں۔ حضرت حولاؓ عطر فروش تھیں، ایک بار حضرت عائشہؓ کی خدمت میں آئیں اور کہا کہ میں ہر رات کو خوشبو لگاتی ہوں، بناؤ سنگار کر کے دلہن بن جاتی ہوں اور خالصۃً لوجہ اللہ اپنے شوہر کے پاس جا کر سورتی ہوں لیکن اس پر بھی وہ متوجہ نہیں ہوتے اور منہ پھیر لیتے ہیں، پھر ان کو متوجہ کرتی ہوں تو وہ اعراض کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ آئے تو آپؐ سے بھی اس بات کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا: ”جاؤ اور اپنے شوہر کی اطاعت کرتی رہو۔“ [اسد الغابہ]

ایک روز آپؐ نے حضرت عائشہؓ کے ہاتھ میں چاندی کے چھلے دیکھے تو فرمایا عائشہؓ یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: ”میں نے اس کو اس لیے بنایا ہے آپ کے لیے بناؤ سنگھار کروں۔“ [ابوداؤد، کتاب الزکاۃ]

ایک صحابیہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، ان کے ہاتھ میں سونے کے کنگن تھے۔ آپؐ نے ان کو پہننے سے منع فرمایا: تو وہ بولیں: ”اگر عورت شوہر کے لیے بناؤ سنگھار نہ کرے گی تو اس کی نگاہ سے گرجائے گی۔“

[نسائی، کتاب الزکاۃ]

### شوہر کی محبت:

صحابیات اپنے شوہروں سے نہایت محبت رکھتی تھیں۔ حضرت زینبؓ کی شادی ابوالعاص سے ہوئی تھی، وہ

حالت کفر میں تھے کہ بدر کا معرکہ پیش آ گیا اور وہ گرفتار ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے اسیران جنگ کو فدیہ لے کر رہا کرنا چاہا تو حضرت زینبؓ نے اپنا ایک یا دو گارہا جس کو حضرت خدیجہؓ نے ان کو رخصتی کے وقت دیا تھا، ابوالعاص کے فدیہ میں بھیج دیا۔ [ابوداؤد، کتاب الجہاد]

حضرت حمہ بنت جحش کو اپنے شوہر کی شہادت کا حال معلوم ہوا تو فرط محبت سے چیخ اٹھیں [ابن ماجہ، کتاب الجنائز] حضرت عمر کو اہل وعیال کے ساتھ بہت زیادہ شغف نہ تھا، تاہم ان کی بیوی حضرت عاتکہ روزے کے دنوں میں بھی فرط محبت سے ان کے سر کا بوسہ لیتی تھیں۔ [موطا، کتاب الصیام]

حضرت عاتکہ کو اپنے پہلے شوہر حضرت عبداللہ بن ابی بکرؓ سے نہایت محبت تھی چنانچہ جب وہ طائف میں شہید ہوئے تو حضرت عاتکہؓ نے ایک پردہ مرثیہ لکھا جس کا ایک شعر یہ ہے:

”میں نے قسم کھائی ہے کہ تیرے غم میں میری آنکھ ہمیشہ پر نم اور جسم غبار آلود رہے گا!“

اس کے بعد حضرت عمرؓ نے ان سے شادی کی۔ دعوتِ ولیمہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی شریک تھے۔ انہوں نے عاتکہ کو یہ شعر یاد دلایا تو عاتکہ رو پڑیں۔ حضرت عمرؓ کی شہادت ہوئی تو ان کا بھی نہایت پردہ مرثیہ لکھا۔ اس کے بعد ان سے حضرت زبیرؓ نے شادی کی اور وہ بھی شہید ہوئے تو عاتکہ نے ان کا بھی مرثیہ لکھا۔ [اسد الغابہ، بذیل تذکرہ حضرت عاتکہ بنت زید]

### شوہر کی خدمت:

صحابیات شوہر کی خدمت نہایت دل سوزی کے ساتھ کرتی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کمال طہارت کی وجہ سے مسواک کو بار بار دھلوا کر تھے اور اس پاک خدمت کو حضرت عائشہؓ ادا فرماتیں۔ [ابوداؤد، کتاب الطہارۃ] ایک بار آپ کبیل اوڑھ کر مسجد میں آئے، ایک صحابی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اس پر دھبہ نظر آتا ہے۔ آپ نے اس کو غلام کے ہاتھ حضرت عائشہؓ کے پاس بھیج دیا۔ حضرت عائشہؓ نے کٹورے میں پانی منگایا، خود اپنے ہاتھ سے اسے دھویا اور خشک کیا اور اس کے بعد آپ کے پاس بھجوادیا۔ [ایضاً] جب رسول اللہ ﷺ احرام باندھتے یا احرام کھولتے تو حضرت عائشہؓ جسم مبارک میں خوشبو لگاتی تھیں [ایضاً] جب آپ خانہ کعبہ کی طرف قربانی کا جانور بھیجتے تو حضرت عائشہؓ ان کے گلے کا قلابہ بنتی تھیں۔ [ایضاً] صحابہ کرامؓ جب تمام دنیا کی خدمت و اعانت سے محروم ہو جاتے تھے تو اس بے کسی کی حالت میں صرف ان کی بیویاں ان کا ساتھ دیتی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ حضرت ہلال بن امیہؓ کے غزوہ تبوک سے پیچھے رہ

جانے کی وجہ سے ناراض ہوئے اور اخیر میں تمام مسلمانوں کی طرح ان کی بیوی کو بھی تعلقات منقطع کر لینے کا حکم دیا تو وہ حاضر خدمت ہوئیں اور کہا کہ ہلال بوڑھے آدمی ہیں، ان کے پاس نوکر چاکر بھی نہیں، اگر آپ اجازت دیں تو میں ان کی خدمت کر لوں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ”ہاں۔“ [بخاری، کتاب المغازی]

عورت کتنی ہی اطاعت گزار اور فرماں بردار ہوں لیکن اگر اس سے تعلقات منقطع کر لیے جائیں تو وہ شوہر کی طرف مائل ہی نہیں ہو سکتی لیکن صحابیات نے اس فطرتی اصول کو بھی توڑ دیا تھا۔ ایک صحابی نے اپنی بیوی سے ’ظہار‘ کیا یعنی ایک مدت معینہ کے لیے ان کو اپنے اوپر حرام کر لیا، لیکن اس حالت میں بھی وہ ان کی خدمت گذاری میں مصروف رہتی تھیں۔

### غریت و افلاس:

ابتدائے اسلام میں صحابیات نہایت فقر و فاقہ اور غربت و افلاس کے ساتھ زندگی بسر کرتی تھیں جس کا اثر ان کے لباس، مکان اور سامان آرائش غرض ہر چیز سے ظاہر ہوتا تھا مثلاً:

### لباس:

صحابیات کو کپڑوں کی نہایت تکلیف تھی حضرت فاطمہ جگر گوشہ رسول کی چادر اس قدر چھوٹی تھی کہ ایک بار انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے ادب و حیا سے جس کے ہر حصہ کو چھپانا چاہا لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ سر ڈھکتی تھیں تو پاؤں کھل جاتے تھے اور پاؤں ڈھکتی تھیں تو سر کھلا جاتا تھا۔ [ابوداؤد، کتاب اللباس]

بعض صحابیات کو تو چادر بھی میسر نہ تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابیات کو عید گاہ میں جانے کی اجازت دی تو ایک صحابیہ نے کہا کہ اگر کسی عورت کے پاس چادر نہ ہو تو وہ کیا کرے؟ ارشاد ہوا کہ اس کو دوسری عورت اپنی چادر اڑھالے۔ [ابن ماجہ، کتاب الصلوٰۃ]

شادی بیاہ میں دلہن کے لیے غریب سے غریب آدمی بھی اچھا جوڑا ہوتا ہے لیکن صحابیات کو معمولی جوڑا بھی میسر نہ تھا۔ حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ میرے پاس ایک خوبصورت قمیص تھی۔ شادی بیاہ میں جب کوئی عورت سنواری جاتی تھی تو وہ مجھ سے یہ قمیص بطور ادھار منگوا لیتی تھی۔ [بخاری، کتاب النہیۃ]

### مکان:

غربت و افلاس کی وجہ سے صحابیات کے مکان نہایت مختصر، پست اور کم حیثیت ہوتے تھے۔ گھروں میں

جائے ضرورت تک نہ تھی، اس لیے راتوں کو صحرا میں جانا پڑتا تھا۔ دروازوں پر پردے نہ تھے، جلانے کے لیے چراغ میسر نہ تھا۔ [ابوداؤد، صحیح بخاری]

### اثاث البیت:

صحابیات کے گھروں میں نہایت مختصر سامان ہوتا تھا یہاں تک کہ میاں بیوی دونوں کے لیے ایک بچھونا ہوتا تھا اور وہ بھی کھجور کے پتوں سے بنایا جاتا تھا۔ [ابوداؤد، کتاب الطہارۃ]

### زیورات:

صحابیات نہایت معمولی اور سادہ زیور استعمال کرتی تھیں۔ احادیث کی کتابوں کے مطالعہ سے بازو بند، کڑے، ہالی، ہار، انگوٹھی اور چھلے کا پتہ چلتا ہے۔ لونگ کا ہار بھی پہنتی تھیں جن کو عربی میں سخاب کہتے ہیں، حضرت عائشہ کا ایک ہار جو سفر میں گم ہو گیا تھا وہ مہرہ یمانی کا تھا۔ [ابوداؤد، ایضاً، باب فی التیمم]

### سامان آرائش:

صحابیات سرمہ اور مہندی کا استعمال بھی کرتی تھیں۔ منہ پر ورس (ایک قسم کی سرخ گھاس) کا غازہ ملتی تھیں کہ چہرہ سے داغ دھبے مٹ جائیں۔ [ابوداؤد، کتاب الطہارۃ، باب ما جاء فی وقت النساء] خوشبو میں زعفران، عطر اور سک کا استعمال کرتی تھیں۔

### اپنا کام خود کرنا:

صحابیات خانہ داری کے کاموں کو خود اپنے ہاتھ سے انجام دیتی تھیں اور اس میں سخت سے سخت تکلیفیں برداشت کرتی تھیں۔ حضرت فاطمہؓ رسول اللہ ﷺ کی محبوب ترین صاحبزادی تھیں لیکن چکی پیستے پیتے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے تھے، مشکیزے میں پانی لاتے لاتے سینہ داغدار ہو گیا، جھاڑو دیتے دیتے کپڑے چیکٹ ہو گئے تھے۔

ازواج مطہراتؓ باری باری گھر کا کام کاج خود کرتی تھیں۔ ایک دن حضرت عائشہؓ کی باری تھی، انہوں نے جو پیسے اور اس کی روٹی پکائی اور رسول اللہ ﷺ کا انتظار شروع کیا۔ آپ کے آنے میں دیر ہو گئی تو سو گئیں۔ آپ آئے تو عائشہؓ کو جگایا۔ [الادب المفرد]

حضرت اسماءؓ حضرت ابو بکرؓ کی صاحبزادی تھیں اور ان کی شادی حضرت زبیرؓ سے ہوئی تھی۔ وہ اس قدر

مفلس تھے کہ ایک گھوڑے کے سوا گھر میں کچھ نہ تھا۔ حضرت اسماءؓ خود باغوں میں جا جا کر گھوڑے کے لیے گھاس لاتی تھیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے جب اس مقصد کے لیے ایک غلام بھیجا تو انہوں نے اس خدمت سے نجات پائی۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیر کو ایک قطعہ زمین بطور جاگیر کے دیا تھا جو مدینہ سے نو میل دور تھا۔ حضرت اسماءؓ روز وہاں جاتیں اور وہاں سے کھجور کی گھٹلیاں اپنے سر پر لاتیں اور ان کو کوٹ کر ان کے پانی کھینچنے والی اونٹی کو کھلاتیں۔ گھر کے دیگر معمولی کام اس کے علاوہ تھے۔ خود پانی لاتیں، مشک پھٹ جاتی تو اس کو سیتیں، آٹا گوندھتیں، روٹی پکاتیں۔ [مسلم، کتاب الآداب]

گھر کے کام کاج کے علاوہ صحابیات بعض صنعتی کام بھی کرتی تھیں۔ حضرت سودہؓ طائف کی ادھوڑی بناتی تھیں جس کی وجہ سے ان کی مالی حالت تمام ازواج مطہرات سے بہتر تھی۔ [اسد الغابہ، بذیل تذکرہ فلیسہ]  
بعض صحابیہ کپڑے بنتی تھیں۔ [بخاری، کتاب البیوع]

### پردہ:

عہد نبوت میں اگرچہ اس زمانہ کا ساخت پرده رائج نہ تھا تاہم عورتیں، بالکل نئے پردہ اور آزاد بھی نہ تھیں بلکہ وہ غیر محرموں سے پردہ کرتی تھیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حجۃ الوداع کے زمانہ میں جب لوگ ہمارے سامنے سے گذرتے تھے تو ہم چہرے پر چادر ڈال لیتے تھے۔ لوگ گذر جاتے تو ہم پھر منہ کھول دیتے تھے۔ [ابوداؤد، کتاب النساک]

ایک بار حضرت ابرح بن ابی القیسؓ حضرت عائشہؓ سے ملاقات کے لیے آئے تو حضرت عائشہؓ پردہ میں چھپ گئیں۔ ابرح کہنے لگے: ”تم مجھ سے پردہ کرتی ہو حالانکہ میں تو تمہارا چچا ہوں۔“ حضرت عائشہؓ نے کہا وہ کیسے؟ انہوں نے کہا کہ میرے بھائی کی بیوی نے تم کو دودھ پلایا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے کہا: ”مرد نے تو دودھ نہیں پلایا۔“ [ابوداؤد، کتاب النکاح]

ایک صحابیہ کا بیٹا شہید ہوا، وہ نقاب پہن کر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ صحابہ کرامؓ نے ان کو دیکھ کر کہا: بیٹے کی شہادت کا حال پوچھنے آئی ہو اور نقاب پوش ہو کر؟ انہوں نے کہا: میں نے اپنے بیٹے کو کھویا ہے، شرم و حیا کو تو نہیں کھویا۔ [ابوداؤد، کتاب الجہاد]

ہمارے زمانے میں پردہ ایک رسمی چیز بن کر رہ گیا ہے مثلاً ایک عورت کسی محرم سے رسماً پردہ کرتی ہے تو



اس سے لازمی طور پر ہمیشہ پردہ کرے گی لیکن دو چار بار کسی نامحرم کے سامنے آنے کا اتفاق ہو گیا تو پھر اس کے لیے پردہ کے تمام فیوڈوٹ جائیں گے لیکن صحابیات ایسے رسمی پردے کی پابند نہ تھیں۔ ان کا پردہ بالکل شرعی تھا۔ اگر شریعت اجازت دیتی تھی تو وہ کسی کے سامنے آتی تھیں اور جب شرعی موانع پیدا ہو جاتے تھے تو اس سے پردہ کرنے لگتی تھیں۔ حضرت عائشہ کا موقف ہے کہ غلاموں سے پردہ ضروری نہیں۔ اس لیے وہ حضرت ابو عبد اللہ سلمہ کے سامنے جو نہایت متدین غلام تھے، آتی تھیں اور ان سے بے تکلف باتیں کرتی تھیں۔ ایک دن وہ آئے اور کہا کہ ”خدا نے آج مجھے آزاد کر دیا ہے۔“ چونکہ اب وہ غلام باقی نہیں رہے تھے، اس لیے حضرت عائشہ نے پردہ گرا دیا اور پھر عمر بھران کے سامنے نہ ہوئیں۔ [نسائی، کتاب الطہارۃ]

### ادائے قرض کا خیال:

حضرت عائشہؓ کثر قرض لیا کرتی تھیں۔ ان سے پوچھا گیا کہ آپ قرض کیوں لیتی ہیں؟ بولیں کہ ”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو بندہ قرض کے ادا کرنے کی نیت رکھتا ہے، خدا اپنی جانب سے اس کے لیے مددگار مقرر کر دیتا ہے، تو میں اسی مددگار کی جستجو کرتی ہوں۔“ [مسند احمد: ج ۶ ص ۱۹۹]

### قرض معاف کرنا:

حضرت ام سلمہؓ نے ایک غلام کو مکاتب بنایا۔ [یعنی ایک معین رقم دے کر آزادی حاصل کر لو] اس نے جب بدل کتابت ادا کرنا چاہا تو کہا کہ اس میں کچھ کمی کر دیجئے۔ حضرت ام سلمہؓ نے کم کر دیا۔ [طبقات ابن سعد، بذیل تذکرہ مصباح بن مرحس]

### تقسیم وراثت میں دیانت:

حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عائشہؓ کے لیے چند کھجور کے درخت ہبہ کئے تھے لیکن اب تک ان کا قبضہ نہیں ہوا تھا اس لیے ہبہ نامکمل تھا۔ حضرت ابو بکر کا انتقال ہونے لگا تو انہوں نے کہا کہ میں نے تمہیں جو درخت ہبہ کیے تھے، اگر تمہارا ان پر قبضہ ہو جاتا تو وہ تمہاری ملک ہو جاتے لیکن آج وہ میرے ترکہ میں داخل ہیں، جس کے وارث تمہارے بھائی اور بہنیں ہیں۔ اس لیے اب یہ کتاب اللہ کے موافق آپس میں تقسیم کر لینا۔ حضرت عائشہؓ بولیں: ”اگر اس سے بھی زیادہ مال ہوتا تو میں چھوڑ دیتی۔“ [موطا، کتاب الاقضية، باب مالایجو زمن

انجل، ۱

## صحابیات کی مذہبی و اخلاقی خدمات

### اشاعت اسلام:

مذہبی خدمات میں اشاعتِ اسلام سب سے اہم ہے اور اس میں ابتدائے اسلام ہی سے صحابیات کی مساعی جملہ کا کافی حصہ شامل ہے۔ چنانچہ حضرت ام شریکؓ ایک صحابیہ تھیں جو آغاز اسلام میں مخفی طور پر قریش کی عورتوں کو اسلام کی دعوت دیا کرتی تھیں۔ قریش کو ان کی مخفی کوششوں کا حال معلوم ہوا تو ان کو مکہ سے نکال دیا۔ [اسد الغابہ،، بذیل تذکرہ: حضرت ام شریک]

ایک غزوہ میں صحابہ کرامؓ پیاس سے بیتاب ہو کر پانی کی تلاش میں نکلے تو حسن اتفاق سے ایک عورت مل گئی جس کے پاس پانی کا ایک مشکیزہ تھا۔ صحابہ اس کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لائے اور آپ کی اجازت سے پانی کو استعمال کیا۔ اگرچہ آپؐ نے اسی وقت اس کو پانی کی قیمت دلا دی تاہم صحابہ پر اس کے احسان کا یہ اثر تھا کہ جب اس عورت کے گاؤں کے آس پاس حملہ کرتے تو خاص اس کے گھرانے کو چھوڑ دیتے تھے۔ اس عورت پر صحابہ کرام کی اس خدمت پذیری کا یہ اثر ہوا کہ اس نے اپنے تمام خاندان کو اسلام پر آمادہ کیا اور وہ سب کے سب مسلمان ہو گئے۔ [بخاری، کتاب النسل]

حضرت ام حکیم بنت حارث کی شادی عکرمہ بن ابی جہل سے ہوئی تھی۔ وہ تو خود فتح مکہ کے دن اسلام لائیں لیکن ان کے شوہر بھاگ کر یمن چلے گئے۔ حضرت ام حکیمؓ نے یمن کا سفر کیا اور ان کو دعوتِ اسلام دی۔ وہ مسلمان ہو کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ انہیں دیکھ کر خوشی سے اچھل پڑے۔ [موطاء، کتاب النکاح]

حضرت ابوطحہؓ نے کفر کی حالت میں حضرت ام سلیمؓ سے نکاح کرنا چاہا لیکن انہوں نے کہا کہ تم کافر ہو اور میں مسلمان، پھر یہ نکاح کیونکر ہو سکتا ہے؟ اگر اسلام قبول کر لو تو وہی میرا مہر ہوگا، اس کے سوا میں تم سے کچھ نہ مانگوں گی؟ چنانچہ وہ مسلمان ہو گئے اور اسلام ہی ان کا مہر قرار پایا۔ [نسائی]

### نومسلموں کی کفالت:

ابتدائے اسلام میں جو لوگ اسلام لاتے تھے، ان کو مجبوراً اپنے گھریا، اہل و عیال اور مال و جائیداد سے

کنارہ کش ہونا پڑتا تھا۔ اس بنا پر اس وقت اشاعتِ اسلام کے ساتھ اسلام کی سب سے بڑی خدمت یہ تھی کہ ان نو مسلموں کی کفالت کی جائے اور صحابیات اس میں نمایاں حصہ لیتی تھیں، چنانچہ حضرت ام شریک کا گھر ان نو مسلموں کے لیے گویا مہمان خانہ بن گیا تھا، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ بنت قیس کو ان کے یہاں صرف اسی بنا پر عدت بسر کرنے کی اجازت نہیں دی کہ ان کے گھر مہمانوں کی کثرت سے پردہ کا انتظام نہیں ہو سکتا تھا۔ [مسلم، کتاب الطلاق]

حضرت درہ بنت لہب بھی نہایت فیاض تھیں اور مسلمانوں کو کھانا کھلایا کرتی تھیں۔ [الاصابہ، تذکرہ: درہ]

### خدمتِ مجاہدین:

جس طرح صحابہ کرامؓ بہ شوق غزوات میں شریک ہوتے تھے اسی طرح صحابیاتؓ بھی خدا کی راہ میں ان سے پیچھے نہیں رہنا چاہتی تھیں۔ ان کے لیے سب سے زیادہ موزوں کام مجاہدین کی مرہم پٹی اور مجاہدین کے آرام و آسائش کا سامان بہم پہنچانا تھا اور وہ اس خدمت کو نہایت خلوص اور دل سوزی سے انجام دیتی تھیں۔ غزوہ خیبر میں متعدد صحابیات شریکِ جہاد ہوئیں۔ رسول اللہ ﷺ کو ان کا حال معلوم ہوا تو ناراضی کے لہجے میں پوچھا: تم کس کے ساتھ اور کس کی اجازت سے آئی ہو؟ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم اون کا تھی ہیں اور اس سے خدا کی راہ میں تعاون کرتی ہیں، ہمارے ساتھ زخمیوں کے دو علاج کا سامان ہے، لوگوں کو تیر اٹھا اٹھا کر دیں گی اور سٹو گھول کر پلائیں گی۔ [ابوداؤد، کتاب الجہاد]

حضرت ام عطیہؓ ایک صحابیہ تھیں جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سات جنگوں میں شریک ہوئیں۔ وہ مجاہدین کے اسباب کی نگرانی کرتی تھیں، کھانا پکاتی تھیں، مریضوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔ [مسلم، کتاب الجہاد]

غزوہ احد میں خود حضرت عائشہ شریک تھیں اور وہ اور حضرت ام سلیمؓ اپنی پیٹھ پر مشکیں لاد کر لاتی تھیں اور زخمی لوگوں کو پانی پلاتی تھیں۔ [ایضاً]

حضرت ربیعہ بنت مسعودؓ کا بیان ہے کہ ہم سب غزوات میں شریک ہوئے تھے، پانی پلاتے تھے، مجاہدین کی خدمت کرتے تھے اور مدینہ تک زخمیوں اور لاشوں کو اٹھا اٹھا کر لاتے تھے۔ [بخاری، کتاب الجہاد]

حضرت رفیدہؓ نے مسجد نبویؐ میں خیمہ کھڑا کر رکھا تھا، جو لوگ زخمی ہو کر آتے تھے، وہ اسی خیمے میں ان کا علاج کرتی تھیں چنانچہ حضرت سعد بن معاذؓ غزوہ خندق میں زخمی ہوئے تو ان کا علاج اسی خیمہ میں کیا گیا۔

[الاصابہ، بذیل تذکرہ حضرت رفیدہ]

صحابياتؓ کی یہ خدمات خود صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں نہایت قابل قدر خیال کی جاتی تھیں اور خود خلفاء بھی ان کا لحاظ رکھتے تھے، چنانچہ ایک بار حضرت عمرؓ نے مدینہ کی عورتوں میں چادریں تقسیم فرمائی۔ ایک عمدہ چادر رہ گئی تو کسی نے کہا کہ اپنی بیوی ام کلثوم کو دیدیتے۔ مگر حضرت عمرؓ بولے کہ ام سلیطہ اس کی زیادہ مستحق ہیں کیونکہ وہ غزوہ اُحد میں مشک بھر بھر کر پانی لاتیں اور ہمیں پلاتی تھیں۔ [بخاری، کتاب الجہاد]

### خدمات مساجد:

صحابيات مساجد کی صفائی میں نہایت اہتمام کرتی تھیں۔ ایک بار کسی نے مسجد نبویؐ میں تھوک دیا، رسول اللہ ﷺ نے دیکھا تو اس قدر برہم ہوئے کہ چہرہ مبارک سرخ ہو گیا۔ ایک صحابیہ انھیں اور اس تھوک کو صاف کر دیا اور اس جگہ خوشبو لگائی۔ آپ نہایت خوش ہوئے اور اس کی تعریف فرمائی۔ [نسائی، کتاب الصلوٰۃ]

ایک صحابیہ تھیں جو ہمیشہ مسجد نبویؐ میں جھاڑو دیتی تھیں۔ یہ ایک ایسا نیک کام تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی نہایت قدر فرمائی، چنانچہ جب ان کا انتقال ہوا تو صحابہ کرامؓ نے ان کو راتوں رات دفن کر دیا اور آپ کو اس کی اطلاع نہ دی۔ آپ کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ مجھے کیوں نہ خبر دی؟ صحابہ نے عرض کیا: حضور! آپ آرام فرما رہے تھے، اس لیے ہم نے تکلیف دینا گوارا نہ کیا۔ [ابن ماجہ، کتاب الجنائز]

### بدعات کا خاتمہ:

بدعت مذہب کے لیے بمنزلہ گھن کے ہے، اس لیے باثر صحابیات ہمیشہ اس بات کی کوشش کرتی تھیں کہ نخلِ اسلام میں گھن نہ لگنے پائے مثلاً مسلمانوں میں غلافِ کعبہ کی جو عزت و حرمت قائم ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جب نیا غلاف چڑھایا جاتا ہے تو پرانا غلاف چراچھپا کر یا خاموشی سے کچھ دے دلا کر لوگ لے لیتے تھے، اس کو تبرک سمجھتے اور مکانوں میں رکھتے، دوستوں کو بطور سوغات تقسیم کرتے۔ قرآن ان میں رکھتے، اسے مسجدوں میں لٹکاتے اور مریض کو اس سے ہوا دیتے۔ لیکن قرن اول میں یہ حالت نہ تھی۔ متولی کعبہ صرف یہ کرتا تھا کہ غلاف کو زمین میں دفن کر دیتا تھا کہ وہ ناپاک انسانوں کے کام نہ رہے۔ شیبہ بن عثمانؓ نے جو اس زمانہ میں کعبہ کے کلید بردار تھے، حضرت عائشہؓ سے اس واقعہ کو بیان کیا تو انہوں نے سمجھ لیا کہ یہ تعظیم غیر شرعی ہے، خدا اور رسول نے اس کا حکم نہیں دیا اور ممکن ہے کہ آئندہ اس سے سوء اعتقاد اور بدعات کا سرچشمہ پھوٹے۔ اس لیے شیبہ سے کہا کہ یہ تو اچھی بات نہیں، تم برا کرتے ہو۔ جب غلاف کعبہ سے اتر گیا

اور کسی نے اس کو ناپاکی کی حالت میں استعمال بھی کر لیا تو کوئی مضائقہ نہیں۔ تمہیں چاہیے کہ اسے بیچ ڈالا کرو اور اس کی قیمت غریبوں اور مسافروں کو دے دیا کرو۔ [سنن بیہقی]

### احساب:

جو چیز مذہب و اخلاق کو صحیح اصول پر قائم رکھتی ہے، شریعت کی اصطلاح میں اس کا نام 'احساب' ہے اور خود رسول اللہ ﷺ نے اس کے تین درجے مقرر فرمائے ہیں، حدیث نبوی ہے:

”تم میں سے جو شخص کسی برائی کو دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے مٹا دے۔ اگر اس میں اس کی طاقت نہیں ہے تو زبان سے اس کا انکار کرے اور اگر یہ بھی نہیں کر سکتا تو دل سے اس کو برا سمجھے اور یہ ایمان کا ضعیف ترین درجہ ہے۔“ [مسلم]

اور بار اثنا عشریات نے پہلے دونوں طریقوں سے اس مذہبی خدمت کو انجام دیا ہے۔ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ ایک گھر میں مہمان بن کر گئیں۔ میزبان کی دولڑکیاں جو جوان ہو چلی تھیں، دیکھا کہ وہ بغیر چادر اوڑھے نماز پڑھ رہی ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے انہیں تاکید کی کہ آئندہ کوئی لڑکی بغیر چادر اوڑھے نماز نہ پڑھے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہی فرمایا ہے۔ [مسند احمد: ج ۶ ص ۹۶]

ایک دفعہ حضرت عائشہؓ کے بھائی عبدالرحمنؓ ان کے پاس آئے اور معمولی طور پر جھٹ پٹ وضو کیا، حضرت عائشہؓ نے انہیں ٹوکا کہ عبدالرحمنؓ! وضو اچھی طرح کیا کرو۔ رسول اللہ ﷺ کو میں نے کہتے ہوئے سنا ہے کہ وضو میں جو عضو خشک رہ جائے، اس پر جہنم کی پھشکار ہو۔ [ایضاً ص ۳۸۵]

ایک بار حضرت عائشہؓ نے ایک عورت کو دیکھا کہ اس کی چادر میں صلیب کے نقش و نگار بنے ہوئے ہیں۔ دیکھتے ساتھ ہی اسے ڈانٹا کہ یہ چادر اتار دو، رسول اللہ ﷺ ایسے کپڑوں کو دیکھتے تھے تو پھاڑ ڈالتے تھے۔ [مسند احمد: ج ۶ ص ۱۴۰]

ایک بار ان کی بھتیجی حفصہ بنت عبدالرحمنؓ نہایت باریک دوپٹہ اوڑھ کر ان کے سامنے آئیں۔ حضرت عائشہؓ نے اسے دیکھتے ساتھ ہی غصے سے وہ دوپٹہ چاک کر دیا، پھر فرمایا کہ تم نہیں جانتیں کہ سورہ نور میں خدا نے کیا احکام نازل فرمائے ہیں۔ اس کے بعد موٹے کپڑے کا دوپٹہ منگوا کر اسے اوڑھا دیا۔ [موطا، کتاب

[لباس]

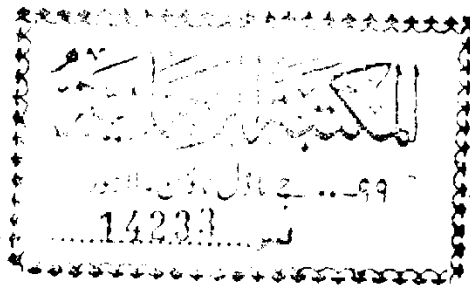
### زردبازی کی روک ٹوک:

فتوحاتِ عجم کے بعد عرب میں زردبازی، شطرنج بازی اور مرغ بازی وغیرہ کا رواج ہوا تو صحابیات نے اس پر شدت کے ساتھ نکیر کی چنانچہ حضرت عائشہؓ کے گھر میں کچھ کرایہ دار رہتے تھے، ان کی نسبت انہیں معلوم ہوا کہ وہ زرد کھیلتے ہیں تو حضرت عائشہ ان پر سخت ناراض ہوئیں اور انہیں کہلا بھیجا کہ اگر زرد کی گویوں کو میرے گھر سے باہر نہیں پھینکو گے تو میں اپنے گھر سے نکلوا دوں گی۔ [الادب المفرد]

### شراب خواری پر روک ٹوک:

فتوحاتِ عجم کے بعد اہل عرب شراب کی جدید اقسام سے آشنا ہوئے جن میں ایک ”بازق“ تھی (یعنی بادہ) چونکہ عربی میں شراب کو خمر کہتے ہیں اور اس کا اطلاق بالعموم اعموری شراب پر ہوتا ہے، اس بنا پر لوگوں کو شبہ تھا کہ ان شرابوں کا کیا حکم ہے؟ لیکن حضرت عائشہؓ نے اپنی مجلس میں بااعلان کہہ دیا کہ شراب کے برتنوں میں چھو بارے تک نہ بھگوئے جائیں۔ پھر عورتوں کی طرف خطاب کر کے کہا کہ اگر تمہارے منکوں کے پانی سے بھی نشہ آئے تو وہ بھی حرام ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہر نشہ آور چیز سے منع فرمایا ہے۔ [نسائی، کتاب الخمر]

\*.....\*.....\*



## مصنف کی دیگر تحقیقی و اصلاحی مطبوعات

[جدید اسلوب اور عام فہم انداز کے ساتھ]

<p>قیمت 90</p>	<p>اللہ اور انسان</p>	<p>نام کتاب</p>
<p>یہ کتاب توحید باری تعالیٰ کے اہم مباحث پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں وجود باری تعالیٰ، مذاہب عالم اور اسلام کا تصور اللہ، اللہ تعالیٰ کا تفصیلی تعارف وغیرہ شامل ہے۔ دوسرے باب میں انسان کی پیدائش، مقصد پیدائش اور نظریہ ارتقاء کا جائزہ وغیرہ شامل ہے۔ تیسرے باب میں اللہ اور انسان کا باہمی تعلق تین پہلوؤں سے واضح کیا گیا ہے یعنی خالق اور مخلوق۔ عابد اور معبود۔ غنی اور محتاج۔ اس کتاب میں نظریہ توحید قرآن و سنت کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے اور کسی پرکچھ نہیں اچھا لایا گیا۔ کسی کا عقیدہ توحید درست کرنا ہو تو یہ کتاب اسے ضرور پیش کریں۔</p>		
<p>قیمت 60</p>	<p>انسان اور فرشتے</p>	<p>نام کتاب</p>
<p>اس کتاب میں یہ بتایا گیا ہے کہ انسانوں اور فرشتوں کے تعلق کی نوعیت کیا ہے؟ فرشتوں پر ایمان لانے کا مطلب کیا ہے؟ مشہور فرشتے کون سے ہیں؟ فرشتوں کی ذمہ داریاں کیا ہیں؟ فرشتے انسانوں کے لیے دعائیں کب کرتے ہیں؟ کن بد بختوں پر فرشتے بد دعائیں کرتے ہیں؟ فرشتے کن انسانوں کی مدد کے لیے اترتے ہیں؟ اور وہ کب اور کیسے مدد کرتے ہیں؟ وغیرہ وغیرہ، اس کے علاوہ اس کتاب میں منکرین ملائکہ کے دلائل کار بھی شامل ہے۔</p>		
<p>قیمت 90</p>	<p>انسان اور شیطان</p>	<p>نام کتاب</p>
<p>اس کتاب میں یہ بتایا گیا ہے کہ شیطان کیا ہے؟ اسے کیوں پیدا کیا گیا؟ انسان کے ساتھ اس کا کیا تعلق ہے؟ ابلیس [یعنی شیطان اکبر] اور عام شیاطین میں کیا فرق ہے اور ان کا آپس میں کیا تعلق ہے؟ کیا شیطان ہر انسان کے ساتھ ہوتا ہے؟ شیطان انسان کو گمراہ کیسے کرتا ہے؟ شیطان سے بچاؤ کی تدابیر کیا ہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔ اس کے علاوہ اس کتاب میں فلسفہ خیر و شر کی تفصیلات اور منکرین شیاطین کے دلائل کار بھی شامل ہے۔</p>		

نام کتاب

انسان اور نیکی

قیمت 120

اس کتاب میں یہ بتایا گیا ہے کہ..... نیکی کیا ہے؟ نیکی کا حصول اور نیک بننے کا طریقہ کار کیا ہے؟ نیک اعمال کی قبولیت کی صورت کیا ہے؟ گناہ میں لذت زیادہ ہے یا نیکی میں؟ دنیا اور آخرت میں کام آنے والی نیکیاں کون سی ہیں؟ گناہوں کو دھو ڈالنے والی نیکیاں کون سی ہیں؟ نیکی کرنے کا دنیا میں کیا انعام ملتا ہے؟

نام کتاب

انسان اور گناہ

قیمت 200

اس کتاب میں یہ بتایا گیا ہے کہ گناہ کیا ہے؟ انسان گناہ کیوں کرتا ہے؟ گناہوں کے جسمانی، طبی، اخلاقی، روحانی اور اخروی نقصانات کیا ہیں؟ دنیا میں گناہوں کی سزا کیسے ملتی ہے؟ اور گناہ چھوڑنے سے انعامات کیسے ملتے ہیں؟ اسکے علاوہ مہلک گناہوں کی تفصیل، تو بہ کا طریقہ، تو بہ کے موانع اور دیگر متعلقہ تفصیلات بھی اس میں یکجا کر دی گئی ہیں

نام کتاب

جدید فقہی مسائل

قیمت 210

اس کتاب میں اکیسویں صدی میں پیش آنے والے جدید فقہی مسائل پر قرآن و سنت کی روشنی میں بحث کی گئی ہے مثلاً: بشیریز [حصص] کے کاروبار کی شرعی حیثیت، کلوننگ، ٹیسٹ ٹیوب بے بی، ڈبل سٹوری قبرستان، انتقال خون، پوسٹ مارٹم، اعضاء کی بیوند کاری، ملٹی لیول مارکیٹنگ سکیمس اور ان کا کاروبار، زکاۃ کے جدید مسائل، وغیرہ وغیرہ

نام کتاب

عاملوں، جادو گروں اور جنات کا پوسٹ مارٹم

قیمت 165

اس کتاب میں دست شناسی، چہرہ شناسی، قیافہ شناسی، علم رمل، جفر، اعداد، علم نجوم، کہانت، ہسپتائزم وغیرہ جیسے ان تمام علوم کا پوسٹ مارٹم کیا گیا ہے جن کے ذریعے غیب دانی کا دعویٰ کیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں جادو اور جنات کا توڑ اور مختلف بیماریوں کا روحانی علاج معالجہ بھی قرآن و سنت کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔ اپنی موضوع پر ایک اہم کتاب۔

نام کتاب

قیامت کی نشانیاں

قیمت 156

اس کتاب میں قرب قیامت کی ان تمام علامات اور نشانیوں کو جمع کر دیا گیا ہے جنہیں آنحضرت ﷺ نے بیان فرمایا تھا۔ اس سلسلہ میں زمانی ترتیب کا خیال رکھا گیا ہے، صحیح احادیث کا بالخصوص اہتمام کیا گیا ہے، ہر بحث کے بعد فوائد و نکات بیان کیے گئے ہیں۔ قیامت کی جونشانیاں ظاہر ہو چکی ہیں، ان کی نشاندہی بھی کی گئی ہے۔ الحمد للہ اردو زبان میں اپنے موضوع پر یہ سب سے مقبول کتاب ہے۔



<p><b>قیمت 150</b></p>	<p><b>پیش گوئیوں کی حقیقت</b></p>	<p><b>نام کتاب</b></p>
<p>اس کتاب کا تعلق بنیادی طور پر آنحضرت ﷺ کی ان پیشگوئیوں کی تعبیر سے ہے جو قرب قیامت کے مختلف احوال و واقعات سے بحث کرتی ہیں۔ نیز احادیثِ فتن، المحلّمۃ العظمیٰ، شخصیات اور علاقہ جات اور آخری دور میں ہونے والی جنگوں سے متعلقہ نبویؐ پیش گوئیوں کی جمع و ترتیب اور بعض مفکرین کی غلط تعبیروں کا تنقیدی جائزہ بھی بالتفصیل پیش کیا گیا ہے۔ خواب، پیشین گوئی اور نبویؐ پیشین گوئی میں فرق پر اصولی بحث بھی کی گئی ہے۔</p>		
<p><b>قیمت ...</b></p>	<p><b>هدية العروس</b></p>	<p><b>نام کتاب</b></p>
<p>نکاح کی ضرورت و اہمیت، ترک نکاح کے نقصانات، شادی بیاہ کا اسلامی طریقہ، جاہلانہ رسومات کا تفصیلی رد، حقوق زوجین، خوشگوار ازدواجی زندگی کے رہنما اصول، آداب مباشرت، خلع و طلاق، لعان، ایلاء، ظہار، متعہ، حلالہ، شغار وغیرہ کے شرعی مسائل، تعدد ازواج اور پاکستانی کلچر، میاں بیوی کے مخصوص مسائل، ساس بہو کا جھگڑا اور اس کا منصفانہ حل اور ایسے ہی بیسیوں ازدواجی و خانگی احکام و مسائل پر مشتمل ایک جامع اور مستند کتاب، الحمد للہ!</p>		
<p><b>قیمت 160</b></p>	<p><b>اسلام میں تصور جہاد</b></p>	<p><b>نام کتاب</b></p>
<p>اس کتاب میں بنیادی طور پر دو چیزوں کو پیش کیا گیا ہے؛ ایک تو یہ کہ اسلام میں جہاد کا صحیح تصور کیا ہے۔ اس کے آداب و ضوابط، حدود و قیود اور اغراض و مقاصد کیا ہیں؟ حکومت کی سرپرستی، والدین کی اجازت، معاہدوں کی پابندی، غیر مسلموں سے تعاون وغیرہ جیسے مسائل میں آنحضرت کی سیرت سے ہمیں کیا رہنمائی ملتی ہے جبکہ دوسری یہ چیز پیش کی گئی ہے کہ دور حاضر میں اپنے حقوق کے دفاع، ظلم کے خاتمہ اور قیام امن کے لیے جہاد کیسے کیا جائے۔</p>		
<p><b>قیمت 150</b></p>	<p><b>جہاد اور دہشت گردی</b></p>	<p><b>نام کتاب</b></p>
<p>اس کتاب میں یہ بتایا گیا ہے کہ دہشت گردی کیا ہے؟ اسلام اور مسلمانوں کو دہشت گرد کیوں کہا جا رہا ہے؟ اصل دہشت گرد کون ہیں؟ دہشت گردی کے اسباب و علل کیا ہیں؟ دہشت گردی، بنیاد پرستی اور انتہا پسندی کے حوالے سے اسلامی نقطہ نظر کیا ہے؟ جہاد اور دہشت گردی میں کیا فرق ہے؟ خودکش اور فدائی حملوں کی شرعی حیثیت کیا ہے؟</p>		
<p><b>قیمت 60</b></p>	<p><b>جہیز کی تباہ کاریاں</b></p>	<p><b>نام کتاب</b></p>
<p>اس کتاب میں جہیز کی شرعی حیثیت پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ مرد و جہیز کے نقصانات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔</p>		

نام کتاب	شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور موجودہ مسلمان	قیمت 45
اس کتاب میں شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے مستند سوانح حیات، ان کا عقیدہ و فقہی مسلک، ان کی مؤجدانہ تعلیمات وغیرہ پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں ان کی طرف منسوب غلط باتوں کی تردید اور ان کی آڑ میں کیے جانے والے بعض شرکیہ کاموں کی تفصیل بھی اس میں پیش کی گئی ہے۔ اپنے موضوع پر ایک منفرد اور اہم کتاب ہے۔ شیخ سے محبت و عقیدت رکھنے والے ہر شخص کو کھلے ذہن اور بغیر تعصب کے اس کتاب کا لازماً مطالعہ کرنا چاہیے		
نام کتاب	نماز نبویؐ [باتصویر]	قیمت 50
اس کتاب میں نماز، وضو اور تیمم وغیرہ کا طریقہ صحیح احادیث اور عملی تصاویر کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔		
نام کتاب	هدية النساء	قیمت ...
خواتین کے احکام و مسائل اور ان کی دینی و اخلاقی تربیت پر ایک جامع کتاب۔ صحیح احادیث اور فتاویٰ سے مزین۔		
نام کتاب	هدية الوالدين	قیمت ...
اولاد اور والدین کے باہمی حقوق و فرائض۔ باہمی مسائل و تنازعات [جھگڑے] اور ان کے سدباب پر لاجواب کتاب		
نام کتاب	خوشگوار ازدواجی زندگی کے اصول	زیر طبع
نام کتاب	احکام لباس اور بے پردگی	زیر طبع
نام کتاب	زیب و زینت اور مروجہ فیشن	زیر طبع
نام کتاب	موسیقی حرام نہیں؟	قیمت 130
تصنیف: محدث العصر علامہ ناصر الدین البانیؒ۔ ترجمہ: مولانا جمیل اختر۔ اعداد و اضافہ: حافظ مبشر حسین لاہوری		
نام کتاب	جادو، جنات اور نظربد	قیمت 56
تصنیف: شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ۔ ترجمہ: مولانا جمیل اختر۔ نظر ثانی: حافظ مبشر حسین لاہوری		



## هدية النساء

عورت نصف انسانیت ہے اور انسانی معاشرہ میں جتنی اہمیت ایک مرد کو حاصل ہے، اتنی ہی ایک عورت کو بھی حاصل ہے بلکہ بعض پہلوؤں سے عورت کی اہمیت بڑھ جاتی ہے۔ اس لیے کہ وہ خاندان کی مرکزی اکائی ہے، اس کے بگڑنے سے ایک پورا خاندان اور پوری نسل بگڑ جاتی ہے اور اس کی اصلاح سے ایک پورے خاندان اور نسل کی اصلاح ممکن ہو جاتی ہے۔ عورت کے اس مرکزی کردار اور اہمیت کے پیش نظر ہم نے اپنی اس کتاب ”هدية النساء“ کو اصلاحِ خاندان کی سیریز میں شامل کیا ہے، تاکہ اس کے مطالعہ سے ایک عورت پہلے اپنی اصلاح کرے اور پھر اپنے خاندان کے دیگر افراد کی اصلاح کے لیے کمر بستہ ہو جائے۔ اللہ کرے یہ کتاب جس گھر میں جائے وہاں حقیقی طور پر اصلاحِ خاندان کا ذریعہ ثابت ہو۔

قرآنِ عریض اور سکرٹس کی زبان

لاہور  
پاکستان

مُبَشِّر اَکَیڈمی

